ماہنامہ
جواب عرض
فروری 2012
لاوارث لڑکی
PDFBOOKSFREE.PK

آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں

اب آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں رونے کے لئے
لہو خشک ہو چکا ہے دل دھونے کے لئے

تم کو کھو کر سب کچھ کھو دیا ہم نے
اب پاس نہ رہی کوئی شئے کھونے کے لئے

ہر سو تیری یاد کے کانٹے بکھرے ہیں
اب کوئی جگہ نہ رہی چین سے سونے کے لئے

تم بن زندگی ادھوری تھی میری
اس لئے تمہارا روگ لگا لیا مرنے کے لئے

اتنا روتے ہیں تجھے یاد کر کے ساری رات
کہ کوئی تکیہ نہ بچا آنسوؤں سے بھگونے کے لئے

زندگی میں تو تم ان کے ہو نہیں سکے التمش
شاید تمہیں مرنا پڑے گا ان کا ہونے کے لئے

(شہزادہ التمش عالمگیر)

ماہنامہ جواب عرض لاہور

اس شمارے کی جھلکیاں

ماہنامہ جواب عرض لاہور اس شمارے کی جھلکیاں

جواب عرض کی کسی کہانی، نا قابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جواب عرض میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائٹر، ادارہ یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوگا۔
(پبلشر شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

لاوارث لڑکی

---- تحریر۔ حمیرہ سعد۔ لاہور۔ قسط نمبر ۳ ----

سیما کے دل کی کیفیت بہت پرسکون ہوگئی تھی اسے یقین ہونے لگا تھا کہ جس طرح میں ان کے لیے روتی ہوں وہ بھی میرے لیے روتے ہیں یقیناً انہوں نے مجھے معاف کردیا ہوگا یقیناً انہوں نے وہاب کو قبول کرلیا ہوگا یقیناً انہوں نے میرا فیصلہ قبول کرلیا ہوگا میں کسی طرح اپنے گھر جاؤں گی اوران کوسب کچھ بتاؤنگی کہ پاپا میں نے جو کچھ بھی کیا ہے غلط نہیں ہے ٹھیک کیا ہے ہاں میں ایسا ہی کروں گی ان کو بتادوں گی کہ میں وہاب کو چاہتی تھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اس کو اپنانے میری ضد تھی جو میں نے پوری کردی ہے۔ اگر ان کو نہ اپناتی تو کسی کو بھی نہ اپناتی وہ میری زندگی تھے میری جان تھے میرا سب کچھ تھے وہ غلط انسان نہیں ہیں بہت چاہنے والے بہت پیار کرنے والے ہیں ان جیسا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے میں پاپا کو سب کچھ بتادوں گی وہ میری باتیں سن کر یقیناً ان کو قبول کرلیں گے مجھے ابھی اپنے گھر جانا چاہیے لیکن نہیں اگر میں چلی گئی تو وہاں اویس لوگ ہوئے تو سب کچھ خراب ہوجائے گا وہ ہمارا دشمن ہے وہ ہمیں بھلا کیسے خوش دیکھ سکتا ہے۔ وہ تو یہی چاہتا ہے کہ میں پوری زندگی روتی رہوں۔ مجھے کچھ دن انتظار کرنا چاہیے ہوسکتا ہے کہ میری تڑپ ایک مرتبہ پھر ان کو مجھ سے پھر ملادے۔۔ ایک سنسنی خیز سچی کہانی۔

وہاں کمرے میں گہری خاموشی چھا چکی تھی۔ ماما سیما کو قہر نظروں سے گھورتی جارہی تھی اسے یقین ہی نہیں ہورہا تھا کہ سیما نے اتنا بڑا اقدام اٹھا رکھا ہے وہ تو سمجھ رہی تھی کہ سیما اس کو مکمل طور پر بھول چکی ہے لیکن اس کی بات سن کران پر جیسے سکتہ چھا گیا تھا۔ کیا کہا تو نے۔ ماما نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ہاں ماما نے جو کچھ کہا ہے وہ سب کچھ سچ ہے اس سے قبل کہ تم لوگ میرے بارے میں کوئی بہت بڑا اقدام اٹھاؤ میں نے جو حقیقت تھی وہ بتادی ہے ماما خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی جارہی تھی اسے کہتی تو کیا کہتی گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف اس کی شادی کے شادیانے بج رہے تھے۔ اس سے قبل کہ گھر میں کوئی بہت بڑا ہنگامہ ہوجائے تم میری نظروں سے دور ہوجاؤ ماما نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور سیما خاموشی سے اپنے کمرے میں آگئی اس کے دل میں جو بات تھی وہ اس نے کہہ دی تھی اب اسے دیکھنا یہ تھا کہ گھر میں کون سی قیامت برپا ہوتی ہے اس نے اپنے آپ کو اس آنے والی قیامت کے لیے خود کو تیار کرلیا تھا۔ ماں کی عجیب سی حالت ہورہی تھی وہ گھر کے ایک کمرے میں تن تنہا بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ اب وہ مہمانوں کا سامنا کیسے کرے کیسے سب کو بتائے کہ اس کی بیٹی نے اتنا بڑا اقدام اٹھالیا ہے وہ کام کرلیا ہے جو ہم اب وہ کیا کرے پھر اس نے سیما کے پاپا کا نمبر ڈائل کردیا۔

ہاں بولو آگے سے اسے آواز سنائی دی۔ جلدی گھر پہنچو۔ کیوں کیا بات ہے کیا ہوا ہے تمہاری آواز بہت دکھی اور درد میں ڈوبی ہوئی ہے کیا کچھ گھر میں ہوگیا ہے۔ ہاں بہت کچھ ہوگیا ہے بس تم آنے کی کرو مجھے تو سمجھ نہیں آرہی ہے میں کروں تو کیا کروں۔ کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔ پاپا نے بے تابی ظاہر کی تو سیما کی ماما نے ادھر ادھر دیکھا جب محسوس کیا کہ کوئی بھی اس کے کمرے میں نہیں ہے تو بولی وہی کچھ ہوا ہے جس کا ہمیں خطرہ تھا۔ کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں ہوں۔ پاپا نے اضطراری سی کیفیت میں کہا تو وہ بولی سیما نے ہمیں کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں

چھوڑا ہے اس نے وہاب سے شادی کر رکھی ہے۔ کیا۔ دوسری طرف بس اتنی سی آواز سنائی دی اس کے بعد کال خود بخود کٹ گئی۔ ماما ہاتھ میں ریسور پکڑے بس دیکھتی رہ گئی کہیں میری بات سن کر ان کا دل تو بند نہیں ہو گیا ہے کہیں وہ۔۔ وہ تیزی سے سیما کے کمرے میں گئی اور قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے چیختے ہوئے بولی اگر تمہارے پاپا کو کچھ ہو گیا تو پھر کچھ بھی نہیں بچے گا میں نے فون کر کے ان کو تیرے بارے میں بتایا ہے لیکن ان کے ہاتھ سے ریسور چھوٹ گیا ہے۔

ماما کی بات سن کر سیما بھی اندر سے لرز سی گئی۔ تو انسان نہیں ہے انسان کے روپ میں ڈائن ہے ہماری خوشیوں کو نگل رہی ہو دیکھ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے اور یہ سب مہمان تیری شادی میں آئے ہوئے ہیں اور تو۔۔ دیکھ لوں گی تمہیں تو کیسے کرتی ہے اس سے نکاح وہ زندہ رہے گا تو تو اس کے ساتھ رہے گی۔ ماما کی یہ بات سن کر وہ پوری طرح کانپ کر رہ گئی وہ ماما کا لہجہ دیکھ رہی تھی ان کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں ان کے چہرہ قہر و غضب کا نمونہ پیش کر رہا تھا وہ اتنا کہہ کر دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی اسے اپنے شوہر کی بھی فکر تھی کہ ان کے ہاتھ ریسور کیوں چھوٹ گیا تھا کہیں ان کو کچھ ہو تو نہیں گیا ہے۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے دوبارہ آفس فون کر دیا تو آفس منیجر نے فون اٹھایا۔ صاحب کہاں ہیں تمہارے اس نے منیجر کی آواز پہنچان کر کہا تو آگے سے آواز آئی میڈم وہ گھر گئے ہیں کہہ گئے تھے کہ گھر سے ضروری کال آئی تھی۔ ٹھیک ہے اتنا کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ انہیں کچھ سکون ہو گیا تھا کہ وہ اب سنبھل گئے ہیں ادھر سیما نے جلدی سے وہاب کو فون کر دیا۔ وہاب۔ وہ بہت آہستگی سے بولی۔ گھر سے کہیں بھی باہر نہ نکلنا حالات بہت خراب ہونے والے ہیں گھر میں ہی رہنا میں نے ماما کو نکاح کے بارے میں بتا دیا ہے اور کچھ ہی دیر میں نجانے کیا کچھ ہونے والا ہے لیکن جو کچھ بھی ہونے والا ہے وہ ہم دونوں کے لیے اچھا نہیں ہو گا تم بس گھر کے اندر ہی رہنا۔ وہ کچھ کہنے والا تھا کہ سیما نے فون بند کر دیا اور پھر سیما نے سب سہیلیوں کو فون کر دیا۔ کہ اویس یا کوئی اور تم لوگوں سے وہاب کا پوچھے تو کچھ بھی مت بتانا۔ سہیلیاں ان سے پوچھتی ہی رہیں کہ کیا ہوا ہے اس نے کہا یہ سب میں ملنے پر بتاؤں گی بس تم لوگ اپنے محبوباؤں کو کال کر کے کہہ دو کہ وہ ہمارے نئے مکان کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتائیں میں وہاب کی زندگی کو کسی بھی طرح خطرے میں نہیں دیکھنا چاہتی ہوں اس نے سب کو کال کر کے فون بند کر دیا اور ایک گہری سانس لے کر رہ گئی اس کی نظریں بار بار باہر لان کی طرف جا رہی تھیں کھلی کھڑکی سے وہ باہر کے تمام مناظر کو دیکھ رہی تھی لوگوں کی ہنسی ان کے قہقہوں کو سن رہی تھی۔ وہ سب مہمان اس بات سے بے خبر تھے کہ گھر میں کیا کچھ ہو گیا ہے اور کیا کچھ ہونے والا ہے وہ تو پوری طرح انجوائے کر رہے تھے اور پھر گھر میں دو گاڑیاں داخل ہوتی ہوئی سیما کو دکھائی دیں وہ گاڑیوں کو پہنچان گئی ایک پاپا کی تھی اور دوسری اویس کی تھی جو تیزی سے گاڑی سے اتر کر ماما کے کمرے کی طرف گئے تھے وہ جان گئی تھی کہ یہ کچھ تو ہونا ہی تھا اچھا کیا ہے کہ اس نے آج ہی سب کچھ بتا دیا ہے اگر شادی والے دن وہ بھاگ جاتی تو بہت غلط ہو جاتا۔

اب اسے انتظار تھا ان لوگوں کا جو ماما کے کمرے میں گئے تھے اور وہ جانتی تھی کہ وہ ماما کی باتیں سن کر اس کے کمرے میں ضرور آئیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا کچھ ہی دیر میں اس کے پاپا اور اویس اس کے کمرے میں داخل ہوئے ان کے چہرے قہر و غضب سے سرخ ہو رہے تھے۔ تیری ماما نے جو کچھ بتایا ہے کیا وہ سب کچھ سچ ہے پاپا نے ایک طرف بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پاپا کی بات سن کر اس نے گہری نظروں سے پاپا کی طرف دیکھا کیا بتایا ہے ماما نے۔ اس نے بات کی تصدیق کی۔ یہ کہ تم نے اس بے غیرت وہاب سے شادی کر رکھی ہے۔ باپ کی یہ بات سن کر اس کے دل کو ایک جھٹکا سا لگا کیوں کہ باپ نے وہاب کو بے غیرت کہا تھا۔ ہاں پاپا ماما نے ٹھیک کہا ہے ایسا کرنا میری مجبوری تھی میں اپنی خوشیوں کو جانتی تھیں کہ میں کس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں اور کس کے ساتھ دکھی رہ سکتی ہوں جس سے میں شادی کرنا تھی آپ اس

سے میری شادی نہیں کر رہے تھے اور جس سے میں نہیں کرنا چاہتی تھی آپ اس سے میری شادی کر رہے ہیں مجھے یہ قدم اٹھانا تھا سو میں نے اٹھا لیا ہے۔ سیما کی بات سن کر اویس کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور کمرے میں ایک آواز گونجی یہ آواز سیما کے منہ پر پڑنے والے تھپڑ کی تھی وہ اچھل کر رہ گئی اس کی آنکھوں میں خون اترنے لگا تم تم نے مجھے مجھے مارا ہے تم ہوتے کون ہو مجھے مارنے والے۔ تمہاری اتنی ہمت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی۔ تھو تھو اس نے غصہ سے اس کے منہ پر تھوک دیا اس کا پارہ اور چڑھ گیا۔ اس کا ہاتھ ایک مرتبہ پھر لہرایا لیکن پاپا نے اس کو روک دیا باہر قہقہے لگانے والے مہمان بھی تھپڑ پڑنے کی آواز سن کر کمرے کی طرف بڑھنے لگے وہ یہ بات جان گئے تھے کہ اندر کمرے میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے کوئی ایسا کھیل کھیلا جا رہا ہے جس سے وہ انجان ہیں۔ آپ لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ ناں کہ مجھے مار ڈالیں گے لو مار ڈالو مجھے لیکن جو کچھ میں نے کیا ہے وہ غلط نہیں کیا ہے مجھے یہ ہی کرنا چاہیے تھا اور میں اپنے اس قدم پر خوش ہوں پچھتا نہیں رہی ہوں وہ تو جیسے بولتی ہی چلی گئی۔ چپ چپ۔۔ پاپا کی آواز چیخی۔ بس بس۔۔ اب اگر تو نے اس کا نام لیا تو تمہاری زبان کاٹ دوں گا۔

ہاں ہاں کاٹ دو میری زبان مجھے تم لوگوں سے ایسی ہی امید ہے تم لوگ میری اس انسان سے شادی کرنا چاہتے ہو جس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ عورت کی بھی کوئی عزت ہے۔ دیکھ لیا ہے آپ نے اس کو مجھے ایسے مارا ہے جیسے میں اس نے مجھے خرید اہوا ہے جیسے میں اس کے ٹکڑوں پر پل رہی ہوں یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے آپ نے اس کو سر پر چڑھا رکھا ہوا ہے ورنہ اتنی ہمت اس میں کبھی بھی نہ ہوتی نفرت ہے مجھے اس سے شدید نفرت ہے میں کہتی ہوں کہ میری نظروں سے دور ہو جاؤ اس سے قبل کہ میں کچھ غلط کر ڈالوں دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ سیما چیخنے کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔ اور آئے ہوئے مہمان یہ سب باتیں سن کر محسوس کر رہے تھے کہ جیسے سیما غلط نہیں کہہ رہی ہے وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ٹھیک کہہ رہی ہے ان میں سے ایک عورت بول ہی پڑی۔ وہ سیما کے پاپا سے مخاطب تھی۔ دیکھو بھیا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہاں کیا کچھ ہوا ہے لیکن اتنا جانتے ہیں کہ آپ لوگ بچی کے ساتھ غلط کر رہے ہیں اس لڑکے سے اس کی شادی کر رہے ہیں جو شادی سے پہلے ہی اس پر ظلم کر رہا ہے شادی کے بعد تو اس کی زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دے گا اس عورت کی باتیں سن کر اویس نے عورت کو گھورا۔ تم یہاں مہمان بن کر آئی ہو مہمان ہی بن کر رہو ہم لوگ کیا کر رہے ہیں یہ ہم بہتر جانتے ہیں۔ یہ لفظ سنتے ہی سب ہی مہمان جو خاموشی سے سب کچھ سن رہے تھے بول پڑے بہت بدتمیز انسان ہے یہ اس کو بڑے چھوٹے انسان سے بولنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔ گھر میں ایک طوفان اٹھنے لگا تھا اور سب کو پتہ چل گیا تھا کہ سیما نے باہر کسی سے شادی کر رکھی ہے کچھ لوگ اس بات کے خلاف ہو رہے تھے اور کچھ اس کی حمایت کرنے لگے تھے خاص کر وہ عورت جس کی اویس نے بے عزتی کی تھی وہ بولی اس نے جو کچھ بھی کیا ہے ٹھیک کیا ہے جب گھر والے اپنی اولاد کی خوشیوں کے دشمن بننے لگیں تو اولاد کو ایسا ہی قدم اٹھانا پڑتا ہے مجھے تو اس بچی پر ترس آ رہا ہے کہ اس شخص سے اس کی شادی کرنے والے ہیں جو۔۔ چھی چھی۔۔ اس نے ناک چڑھایا۔ اس کی باتیں اویس کو زہر لگ رہی تھیں لیکن وہ برداشت کرنے لگا تھا کیونکہ گھر میں اس وقت دو پارٹیاں بن گئی تھیں ایک سیما کے حق میں اور دوسری اس کے حق میں۔ اور پاپا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کس کا ساتھ دے اپنی بیٹی کا یا پھر اپنے فیصلے کا جو اس نے کیا ہوا تھا۔

گھر میں اور بھی گاڑیاں آنے لگی تھیں یہ گاڑیاں اویس کے گھر والوں کی تھیں ان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سیما نے وہاب سے شادی کر رکھی ہے گھر میں رکتا ہوا طوفان ایک مرتبہ پھر اٹھنے لگا ان کے آ جانے سے گھر کا ماحول ایک مرتبہ پھر بگڑنے لگا اور جو لوگ سیما کے حق میں بول رہے تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے تھے ان سب کے نزدیک لڑکا کا قدم غلط تھا اس نے جو کچھ کیا تھا یہ خاندان کی بدنامی تھی خاندان کے منہ پر ایک طمانچہ تھا۔ بہت کم لوگ سیما کے ساتھ رہ گئے تھے

لیکن سیما نے بھی پھر بھی ہار نہ مانی اور بولی۔ میں نے جو کچھ کرنا تھا کر دیا ہے اگر مجھے مارنا ہے تو مار ڈالو اگر گھر سے نکالنا ہے تو نکال دو اس کے شادی کر کے میں اپنی زندگی کو روگ نہیں لگانا چاہتی تھی۔ سیما کی باتیں سن کر سب ہی حیران رہ گئے اور اویس بھی چپ ہو گیا وہ اندر سے بہت پیچ و تاب کھا رہا تھا اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر اس کا گلا دبا دے لیکن ایسا نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ کون سا لڑکا ہے جس سے تم نے نکاح کیا ہے ہم بھی دیکھیں کہ وہ تمہارے قابل ہے کہ نہیں۔ اسی عورت نے کہا۔

اس کی بات سن کر سیما بولی سب ہی اس کو جانتے ہیں سب نے ہی اسے دیکھا ہوا ہے پڑھا لکھا ہے بولنے کی تمیز رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر عورت ذات کی عزت کرنے والا ہے چار سال سے میرا کلاس فیلو ہے میں اس کے ایک ایک فعل کو جانتی ہوں اور بہت سوچ سمجھ کر زندگی کا فیصلہ اس کے لیے کیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ مجھے وہ سب خوشیاں دے سکتا ہے جو ایک عورت اپنے خاوند سے چاہتی ہے وہ عورت کو اپنی جاگیر نہیں سمجھتا ہے اور نہ ہی اس پر رعب ڈالتا ہے عورت کے تقدس و حرمت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ سیما کی باتیں سن کر اویس ایک مرتبہ پھر اچھلا زیادہ بک بک نہ کر بہت وکالت کر رہی ہو اس کی وہ جو بھی ہے اب وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا تم کیا سمجھتی ہو کہ ہم اپنے خاندان کو بدنام ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے ہرگز نہیں۔ تمہیں اپنانا پہلے تو ہمارا خاندانی مسئلہ تھا اب یہ میری ضد ہے اور میں جس بات کی ضد کرتا ہوں اسے پورا بھی کرتا ہوں۔ اس کی باتیں سن کر سیما اندر سے لرز سی گئی۔ کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ وہاب کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے یہ کچھ بھی کر سکتا ہے اس کے پاس اب کوئی بھی چارہ نہ رہا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر وہ ابھی چپ رہی تو اس کا سب پلان خاک ہو جائے گا وہ بولی۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم اس کا کیا بگاڑتے ہو میں بھی اسی خاندان کی ہوں تم نے اگر اسے ایک خراش بھی دی تو اس کا نتیجہ تم خود دیکھ لو گے بہت خاموش رہ لیا ہے۔ میں نے میں جانتی ہوں تمہاری چالوں کو میرے ماما پاپا کو تم نے اپنی باتوں سے متاثر کر لیا ہے وہ تمہاری چالوں میں آ گئے ہیں لیکن میں تمہاری چالوں میں پھنسنے والی نہیں ہوں تم نہ صرف مجھے اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہو بلکہ ہماری جائیداد کو بھی اپنے نام کروانا چاہتے ہو میں وہ سب باتیں جانتی ہوں جو تمہارے دل میں ہیں اور جو تم اپنے دوستوں سے کہتے پھرتے ہو۔ یہ باتیں سیما نے جان بوجھ کر کہیں تھیں تا کہ اس کے ماما پاپا کے دل میں اس کے لیے نفرت پیدا ہو جائے اور تقریباً ایسا ہی ہوا تھا کہ اس کے پاپا نے گہری نظروں سے اویس کی طرف دیکھا تھا اور اویس غصہ سے لال سرخ ہو رہا تھا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سیما کا پاپا بولا۔

اس مسئلہ کو ابھی یہی رکا رہنے دو میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے اب کیا کرنا ہے گھر کی یہ رونقیں اسی طرح ہی رہیں گی سب مہمان اسی طرح ہی یہاں انجوائے کریں گے اب مجھے کچھ سوچنا ہے کچھ کرنا ہے میرے سامنے خاندان کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹی کی زندگی بھی ہے اس کی خوشیاں بھی ہیں میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں اتنا کہہ کر وہ سیما کے کمرے سے باہر نکل گئے اور پھر سب لوگ ہی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکلنے لگے لیکن اویس اور اس کا بھائی عدیل وہی کمرے میں ہی رہے تمہیں تو میں دیکھ لوں گا کہ تم اس کے ساتھ کیسے جاتی ہو پلیز بھائی تم تو چپ کرو میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ کچھ غلطیاں تمہارے اندر بھی ہیں سیما کو تم نے باغی کیا ہوا ہے اس کے دل میں تم نے اپنے لیے نفرت ڈال رکھی ہے میں جانتا ہوں کہ یہ ہمارا خاندانی مسئلہ ہے لیکن ہمیں سب کچھ دیکھ کر چلنا ہے مجھے اس خالہ کی باتیں یاد آ رہی ہیں اس نے کیسا ہے کہ تم شادی سے پہلے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہو شادی کے بعد اس کے ساتھ کیسا سلوک کرو گے اور تم اپنی حرکتوں سے اس کے دل سے اترتے جا رہے ہو تم جاؤ میں خود اس کو سمجھاتا ہوں۔ عدیل کی باتیں سن کر اویس غصہ سے پھنکارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ دیکھو سیما۔ عدیل نے اویس کے جانے کے بعد کہا جو کچھ بھی ہوا ہے بہت ہی غلط ہوا ہے ہم تمہارے لیے کوئی غیر نہیں ہیں ہمارا ساتھ کئی سالوں سے ایک ساتھ ہے بچپن سے ہم ایک دوسرے کے قریب ہیں ایک ساتھ کھیلے

ایک ساتھ بڑے ہوئے ایک ساتھ پڑھے اور اب جبکہ ہماری اپنی زندگی شروع ہو رہی ہے ہم ایک دوسرے سے بغاوت کرنے لگے ہیں ایسا تو نہیں ہونا چاہیے ناں ذرا سوچو غور کرو کہ ایک غیر انسان ہم سے زیادہ اہمیت حاصل کر رہا ہے میں جانتا ہوں کہ اویس کی طبیعت کچھ گرم ہے وہ کوئی بھی بات برداشت نہیں کر سکتا ہے اس کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ بس اس کی ہی مانی جائے وہ گھر میں بھی ایسا ہی کرتا ہے اور اس کی عادت کو ہم سب ہی جانتے ہیں تم بھی جانتے ہو اور تمہیں یاد ہے کہ جب تم کو میں نے ایک بار کئی سال پہلے کہا تھا کہ تم میری بھابھی بننے والی ہو تو تم نے ذرا بھی میری بات کا برا نہیں مانا تھا بلکہ مسکرا دی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ تم بھی اویس کو پسند کرتی ہو اب بھی وہی اویس ہے وہی ہم سب ہیں پھر ایسا کیوں کیا ہے۔ بولو جواب دو۔

عدیل کی باتیں سن کر سیما نے ایک گہری سانس لی اور بولی ہاں شاید تم نے ٹھیک کہا ہے کہ مجھے اویس کچھ عرصہ پہلے اچھا لگتا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ میری زندگی کا مالک بن جائے اچھا لگنے اور زندگی کا مالک بننے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے اور پیار اپنے غیروں کو نہیں دیکھتا ہے یہ ہوتا ہے تو بس ہو جاتا ہے اور پیار کے معاملے میں تم تو مجھ سے بات نہیں کر سکتے ہو کیونکہ تم نے خود خاندان سے باہر شادی کی ہے اور تمہاری ارینج میرج نہ تھی لو میرج تھی تم نے پسند کی شادی کی تھی اور میں جانتی ہوں کہ تمہاری ضد نے بہت تماشہ کھڑا کیا تھا خاندان میں بہت کچھ ہوا تھا لیکن تم نے ایک ہی بات کی تھی کہ میں نے شادی کرنی ہے تو صرف انیلہ سے کرنی ہے اور پھر تم نے اپنی منوائی۔ خاندان کے کسی بھی فرد کی ایک نہ سنی تھی۔ اور اب میری زندگی کا معاملہ ہے اور میں نے بھی کیا ہے جو میرے دل نے کہا ہے جو میں نے چاہا ہے جہاں تک اویس کی بات ہے تو اویس مجھے ایسے سمجھ رہا ہے جیسے اس نے مجھے خریدا ہوا ہے اور ایسا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہے اور نہ ایسا برداشت کر سکتی ہوں۔ اور میں نے جو کچھ کیا ہے میں اس پر پچھتا نہیں رہی ہوں بلکہ مجھے خوشی ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے لیے بہت اچھا فیصلہ کیا ہوا ہے اور مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تم نے وہاب کو دیکھا ہوا ہے وہاب میں کسی بھی بات کی کمی نہیں ہے خوبصورتی میں اس جیسا ہمارے خاندان میں نہیں ہے بہت تحمل مزاج انسان ہے کسی سے بات کرنے کا اسے سلیقہ ہے وہ ہر وہ بات کرتا ہے جو سننے والے کو بہت اچھی لگے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ میرے پیچھے نہیں پڑا تھا میں اس کے پیچھے پڑا تھا میں چاہتی تھی کہ وہ مجھ سے بات کرے وہ مجھ میں دلچسپی لے وہ مجھے محبت کی نگاہ سے دیکھے وہ ہمیشہ مجھ سے دور رہتا تھا بلکہ کسی کے بھی قریب نہیں آتا تھا نہ کسی کو دیکھتا تھا اور نہ ہی کسی سے بات کرتا تھا۔ میں اپنے آپ کو لکی سمجھ رہی تھی کہ اس نے میری محبت کا جواب محبت سے دیا ہے پورے زمانے کو چھوڑ کر مجھے پسند کیا ہے اور اسے حاصل کرنے کی خواہش بھی میں نے ہی کی تھی وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ میرے خاندان کو جانتا تھا اور وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ ہمارے اس اقدام سے خاندان میں میری عزت نہیں رہے گی وہ میری عزت چاہتا تھا اسے میری عزت سب سے زیادہ عزیز تھی لیکن میں اسے کسی بھی طرح کھونا نہیں چاہتی تھی میں چاہتی تھی کہ وہ میری زندگی کا حصہ بن جائے اور میں نے پھر ایسا ہی کیا۔ سیما نے اپنی تمام کہانی سنا دی جسے سن کر عدیل چپ ہو گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیار کیا چیز ہوتا ہے اور پھر سیما بھی اس کے پیار کو جانتی تھی وہ بھلا کیسے اس کو جواب دے سکتا تھا وہ خاموش ہو گیا۔ اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ بھی اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں مہمانوں کا رش لگا ہوا تھا جہاں بڑے بیٹھے ہوئے اس بات پر باتیں کر رہے تھے۔

دیکھو بھیا جی تمہاری بیٹی نہایت گھٹیا بے غیرت ہے اگر ہماری بچی ایسا کچھ کرتی تو ہم اسے قتل کر دیتے وہ دیکھو کتنے فخر سے کہہ رہی ہے کہ میں نے شادی کر لی ہے جیسے اس کے پیچھے سب مر گئے ہیں کوئی اس کا اپنا نہیں ہے وہ ہی ہم سب کی مالک ہے اس نے ہم سب کی عزت کا جنازہ نکال دیا ہے ہمارا کیا نکالنا ہے تم دونوں کا نکال دیا ہے بہت فخر کرتے تھے تم اس پر کہ وہ تمہاری عزت کا پاس رکھے گی دیکھ لیا تم لوگوں نے اس نے خود تمہارا منہ کالا کر دیا ہے شکر ہے

کہ وہ میری بہو نہیں بنی اگر میری بہو بن جاتی اور میرے گھر سے اپنے اس عاشق کے ساتھ بھاگ جاتی تو ہم تو جیتے جی مر جاتے گھن آنے لگی ہے مجھے اس کی شکل سے جتنی چہرے سے معصوم نظر آتی ہے اتنی ہی اندر سے کالی ہے اویس کی ماما بولتی جا رہی تھی اور تمام مہمانوں کے سامنے سیما کے ماما پاپا کا سر جھکتا جا رہا تھا ان کا حال ایسا ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیں۔ اویس کی ماں اس انداز سے بولتی جا رہی تھی کہ سیما کی حمایت کرنے والے بھی سیما کے ماں باپ پر چھی چھی کرنے لگے تھے میرا بیٹا اگر اسے ڈانٹتا تھا تو اچھا کرتا تھا کیونکہ اس کو اس کے کرتوتوں کا پتہ تھا کہ اس کے چال چلن ٹھیک نہیں ہیں وہ گھر میں بھی یہ بات کہتا تھا کہ ماں سیما کی وجہ سے ہم لوگ بدنام ہو رہے ہیں وہ سرعام کسی لڑکے کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے سرعام ہوٹلوں پارکوں میں جاتی ہے اسے ذرا بھی احساس نہیں ہے ماں باپ کی عزت کا جی چاہتا ہے کہ اسے جان سے مار ڈالوں۔

تو مار ڈالتے ناں اسے جان سے کم از کم ہمیں آج اس ذلت کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا۔ سیما کی ماں بالآخر بول ہی پڑی وہ میری بیٹی ہے نہیں ہے میری بیٹی ہوتی تو ہماری عزت کا خیال رکھتی۔ جو ہم کرتے وہ کرتی لیکن اس نے وہ کچھ کیا ہے جو آج تک ہمارے خاندان میں کوئی بھی لڑکی نہیں کر پائی ہے یہ پیدا ہوتے ہی مر جاتی تو اچھا تھا کم از کم ہمیں شرمندگی کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا اتنا کہتے ہی وہ سب لوگوں کے درمیان سے اٹھی اور تیزی سے سیما کے کمرے کی طرف بھاگی اور جاتے ہی اس نے اس کے بالوں کو پکڑ لیا اور زور سے بیڈ سے نیچے فرش پر پٹخ دیا۔ نکل جا ہمارے گھر سے تو ہمارے لیے ہم تیرے لیے مر گئے ہیں آج کے بعد کبھی بھی اس گھر کا رخ نہ کرنا تو نے ہمیں جیتے جی مار دیا ہے یہ دیکھ گھر کی رونقیں یہ سب کچھ تیرے لیے کیا تھا لیکن تو شاید عزت کے قابل نہیں ہے بھری محفل میں تو نے ہم دونوں کا ناک کاٹ کے رکھ دیا ہے نکل جا یہاں سے اس کی ماں اسے دھکے دینے لگی اور وہ مہمانوں کے سامنے شرمندہ سی ہونے لگی اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اب اس کا کوئی بھی اپنا نہیں ہے سب ہی اس کے دشمن بن گئے ہیں کسی کو بھی اس کا یہ فعل اچھا نہیں لگا ہے وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن ماں نے مار مار کر اس کا چہرہ سرخ کر دیا۔ دفع ہو جا یہاں سے وہ دیکھ اپنے باپ کو سب کے سامنے اس کی گردن جھکی ہوئی ہے وہ فخر کرتا تھا وہ تم پر آج دیکھ بدنامی سے کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ہے وہ تیرے لیے اور تو اس کے لیے مر گئی ہے نکل جا ورنہ میں کچھ بھی کر دوں گی اتنا کہہ کر اس نے ایک مرتبہ پھر اسے دھکے دینے لگی اور بالوں سے کھینچتے ہوئے اسے باہر گیٹ تک لے گئی۔ اور آخری دھکا دے کر اسے گیٹ سے باہر پھینک دیا اور جلدی سے گیٹ بند کر دیا۔

سیما کسی اجڑے ہوئے انسان کی طرح بکھرے بالوں کے ساتھ زخمی چہرے کے ساتھ گیٹ سے باہر کھڑی اپنے گھر کو دیکھنے لگی یہ تو اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے گا لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ ماں اس قدر اس سے نفرت کرنے لگے گی کہ اپنے ہی ہاتھوں اسے گھر سے باہر پھینک دے گی اس کی وہ کزنیں جن کے ساتھ وہ قہقہے لگایا کرتی تھی آج اسے ان کے سامنے شرمندگی ہو رہی تھی وہ ان کی طرف آنکھیں ملا کر بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ آج اسے اپنی توہین محسوس ہو رہی تھی آج وہ محسوس کرنے لگی تھی کہ جن لوگوں کے سامنے وہ ہمیشہ فخر سے چلا کرتی تھی فخر سے باتیں کیا کرتی تھی آج وہ لوگ ہی اس کو نفرت کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں تیزی سے اس نے گھر کے سامنے سے گزرنے والے ایک رکشے کو ہاتھ دیا اور اس پر بیٹھ گئی اور رکشہ چلنے لگا جو اسے اپنے گھر سے دور وہاب کے پاس لے جانے لگا۔ رکشے میں ہی بیٹھے بیٹھے اس نے اپنا حلیہ ٹھیک کرنا شروع کر دیا تا کہ وہاب جان نہ سکے کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوا ہے وہ یہ بات جان ہی نہ پائے کہ اس کے وجہ سے آج اسے سب مہمانوں کے سامنے سے ذلیل ہو کر نکلنا پڑا ہے وہ اپنے آنسوؤں کو دبانے لگی تھی اپنے محبوب کو پانے کے لیے اسے یہ قربانی تو دینا پڑنی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جانا تھا اور اس نے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر رکھا ہوا تھا سو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر محبوب

کی طرف محو سفر تھی ذرا بھی اس کو پچھتاوا نہ تھا ہاں اتنا ضرور تھا کہ اگر ماما پاپا خود اس کی شادی وہاب سے کر دیتے تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا نہ ان کو نہ ہی اس کو ایسی ہی سوچتی ہوئی وہ رکشے کو مختلف موڑ دیتے ہوئے اس علاقے میں جا پہنچی جہاں اس کے محبوب کی رہائش تھی جو اس نے خود اس کے لیے خریدی ہوئی تھی رکشہ اس کے گھر کے سامنے جا رکا اس نے بیل دی تو اندر سے وہاب باہر نکلا پہلے اس نے دروازہ کی درز سے باہر کی طرف دیکھا کہ کون ہے جو اس کے گھر میں آیا ہے لیکن جب اس نے سیما کو دیکھا تو جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سیما بولی وہاب رکشے والے کو کرایہ دے کر فارغ کر دو یہ لفظ سن کر وہاب سب کہانی سمجھ گیا کہ سیما کے ساتھ ضرور کوئی اہم واقعہ بیتا ہے۔

اس نے جلدی سے رکشہ والا کو کرایہ دیا اور پھر جلدی سے گیٹ بند کر دیا اور اندر کمرے میں چلا گیا جہاں سیما صوفے سے ٹیک لگائے گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی سیما کیا بات ہے خیر تو ہے ناں۔ وہاب کی اس بات پر وہ لبوں پر تھوڑی سی مسکان سجائے ہوئے بولی ہاں وہاب خیر ہے وہی کچھ ہوا ہے جو میں نے سوچ رکھا تھا مجھے پتہ تھا کہ میرے ساتھ ایسا ہی ہونا ہے سو ہو گیا۔ اس کی بات سن کر وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور بولا مجھے تفصیل سے ہر بات بتاؤ کیا ہوا ہے اس کی بات سن کر سیما نے ہر بات بتا دی اور کہا اب ہم ہمیشہ کے لیے ہی یہاں رہیں گے میں گھر سے تمام ناطے رشتے توڑ کر آ گئی ہوں اپنوں کو چھوڑ کر آ گئی ہوں اب میرا یہی گھر ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی گھر نہیں ہے اور تمہارے علاوہ میرا کوئی بھی اپنا نہیں ہے سب غیر ہو گئے ہیں سب کا ہی مجھ سے رشتہ ٹوٹ گیا ہے وہاب اس کی تمام باتیں گہرائی سے سن رہا تھا بولا سیما میں نہیں چاہتا تھا کہ تم اپنوں سے جدا ہو لیکن خیر جو ہوا سو ہوا اب میں کچھ کروں گا تم بس گھر کے اندر ہی رہنا۔ نہیں وہاب ابھی تم کچھ بھی نہیں کرو گے جو رقم ہمارے پاس ہے ہم اسی سے گزارا کریں گے تمہارا گھر سے باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں ہے اور میں تمہیں کسی بھی صورت کھونا نہیں چاہتی ہوں تمہارے لیے سب کو کھو دیا ہے اور اب تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہوں۔ پلیز سیما مجھے بزدل نہ بناؤ مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا اب تم میرے لیے غیر نہیں ہو کہ میں لوگوں سے ڈرتا پھروں تم میری بیوی ہو اور میں جانتا ہوں کہ اپنی بیوی کی کس طرح حفاظت کی جاتی ہے بس مجھے باہر جانے سے روکنا نہیں ہے میں سب کو دیکھ لوں گا۔ نہیں وہاب خدا کے لیے ایسا مت کرنا بس جیسے میں کہتی ہوں ویسا ہی کرو جو کچھ میں دیکھ کر آئی ہوں تم نہیں جانتے ہو بہت برا سلوک کریں وہ لوگ تم میں نے اویس کی آنکھوں میں اترتا ہوا خون دیکھا ہے وہ چاہتا تھا کہ تم اسے ابھی دکھائی دو اور وہ تمہارا اسی وقت۔۔۔ پلیز بس کچھ دن گھر کے اندر ہی چھپے رہو پھر کچھ حل نکالیں گے۔ سیما کی باتیں سن کر وہاب چپ سا ہو گیا۔ کافی دیر تک دونوں سے درمیان گہرا سکوت چھایا رہا پھر سیما بولی یہ سب کیا دھرا اویس کا ہے اس نے بات کو بھڑکایا ہے اگر وہ نہ آتا تو شاید میں ماما پاپا کو سمجھا لیتی کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ پاپا اس بات کو ماننے والے تھے کہ میں نے جو قدم اٹھایا ہے وہ غلط نہیں ہے بہتر اٹھایا ہے اور وہ تمہیں قبول کر لیتے لیکن اویس اور اس کی ماما نے سارا مسئلہ خراب کر دیا ہے اور اب تو اویس کو تمہاری تلاش ہے وہ تمہیں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ سیما کی بات سن کر وہاب مسکرا دیا اور بولا سیما پہلے والی اور تھی اب بات اور ہے پہلے میں اس لیے چپ رہتا تھا کہ وہ لوگ تمہیں کوئی اذیت نہ دیں لیکن اب تم میرے پاس ہو اب ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔ اگر ان لوگوں نے مجھے یا تمہیں کچھ بھی کہنے کی کوشش کی تو پھر اس کا انجام بھی دیکھ لیں گے۔ وہاب کی یہ باتیں سن کر سیما نے گہری نظروں سے وہاب کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دی۔

چند دن گزرے ہی تھے کہ ایک دن نجمہ کی کال وہاب کے فون پر آ گئی۔ وہاب بھائی سیما کہاں ہے۔ وہ کچھ پریشان سی تھی۔ کیا ہوا ہے تم کو ایسے بول رہی ہو جیسے گھر والوں نے تمہیں مارا ہے اس کی بات سن کر نجمہ بولی پلیز وہاب بھائی سیما سے میری بات کراؤ۔ ٹھیک ہے جی کرواتا ہوں سیما تمہارا فون۔ اتنا کہہ کر وہ خود کچن کی طرف بڑھنے لگا جہاں

سیما خود صبح کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ نجمہ کی کال ہے۔ وہاب نے سیما کو موبائل فون پکڑاتے ہوئے کہا تو اس نے ہیلو کہا تو نجمہ بولی تمہارا موبائل کہاں ہے میں کل سے فون کر رہی ہوں لیکن تمہارا موبائل بند ہے۔ وہ میں نے اپنے گھر چھوڑ دیا ہے۔ لیکن کیا بات ہے کیوں کال کر رہی تھی۔ سیما کی یہ بات سن کر وہ بولی سیما ایک بری خبر ہے اللہ خیر کرے بتاؤ کیسی بری خبر ہے۔ سیما نے پریشان ہوتے ہوئے کہا وہ سمجھ رہی تھی کہ نجمہ کے گھر میں کچھ ہوا ہے لیکن ایسا نہ تھا وہ بولی سیما نے میں نے کل تمہاری ماما کو ہسپتال دیکھا تھا میں ان کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئی اور رک گئی اور کہا آنٹی کیا بات ہے آپ یہاں تو وہ بولی کہ تمہارے انکل ہسپتال میں داخل ہیں ان کی حالت سیریس ہے۔ ان کی بات سن کر میں حیران سی رہ گئی۔ میں نے تمہارا پوچھا تو وہ یکدم آگ بگولہ ہو گئیں اور بولیں کہ وہ مر گئی ہے تب میں جان گئی کہ تم نے گھر میں سب کچھ بتا دیا ہے اور اس کا نتیجہ تمہیں بھگتنا پڑ رہا ہے تب میں نے اب یہاں فون کر دیا ہے سیما میں نے تمہارے پاپا کی حالت دیکھی ہے وہ زندگی موت کی کشمکش میں ہیں ان کو دیکھ لو وہ بولتی جا رہی تھی اور سیما کی پلکیں بھیگتی جا رہی تھی وہ روتی جا رہی تھی۔

کیا ہوا سیما قریب کھڑے وہاب نے اسے روتا ہوا دیکھ کر پوچھا اور پھر اس کے ہاتھ موبائل لے لیا نجمہ بہن کیا کہا ہے تم نے سیما کو نجمہ نے وہ تمام باتیں وہاب کو بتا دیں جو اس نے سیما کو بتائیں تھیں وہ بھی اس کی باتیں سن کر افسردہ ہو گیا۔ نجمہ نے فون بند کر دیا۔ وہاب کئی لمحات تک چپ رہا اور اسے تسلیاں دیتا رہا چولہے پر رکھی ہوئی چائے ابل ابل کر پورے چولہے پر پھیل رہی تھی دونوں میں سے کسی کا بھی دھیان اس طرف نہ گیا تھا سیما مسلسل روئے جا رہی تھی۔ اور وہ اسے تسلیاں دیئے جا رہا تھا سیما آؤ میرے ساتھ میں تم کو ہسپتال لے کر چلتا ہوں۔ نہیں وہاب تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے میں کچھ سوچتی ہوں۔ کیا سوچنا ہے۔ بتاؤ کیا سوچنا ہے۔ وہاب نے اس کے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ بولی میں ہسپتال میں اکیلی ہی جاؤں گی میں اپنے پاپا سے ملوں گی دیکھتی ہوں کہ مجھے کون روکتا ہے۔ نہیں سیما اگر تم نے ایسا کیا تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری ماما۔ ۔ کچھ نہیں کہے گی مجھے ماما اور پھر میں نے ماما کو تھوڑا ملنے جانا ہے میں کسی کا برقعہ مانگ لیتی ہوں اور اپنے آپ کو برقعے میں لپیٹ کر جاؤں گی مجھے کوئی پہنچان بھی نہ سکے گا کیونکہ میں نے پوری زندگی برقعہ نہیں اوڑھا ہے۔ بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں پلیز وہاب سمجھا کرو کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر ان لوگوں نے تم کو دیکھ لیا تو مسئلہ خراب ہو جائے گا بس تم ہمسایہ گھر جاؤ اور آنٹی کا برقعہ لے کر آؤ۔ ٹھیک ہے اتنا کہہ کر وہ گھر سے باہر نکل گیا جبکہ سیما روتی ہوئی اس کا انتظار کرنے لگی اس کی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کیسے پاپا کا سامنا کرے کہیں پاپا اسے دیکھ کر اس سے منہ ہی نہ موڑ لیں لیکن جو بھی ہو مجھے ان کو دیکھنا ہے مجھے ان سے معافی مانگنی ہے ہو سکتا ہے کہ مجھے روتا ہوا دیکھ کر ان کا دل موم ہو جائے۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔ وہ میرے پاپا ہیں صرف میرے پاپا۔ وہ ایسی ہی سوچیں سوچ رہی تھی کہ وہاب ہاتھ میں برقعہ پکڑے آ گیا۔ اور بولا یہ لو سیما برقعہ میں لے آیا ہوں لیکن ذرا احتیاط سے جانا۔ مجھے تمہاری فکر رہے گی۔ ہاں جانتی ہوں کہ تم کو میری فکر رہے گی اسی طرح مجھے تمہاری فکر رہتی ہے میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کچھ بھی نہ جو کچھ بھی ہو صرف مجھے ہی ہو جو آفت آنی ہے صرف مجھ پر آئے تم کو کچھ بھی نہ۔ اس کی یہ بات سن کر وہاب اسے دیکھتا رہ گیا اس نے وہاب کے سامنے ہی برقعہ پہن لیا اور بولی۔

وہاب دیکھو میں پہنچانی تو نہیں جا رہی ہوں۔ نہیں ذرا بھی نہیں۔ اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولی بس میرے جانے کے بعد تم نے گھر سے باہر نہیں نکلنا ہے میں واپسی پر اپنا موبائل لیتی آؤں گی اور پھر ہم لوگ جہاں جہاں بھی جائیں گے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے ٹھیک ہے وہاب نے کہا۔ سیما نے پھر نجمہ کو فون کیا اور ہسپتال کا پورا پتہ جان لیا کہ وہ کون سے وارڈ میں ہیں کون سے ہسپتال میں ہیں بیڈ نمبر کیا ہے سب کچھ اس نے معلوم

کر لیا تو وہ گھر سے باہر نکل گئی۔ اس نے اپنے آپ پوری طرح برقعہ میں ڈھانپ لیا ہوا تھا۔ تاکہ اسے کوئی بھی پہنچان نہ سکے وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی مسئلہ پیدا ہو۔ رکشہ ہوا اسے ہسپتال کے اندر لے گیا جہاں وہ اتر کر اس طرف چلنے لگی جس طرف اس کے پاپا کا وارڈ تھا۔ چلتے ہوئے وہ ادھر ادھر بھی دیکھتی جا رہی تھی کہ اس کا کوئی اپنا تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اسے کوئی بھی اپنا دکھائی نہیں دیا تھا وہ مطمئن ہو کر چلتی چلی گئی جونہی وہ اس وارڈ کے پاس پہنچی تو اس کو باہر برآمدے میں ہی اپنی ماما اور اویس کی ماما دکھائی دیں جو ایک طرف بینچ پر بیٹھی ہوئی تھیں وہ سمجھ گئی کہ یہی وارڈ ہے اس نے ایک نظر اپنے آپ پر ڈالی اور پھر ان کے قریب سے گزرتی ہوئی اندر وارڈ میں چلی گئی وہ دونوں آپس کی باتوں میں کھوئی ہوئی تھیں وہ جان ہی نہ سکیں کہ ان کے پاس سے کون گزرا ہے جانتی بھی کیسے کئی لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے پھر ان کا دھیان اس پر کیسے پڑ سکتا تھا اور پھر ان کو اس بات کا تو علم بھی نہ تھا کہ سیما بھی یہاں آ سکتی ہے۔ وہ چلتی ہوئی ادھر ادھر بیڈوں کو دیکھتے ہوئے ان کے نمبر پڑتی ہوئی ایک طرف کروٹ بدلے ہوئے شخص کے بیڈ کے پاس جا رکی جاتے ہی اس نے اس کے پاس پر بوسہ دیا تو سوئے ہوئے انسان نے سیدھے ہو کر اس کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ سیما تو ان کے اوپر ہی گر گئی اور زور زور سے رونے لگی۔ اسے روتا ہوا دیکھ کر باپ تڑپ سا گیا اس نے جلدی سے اس کو اپنے سے علیحدہ کیا سیما نے نقاب الٹ دیا اپنی بیٹی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں بھی بھیگ گئی لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔

پاپا میں آپ کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی دیکھو میں آ گئی ہوں۔ وہ روتے ہوئے بولتی جانے لگی۔ چلی جاؤ تم ہمارے لیے مر گئی ہو میں تمہارا پاپا نہیں ہوں اگر میں تمہارا پاپا ہوتا تو تم میرے ساتھ کبھی بھی ایسا نہ کرتی۔ پلیز پاپا میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے جو بھی کیا ہے اپنی زندگی کا بہتر فیصلہ کیا ہے آپ تو اویس کی حرکتوں کو اچھی طرح جانتے تھے وہ کس قسم کا آدمی ہے میں جیتے جی اس کی قید میں زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ چلی جاؤ یہاں سے اور پھر دوبارہ کبھی بھی ادھر کا رخ نہ کرنا تمہارے لیے میں کل بھی مرا ہوا تھا آج بھی مرا ہوا ہوں۔ پاپا کی یہ بات سن کر وہ رو دی۔ اور الٹے پاؤں باہر نکل گئی۔ پاپا اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں رو رہی تھیں اس کے ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے تھے آخر وہ اس کی بیٹی تھی اس کا اپنا خون تھی پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو گی اس نے اپنی کیسی حالت بنا رکھی ہے کیسے میرے پاس آئی ہے اس کے پاس تو کوئی گاڑی بھی نہیں ہے کہاں کہاں سے ذلیل ہو کر وہ یہاں تک آئی ہے وہ کیا سوچتی ہو گی کہ اس کے لیے دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے میرا سب کچھ کس کے لیے ہے۔ یہی تو ایک تھی جو میری ساری دولت جائیداد کی وارث تھی آج وہ لاوارثوں کی آئی ہے۔ وہ لاوارث نہیں ہے وہ یہ باتیں سوچ سوچ کر روتے جا رہے تھے کچھ ہی دیر میں اس کی بیگم اور اویس کی ماما اندر وارڈ میں داخل ہوئیں تو ان کو روتا ہوا دیکھ کر حیران سی رہ گئیں کہ ان کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں اس طرح رو رہے ہیں۔ کیا بات ہے۔ سیما کی ماما نے پوچھ ہی لیا۔ تو وہ چیخ ہی اٹھے۔ دیکھ دیکھ میں ٹھیک ہو گیا ہوں مجھے کوئی بیماری نہیں رہی ہے میری بیماری ختم ہو گئی ہے مجھے گھر لے چلو۔ اس کی باتیں سن کر وہ دونوں ہی حیرانگی سے ایک دوسری کو منہ دیکھنے لگی کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں رات کو ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ ان کی زندگی کے چانس نہیں ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں میں ٹھیک ہو گیا ہوں مجھے کوئی بھی بیماری نہیں ہے ایسا کون سا معجزہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے جلدی سے ڈاکٹروں سے رابطہ کیا اور تمام صورت حال بتائی انہوں نے ان کا پوری طرح چیک اپ کیا اور حیرانگی سے بولے واقعی یہ تو بالکل ٹھیک ہیں ہم خود حیران ہو رہے ہیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے صبح ان کی حالت ایسی تھی کہ ہم سوچ بیٹھے تھے کہ یہ کچھ ہی گھنٹوں کے مہمان ہیں یہ کوئی معجزہ ہے گھر کر کوئی خیرات کریں خدا نے ان کو نئی زندگی دی ہے۔ پتہ نہیں کس کی دعاؤں سے ان کو نئی زندگی مل گئی ہے ڈاکٹروں کی یہ باتیں سن کر وہ حیران سی رہ گئی تھیں اور پھر یہ خبر ہر طرف پھیل گئی کہ وہ ٹھیک ہو گئے ہیں خدا نے انہیں مرنے سے بچا لیا ہے۔

گھر آ کر بھی وہ حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ سب کیسے ہو گیا بھائی صاحب۔ اویس کی ماما نے پوچھ ہی لیا تو ان کی آنکھیں بہہ گئیں لیکن زبان سے وہ کچھ بھی نہ بولے وہ چپ ہی رہے وہ کسی کو بھی نہیں بتانا چاہتے تھے کہ ان کو کس نے ٹھیک ہے کون ان کے پاس آیا تھا۔ وہ پوچھتے ہی رہیں لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ بتایا بس سیما کے بارے میں ہی سوچتے رہے کہ وہ کس حال میں رہ رہی ہو گی اس کا بیڈ کیسا ہو گا۔ اس کے پاس کوئی نوکر بھی ہے یا پھر وہ خود ہی سارے کام کرتی ہو گی کہیں اس کا مکان چھوٹا تو نہیں ہے کہیں اس کا بیڈ روم چھوٹا تو نہیں ہے کہیں وہ راتوں کو روتی نہیں ہو گی۔ یہی باتیں وہ سوچتے جا رہے تھے۔ اور گھر میں خیرات بانٹی جا رہی تھی ان کے زندہ بچ کر آنے پر خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ سیما کی ماما۔ انہوں نے اپنی بیگم کو آواز دے دی سیما کا نام سن کر وہ چونک سی گئی اسے یوں لگا جیسے سیما ابھی اپنے کمرے سے نکل آئے گی وہ بار بار سیما کے کمرے کی طرف دیکھنے لگی لیکن وہ بالکل خالی تھا وہ ان کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ گہری سوچ میں تھے۔

ہاں کیا بات ہے کیوں بلایا ہے مجھے خیریت تو تھی نہ اور آج آپ نے سیما کا نام لیا ہے کیا اسے بھولے نہیں ہو تم تو کہتے تھے کہ میں پوری زندگی اس کا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا پھر اس کا نام۔ ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا جانتی ہو وہ بہت چھوٹی تھی تو میری انگلی پکڑ کر چلا کرتی تھی پھر وہ دھیرے دھیرے بڑھی ہوتی گئی اور بہت بڑی ہو گئی۔ لیکن لوگوں کے لیے وہ بڑی ہوئی تھی ہمارے لیے تو وہ ویسی ہی بچی تھی جیسے وہ انگلی پکڑ کر چلا کرتی تھی۔ ہاں جانتی ہوں لیکن یہ سب کچھ کیسے یاد آ گیا۔ وہ مسکرا دیئے لیکن ان کی مسکراہٹ میں ایک درد سا چھپا ہوا تھا وہ آنی آنکھوں کو بہنے سے روک نہ سکے بولے وہ میری بیٹی ہے میرا خون ہے وہ لاوارث نہیں ہے ایک بہت بڑے باپ کی اولاد ہے جب سے وہ گئی ہے میں بیمار پڑ گیا ہوں ہر روز صبح ہوتے ہی اس کے کمرے میں جاتا ہوں اس کا بستر خالی دیکھ کر رونے لگ جاتا ہوں مجھے یہ گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے میرا یہاں اس کے بغیر دم گھٹتا ہے وہ نہیں ہے تو تو مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ جانتی ہو آج وہ ہسپتال آئی تھی۔ کیا کیا۔ وہ یہ بات سنتے ہی چونک اٹھی۔ کب کب۔ صبح سویرے جب میں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اسے یاد کر کے رو رہا تھا میں دعا کر رہا تھا کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو دیکھ لوں اور پھر وہ آ گئی وہ برقع میں ملبوس تھی جانتی ہو آتے ہی وہ میرے پاؤں میں گر گئی تھی اور پاگلوں کی طرح میرے پاؤں کو چومنے لگی تھی۔ مجھے ایک کرنٹ سا لگا تھا یوں لگا تھا جیسے میرے اندر زندگی کی نئی روح پھونک دی گئی ہو میں نے دیکھا تو وہ وہی تھی ہاں وہی تھی جس کو میں یاد کر کے رو رہا تھا وہ میری سیما تھی میرا خون تھا اور جانتی ہو میرے اپنے ہی خون نے مجھے نئی زندگی دی ہے یہ دیکھ میرے کپڑے دیکھ یہ بھیگے ہوئے ہیں یہ اس کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے ہیں وہ میرے سینے پر اپنا سر رکھ کر روتی رہی تھی اور میں کتنا ظالم تھا کہ اس کو چپ بھی نہ کرا سکا اسے ڈانٹتا رہا اسے یہی کہتا رہا کہ وہ میری نظروں سے دور ہو جائے وہ روتی رہی اور میں اسے ڈانٹتا رہا پھر وہ روتے روتے مجھ سے دور چلی گئی۔ ان کی باتیں سن کر وہ بھی رو دی۔ سیما کے پاپا کیا کروں اس کے بغیر میرا رہنا بھی مشکل ہو لیکن جانتے ہو اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے غیروں والا سلوک کیا ہے ہماری خاندان میں ناک کٹوا دی ہے ایک دو کوڑی کے آدمی سے شادی کر کے ہمیں ہماری ہی نظروں سے گرا دیا ہے کیا اولاد ایسی ہوتی ہے۔ کسی کو بھی ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے ہیں۔ اچھا ہوا وہ چلی گئی کم از کم اس کے جانے سے سکون تو ہے ناں اس کی بات سن کر وہ چیخ ہی پڑے۔

نہیں ہے سکون کوئی بھی سکون نہیں ہے اس کے دم سے سکون تھا اس کے بغیر سکون نہیں ہے وہ میری اکلوتی بیٹی ہے بہت پیاری ہے مجھے وہ میری سانسوں میں چلتی ہے لوگوں کی باتوں میں آ کر ہم نے اپنے ہی خون کو گھر سے باہر نکال دیا اور وہ بھی دھکے دے کر ہم کیسے ماں باپ ہیں کہ اپنی ہی اکلوتی اولاد کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال رہے تھے۔ یہ سوچ سوچ کر میرا دل پھٹتا ہے وہ منظر میری نظروں سامنے آتا ہے تو میرا دل ڈوب جاتا ہے کہ وہ بیچاری چپ چاپ ہمارے ظلم

کو برداشت کرتی رہی زبان سے ایک لفظ بھی اس نے ادا نہ کیا کوئی بھی شکوہ نہ کیا جاتے ہوئے کچھ بھی نہ مانگا ننگے پاؤں بنا پیسے کے وہ چلی گئی ہم یہاں نوٹوں میں کھیلیں اور وہ نجانے کچھ کھاتی بھی ہو گی یا نہیں۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہسپتال میں آئی تھی کیسے کیسے ذلیل ہو کر آئی تھی۔ اتنا کہتے ہی وہ رو دیئے تو وہ بھی رونے لگیں۔ مجھے بس اپنی بیٹی چاہیے میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں اس کے بغیر مجھے ایک لمحہ بھی سکون نہیں ہے میں ہی پاگل تھا کہ لوگوں کی باتیں مانتا رہا اپنی بیٹی کی ایک بھی نہ مانی اس نے جو بھی فیصلہ کیا تھا غلط نہیں کیا تھا بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اویس میں کیا ہے کچھ بھی نہیں تھا اس نے صبح کہا تھا کہ پاپا میں پوری زندگی اس کی قیدی بن کر جینا نہیں چاہتی تھی وہ انسان نہیں ہے انسانی روپ میں درندہ ہے وہ مجھے قیدی بنا کر رکھنا چاہتا ہے اور میری زندگی کو عذاب بنا کر رکھنا چاہتا ہے وہ ساری کہانی کو جانتا ہے کہ میں وہاب سے پیار کرتی ہوں اور یہ بات اس سے شادی کرنے کے بعد میرے لیے اذیت بن کر رہ جاتی ہر لمحہ وہ مجھے وہاب کے نام کے طعنے دیتا۔ تم بتاؤ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہاری بیٹی ایک قیدی بن کر زندگی گزارے۔ نہیں ناں بس میں بھی نہیں چاہتا ہوں اس نے جو بھی فیصلہ کیا ہے بہت اچھا کیا ہے اس نے خود کو اس کا قیدی بننے کے بجائے اپنی زندگی کو آزاد کر لیا ہے ہمیں اس کی خوشیوں میں شامل ہونا چاہیے تھا لیکن ہم نے اسے گھر سے نکال دیا۔ ہم کتنے ظالم ہیں بہت بڑے ظالم ہیں لوگ ہمارا تماشہ دیکھتے رہے اور ہم ان کو اپنا تماشہ دکھاتے رہے ان کا کیا گیا ہے گیا تو ہمارا ہے بیٹی تو ہماری ہم سے دور ہوئی ہے وہ تو جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے گئے ہیں۔ رونا تو ہمارا مقدر بن گیا ہے مجھے صبح اس کی حالت دیکھ کر بہت رونا آیا تھا جی چاہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر روتا رہوں کہ کتنے ناز و نعم سے ہم نے پالا تھا اس کو اور آج وہ ایسے آئی تھی جیسے وہ لاوارث ہو جیسے اس کا کوئی بھی اپنا نہ ہو میری بیٹی لاوارث نہیں ہے وہ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ میں ابھی اسے جا کر تلاش کرتا ہوں نجانے وہ کہاں رہ رہی ہے کس جگہ رہ رہی ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پھر سے رو دیا جبکہ وہ بھی رونے لگی تھیں واقعی لوگوں کا کیا گیا تھا وہ تو جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے گئے ہیں گھر تو ہمارا ویران ہوا ہے۔ پریشانی تو ہمارے لیے ہے ان کا کیا گیا ہے۔ ہاں جاؤ اسے ڈھونڈھ کر لے آؤ۔

❀❀❀

مل آئی اپنے پاپا سے وہاب نے سیما کو اندر داخل ہوتے ہی دیکھ کر کہا۔ ہاں مل آئی ہوں بہت سکون ملا ہے مجھے ماما بھی وہاں تھی اور آنٹی بھی ان کو معلوم تک نہیں ہوا کہ میں انکے پاس سے گزر کر گئی ہوں دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے نجمہ نے جو کچھ بتایا تھا ایسا کچھ بھی نہیں تھا خدا ان کو میری زندگی بھی لگا دی مجھے وہ ٹھیک لگے تھے لیکن وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں جی نہیں چاہتا تھا کہ ان سے دور ہوں لیکن مجھے آنا پڑا میں کل پھر جاؤں گی بہت سکون ملا تھا یوں لگا تھا جیسے میری روح معطر ہو گئی ہو۔ وہاں اویس وغیرہ تو نہیں تھے وہاب نے پوچھا نہیں وہ نہیں تھے اگر ہوتے بھی تو شاید وہ مجھے نہ پہچانتے۔ کیونکہ مجھے آج تک کسی نے بھی برقعے میں نہیں دیکھا ہے ان کی سوچ میں ایسا نہیں آیا ہو گا کہ میں اس روپ میں بھی ان کے پاس جا سکتی ہوں آج میں بہت فریش ہوں وہاب بہت فریش ہوں پورے ایک ہفتے بعد اپنے ماما پاپا کو دیکھ کر آئی ہوں۔ اس کی باتیں سن کر وہاب نے گہری سانس لی اور بولا چلو اچھا ہوا کہ تم نے اپنوں کو دیکھ تو لیا ہے میں تو یہی چاہتا تھا کہ تم ہمیشہ ان کے پاس رہتی لیکن۔۔ پلیز وہاب چھوڑو ان باتوں کو جو ہوا سو ہوا اگر ان کی مان لیتی تو تم کو کھو دیتی۔ ہاں یہ بات تو ہے لیکن بہر حال۔ اس کے بعد وہ دوسری باتیں کرنے لگے دوسرے دن سیما پھر نقاب اوڑھے ہوئے ہسپتال جا پہنچی لیکن آج ان کا بیڈ خالی تھا۔ خالی بیڈ دیکھ کر اسے ایک کرنٹ سا لگا کئی سوال اس کے دماغ میں آ کر چلے گئے کہیں وہ۔۔ نہیں نہیں انہیں کچھ نہیں ہو گا خدا ان کو میری زندگی بھی لگا دیں ان کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی۔ لیکن اس کا دل کانپتا جا رہا تھا قریب گزرتے ہوئے اس نے ایک نرس سے پوچھ ہی لیا نرس کل اس بیڈ پر ایک مریض تھا ان کا کیا بنا ہے وہ کہاں ہیں کسی اور وارڈ میں شفٹ کروا دیا ہے کیا۔ نرس اس کی بات سن کر گہری نظروں سے اسے دیکھا اور کہا۔ آپ وہی

ہیں ناں جو کل بھی آئی تھیں ان کے پاس کے پاؤں چومے تھے ان کے سینے پر گر کر روتی رہی تھیں ۔۔ہاں ہاں میں وہی ہوں میں ان کی بیٹی ہوں اکلوتی بیٹی بتاؤ وہ وہاں کہاں ہیں ۔اس کی بے چینی دیکھ کر وہ مسکرادی اور بولی تم انکے پاس نہیں رہتی کیا۔نہیں نہیں میں ان کے پاس نہیں رہتی ہوں بہت دور رہتی ہوں وہ مجھ سے ناراض ہیں مجھے دیکھنا نہیں چاہتے تھے لیکن یہ باتیں چھوڑیں مجھے بتائیں وہ کہاں ہیں ۔اس کی بات سن کر نرس بولی وہ اپنے گھر چلے گئے ہیں ۔کیا کیا۔وہ خوشی سے بولی ہاں سیما۔کل کے سب ہی ڈاکٹر حیران ہیں جانتی ہو ان کے بچنے کے ذرا بھی مکان نہیں تھے ڈاکٹروں کا خود اندازہ تھا کہ وہ چند گھنٹوں کے مہمان ہیں لیکن تمہارے آجانے کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئے اور ایسے ٹھیک ہوئے کہ ان کی تمام بیماری جاتی رہی تمام روپوٹیں درست ہو گئیں ۔شکر ہے خدا ان کو لمبی زندگی دے ۔سیما نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔

ایک بات پوچھوں ۔نرس نے کہا ۔ہاں پوچھو ۔وہ تم سے ناراض کیوں تھے اس کی بات سن کر اس نے تمام کہانی سنادی تو نرس نے ایک گہری سانس لی اور کہا یقیناً وہ تمہاری وجہ سے ہی موت کے منہ میں جانے والے تھے اور تمہاری ہی وجہ واپس زندگی کی طرف لوٹے ہیں اگر میری مانو تو ان کے پاس چلی جاؤ مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو معاف کر دیں گے کیونکہ کل تمہارے جانے کے بعد وہ روتے رہے تھے تمہیں مڑ مڑ کر دیکھتے رہے تھے میں ان کے دل کی کیفیت کو بھانپ رہی تھی وہ یہی چاہ رہے تھے کہ وہ اٹھ کر تمہیں جا کر پیچھے سے پکڑ لیں ۔نرس کی باتیں سیما کے دل کو سرشار کرنے لگی تھیں واقعی ایسا ہی ہوا تھا واقعی وہ میرے جانے کے بعد روتے رہے تھے واقعی وہ میرے پیچھے بھاگنے لگے تھے واقعی وہ مجھے مڑ مڑ کر دیکھتے رہے تھے وہ یہ سوال ایسے کر رہی تھی جیسے اس کو نرس کی باتوں پر یقین نہ آرہا ہو ہاں سیما ایسا ہی ہوا تھا اور تمہارا نام مجھے کل کا یاد ہے ان نے تمہارا نام کئی بار لیا ہے ۔اور میں یہ بات بھی محسوس کر رہی تھی کہ جیسے وہ اپنی بیگم سے سب کچھ چھپانا چاہتے ہوں انہوں نے ان کو کچھ بھی نہ بتایا صرف یہی کہتے رہے کہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں مجھے کوئی بھی بیماری نہیں رہی ہے جو بیماری تھی وہ ختم ہو گئی ہے ۔

سیما کے دل کی کیفیت بہت پرسکون ہو گئی تھی اسے یقین ہونے لگا تھا کہ جس طرح میں ان کے لیے روتی ہوں وہ بھی میرے لیے روتے ہیں یقیناً انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہو گا یقیناً انہوں نے وہاب کو قبول کر لیا ہو گا یقیناً انہوں نے میرا فیصلہ قبول کر لیا ہو گا میں کسی طرح اپنے گھر جاؤں گی اور ان کو سب کچھ بتاؤں گی کہ پاپا میں نے جو کچھ بھی کیا ہے غلط نہیں ہے ٹھیک کیا ہے ہاں میں ایسا ہی کروں گی ان کو بتادوں گی کہ میں وہاب کو چاہتی تھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اس کو اپنانے میری ضد تھی جو میں نے پوری کر دی ہے ۔اگر ان کو نہ اپناتی تو کسی کو بھی نہ اپناتی وہ میری زندگی تھے میری جان تھے میرا سب کچھ تھے وہ غلط انسان نہیں ہیں بہت چاہنے والے بہت پیار کرنے والے ہیں ان جیسا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے میں پاپا کو سب کچھ بتادوں گی وہ میری باتیں سن کر یقیناً ان کو قبول کر لیں گے مجھے ابھی اپنے گھر جانا چاہیے لیکن نہیں اگر میں چلی گئی تو وہاں اویس لوگ ہوئے تو سب کچھ خراب ہو جائے گا وہ ہمارا دشمن ہے وہ ہمیں بھلا کیسے خوش دیکھ سکتا ہے ۔وہ تو یہی چاہتا ہے کہ میں پوری زندگی روتی رہوں ۔مجھے کچھ دن انتظار کرنا چاہیے ہو سکتا ہے کہ میری تڑپ ایک مرتبہ پھر ان کو مجھ سے پھر ملا دے ۔

نرس بہت شکریہ تمہارا تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے خالی بستر کو دیکھ کر مجھے ایک شاک سا لگا تھا ان کے مرنے کا تصور میرے دماغ میں گھوم گیا تھا میں سمجھنے لگی تھی کہ وہ ۔وہ ۔۔وہ آگے سے کچھ بھی نہ بول سکی تو نرس مسکرادی اور بولی ہاں اگر تم ان کو نہ ملتی تو شاید ایسی ہی خبر تم کو ملتی لیکن تم کو دیکھنے کے بعد ان کی تمام بیماری ختم ہو گئی تھی ان کو تمہاری جدائی کی بیماری تھی وہ تمہارے بغیر شاید نہیں رہ سکتے ہیں جس طرح تم ان کے بغیر نہیں رہ سکتی ہو تم ان کی اکلوتی ہو پھر بھلا وہ کیسے تم سے ناراض رہ سکتے ہیں میں کہتی ہوں کہ تم ان کے پاس چلی جاؤ ان کے پاؤں میں گر جاؤ دیکھنا وہ سب کو بھول کر تم

کو اپنے سینے سے لگا لیں گے ۔ہاں ہاں میں بھی ایسا ہی سوچ رہی تھی ۔میں ابھی جاتی ہوں ۔سیما سیما وہ دیکھو وہ دیکھو یکدم نرس بول پڑی ۔اس کا اشارہ باہر دروازے کی طرف تھا سیما نے دروازے کی طرف دیکھا تو اسے دروازے کے ساتھ پاپا کھڑے دکھائی دیئے ۔وہ پاگلوں کی طرح دروازے کی طرف بھاگی اور جاتے ہی ان سے لپٹ گئی ۔وہ زور زور سے رونے لگی پاپا بھی رو رہے تھے ۔نرس کی آنکھیں بھی بھر آئیں ۔وہ ان دونوں کو روتا ہوا دیکھ کر خود بھی رو رہی تھی شاید وہ بھی باپ کی جدائی میں تڑپ رہی تھی شاید ایسی ہی کہانی اس کی بھی تھی ۔

تو کہاں چلی گئی تھی بیٹی ذرا بھی نہ سوچا کہ تمہارے پاپا کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی وہ کیسے زندہ ہوں گے تو نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ پاپا کا کیا حال ہے ۔بہت لاڈ پیار سے پالا تھا میں نے تمہیں اور پھر میں تمہاری جدائی کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں تمہاری چند دن کی جدائی نے مجھے موت کے قریب کر دیا اور جانتی ہو کہ تمہاری ہی وجہ سے مجھے نئی زندگی ملی ہے سب لوگ ہی حیران ہو رہے ہیں کہ یہ مجھے یکدم کیا ہو گیا ہے میں تو آخری سانسیں لے رہا تھا موت کے منہ میں پہنچتا جا رہا تھا پھر واپس کیسے آ گیا اور مجھے پتہ تھا کہ تم آج پھر مجھے دیکھنے کے لیے ہسپتال آؤ میرا دل بار بار کہہ رہا تھا کہ میں ہسپتال جاؤں وہاں میری بیٹی میرا انتظار کر رہی ہو گی میں یہاں چلا آیا اور تو مجھے مل گئی ۔پاپا روتے ہوئے بولتے جا رہے تھے اور ان کی باتیں سن کر سیما چیخ چیخ کر رونے لگی ۔پاپا میں آپ کو اب چھوڑ نا چاہتی تھی میں تو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی تھی لیکن آپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ۔میرا قصور یہی تھا ناں کہ میں پوری زندگی کسی کی قیدی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی ۔پاپا وہ ہمارے خاندان کا تھا لیکن اچھا نہ تھا مجھے اس سے خوف آتا تھا اس کو دیکھ کر ہی میں اندر سے ڈر جایا کرتی تھی اور پھر جس کو دیکھ کر ہی میں خوف سے کانپ جاؤں بھلا میں اس سے پوری زندگی کیسے گزار سکتی ہوں کیسے اس کے ساتھ رہ سکتی ہوں ۔اس کی باتیں سن کر پاپا نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا ۔ہاں بیٹی ہم جان گئے ہیں کہ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے بالکل ٹھیک کیا ہے ۔ہم نے بہت گہرائی میں اتر کر اویس کے بارے میں سوچا تھا اور یہی بات ہمارے سامنے آئی تھی کہ اویس کسی بھی طرح تمہارے قابل نہ تھا لیکن کاش تم ایک بار صرف ایک بار مجھے تمام باتیں تفصیل سے بتا دیتی ۔مجھے تو نے کچھ بھی نہ بتایا کچھ بھی تفصیل نہ بتائی پھر میں نے تو تیری ماں کی باتوں میں آنا تھا مجھے کیا پتہ تھا کہ اتنا بڑا فیصلہ کر لے گی ۔لیکن جو بھی ہوا سو ہوا بس تمہاری جدائی سے میں ایک بات جان گیا ہوں کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں جس کو انگلی پکڑ کر چلاتا رہا ہوں بھلا اس کے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک بار بنگلے میں پھر سے ایک بہت بڑا جشن کروں گا ایک مرتبہ پھر تم دونوں کی شادی کروں گا شہر کا کوئی بھی فرد ایسا نہ ہو گا جو ہمارے اس جشن میں شامل نہ ہو چلو میرے ساتھ میرے گھر اپنے گھر ۔

نہیں پاپا ۔وہ ایک دم پاپا سے جدا ہو گئی میں وہاب کے بغیر گھر نہیں جاؤں گی اگر میں گھر جاؤں گی تو میرے ساتھ وہاب بھی ہو گا ۔اس کی بات سن کر پاپا مسکرا دیئے ۔ہاں بیٹی میں یہی کہہ رہا ہوں کہ چلو اپنے گھر ہم پہلے وہاب کو لے کر آئیں گے پھر گھر چلیں گے ۔آؤ چلیں ۔اتنا کہہ کر پاپا بچوں کی طرح سیما کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف ہسپتال سے باہر چل دیا نرس ان کو جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی ۔وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے یہ آنسو خوشی کے تھے باپ بیٹی کے ملاپ کے آنسو تھے وہ ان کو اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے پاپا اسے لیے اپنی گاڑی تک لے گئے اور ڈرائیونگ سیٹ سیما کے حوالے کر دی خود اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے سیما کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی جلدی وہ دوبارہ اپنوں سے مل جائے گی وہ تو سوچ رہی تھی کہ اب پوری زندگی اسے اپنے ماں باپ کی جدائی برداشت کرنی پڑے گی لیکن قدرت نے کرشمہ کر دکھایا تھا جلد بہت جلد ایک دوسرے سے ملا دیا تھا وہ گاڑی چلاتے ہوئے بار بار پاپا کو دیکھ رہی تھی پاپا بہت کمزور ہو گئے ہیں آپ میں آپ کو ایسے تو نہیں چھوڑ کر گئی تھی ۔سیما کی اس بات پر انہوں نے گہری سانس لی اور بولے ہاں بیٹی میں واقعی کمزور ہو گیا ہوں سب کچھ

ہوتے ہوئے میرے پاس کچھ نہ تھا کچھ بھی کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا مجھے اپنا گھر ویران دکھائی دیتا تھا بار تیرے کمرے میں جاتا تھا کہ شاید تو اپنے کمرے میں موجود ہو لیکن ایسا نہ ہوتا تھا پھر ایک دن تیری یاد اتنا تڑپایا کہ میرا دل یکدم بند ہو گیا میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا میں دنیا کا ہوش بھولنے لگا مجھے آوازیں سب کی سنائی دیتی تھیں لیکن مجھ میں ہمت نہ تھی کہ میں آنکھیں کھول کر ان کو دیکھ پاتا۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ ان کا جسم سرد ہو رہا ہے کوئی کہہ رہا تھا کہ ان کو اٹیک ہوا ہے کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ میں سب کچھ سن رہا تھا میرا دماغ کام کر رہا تھا لیکن جسم بے جان تھا میں اپنے جسم کو ہلانے کی کوشش کرتا لیکن مجھ سے ایک انگلی بھی نہ ہلتی تھی مجھے ایمبولنس کی آواز سنائی دی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے لوگ مجھے اٹھائے ہوئے ایمبولینس کی طرف لے جا رہے تھے ان میں اویس بدیل اور دوسرے کئی لوگ تھے مجھے کئی لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ایمبولینس چلتی جا رہی تھی اور ایک مرتبہ پھر مجھے اٹھایا گیا میں جان گیا تھا کہ میں ہسپتال میں آ گیا ہوں کیونکہ مجھے ڈاکٹروں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں وہ کہہ رہے تھے کہ بہت شدید ان کو دل کا دورہ پڑا ہے ان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے ان کی اس بات پر مجھے تمہاری ماما کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگی۔ وہ مجھے رو رہی تھی اف یہ کیا ہو گیا تھا میں تو زندہ تھا لیکن پھر وہ کیوں رونے لگی تھی بار بار میرے جسم میں سوئیاں چبھنے لگیں میں درد سے بلبلا جاتا لیکن شاید میری آواز کو کوئی بھی نہیں سن پاتا تھا ڈاکٹر کہہ رہے کہ ان کو اگر ہوش نہ آیا تو پھر ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں ان کو گہرا شاک لگا ہے ان کے دل کی رفتار نہ ہونے کے برابر ہے میں جانتا تھا کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا تھا مجھے بیٹی کی جدائی نے مار دیا تھا وہ جان نہ سکی تھی کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں وہ میری اکلوتی تھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک تھی ہم لوگوں نے اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا تھا اپنے ہی خون کو دھکے دے کر گھر سے نکال دیا تھا بس یہی منظر تھے جن کو سوچتے ہوئے میرا دل بند ہوا تھا۔ جس وجہ سے ڈاکٹروں نے میرے مرنے کی نوید سنا دی تھی میں چاہتا تھا کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو دیکھ لوں پھر سکون سے مر جاؤں میرا دل تجھے پکارنے لگا تھا۔ اور پھر یکدم مجھے ہوش آنے لگا میری بند آنکھیں کھلنے لگیں میں محسوس کرنے لگا تھا کہ جیسے میرے اندر نئی روح پھونک دی گئی ہو میں نے پھر تمہیں دیکھا یا تمہیں دیکھنا تھا کہ میں موت کے منہ سے باہر نکل آیا نہ کوئی بیماری نہ رہی اور نہ ہی موت کے منڈلاتے ہوئے سائے دکھائی دیئے۔ سب کچھ غائب ہو گیا تھا۔ وہ کہانی سنانے کے بعد ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔

پاپا کی کہانی سن کر سیما نے گاڑی چلاتے ہوئے پاپا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے پاگلوں کی طرح چومنے لگی پاپا مجھے معاف کر دو میں بہت بری ہوں۔ وہ رو دی اس کو روتے ہوئے دیکھ کر پاپا تڑپ سے گئے نہ بیٹی نہ۔ تو اب روئے گی نہیں میں تم کو رونے نہیں دوں گا میں ابھی زندہ ہوں اور اور بیٹی تو لاوارث نہیں ہے تیری حالت دیکھ کر میں تڑپ جا رہا تھا کہ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی لاوارث کیسے ہو سکتی ہے بیٹی میرا سب کچھ کس کے لیے ہے تمہارے لیے تو ہے۔ باتیں کرتے ہوئے سیما نے ایک مکان کے سامنے گاڑی کھڑی کر دی اور ہارن پر ہارن دینے لگی وہاب گاڑی کا ہارن سن کر پریشان ہونے لگا اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر گیٹ تک آیا کیونکہ گاڑی کی آوازیں اس کے گیٹ کے سامنے سے سنائی دے رہی تھیں اس کو پورا شک پڑ گیا تھا کہ کل سیما خیریت سے واپس آ گئی تھی لیکن آج وہ پکڑی گئی ہے آج اسے اس کے اپنوں نے پہچان لیا ہے اور اویس نے اس پر سختی کرتے ہوئے سب کچھ پوچھ لیا ہے اور اب وہ میرے گھر کے سامنے کھڑا ہے یہ سوچیں تھیں جو اس کے دل کو پریشان کرتی جا رہی تھیں لیکن وہ موت سے ڈرنے والا انسان نہ تھا اس کو پریشانی سیما کی تھی کہ اس نے نجانے سیما کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہوگا۔ وہ گیٹ کے پاس آ گیا اور سوراخ سے باہر دیکھنے لگا اس کو باہر کھڑی گاڑی صاف دکھائی دی اور گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی سیما دکھائی دی تو اس نے ایک لمحے سے پہلے گیٹ کھول دیا اور پھر اس کے پاپا کو ساتھ دیکھ کر وہ حیرانگی سے بس دیکھتا رہ

گیا۔ سیما مسکراتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلی اور بولی وہاب سلام کرو یہ میرے پاپا ہیں۔ وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور ان کے سینے سے لپٹ گیا۔ پاپا نے اسے اسی طرح اپنے سینے سے لگایا جیسے سیما کو لگایا تھا اور پھر سب ہی اندر چلے گئے پاپا مکان کو دیکھنے لگے ان کو وہ مکان بہت چھوٹا سا نظر آ رہا تھا وہ سوچنے لگے کہ ان کی بیٹی اتنے چھوٹے سے گھر میں رہ رہی تھی۔ بیٹی جلدی کرو ہمیں یہاں نہیں رہنا ہے یہاں میرا دل گھٹ رہا ہے جلدی کرو وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی بیٹی اب اس چھوٹے سے گھر میں ایک لمحہ بھی رک سکے وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پاپا نے بچوں کی طرح ضد کی اور پھر ان لوگوں کے گیٹ کو تالا لگانا پڑا اور تینوں ہی گھر سے نکل کر گاڑی میں بیٹھ کر چل دیئے۔ وہاب ابھی تک حیرانگی میں ڈوبا ہوا تھا کہ یہ سب کیسے ہو گیا ہے کہیں کوئی چال تو نہیں ہے کہیں یہ لوگ ہمیں پیار جتا کر ہمیں کچھ کرنا تو نہیں چاہتے ہیں اس کا ذہن الٹی سیدھی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔

گاڑی چلتی جا رہی تھی۔ اور پھر اپنے گھر کے سامنے جا کر سیما نے گاڑی کو روک دیا ہارن کی آواز سے ملازم نے گیٹ کھول دیا اور باہر چھوٹی بی بی کو دیکھ کر وہ خوشی سے چیخ ہی اٹھا چھوٹی بی بی آ گئی چھوٹی بی بی آ گئی۔ اس کی یہ آواز سن کر صرف تمام نوکر اکٹھے ہو گئے بلکہ ماما بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آئی گاڑی اندر داخل ہو چکی تھی وہ ملازم کی اس بات پر ہنس رہی تھی۔ سامنے ماما کو دیکھ کر وہ کچھ خاموش سی ہو گئی اور ماما کے چہرے کو دیکھنے لگی کہ ان کے چہرے کے کیسے تاثرات ہیں لیکن ان کے چہرے پر سرخی پھیل رہی تھی بیٹی کو دیکھ کر ان کو شاید نئی زندگی نئی خوشی مل گئی تھی سیما گاڑی سے باہر نکل کر تیزی سے ان کی طرف بڑھی تو ماما نے اس کو گلے سے لگا لیا۔ اور اس پر بوسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ زبان سے وہ کچھ بھی نہ کہہ رہی تھی صرف اسے چومتی جا رہی تھی اور یہ منظر دیکھ کر وہاب کا چہرہ بھی کھل اٹھا تھا جو سوچیں وہ سوچتا آیا تھا۔ سے وہ تمام سوچیں غلط لگنے لگی تھیں ماما نے اسے بھی آگے بڑھ کر سینے سے لگا لیا۔ اور اسے بھی پیار کرنے لگی۔ بیٹی مجھے معاف کر دینا میں نے تمہیں دھکے۔۔۔ پلیز ماما سیما نے آگے بڑھ کر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا جو کچھ ہوا اسے بھول جائیں میں جانتی ہوں کہ کچھ غلطیاں مجھ سے ہوئی تھیں معافی مجھے مانگنی چاہیے تھی وہ رو دی اس کو روتا ہوا دیکھ کر ماما بھی رو دیں اور بولیں۔ جو ہوا سو ہوا ہمیں اب وہ کرنا چاہیے ہم جو کرتے آ رہے ہیں ایک ساتھ رہنا ہے وہاب بیٹا دیکھو یہ تمہارا ہی گھر ہے اور اب تم نے یہاں ہی رہنا ہے ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتاؤ تمہارے ماں باپ کہاں ہوتے ہیں کتنے بہن بھائی ہیں اور کیا تم اس گھر میں رہ سکتے ہو۔

انکی بات سن کر وہاب نے ایک گہری سانس لی اور بولا آنٹی میرا کوئی بھی اپنا نہیں ہے نہ ماں باپ اور نہ ہی بہن بھائی بالکل اکیلا ہوں اتنا جانتا ہوں کہ جب میں نے آنکھ کھولی تو خود کو یتیم خانہ میں پایا جہاں میری طرح کے نجانے کتنے ہی اور بچے موجود تھے ان کے ساتھ ہی میری زندگی شروع ہوئی تھی لیکن پھر ایک صاحب نے مجھے وہاں سے لے لیا اور پھر میں ان کے پاس ہی رہا ہوں انہوں نے مجھے کبھی بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں بے سہارا انسان ہوں میرا کوئی بھی نہیں ہے میری کوئی بھی حیثیت نہیں ہے میں بے حیثیت ہوں انہوں نے مجھے ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح رکھا ان کی طرح ہی میرا ہر طرح کا خیال رکھا جو میں مانگتا وہ مجھے لا دیتے میں پڑھتا رہا اور آگے بڑھتا رہا اور اس مقام پر آن پہنچا ہوں کہ بات کرنے کا سلیقہ مجھ میں ہے ہر بات سمجھ جاتا ہوں۔ بس یہی میری زندگی ہے وہ مرے تو میں ایک بار پھر یتیم ہو گیا اور پھر سیما نے میرا ہاتھ تھام لیا اس نے زمانے کے ساتھ مجھے چلنا سکھایا مجھے ان محرومیوں سے نکالا جن میں میں پڑا ہوا تھا یہ انسان نہ تھی فرشتہ تھی کروڑوں کی مالک ہونے کے باوجود بھی اس کے دل میں انسانیت کے لیے درد ہے اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ مجھ سے پیار کرنے لگی ہے پیار تو میں اس سے کرتا تھا بہت زیادہ لیکن میں اس سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے کہنے سے یہ ناراض ہو جائے اور اس کا ساتھ چھوٹ جائے لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ یہ بھی مجھے چاہتی ہے یہ بھی میرے لیے تڑپتی ہے میں اس کی آنکھوں میں اپنے لیے پیار

دیکھنے لگا تھا اور پھر مجھے اس کے دل کا حال کا پتہ چل گیا اور میں نے اس کو اپنا حال دل سنا دیا اور پھر اب آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔ وہاب نے مکمل کہانی سنا دی کچھ بھی نہ چھپایا وہ کچھ بھی چھپانا نہ چاہتا تھا کیونکہ اب چھپانے کا کوئی بھی فائدہ نہیں تھا اس کی کہانی سن کر ماما اور پاپا نے گہری سانس لی اور کہا۔ بیٹا اب صرف سیما ہی نہیں ہم بھی تیرے اپنے ہیں اب تم اکیلے نہیں ہو ہمارے اپنے ہو ہمارے رشتہ دار بن گئے ہو اور تم جانتے ہو کہ سیما ہماری اکلوتی بیٹی ہے اور اس سے بڑھ کر ہم کو کوئی بھی عزیز نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ تم ہمیں تم رشتہ داروں میں سب سے اہم ہو بس اب تم یہاں ہی رہو گے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہیں بھی نہیں جاؤ گے۔

جی آنٹی ٹھیک ہے میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے سیما جیسی بیوی ملی اور آپ جیسے ماں باپ میں نے جو کچھ کھویا تھا وہ مجھے مل گیا ہے۔ ہاں بیٹا تم کو اب سب کچھ مل گیا ہے اور ہمیں تمہارے روپ میں بیٹا مل گیا ہے تم ہمیں سب سے اہم ہو اور ہمیشہ اہم ہی رہو گے چلو اب ناشتہ کر لو۔ اور پھر وہ سیما کے پاپا سے مخاطب ہوئیں۔ آپ نے کہاں سے ڈھونڈا اپنی بیٹی کو ان کی بات سن کر وہ بولے مجھے یقین تھا کہ میری بیٹی میرا پتہ لینے کے لیے ہسپتال ضرور آئے سو میں ہسپتال چلا گیا اور یہ وہاں ہی موجود تھی میرے اس بیڈ کو دیکھ رہی تھی جس پر میں کل پڑا ہوا تھا میں دروازے کی اوٹ میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا خالی بیڈ کو دیکھ کر اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی تھی شاید اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں مر گیا ہوں یہ رونے لگی تو میں فوراً اس کے سامنے کھڑا ہو گیا کیونکہ میں اسے رونے نہیں دینا چاہتا تھا بہت رو لیا تھا اس نے اب کیوں رونے دیتا۔ انکی باتیں سن کر سیما ایک بار پھر پاپا سے لپٹ گئی وہ جان گئی تھی کہ جو پیار پاپا اسے بچپن سے کرتے آرہے تھے وہی پیار اب بھی ان کے دل میں ہے وہ آج بھی مجھے ویسا ہی سمجھ رہے ہیں جیسے میں بہت چھوٹی ہوں وہ خوشی سے پاگل ہوئی جا رہی تھی بیٹی کچھ دن بعد ہم گھر میں ایک بہت بڑا جشن کریں گے تم لوگوں کو ایک مرتبہ پھر دلہن دلہا بنائیں گے اپنے وہ تمام شوق پورے کریں گے جو ہم کرنا چاہتے تھے۔ انکی باتیں سنکر سیما کچھ کچھ شرما سی گئی اور تیزی کے ساتھ ناشتہ کی ٹیبل کی طرف چلی گئی وہاب بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا اور پھر سب ہی ناشتہ کی ٹیبل پر ناشتہ کرنے لگے۔ بیٹے چند دن تم آرام کرو جب ہم تم لوگوں کی دوبارہ شادی کریں گے اس کے بعد تم کو لے کر فیکٹری جاؤں گا اور پھر تم نے ہی فیکٹری کی تمام ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں میں اب تھک چکا ہوں میں اب آرام کرنا چاہتا ہوں اپنے تمام کام تمہارے ذمہ ڈالنا چاہتا ہوں کیوں سیما بیٹی ٹھیک ہے ناں انہوں نے سیما کی طرف دیکھا۔

جی پاپا جی ٹھیک ہے جیسا آپ بہتر جانتے ہیں لیکن میں اتنا کہہ دوں کہ وہاب کبھی بھی آپ کے کاروبار کو نیچے نہیں آنے دیں گے یہ ہمیشہ اسے آگے بڑھائیں گے کیونکہ ان کے اندر بہت صلاحیت موجود ہے یہ بہت سمجھدار انسان ہیں ہاں بیٹی میں دیکھ رہا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا انتخاب بہت اچھا ہے ہم لوگ خواہ مخواہ اویس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اس کو وہ مقام دینا چاہتے تھے جس کے وہ قابل نہیں تھا اگر تم مان جاتی تو ہو سکتا تھا کہ ہم پوری زندگی اپنے اس فیصلہ پر پچھتاتے رہ جاتے وہ تم کو ایک قیدی کی زندگی دیئے رکھتا اور نجانے کیا کیا کرتا پاپا کی بات سنکر سیما نے گہری نظروں سے پاپا کی طرف دیکھا جو گہری سوچ میں ڈوبتے جانے لگے تھے اور پھر دوسرے دن ہی گھر میں اایئٹنگ ہونے لگی شامیانے لگائے جانے لگے گھر کو ایک مرتبہ پھر دلہن کی طرح سجایا جانے لگا بالکل ویسے ہی جو سیما کے لیے پہلے کیا گیا تھا اس وقت سیما کو وہ سب کچھ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن آج اسے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے اپنا موبائل فون پکڑ لیا اور اپنی سہیلیوں کو فون کرنے لگی۔ اے نجمہ کی بچی میں سیما بات کر رہی ہوں اس نے اس کے ہیلو کرتے ہی کہا ارے سیما تو بتاؤ کہاں ہو کیسی گزر رہی ہے وہاب کہاں ہے گھر میں سب ٹھیک تو ہے ناں۔ اس کی باتیں سن کر وہ مسکرا دی اور بولی ہاں سب ٹھیک ہے بلکہ بہت ٹھیک ہے۔ کیا مطلب۔ وہ حیرانگی سے بولی تو اس نے تمام کہانی سنا دی اور کہا نجمہ آج میں بہت خوش ہوں بہت ہی زیادہ خوش میں جانتی تھی کہ میرے ماما پاپا بہت اچھے ہیں مجھ سے زیادہ دن

دور نہیں رہ سکتے ہیں ایسا ہی ہوا تھا اور اب میں اپنے گھر میں ہوں وہاب بھی میرے پاس ہیں اور میں نے فون اس لیے کیا تھا کہ رات کو سب لڑکیاں مل کر آنا گھر میں بہت بڑا جشن ہو رہا تھا میری ایک بار پھر شادی ہو رہی ہے صرف نکاح نہیں ہو گا باقی سب کچھ ہو گا۔ میں عاشی۔ فزا۔ نورین۔ آسیہ۔ شبانہ۔ سب کو فون کرنے لگی ہوں واؤ بہت خوشی کی بات ہے میں تو تمہارے بارے میں بہت پریشان تھی ہم سب ہی سہیلیاں تمہارے بارے میں باتیں کرتی تھیں کہ نجانے تمہارا کیا بنے گا جو کام تم نے کیا ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا لیکن خدا نے سب کچھ ٹھیک کر دیا ہے تم بھی انکو فون کر دو میں بھی ان سے بعد میں بعد کروں گی ہاں میں بات کرتی ہوں اور تم سعد کو بھی ساتھ لے کر آنا۔ میں ان کو بھی کہہ دوں گی کہ وہ بھی اپنے اپنے چاہنے والوں کو ساتھ لے کر آئیں کیونکہ یہاں چاہنے والوں کے لیے جشن ہو رہا ہے اس کی بات سن کر نجمہ ہنس دی اور بولی۔ ہاں میں اسے ساتھ لے کر آؤں گی اور پھر خوب جشن ہو گا۔ ناچیں گی گائیں گی گنگنائیں گی یہ کریں گی وہ کریں گی جو جو دل میں آیا کریں گی اس کی باتیں سن کر سیما زور زور سے ہنسنے لگی اور دوسری طرف بھی نجمہ کے قہقہے گونجنے لگے تھے۔ اس نے کال بند کر دی اور پھر اس نے عاشی۔ فزا۔ شبانہ۔ نورین۔ آسیہ اور شبانہ کو بھی فون کر دیئے وہ بھی اس کی گھر میں واپسی پر بہت خوش ہوئیں اور بولیں کہ ہم رات کو تو کیا ابھی سے آ جاتی ہیں تم بلاؤ اور ہم نہ آئیں۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے سیما ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

❀❀❀

ہر در رات تھی اور سیما کا پورا بنگلہ جگمگا رہا تھا ہر طرف قہقہے گونج رہے تھے سب ہی سہیلیاں ایک جگہ بیٹھی ہوئی ڈھولک پر گانے گا رہی تھیں ان میں سیما بھی موجود تھی وہ بہت خوش تھی ایک طرف لڑکوں کا گروپ تھا جن میں وہاب بھی موجود تھا دو پارٹیاں بنی ہوئی تھیں اور کوئی بھی ہارنے کا نام نہیں لے رہی تھی یوں لگتا تھا کہ سب ہی گلوکار ہوں ہر گانے کو ایسے دل رہے تھے کہ سننے والا حیرانگی سے وہی رک جاتا تھا کہیں اور جانے کا نام نہیں لے رہا تھا اس بھری محفل میں سب کو بلایا گیا لیکن اویس لوگوں کی فیملی کو نہیں بلایا گیا تھا یہ سب سیما کی مرضی سے ہوا تھا اس نے ممی کہا تھا کہ ان کے آجانے سے گھر کی رونقیں ماند پڑ سکتی ہیں کیونکہ ان کے ذہن بہت الٹ ہیں وہ ہماری ہر خوشی کو غلط روپ میں دیکھتے ہیں ان کو نہیں بلانا اور ایسا ہی ہوا تھا ان کے علاوہ سب ہی گھر میں موجود تھے اویس کو خبر مل چکی تھی کہ سیما کو گھر میں بلا لیا گیا ہے نہ صرف کو بلکہ وہاب کو بھی بلا لیا گیا ہے اور یہ جشن ان کی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔ یہ سب اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اور برداشت ہوتا بھی کیسے سیما اس کی منگ تھی اور وہ اپنی منگ کو کسی اور کے ساتھ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ ادھر ہر طرف قہقہے گونج رہے تھے ناچ گانے ہو رہے تھے ہر طرف رونقیں ہی رونقیں تھیں۔ سیما کی خوشی کی انتہا نہ تھی وہ وہاب کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی اور ان ناچ گانے کو دیکھ رہی تھی پہلے وہ گانے میں مصروف رہی تھی لیکن اب وہ دونوں اٹھ کر ایک طرف کرسیوں پر بیٹھ کر ان کے ناچ کو دیکھ رہے تھے۔ سیما بہت اچھا لگ رہا تھا بہت مزا آرہا ہے میں نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ ہم دونوں کی شادی پر اتنے زیادہ جشن ہوں گے۔

ہاں وہاب ٹھیک کہا تم نے میں بھی بہت خوش ہوں میں بھی سمجھ چکی تھی کہ جو شادی ہم نے چوری چھپے کر رکھی ہے بس اسی سے ہی گزارا ہو گا لیکن پاپا نے ایسا نہیں ہونے دیا وہاب میرے پاپا بہت گریٹ انسان ہیں میں انکی طبیعت سے خوبی واقف ہوں وہ سوتے میں بھی اگر میرے منہ سے کسی چیز کی فرمائش نکل جاتی وہ بھی پوری کر دیتے تھے اور یہ بات میں جانتی تھی کہ پاپا مجھے یوں اکیلا نہیں چھوڑیں گے وہ میرے بغیر خود کو بہت تنہا سمجھتے ہیں میں ہی تو ان کا سب کچھ ہوں اسی لیے تم سے کہا تھا کہ ہم شادی کر لیتے ہیں بعد کے مسئلے بعد میں خود ہی حل ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ہے۔ میری ہفتہ بھر کی جدائی ہی ان کو موت کے منہ پر لے گئی تھی جانتے ہو میرے دل کو ہونے لگا تھا میں تم کو کچھ بھی نہیں بتا رہی تھی لیکن میں جانتی تھی کہ کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے جو میرا دل گھبرا رہا ہے میرے دل میں ایک بے چینی سی تھی ایسی بے چینی کہ مجھے کچھ بھی نہیں

سوچ رہا تھا میں کچھ کہہ بھی نہ سکتی تھی بس دل گھبرائے جا رہا تھا ایک عجیب سی الجھن میں میں گرفتار تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے اور پھر مجھے پتہ چل گیا پاپا کی خبر مل گئی۔ سیما نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ تو وہاب بولا ہاں میں تمہیں دیکھ رہا تھا تم بے چین تھی۔ میں نے تمہیں کچھ بھی کہا تھا میں یہ سوچ رہا تھا کہ تمہیں اپنوں کی یاد آ رہی ہے میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا تمہارے اپنوں کے بارے میں۔ آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تمہارے ممی پاپا بہت ہی اچھے انسان ہیں ان جیسا کوئی بھی نہیں ہے انہوں نے نہ صرف مجھے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا ہے بلکہ میرے لیے خوشیوں کا بھی اہتمام کیا ہے میں ان کا یہ احسان پوری زندگی نہیں دے پاؤں گا۔

نہیں وہاب انہوں نے تم پر کوئی بھی احسان نہیں کیا ہے وہ اپنا فرض اور اپنی خوشیوں کو پورا کر رہے ہیں یہ سب کچھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب اپنی اور ہماری خوشیوں کے لیے کیا جا رہا ہے وہ ایسی باتیں کر رہے تھے کہ اس کی تمام سہیلیاں انکے پاس آ گئی اور بولیں میڈم اب اٹھو تمہاری ماما کا آڈر ہے کہ تم کو دلہن بنایا جائے اور وہاب کو دلہا تاکہ پھر کھانے کا اہتمام کیا جائے یہ سن کر وہ مسکرا دی اور بولی ایسی دلہن بنانا کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جائیں وہ بولی ہاں جی کیوں نہیں ایسی ہی دلہن بنائیں گی تمہیں پتہ ہے کہ میں بیوٹی پارلر کا بھی کورس کیا ہوا ہے دلہنوں کو تیار کرنا مجھے بہت ہی اچھا آتا ہے لیکن آج میں صرف تمہیں ہی بلکہ تمہارے دلہا کو بھی تیار کروں گی چلو میرے ساتھ لگو وہ مسکراتے ہوئے بولی تو سب ہی مسکرا دیں اور پھر وہ سب ایک کمرے میں چلی گئیں اور سب ہی مل کر ان دونوں کو تیار کرنے لگیں۔ اور تقریبا ایک گھنٹہ بعد وہ دونوں ایسے تیار ہو گئے کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے یوں لگ رہے تھے جیسے پرستان سے جوڑا آیا ہو آدھی رات تک جشن ہوتا رہا۔ خوب سلامیاں اور تحائف ان دونوں نے جمع کر لیے اور پھر کھانا کھانے کے بعد سب ہی اپنے اپنے مشغلوں میں لگ گئے وہ دونوں بھی اپنے کمرے میں چلے گئے آج وہ بہت ہی خوش تھے جو انہوں نے چاہا تھا وہ ہو گیا تھا وہ آپس میں مل بھی گئے تھے اور گھر والے بھی راضی ہو گئے تھے رات بھر وہ باتیں کرتے رہے ان کی خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ تھا چند دن ایسے ہی گزر گئے اور پھر وہاب کو پاپا اپنے ساتھ فیکٹری لے گئے۔ فیکٹری کو دیکھ کر وہاب کی حیرت کی انتہا نہ رہی اتنی خوبصورت فیکٹری کہ جی خوش ہو رہا تھا خاص کر پاپا کا آفس تو دیکھ کر وہ حیران ہو رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی جنت کا نمونہ ہو بیٹا لو یہ آج کے بعد تمہارا آفس ہے تم نے ہی اس فیکٹری کو چلانا ہے میں نے اس کو ترقی پر ڈال دیا ہے اب اس کو آگے لے کر جانا تمہارا کام ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت ذہین انسان ہو اپنی ذہانت کا پورا پورا استعمال کرنا وہاب سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اور پاپا سامنے بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے ملازم کو بلایا اور چائے کا آڈر دے دیا اس کے بعد وہ اس کو کام سمجھانے لگے اور کہا۔

بیٹا منیجر بہت قابل انسان ہے وہ تمہاری پوری پوری مدد کرے گا اس سے مدد لیتے رہنا۔ وہ بولا نہیں انکل۔ آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی سے مدد لینے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے آپ ہیں ناں میرے ساتھ جو کچھ پوچھنا ہوا میں آپ سے پوچھا کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ دیکھنا ہم لوگ اس کو اتنا گہرا رنگ دیں گے کہ ہمارا ایک نام ہو گا۔ اس کی بات سن کر وہ مسکرا دیے اور بولے ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں پورا دن وہ وہاں ہی کام کرتے رہے سب سے تعارف بھی ہوتا رہا وہاب ہر کسی کا کام جانتا رہا کہ کوئی کیا کام کرتا ہے۔ وہ ہر کام کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا ہر بات کو دماغ میں بٹھانے لگا پورے دن میں ہی اس نے بہت کچھ سیکھ لیا اور پاپا بھی پورا دن اس کے ساتھ رہے اس کے سامنے کام کرتے رہے۔ جو بھی کام کرتے اس کو سمجھا دیتے کہ یہ ایسے کرنا ہے یہ ایسے کرنا ہے اور پھر فارغ ہو کر وہ واپس گھر آ گئے۔ شام کو سب ہی ڈنر ٹیبل پر موجود تھے کہ اویس اور اس کی ماما آ گئے ان کو دیکھتے ہی سیما آگ بگولہ ہو گئی۔ کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ یہ کسی چال میں آئے ہیں اسے ان سے قدرتی نفرت ہو گئی تھی بھائی صاحب۔ ہمیں یقین نہ تھا کہ آپ ہمارے ساتھ ایسا کریں انہوں نے ٹیبل پر بیٹھتے ہی کہا۔ ہم لوگ انتظار ہی کرتے رہے کہ آپ ہمیں گھر میں ہونے والے فنکشن میں دعوت دیں گے لیکن آپ کی

طرف سے ہمیں کوئی بھی پیغام نہ ملا میں نے سوچا کہ میں جا کر پوچھ آتی ہوں کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ پاپا نے ایک نظر اس پر ڈالی اور کہا پہلے ہماری مرضی چلتی تھی لیکن اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے اب ہماری بیٹی کی مرضی چلے گی وہ جو بولے گی ہم ویسے ہی کریں گے اس نے ہی فہرست تیار کی تھی ان مہمانوں کی جن کو بلانا تھا آپ لوگوں کا اس نے نام نہیں لکھا تھا تو ہم نے آپ لوگوں کو نہیں بلایا۔ پاپا کی بات سن کر اویس نے تپتی ہوئی نظروں سے سیما کی طرف دیکھا لیکن زبان سے کچھ بھی نہ کہا اس کی ماما ہی بولی۔

نجانے سیما بیٹی کو ہم سے کیا دشمنی ہو گئی ہے کہ ہم کو اپنا جانتی ہی نہیں ہے حالانکہ ہم نے اس کو سب رشتہ داروں میں بڑھ کر مقام دیا تھا اور سب سے قریبی رشتہ ہمارا ہی تھا اگر بچی سے بھول ہو گئی تھی تو آپ ہی اسے سمجھا دیتے ناں کہ آنٹی کو بھی بلانا ہے آپ کو بھی دھیان نہیں ہے۔ پاپا بولے پلیز چھوڑ دو ان باتوں کو کہا ناں کہ جو ہماری بیٹی کرے گی ہم ویسا ہی کریں گے ہماری اکلوتی ہی اولاد ہے ہم اس کو پھر سے کھونا نہیں چاہتے ہیں ان کے وجود سے ہمارے جسموں میں سانسیں دوڑ رہی ہیں ہم نے آپ لوگوں کے پیچھے لگ کر اپنی بیٹی کو کھو دیا تھا لیکن اب ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا کوئی اور بات کرو اور ہاں اگر ہماری بیٹی کہے تو ہم تم سے رشتہ بھی ختم کرنے کو تیار ہیں کیونکہ اب ہمیں وہاب کی صورت میں گھر داماد مل گیا ہے ہمیں اس جیسے انسان کی ضرورت تھی اس کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا ہے کہ ہماری بیٹی کی پسند عام نہ تھی اس کے اندر کوئی بات ضرور تھی کہ ہماری بیٹی نے اس کا انتخاب کیا تھا مجھے اب فخر ہونے لگا ہے اپنی بیٹی پر ہمارے گھر کی رونقیں پھر سے واپس آ گئی ہیں ورنہ ہمیں تو یہ گھر ویران دکھائی دینے لگا تھا۔ پاپا کی باتیں سن کر اویس نہ رہ سکا اور بولا آج پتہ چلا ہے کہ آپ کی نظروں میں خاندان کی کوئی بھی وقعت نہیں ہے اگر نہیں تو نہ سہی ہم کون سا آپ لوگوں کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں خدا نے ہمیں ہر چیز سے نوازہ ہوا ہے ہم تو رشتہ داری کو نبھانا چاہ رہے ہے لیکن جب آپ لوگوں نے ہی رشتہ ختم کر دیا ہے تو پھر ہم بھی اس رشتہ کو نبھانے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن ایک دن آپ کو محسوس ہو گا کہ آپ غلط تھے ہم لوگ غلط نہ تھے چلیں ماما چلیں اتنا کہہ کر وہ اٹھ گیا اور پھر کسی نے ان کو جانے سے روکا نہ تھا۔ ان کے جانے کے بعد سیما نے ایک گہری سانس لی اور پاپا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پاپا جی چاہتا ہے آپ کے پاؤں چوم لوں آج آپ کی وجہ سے میرا سر فخر سے بلند ہوا ہے آج میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے لیے آپ کے دل میں بہت مقام ہے۔ ہاں بیٹی یہ سب کچھ تیرا ہے تم جانو اور وہاب جانے میں تو اب آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کھانے کے دوران ایسی ہی باتیں ہوتی رہیں اور پھر سب ہی اپنے کمروں میں چلے گئے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں وہاب نے دنوں میں ہی انکے دلوں میں اپنا ایسا اثر ڈال دیا تھا کہ جہاں پاپا اس کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے وہاں ماما بھی اس کی تعریفیں کرنے لگی اور زندگی کا سلسلہ ایسے ہی چلنے لگا۔ سب اپنے اپنے کاموں میں لگ رہے وہاب صبح جاتا اور رات کو واپس آتا۔

آج وہاب واپس نہ آیا تھا نہ صرف سیما کو بلکہ ماما پاپا کو بھی اس کی فکر ہونے لگی تھی فیکٹری سے پتہ چلا تھا کہ وہ گھر چلے گئے ہیں لیکن اگر وہ فیکٹری سے نکل آئے ہیں تو پھر کہاں گئے ہیں۔ گھر میں ہر طرف پریشانی موجود تھی سیما بار بار اپنی سہیلیوں کو فون کر رہی تھی ان سے پوچھ رہی تھی لیکن ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا کہ ان کو کچھ بھی معلوم نہیں ہے نہ ہی وہ ہماری طرف آیا ہے اگر آتا تو ہم ضرور بتا دیتے یہ بات سیما کو پاگل کیے جا رہی تھی اس کا سکون غارت ہوتا جا رہا تھا وہاب کا نمبر بھی بند جا رہا تھا اس سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہ ہو رہا تھا ماما پاپا بھی ہر طرف فون کر رہے تھے اور ہر طرف سے مایوسی ہو رہی تھی کہیں وہاب کا ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا ہے سیما کے دل میں یہ خیال آیا تو وہ کانپ سی گئی۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اسے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے وہ جہاں بھی ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ اپنے دل کو سمجھانے لگی لیکن اس کے دل میں بار بار یہ بات دستک کر رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا ہے۔ اس کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔

(اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے آئندہ شمارہ ضرور پڑھیئے)

قسط: 1

انوکھا سفر

.....کشور کرن- پتوکی

میری زندگی میں میرا پہلا سفر تھا جو ایسا تھا جو کچھ میں نے دیکھا وہ میں آج تک نہیں بھول پایا. میں نے کہا. دیکھا کیا سنا آپ کو سناتا ہوں. ایک دکھ بھری کہانی ہے. بے بس باپ لاچار ماں کی فریاد اور سفر کی انوکھی داستان

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! یہ کہانی میرے کسی اپنے کی ہے وہ میرا اپنا ہے پر بیگانہ سا میری زندگی میں مجھے خوشیاں بھی دیں اور دکھ بھی پیار بھی کیا اور نفرت بھی زخم بھی لگائے اور نمک بھی مسکراہٹ بھی دی اور آنسو بھی رونق بھی دی اور تنہائی بھی عزت بھی دی اور رسوائی بھی یعنی میں اس کو کتنا اچھا اور کتنا برا۔ برا نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرا اپنا ہے اگر اچھا کہوں تو اس کے رہتے ہوئے غصے میرے سامنے آ جاتے ہیں اس کا بیگانہ پن نفرت دکھ آنسو زخم تنہائی رسوائی سب کچھ میرے آگے آ جاتا ہے اب میں اسے کیا کہوں بس اتنا کہہ دیتی ہوں کہ وہ میرا تھا اور بس اس سے آگے کچھ نہیں کہتی آیئے اس کی کہانی اس کی زبانی سنیں۔

میرا نام حسن ہے۔ مجھے پیار سے بلا کہتے ہیں۔ میں لاہور میں کام کرتا ہوں میری ایک لڑکے سے بہت گہری دوستی تھی ایک بار ہم نے لمبے سفر پر جانے کا پروگرام بنایا ہمارا مہینہ پورا ہو چکا تھا اور مہینے بھر کی کمائی ہمارے ہاتھ میں تھی۔ ہم اسے خرچ کرنا چاہتے تھے مگر کسی ایسی جگہ جو ہماری زندگی میں ایک اہم ہو تو ہم نے ایک سفر کی تیاری کی سارا دن ہم نے تیاری میں لگا دیا۔ رات کے تقریباً آٹھ بجے ہم نے اپنی ہی گاڑی میں سفر کا آغاز کیا ہم لاہور سے نکلے مری کی طرف جانا تھا سو ہم اپنی مستی میں مست گپ شپ لگاتے ہوئے جا رہے تھے گوجرانوالہ کراس کیا تو روڈ بالکل خالی۔ ہم چلتے جا رہے تھے اچانک میری نظر ایک ایسی لڑکی پر پڑی جو شاید لفٹ مانگ رہی تھی اور روڈ سے تھوڑی پیچھے ہٹ کے کھڑی تھی گاڑی کی لائٹیں جب اس پر پڑیں تو میں نے اپنے دوست سے کہا۔ وہ دیکھو سامنے رات کے ساڑھے گیارہ کا ٹائم تھا اور اکیلی لڑکی جو خوبصورت بھی تھی اور جوان بھی میرا دوست کہتا ہے نہیں یار چھوڑ اسے کسی اور مصیبت میں نہ پھنس جانا میں بولا نہیں یار اس کی مدد کرنی چاہئے۔ وہ ڈر رہا تھا اور میں انسانیت دکھانا چاہتا تھا ہم نے گاڑی اس کے برابر کھڑی کر دی جب دیکھا تو وہ لڑکی زخمی تھی میرا دوست بولا یار چلو رہنے دو یہ پولیس کیس ہے ہم اپنے سر پہ کوئی الزام نہیں لینا چاہتے تھے مگر میں بہت متاثر ہوا میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا۔ اے بی بی تو کون ہے کیوں ہمیں روکا اور کیا ہوا تمہارے ساتھ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ میں تھوڑا ڈر گیا پر ہٹا نہیں پھر پوچھا کہ تو بولتی کیوں نہیں تمہارا یہ خون اور رات کے اس وقت اکیلی کیا مسئلہ ہے تمہیں اگر کچھ جلدی نہیں تو ہم چلے جائیں گے میرا دوست جو سن بھی رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا بولا۔ بلے آ جاؤ کوئی دو نمبر ہو گی جو اس وقت اس حال میں کھڑی ہے تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو آؤ چلیں اتنے میں وہ بولی۔

بھائی صاحب میں چل نہیں سکتی تم مجھے میرے گھر تک چھوڑ دو۔ پلیز میں نے پوچھا تمہارا گھر کہاں ہے تو بولی مجھے گاڑی میں بٹھاؤ میں تمہیں اپنے گھر کا پتہ بتاتی ہوں۔ میں نے اسے اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بٹھا دیا شیشے میں سے اسے دیکھنے لگا اور پوچھا بتاؤ تمہارا گھر کہاں تو وہ اپنی لرزتی آواز میں بولی۔ یہاں سے دو کلو میٹر ہے میں رات کو رستہ بھول گئی تھی اور یہاں آ نکلی یہاں مجھ کو مددگار نظر نہیں آیا آپ کی گاڑی دیکھ کر مدد مانگی ہے دیکھو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ یہ بتاؤ تمہارا یہ حال کس نے کیا ہے میں ایک جنگل میں سے آئی ہوں رستہ بھول کر جنگل میں جا نکلی پھر خدا کا نام لیا اور جدھر منہ آیا چل پڑی تو آگے یہ روڈ تھا میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں اب چلنا بہت مشکل ہو گیا تھا میں بولا۔ دیکھو ہم نے تم سے تمہارا سفر نہیں یہ پوچھا ہے کہ تمہارا یہ حال کس نے کیا ہے کہ کوئی حادثہ وغیرہ ہوا ہے۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلو میں آپ لوگوں کو سب کچھ بتا دوں گی۔ پر ہمیں رستہ بتاتی رہنا۔ او کے آپ سیدھے ہی چلیں۔ ہم اس لڑکی سے باتیں کرتے رہے اور سفر بھی جاری رکھا وہ لڑکی ہمیں اپنی حالت کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی تھی لیکن ہم جاننا چاہتے تھے تقریباً پونے دو کلو میٹر چلنے کے بعد وہ بولی کہ رکو۔ ہم ڈر گئے کہنے لگی گھبراؤ نہیں یہاں سے ایک گاؤں کی طرف رستہ نکلتا ہے اس پہ چلو۔ ہم نے ایک کچی سڑک پہ گاڑی ڈال دی ویران راستہ رات کے دو بجنے والے تھے ہم ڈر رہے تھے کوئی مسئلہ نہ بنے میں بہت بہادر تھا اپنے دوست کو حوصلہ دیتا رہا۔ آخر ہم ایک بستی میں پہنچ گئے اور اس سے پوچھا کہ اور کتنی دور ہے تیرا گھر۔ بولی وہ آگے۔ ہم پھر چل پڑے گاؤں کے باہر ایک اکیلا گھر تھا وہ بولی۔ یہ ہے ہمارا گھر میرے باپ کا نام نذیر ہے ہم نے گاڑی روکی اور میں باہر نکل آیا میں نے ٹائم دیکھا تو دو سے اوپر تھا میں نے اپنے دوست سے کہا۔ آ جاؤ یار تم بھی وہ بھی باہر نکل آیا ہم دونوں نے گاڑی کے گیٹ بند کئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بوڑھا بابا باہر نکلا۔ ہم نے سلام کیا اور پوچھا کہ نذیر کا گھر یہ ہے۔ بولا۔ جی مگر کیا بات ہے؟ بیٹا میں تمہیں جانتا نہیں تم کون ہو کیوں آئے ہو؟ ہم نے کہا۔ ہم تمہاری بیٹی کو لے کر آئے ہیں جو زخمی حالت میں ہے۔ آپ اسے اندر لے جائیں اور پٹی وغیرہ کریں۔ وہ بولا۔ ہاں ہاں بیٹا لاؤ کدھر ہے؟ وہ بھی ہمارے ساتھ گاڑی کے پاس آ گیا۔ ہم نے گیٹ کھولا تو اندر کچھ نہیں تھا سیٹ پہ خون لگا ہوا تھا۔ ہم بہت پریشان ہوئے ایسا واقعہ زندگی میں پہلی بار میرے ساتھ پیش آیا میں گھبرا رہا تھا مجھے بہت پسینہ آ رہا تھا کہ ہم نے اس بوڑھے بزرگ کی طرف دیکھا جو مسکرا رہے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ بابا جی آپ مسکرا رہے ہو، ہم پریشان ہیں کہیں آپ لوگ غلط تو نہیں کہ اپنی بیٹی کی وجہ سے لوگوں کو چکر دیتے ہو۔ نہیں بیٹا ایسا مت سمجھو ہم لوگ ایسے نہیں ہیں۔ تم اندر آؤ میں تمہیں ساری حقیقت بتاتا ہوں۔ ہم نے ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھا اور گاڑی لاک کی اور اندر چلے گئے۔

اندر ایک اماں بھی تھی جو شاید اس بابے کی بیوی تھی ہم ایک سائیڈ پہ کھڑے ہو گئے۔ بابا بولا بیٹا آؤ آؤ بیٹھو ہم ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اماں جی اٹھیں ہمیں پیار دیا اور دو گلاس پانی لے کر آ گئی۔ ہم نے پانی پیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ ہم بہت بے چین تھے جاننے کے لئے ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بابا جی اٹھے اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ہاں بیٹا اب پوچھو کیا بات ہے۔ بابا جی آپ ہمیں اپنی بیٹی کے بارے میں بتائیں کہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہ کیا ہے اور ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ وہ پھر مسکرائے اور بولے۔ بیٹا گھبراؤ نہیں کچھ نہیں ہو گا اور جو ہوا وہ کچھ خاص نہیں۔ میرا دوست تو مجھے بار بار یہی کہتا کہ تم نے مجھے بھی پھنسا دیا ہے۔ تم جگالو انسانیت میں نے اسے گھورا تو وہ خاموش ہو گیا۔ تو وہ بابا بولے۔ دیکھو بیٹا میں اپنے خاندان میں رہتا تھا میری شادی بھی خاندان میں ہوئی ساتھ میرے دوسرے بہن بھائی ماں باپ سب تھے میں بہت خوش تھا پانچ سال تک ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر ہم نے کسی بابا سے تعویذ وغیرہ لئے تو سات سال بعد خدا نے ہمیں ایک بیٹی

دی ماریہ جو سب کی آنکھ کا تارا بن گئی۔+ ہم بہت خوش تھے میری ماں تو اپنی پوتی کو اپنی گود سے اتارتی ہی نہیں تھی۔ جب روتی تو اس کی ماں کو دے دیتی جب بھی دیکھو سب اسے اٹھانے کی وجہ سے لڑ رہے ہوتے تھے۔ ہوتے ہوتے وہ دس سال کی ہو گئی ہم سب کی تو اس میں جان تھی کیا مجال کہ کوئی اس کی ضرورت نہ پوری کرے کیا مجال کہ کوئی اسے ذرا بھی ڈانٹے اس کی ہر فرمائش پوری ہوتی تھی۔ اس کے بعد ہمارا کوئی اور سہارا بھی نہیں تھا ہم نے بڑے پیار سے اسے پالا وہ سولہ سال کی ہو گئی تو اس کی ماں کہتی کہ اس کی شادی کرنی ہے۔ ہم نے اسے اس بات سے بے خبر رکھا تھا کہ وہ اپنے تایا کی بہو ہے۔ تم سب لوگ اسے اتنا پیار کر کے بگاڑ رہے ہو۔ وہ اکثر یہی کہتی کہ اسے اتنا پیار مت کرو وہ پرائی ہے کل کو اپنے گھر میں چلی جائے گی نہ تم اس کے بغیر رہ سکو گے نہ وہ تمہارے بغیر اس کا دوسرے گھر میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر ہم نے اس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ ہنڈیا پکا رہی تھی میں کام سے آیا شام کا وقت تھا مجھے دیکھ کر دوڑی اور گلے لگی میں ماتھا چوما پیار کیا اور ہاتھ پکڑ کر لے آیا۔ آج میری بیٹی کیا پکا رہی ہے۔ ابو جی میں سبزی پکا رہی ہوں۔ تمہیں بھوک لگی ہو گی۔ ہاں بیٹا بہت بھوک لگی ہے تم جلدی کرو میں نہا لوں۔ جب میں نہا کے نکلا تو وہ روٹیاں پکا رہی تھی۔ آؤ ابو جی کھاؤ روٹی پک گئی ہے۔ میں کھانے لگا اپنی بیوی کو بھی بلا لیا ہم دونوں کھا رہے تھے اور وہ پکا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ دیکھو ماریہ کی امی ہماری بیٹی کتنا اچھا کھانا پکانے لگی ہے۔ وہ بولی۔ ہاں جس گھر میں جائے گی کامیاب ہو گی۔ میں نے کہا۔ ہاں بیٹی اب سارے کاموں کا طریقہ سیکھ لو ہم آپ کی شادی جلد کر دیں گے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ بولی۔ نہیں میں نہیں کرواؤں گی شادی اگر تم لوگوں کو اچھی نہیں لگی تو مار دو اس کے یہ الفاظ سن کر تو میرا نوالا منہ میں ہی رہ گیا نہیں نہیں بیٹی ایسا مت کہو ہم تمہارے ماں باپ ہیں ہم اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ میرا یہ کہنا تھا کہ میری بیٹی کو عجیب قسم کا دورہ پڑنے لگا۔ اس کا جسم کانپنے لگا اور وہ برف کی طرح ٹھنڈی ہونے لگی۔ میں پکڑنے لگا تو بولی۔ ابو جی مجھے ہاتھ مت لگانا پیچھے ہو جاؤ ابو میرے پاس مت آنا میرے پاس یہ پہلی بار ایسا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے تو رو رو کر برا حال کر دیا سب جمع ہو گئے دم بھی کروایا تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹھیک ہوئی تو ہم نے شکر کیا پھر ہم نے اس کی شادی کا کبھی نام نہیں لیا۔ ہوتے ہوتے وہ اٹھارہ سال کی ہو گئی۔

ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ اس کی شادی کرنی ہے کب تک بٹھائیں گے اسے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ پھر اسی حالت میں آ گئی۔ اسے دورہ پڑھنے لگا، اس کا جسم کانپنے لگا اور پھر وہ برف کی مانند ٹھنڈی ہونے لگی۔ ہم بہت پریشان ہوئے پھر جب بھی شادی کا نام لیتے وہ ویسی ہو جاتی۔ میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا اپنے کھیت میں سے کچھ حصے پر مکان بنا لیا کہ شاید گھر میں ایسا ہوتا ہو۔ اپنی بیٹی کو لے کر اس گھر میں گیا اپنے خاندان کو چھوڑ دیا اپنے ماں باپ سے دور میری بیٹی کے بارے میں لوگ باتیں کرنے لگے۔ میں برداشت نہیں کرتا تھا پتا نہیں لگنے لوگ کیا کیا کہتے اور پتا نہیں میں نے کتنوں کے ساتھ منہ ماری کی پر میں کس کس سے لڑتا کس کس کا منہ بند کرتا میں نے چپ چاپ اپنی بیٹی کو لیا اور یہاں آ گیا۔ میں اپنی بیٹی کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا اور بہت کچھ کیا بہت سے دم کرنے والوں کے پاس گیا تعویذ وغیرہ لے کر دیئے کوئی مسئلہ حل نہ ہوا ہم اپنی بیٹی سے اور بھی زیادہ پیار کرنے لگے وہ بار بار یہ کہتی کہ میں نے شادی نہیں کرنی۔ میری شادی مت کرنا یہ سب ہم نے اپنے دل میں رکھا اور اپنی بیٹی کو خوش رکھا۔ پھر ایک دن کہتی ہے ابو ہم بازار جائیں گے۔ میں تیار ہو گیا ہم نے گھر سے پیسے لئے اور بازار چلے گئے۔ اس کی ماں بھی ساتھ تھی میری بیٹی نے اپنی پسند کی ہر چیز خریدی ایک سوٹ سرخ اور ایک سفید چوڑیاں مہندی بالوں کی پونیاں جوتے میک اپ اور دس کلو چنے بھنے ہوئے پوچھا یہ کیا کرنے ہیں تو کہتی ہے ابو جی یہ کام آئیں گے۔ میں خاموش ہو گیا کہ کہیں میرے انکار کرنے پر یہ پھر ویسے نہ ہو جائے۔ ہم نے دس ہزار

روپے لگا دیئے تو وہ بہت خوش تھی۔ ہم تو اسے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ اپنی بیٹی کے چہرے پر ذرا بھی مایوسی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ گھر آئی سرخ سوٹ سلائی کرنے لگی۔ شام تک اس نے سوٹ سلائی کر لیا پہن کر ہمارے سامنے آئی کہنے لگی ابو دیکھو میں کیسی لگ رہی ہوں۔ وہ واقعی ایک پری لگ رہی تھی۔ پری کیا پریوں کی ملکہ تھی۔ ماں نے پیار کیا میں نے اپنے پاس بٹھا کر پیار کیا۔ میری اس بات پہ وہ کھلکھلا کر ہنسی کہ میں حیران سا رہ گیا۔ وہ اسی طرح اسی سوٹ میں سو گئی۔ صبح اٹھی ناشتہ کیا اور بولی۔ ابو آپ مجھے اپنے سے دور کرنا چاہتے ہو۔ نہیں بیٹا ہماری آنکھوں کی روشنی تم ہو ہمارے دل کی دھڑکن تم ہو ہمارے گھر کی رونق تم ہو ہماری زندگی کا مقصد تم ہو ہم تمہیں کبھی اپنے سے دور نہیں کریں گے اب کبھی ایسی باتیں نہ کرنا۔ نہیں ابو آپ میری شادی تو نہیں کرو گے؟ بیٹا شادی ہمارا فرض ہے اس طرح خدا ہمیں بخشے کا نہیں ہم تمہیں شادی کے بعد بھی اپنے پاس رکھیں گے۔ تم یہ مت سمجھو کہ ہم تمہیں اپنی آنکھوں سے دور کریں گے۔ ایک تمہاری خاطر تو میں نے اپنے بہن بھائی ماں باپ سے دور رشتہ داروں سے دور اپنی ہر رشتہ داری چھوڑ آیا ہوں بس تمہیں خوش رکھنے کے لئے۔ ہم آپ کی شادی کرنا چاہتے ہیں مگر مجبور ہیں کیا کریں۔ ٹھیک ہے ابو تم میری شادی کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں پر میرا کیا قصور ہے مجھے خود پتہ نہیں چلتا کہ میں کیا کر رہی ہوں مجھے کیا ہوتا ہے میں کہاں ہوں۔ خیر ابو میرے سامنے مجھے تنگ نہ کیا کرو۔ نہیں بیٹا ہم آپ کو تنگ نہیں کریں گے۔ میں یہ بھی بتا دوں میری بیٹی کو کوئی سایہ نہیں تھا کوئی دکھ نہیں تھا ہمیں سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ ہم کیا کریں۔

وہ دلہن کے روپ میں ہمیں نظر آ رہی تھی اسی رات وہ اپنے کمرے میں سو رہی تھا میں اچانک اٹھا کمرے میں سے آوازیں آ رہی تھیں میں دروازے کے پاس رک گیا غور سے سنا تو اندر سے آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں اور وہ آوازیں لڑکیوں کی تھیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا بیٹی باہر آئی پوچھا۔ بیٹی کون ہے کمرے میں کس سے باتیں کر رہی تھی کون تھی جو تم سے ہنس ہنس کے باتیں کر رہی تھی۔ کچھ نہیں ابو میں خواب دیکھ رہی تھی۔ میں خود باتیں کر رہی تھی میرے کمرے میں کوئی بھی نہیں اگر یقین نہ آئے تو خود دیکھ لیں میں نے دیکھا بھی پر کمرے میں کوئی نہیں تھا میں نے اپنی بیٹی کو پیار کیا اور کہا کہ سو جاؤ تو وہ چلی گئی۔ میں بھی اپنے کمرے میں آ گیا کافی دیر تک میں سوچتا رہا کہ یہ کیا ماجرا ہے کوئی چیز نہیں اور آوازیں آ رہی تھیں خیر میں نے غلط فہمی سمجھی میری بیوی اکثر کہتی کہ اسے سایہ ہو گا جو یہ شادی نہیں کرواتی تم گھر میں لے کر بیٹھے ہو۔ پر میں کیا کر سکتا تھا بہت کچھ کر کے بھی میں کچھ نہیں کر سکا میری بیٹی ہماری آنکھوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو زخمی کرتی اور ہم میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ اسے پکڑیں اگر میں یا اس کی ماں اسے پکڑتے تو وہ چیخنا شروع کر دیتی زور زور سے روتی ہم اس سے ڈرتے اسے پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ ہر وقت بن ٹھن کر رہتی کوئی اس کی دوست نہ تھی کسی سے وہ پیار نہیں کرتی تھی۔ سارا دن گھر میں رہتی کسی کے گھر بھی نہیں جاتی تھی۔ ہم کئی بار کہتے کوئی سہیلی بنا لو کہتی نہیں ابو امی میری سہیلی ہے آپ میرے اچھے دوست ہو مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ ٹھیک ہے بیٹی جیسے تمہاری مرضی۔

بیٹا دیکھو تم ٹائم کیا ہوا ہے؟ باقی میں نماز پڑھ کے بتاتا ہوں۔ صبح کی اذان ہو چکی تھی نماز کا ٹائم تھا بابا جی اور اماں جی اٹھے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ ہم دونوں نے بھی نماز پڑھی اور بابا جی اپنے گھر کے ایک طرف ہمیں لے گئے اور بولے۔ بیٹا یہاں میری بیٹی نماز پڑھتی تھی اور قرآن کی تلاوت کیا کرتی پورے گھر میں اس کی آواز گونجتی تھی اور پھر دوسری سائیڈ پہ گئے جاں سے باہر نظر آتا تھا ہماری ساری زمین سارے کھیت نظر آتے وہ وہاں پہ کھڑی رہتی اور کہتی ابو میں چلی جاؤں گی تو یہاں کون کھڑا ہو گا۔ میں اکثر اسے کہتا

نہیں ایسا مت کہو وہ پھر مسکرا دیتی میں نے کبھی اسے کچھ بھی کرنے سے منع نہیں کیا۔ پھر دوسری طرف گئے اس کی ساری چیزیں پڑی تھیں جو وہ اکیلی استعمال کرتی پھر اس کے کمرے میں گئے تو اس کے رنگ رنگ کے کپڑے جوتے میک اپ اور ضرورت کی چیزیں پڑی تھیں۔ بابا جی بولے۔ بیٹا یہ ہے میری بیٹی کا بہت ہی پیارا کمرہ میری بیٹی اپنے کمرے میں کسی کو نہیں جانے دیتی تھی ہر وقت صاف ستھرا رکھتی تھی۔ ایک دن کہنے لگی ابو جی میں چلی جاؤں گی۔ میں نے پوچھا۔ کہاں؟ بولی۔ اپنے گھر۔ کون سے گھر بیٹی؟ جہاں میں نے جانا ہے؟ پر کیوں بیٹی اور کہاں جانا ہے؟ تم کو کہتی ہوں میں نے شادی نہیں کرنی۔ ہاں ابو جی پر میں اپنا سفید سوٹ لائی ہوں ناں وہ میں نے پہننا ہے سرخ تو آپ نے دیکھ لیا ہے اب سفید میں آپ برداشت نہیں کر سکو گے۔ بس کرو بیٹی بس کرو اب میرا دل مت دکھاؤ یہ عمر آپ کی نہیں ہماری ہے جانے کی۔ تم نے آج کے بعد ایسی بات نہیں کرنی۔ ابو میں سچ کہتی ہوں میں نے تین دن بعد چلی جانا ہے جتنا پیار کرنا ہے کر لو جتنا ڈانٹنا ہے ڈانٹ لو۔ ابو میں آپ کے پاس مہمان ہوں اور جانے کے بعد میں تین بار آپ کو ملنے بھی آؤں گی۔ ہم دونوں بہت مایوس ہو گئے کھانا پینا حرام ہو گیا۔ میری بچی جو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے رہتی اب وہ نظروں سے دور جانے کا کہہ رہی ہے۔ میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔ دوسرے دن پھر وہی باتیں وہی جانے کا ارادہ میں بہت سمجھاتا مگر وہ تو جیسے خدا کو ٹائم دے کر آئی تھی میں نے اسے بہلایا کہ اس کا خیال دوسری طرف ہو جائے مگر کیا کرتا میرا تو خون کھول رہا تھا۔ تیسرے دن سارا دن میں گھر سے باہر نہیں گیا۔ شام کا وقت ہو گیا۔ میں اسی کی طرف دیکھتا رہا اس نے اپنا سفید سوٹ ایک شاپر میں ڈالا عطر پھول جو لائی تھی وہ یعنی سب کچھ ایک شاپر میں ڈال کر رکھ دیا چنے صاف کئے اور بولی ابو جی مجھے مل لو، امی جی آپ بھی ملیں جانے لگی ہوں یہ شاپر میں میرا سوٹ ہے میرا سامان ہے اور چنے بھی صاف ہیں۔ ہم دونوں رو رہے تھے اور وہ مسکرا رہی تھی۔ ہم دونوں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا ماں بار بار بے ہوش ہو رہی تھی اور میرے ویسے ہی ہوش حواس اڑ چکے تھے۔ اس کی ٹانگیں بالکل ٹھنڈی ہو چکی تھیں اور وہ مسکرا رہی تھی۔ دیکھو بیٹی یہ تم کیا مذاق کر رہی ہو، کیوں ہم لوگوں کو ایسی باتیں کر کے رلا رہی ہو؟ تم کو کچھ نہیں ہو گا، ہم تمہیں کچھ نہیں ہونے دیں گے۔ ایسا سب مذاق آئندہ مت کرنا۔ اپنی ماں کی باتیں سن کر وہ کھلکھلا کر ہنس دی اور بولی۔ یہ مذاق نہیں ہے حقیقت ہے، میں مرنے والی ہوں۔ بس کچھ دنوں کی مہمان ہوں۔ وہ پوری طرح سنجیدہ تھی اس کی باتیں سن کر ہم کانپ گئے تو اس کی ماں بولی۔ بیٹی ہمیں چھوڑ کر مت جانا ہم تو جیتے جی مر جائیں گے۔ ہم تمہارا تایا جی کو کیا منہ دکھائیں جس کی تمہیں بہو بنانا ہے۔ یعنی کہ تم تایا کے بیٹے کی منگیتر ہو۔ ہم نے جب بھی تمہاری شادی کی بات کی ہے تمہاری حالت بگڑ گئی ہے۔ اب ہم تو خاموش ہیں مگر بیٹی تو کسی کی امانت ہے ہمیں اس طرح رسوا نہ کرنا ہمیں لاجواب نہ کرنا ابھی تمہاری عمر وہاں جانے کی نہیں ہے۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور پوچھنے لگی۔ ماں تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میری منگنی ہوئی ہے۔ او کے ٹھیک ہے میں نہیں جاتی مگر اب میں پڑھنا چاہتی ہوں۔ اپنی بیٹی کے یہ الفاظ سن کر ہم دونوں بہت خوش ہوئے۔ خدا نے میری بیٹی کی زندگی بخش دی اور تو اور ہم یہ دیکھ کر حیران تھے کہ اچانک موت کی کشمکش میں تھی اور اپنی مرضی سے زندہ ہو گئی۔

ہم نے اپنی بیٹی کی یہ خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ بہت خوش رہنے لگی۔ ہم نے ساتھ والے شہر میں اس کو داخل کروایا وہ روزانہ میرے ساتھ سکول جاتی اور گاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ واپس گھر آتی تھی۔ پھر اس کا منگیتر بھی اسے ملنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ بہت خوش رہتی وہ کوئی غیر نہیں تھا میرے بڑے بھیا کا بیٹا تھا اور سرکاری ملازم تھا۔ ایک دن چھٹی آیا تو اور ایک بہت بڑا شاپر لے کر ہمارے گھر آیا پہلے اس نے ماریہ کا لہجہ دیکھا پھر ہمیں

ملا اور ماریہ کے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میری بیٹی ماریہ آئی۔ دیکھو ابو شان میرے لئے کیا کیا لے کر آیا ہے۔ سرخ سوٹ سرخ چوڑیاں مہندی کنگن میک اپ جوتے یعنی ہر ایک چیز اور وہ بھی میری پسند کی لے کر آیا ہے۔ ابو میں کیسی لگوں گی یہ سب پہن کر۔ بیٹی بہت ہی اچھی لگو گی۔ میں تو تمہیں خوش رکھنا اور خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس دن وہ بہت خوش تھی پھر کبھی اس کو پہلے والی حرکت نہیں ہوئی اور شان جب بھی چھٹی آتا تو ماریہ کے لئے بہت سی چیزیں لے کر آتا اور اسے خوش رکھتا۔ ہم بھی ان دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

ایک دن ماریہ بولی۔ ابو جی کہیں آپ مجھ پہ اور شان پہ شک تو نہیں کرتے۔ نہیں نہیں بیٹی کیوں سوچا ایسا میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔ ابو کیا شان ہمیشہ مجھے اسی طرح رکھے گا ہاں بیٹی تم اس کی ہی نہیں اس کے ماں باپ کی بھی آنکھوں کا تارا ہو اس کا باپ شان سے زیادہ تمہیں پیار کرتا ہے اور بیٹی تم ہمیشہ اس کی عزت کرنا جیسے میری کرتی ہو۔ وہ تمہارے تایا ابو ہیں۔ ٹھیک ہے ابو پر میں ابھی شادی نہیں کروں گی میں پڑھوں گی۔ ہاں ہاں بیٹی تم جتنا چاہے پڑھو ہم تب آپ کی شادی کریں گے جب تم کہو گی او کے ابو اور وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئی کہنے لگی ابو ہم چلیں تایا کے گھر۔ ہاں کیوں نہیں بیٹا تیار ہو جاؤ تو وہ تیار ہو کر آئی ہم دونوں باپ بیٹی سٹاپ تک اپنی مستی میں باتیں کر کے جا رہے تھے اور میں اپنی بیٹی کو ایسے پیار سے بہلاتا تھا جیسے چھ سات سال کی ہو مگر وہ بھی تو ایک معصوم کی طرح رہتی تھی۔ ہم دونوں سٹاپ پہ پہنچے تھوڑی دیر بعد بس آ گئی ہم بیٹھ گئے۔ جب اپنے گاؤں آیا تو بھائی گھر میں نہیں تھے۔ بھابی تو پاگلوں کی طرح کبھی ادھر کبھی ادھر بھاگتی پوچھا کہ بھابی آپ ٹھیک تو ہو وہ بولی۔ دیکھو دیور جی آج میری ماریہ بیٹی میرے گھر یعنی اپنا گھر دیکھنے آئی ہے۔ اب تو خدا کرے اس کے تایا جی جلدی آ جائیں۔ مگر بھابی وہ کہاں گئے ہیں؟ تمہیں نہیں پتا؟ نہیں تو۔ وہ آج شان آ رہا ہے اسے آگے سے لینے گئے ہیں۔ اچھا تو یہ بات ہے اس لئے اپنے بیٹے اور بہو کی خوشی میں آپ پاگل ہو رہی ہو۔ نہیں نہیں دراصل مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ میرے گھر ماریہ آئی ہے اور تو امی آپ بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔ پھر آپ کو یقین آ جائے گا۔ ماریہ بولی۔ نہیں بیٹی نہیں ابھی تمہارا شان بھی آنے والا ہے تم بیٹھ کر باتیں کرنا میں کھانا تیار کروں گی۔ اتنے میں بیل بجی اور بہت سامان لے کر ایک ٹرک والا آیا پوچھا کہ جمال کہاں ہے تو بولا۔ وہ لوگ پیچھے آ رہے ہیں۔ میں جلدی جلدی سامان اندر لا رہا تھا۔ میری بھابی اٹھا اٹھا کر رکھ رہی تھی بھابی یہ شان سارا سامان کیوں لے کر آیا ہے؟ پتا نہیں ہو سکتا ہے اس کی چھٹی زیادہ ہو یا پھر وہ کہیں اور تبادلہ کرا چکا ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ پھر کافی دیر ہم باتیں کرتے رہے۔ ماریہ کی تائی امی نے اسے سب کچھ دکھایا اس کے لئے جو کپڑے بنائے تھے زیور اور بہت سی قیمتی چیزیں دکھائیں۔ آخر شام ہونے لگی ہم تیار ہوئے مگر بھابی نے روک لیا کہ نہیں جب تک تمہارا بھائی شان کو لے کر نہیں آئے گا۔

شام کی اذانیں ہونے لگیں ہم بہت بے چین تھے اتنے میں باہر شور ہونے لگا۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو آگے ایمبولینس کھڑی تھی اور دو آدمیوں نے میرے بھیا کو پکڑا ہوا تھا بھیا لڑکھڑا رہے تھے اور پھر گاؤں کے لوگ بھی جمع ہونا شروع ہو گئے۔ میں بھاگتا ہوا بھائی کے پاس گیا اور سہارا دیا پوچھا تو کئی لوگ بولے اپنے بیٹے کا صدمہ برداشت نہیں کر سکا اتنے میں شان کی باڈی نکالی گئی۔ بھابی تو وہیں بے ہوش ہو گئی اور ماریہ کا کیا حال تھا یہ تو میں جانتا ہوں۔ ہر طرف شور ہونے کی آوازیں اور چیخوں کی آوازوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ دراصل جوان تھا ماں باپ کا اکلوتا تھا خوب صورت تھا اور تو اور کبھی کسی کے ساتھ سخت مزاج استعمال نہیں کیا تھا وہ اکثر کہتا کہ ابو میں ماریہ کو ساری زندگی نہیں رونے دوں گا ساری زندگی اسے خوشیاں ہی دوں گا۔ میں اسے کبھی مایوس نہیں کروں گا۔ اتنی چاہت اتنا پیار کرنے والا آج آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں کہ

ماریہ پر کیا گزر رہی ہے۔ ماریہ رو رہی بار بار بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں اسے پہلے والی حرکت نہ ہو جائے۔ بار بار یہی کہتی کہ نہیں کروں گی شادی نہیں کروں گی شادی۔ میرا شان مجھے چھوڑ گیا ہمیشہ کے لئے جب ہم نے اس کے منہ سے کپڑا اتارا تو وہ بری طرح سے زخمی تھا پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف شان کی باڈی دوسری طرف اس کے ماں باپ بے ہوش اپنے بیٹے سے بے خبر پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف ماریہ کی جان دار لاش میں اکیلا تھا کیا کرتا رونے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ اتنے میں میری بہنیں اور بوڑھی ماں بھی آ گئی۔ اس وقت کیا ماحول تھا کیا حالت تھی سب کی کیا شور تھا یہ تو میں آج تک بھول نہ پایا۔ مجھے اپنی بیٹی ماریہ کی زیادہ فکر تھی پھر پیغام بھیج کر ماریہ کی امی کو بھی بلوا لیا۔ سب رشتے دار آنا شروع ہو گئے۔ ہم رونے کے سوا کچھ نہیں کر سکے پھر تیاریاں ہونے لگیں رات کیسے گزری ہمیں کوئی پتا نہیں صبح کے دس بجے لوگوں نے ٹینٹ وغیرہ لگا دیئے شور میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی تھی پھر تیاری ہونے لگی ایک طرف تو دلہا بننے کے خواب تھے دوسری طرف کفن میں چھپنے والی صورت کیسے برداشت ہوئی ہم لوگ ماریہ کو کیا دے کر چپ کروائیں۔ ایک دن تھا کہ ماریہ اپنے آخری وقت سے زندگی لے کر آ گئی تھی صرف شان کے لئے اور ایک یہ دن ہے شان ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آ سکتا ماریہ کے لئے۔ ہائے ماریہ تیری قسمت تیرا نصیب ماریہ خدا کو یہی منظور تھا۔

ہم نے ماریہ کو بہت سمجھایا لیکن اس کے ذہن میں کسی کی کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ دیکھو ماریہ سنبھالو اپنے آپکو اور پھر گھر جانا ہے تم کیا کر رہی ہو۔ ابو جی میں نے نہیں رہنا مجھے جانے دو اور میں جاؤں گی آپ لوگ مجھے اکیلی چھوڑ دو۔ نہیں بیٹی ہم تمہیں ایسے حال میں نہیں دیکھ سکتے نہ ہی چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم نے تیرے بچپن سے لے کر آج تک کبھی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیئے آج تمہیں ایسے کیسے چھوڑ دیں۔ ماریہ کی امی بولی۔ دیکھو ماریہ کے ابو اگر ہم یہاں رہے تو شان کی یاد اسے سنبھلنے نہیں دے گی ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ ہاں واقعی ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے چلو تم تیاری کرو میں موٹر سائیکل نکالتا ہوں ٹھیک ہے ناں۔ ہاں ٹھیک ہے ماریہ کے ابو۔ ماریہ دیکھو اب چلیں۔ نہیں ابو اب میں یہاں سے نہیں جاؤں گی ابھی۔ نہیں بیٹی ہم یہاں نہیں رہیں گے آج تک ہم نے آپ کی ہر بات مانی ہے آج تمہیں میری بات ماننی پڑے گی چلو شاباش۔ ماریہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اس کی ماں اس کے پاس کھڑی تھی تیار ہو کے۔ اتنے میں ماریہ کی تائی امی آ گئی۔ ماریہ بیٹی کیا بات ہے تم صبر کیوں نہیں کرتی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ تم تو اتنی بہادر ہو چلو شاباش اب چپ ہو جاؤ۔ امی یہ لوگ مجھے یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں پر میں جانا نہیں چاہتی۔ اگر تم نہیں جانا چاہتی تو مت جاؤ میں کہتی ہوں تمہارے ابو امی سے پھر بھابی میرے پاس آئی اور بولی۔ دیور جی تم لوگ ابھی نہیں جاؤ گے جب تک دسویں کا ختم نہیں ہوتا تم ادھر ہی رہو گے۔ پر بھابی ماریہ کی وجہ سے جانا چاہتے ہیں وہ دن بدن زیادہ سے زیادہ اثر لے رہی ہے۔ دیکھو بھائی صاحب اگر تم لوگ چلے گئے تو وہ اپنے گھر میں زیادہ ٹینشن لے گی۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے ہمیں رکنا پڑا۔ دسویں والے دن ہمارے سارے رشتہ دار آ گئے رونے کی چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک طرف ماریہ تھی کہ بار بار بے ہوشی طاری تھی۔ ختم شریف کے بعد لوگ ٹولیوں میں بیٹھے تھے کچھ عورتیں ماریہ کی باتیں کرنے لگیں۔

میری بھابی کے میکے سے آئی عورتوں نے اس کے کان میں پھونک دیا کہ یہ لڑکی تمہارے گھر آئی ہے تو تیرا بیٹا چل بسا یہ منحوس ہے تم نے اسے کیوں رکھا ہوا ہے اسے نکالو ان کا اتنا کہنا تھا کہ بھابی بولی۔ ہاں یہ سچ ہے جس دن یہ آئی ہے اسی دن میرے بیٹے کی لاش آ گئی واقعی ایسا ہوا ہے اور یہ لڑکی واقعی منحوس ہے مجھے اپنے گھر میں نہیں رکھنا چاہئے اسے۔ جب یہ باتیں سنیں تو میرے پاؤں کے تلے سے زمین سرکنے لگی یہ

میری بیٹی کے منہ پہ کیسی سیاہی مل گئی ہے میرے اپنے ہی ایسا کر رہے ہیں اگر ماریہ نے سن لیا تو وہ جیتے جی مر جائے گی۔ میں یہ بات اپنی بیوی کو بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ کیے گی۔ یہ تو تیرے ہیں مجھے کیا کہتے ہو۔ سچ ہے جب مطلب نکل جائے تو کوئی کسی کو نہیں جانتا میری بھابی کو اپنے بیٹے کے لئے رشتے سے مطلب تھا اب وہی بھابی اپنی ماریہ کے لئے باتیں کر رہی ہے۔ کل تک تو منت مانگتی تھی کہ ماریہ مل جائے ماریہ مل جائے اور آج ماریہ کو منحوس قرار دے رہی ہے۔ سچ ہے دنیا میں انسانیت ختم ہوگئی ہے مطلب کے علاوہ کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ میں ماریہ کو سب باتوں سے بے خبر رکھنا چاہتا تھا لیکن کوئی ادھر منہ جوڑ کے بات کر رہا ہے کوئی ادھر۔ یہ باتیں کسی نے سن لیں اور جا کر ماریہ کے کان میں ڈال دیں پھر اندر سے ماریہ کے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم لوگ دوڑ کر گئے اسے چپ کروانے کی بہت کوشش کی اتنا وہ پہلے نہیں روئی جتنا آج اس بات کا اسے دکھ تھا۔ خیر میں نے اپنی بیوی سے کہا اب ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہئے چلو چلیں تم ماریہ کے کپڑے وغیرہ پکڑو میں گاڑی نکالوں۔ میں نے موٹر سائیکل باہر کھڑی کی اور اپنی بیٹی کو لے کر باہر آ گیا اور بڑی مشکل سے اسے لے کر گھر پہنچا۔ رستے میں کئی بار روک کر اسے ہوش میں لائے تھے لیکن وہ اپنے حواس ہی کھو بیٹھی تھی۔

ہمیں اب اتنا شان کا یا ماریہ کا دکھ نہیں تھا جتنا اپنوں کی باتوں کا تھا۔ وہ بات نہیں تھی ایک زہریلا ڈنگ تھا جو اپنوں نے مطلب نکلنے پر ہمیں مارا۔ جس کا زہر ہمارے اندر ایسے پھیل رہا تھا جیسے جسم میں خون گردش کرتا ہے۔ پھر گھر آ کر میں نے اپنی بچی کو اپنی گود میں بٹھایا اور جی بھر کے رویا۔ میں تو باپ تھا اور یہ حال تھا، اس کی ماں کی حالت تو دیکھنے والی تھی۔ میں نے ڈاکٹر بلایا دونوں کو انجکشن لگے ماریہ کی ماں نے تو اپنے آپ کو سنبھال لیا پر ماریہ کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ اب ہم کیا کریں؟ اس کی ماں بولی۔ ہاں ماریہ کی امی بیٹی تو ہر روز نیچے ہی جا رہی ہے۔ ہم پریشان تھے۔

ماریہ جب بھی ہوش میں رہتی تو نہ کسی سے بات کرتی نہ مسکراتی مسکرانا تو وہ بھول ہی گئی تھی۔ ہر وقت اکیلی چپ اور سوچتی رہتی۔ ایک دن پوچھا۔ کیا بات ہے؟ بیٹی تم چپ نہ رہا کرو۔ وہ رونے لگی اس کے ہر اک آنسو میں دکھ بھرا ہوا تھا۔ ابو آپ مجھے چھوڑ دو میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ پر جو شان کا زخم ہے وہ کیسے بھروں۔ بیٹی یہ سب تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ شان تمہاری قسمت میں نہیں تھا وہ تمہارا نصیب نہیں تھا اور تمہارا ملنا خدا کو منظور نہیں تھا۔ تم اکیلی تھی اکیلی ہو شاید تمہاری قسمت خدا نے کہاں لکھی ہے یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ ابو میں اپنی قسمت کو بدلنا چاہتی ہوں وہ جو مجھے کتنی تسلیاں دیتا پیار کرتا خوش رکھتا تھا آج وہ اور بھی دکھ دے کر چلا گیا ہے۔

آیا تھا زندگی میں وہ آ کر چلا گیا
وہ شخص میرا آشیاں گرا کر چلا گیا
کہتا تھا خوشیاں بیچ کر خریدوں گا تیرے غم
غم عمر بھر کا میری زندگی کو لگا کر چلا گیا
کبھی جو لکھتا تھا ہواؤں میں میرا نام
اب اپنے دل سے میرا نام مٹا کر چلا گیا
دنیا کی رونقوں میں کبھی جو ہمسفر رہا
صحراؤں کے رستے پر مجھے لگا کر چلا گیا

لاتا تھا چمن سے چن کے میرے لئے جو پھول
اب کانٹے میرے رستے میں بچھا کر چلا گیا
اس کے گھر میں دیں گے چراغوں کو جگر کا خون
میری زندگی کا چراغ جو بجھا کر چلا گیا
سوچا تھا سنائیں اسے داستان دل
وہ مجھے میرا ہی افسانہ سنا کر چلا گیا

ماریہ کی ماں بولی۔ دیکھو بیٹی ہم ہیں ناں تمہارا دکھ بانٹنے والے، تمہیں خوش رکھنے والے۔ تم اپنے آپ کو روگ مت لگا۔ اب تو ماریہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی جیسے وہ اپنا ماضی بھول گئی ہو۔

شاخ سے ٹوٹ کے گرنے والے پتے یہ سمجھاتے ہیں
بچھڑ جائیں جو اک بار وہ کب لوٹ کے آتے ہیں

دیکھو ابو آپ لوگ مجھے جتنا بھی پیار کرو جتنا بھی بہلاؤ مگر شان میرے دل سے نہیں نکل سکتا وہ میری سوچوں میں میری چپ میں میری تنہائی میں اور ہر وقت میرے ساتھ ہے مگر وہ آ کر دیکھ نہیں سکتا کاش ایک بار ایک بار آ کر تو دیکھے میرا حال کہ میں کیا تھی اور کیا ہوگئی ہوں۔

خوشی روٹھ گئی ہے غم سے منسلک ہو چکی ہوں
میری ساری زندگی اک داستان غم بن چکی ہے
اک بار تو لوٹ کے آ دیکھ کیفیت اپنی ماری کی
ہنسی میں گزارا تھا وہ بچپن اب جوانی غم میں بدل چکی ہے

کاش وہ ایک بار اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھے، کاش وہ آ کر ہمارے دروازے پہ کہے کہ ماریہ میں آ گیا ہوں ماریہ دیکھو میں کیا لایا ہوں۔ بے شک وہ میرے لئے کچھ نہ لائے مگر ایک بار آ جائے۔

دیکھو ماریہ بیٹی تم تو پاگل ہو مگر ہم تو ہوش میں ہیں ہم تمہیں کبھی مایوس نہیں ہونے دیں گے۔ میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں اپنی لاڈلی کے لئے۔ ماں بھی سمجھاتی رہتی میں بھی بہلاتا رہتا مگر اسے کوئی بھی سمجھ نہیں تھی۔ ایک رات سوئی ہوئی تھی کہ شان خواب میں آیا باتیں کی اور چلا گیا تو وہ چیخ کر اٹھی۔ ابو جی شان آیا تھا اور ابھی ابھی دیکھو امی جلدی سے دیکھو ابھی دروازے میں ہوگا۔ امی وہ کہہ رہا تھا کہ میں اب نہیں آؤں گا ابو پلیز امی پلیز اسے منا لو روکو اسے وہ جا رہا ہے اسے جانے مت دینا اس کے روٹھنے کا مطلب کیا ہے۔ بس وہ رو رو کر بول رہی تھی اور ہم دونوں رو رہے تھے پھر وہ بے ہوش ہوگئی۔ ایک پورا دن اور پوری رات وہ بے ہوش رہی ڈاکٹر کچھ نہ کر پائے ہم روتے رہے۔ تیسرے دن ہوش آیا تو بہت تیز بخار ہوگیا اور کانپنے لگی ہم بلاتے تو پاگلوں کی طرح باتیں کرتی۔ ہم سمجھتے کہ مذاق کر رہی ہے۔ دوائیاں لیتے رہے، علاج کرواتے رہے آخر ایک دن تو کمال ہوگیا وہ سارے گھر میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگی بڑی مشکل سے پکڑ کر قابو کیا اور بٹھایا دوسرے دن ڈاکٹر بولا اسے ہسپتال لے جاؤ اس نے بہت گہرا اثر لیا ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے اگر یہ ایسے ہی رہی تو مسئلہ زیادہ خراب ہو جائے گا۔ پھر ہم نے تیاری کی اور میں نے کچھ پیسے لئے اور اپنے سسرال میں فون کیا کہ یہ مسئلہ ہے تو ماریہ کا ماموں اور مامی آ گئے۔ ہم نے گاڑی کرائے پہ لی اور ہسپتال پہنچ گئے۔

(ماریہ کی زندگی کے بقیہ حالات جاننے کے لئے اگلی قسط پڑھئے!)

◆

پاکیزہ کو داغ

......رانا وارث اشرف عطاری-وزیر آباد

سلیمان نے رمشا کو چھوڑ دیا ہے رمشا نے ایک ایسے انسان کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا جس کو اس کی روح سے پیار نہیں تھا اس کے جسم سے پیار تھا، اس کے حسن سے پیار تھا. رمشا نے اپنی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا. رمشا کی زندگی بربا. کر کے کیا ملا سلیمان کو آج سلیمان تو اپنی زندگی سے خوش ہے مگر رمشا پل پل مر رہی ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

آج کا انسان کتنا خودغرض ہو گیا ہے، ایک انسان دوسرے انسان سے کیسے دھوکہ اور فریب کر رہا ہے، بھائی کا دشمن بن چکا ہے۔ انسان لالچ میں آ کر یہ بھی بھول جاتا ہے کہ میں نے بھی اپنے کئے ہوئے سب کاموں کا حساب دینا ہے۔ آج ہم دنیا کی محبت میں سب کچھ بھول چکے ہیں۔ دنیا کو ہم نے سدا ایسے ہی رہنے والی سمجھ رکھا ہے مگر یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ دنیا اور اس دنیا کی ہر چیز ایک دن ختم ہو جائے گی اور جس دنیا کو تم اپنا سمجھتے ہو یہ تمہیں بھی ختم کر دے گی۔ آج جس دنیا کی محبت میں تم خدا کو بھول گئے ہو یہ دنیا تمہارا نام تک بھول جائے گی۔ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی ہم انجان بن رہے ہیں۔ آج بھی وقت ہے اپنے آپ کو سنبھال لو ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔ جس نے بھی دنیا سے محبت کی ہے وہ آج تک روتا ہی دیکھا گیا ہے۔ یہ دنیا اور اس دنیا کی محبت انسان کو کچھ نہیں دیتی، وقت کے ساتھ ساتھ سب چھوڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ انسان کی روح اور سایہ بھی انسان کو چھوڑ جاتا ہے تو پھر بھی ہم نہیں سمجھ رہے۔ روح اور سایہ انسان کے ایسے ہمسفر ہیں جو انسان کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑتے لیکن اک وقت ایسا بھی آتا ہے یہ بن بتائے مہمان کی طرح چھوڑ جاتے ہیں۔ آج محبتوں میں لوگ بہت قسمیں وعدے کرتے ہیں مگر ان قسموں اور وعدوں پر بہت کم لوگ قائم رہتے ہیں۔ میں جب آج کے انسان کو مجبور اور بے بس دیکھتا ہوں تو خدا کی قسم آنکھوں سے رونا خود بخود جاری ہو جاتا ہے۔ کیوں ہم خود کو اتنا مجبور اور بے بس سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ہم ایک ایسی مخلوق ہیں جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔ ایک اعلیٰ مخلوق ہونے کے باوجود بھی ہم کتنے بے بس اور مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ بس ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے۔ خدا کو مانتے ہیں لیکن خدا کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ جب ہم دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں تو خدا بھی ہماری دنیا کی محبت کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی تو میری طرف پلٹو گے ہی ناں۔ ابھی بھی وقت ہے دنیا کی محبت سے لوٹ آؤ، دنیا بھی مل جائے گی اور آخرت بھی مل سنور جائے گی۔ کوئی بھی قاری میری کہانی پڑھ کر مجھے بتا دے کہ میں نے دنیا سے محبت کی تھی اور مجھے بہت سکون ملا مجھ کو خوشی ملی اور میں آرام سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ کوئی بھی نہیں ہوگا ایسا انسان۔ میرا کہانی لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ دنیا کی محبت کو چھوڑ دو یہ تمہیں کچھ بھی نہیں دے گی۔

آج میں ایک ایسی محبت کی دیوی کی کہانی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جس نے اپنی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ہوا کچھ یوں کہ جب میری پہلی کہانی ”جواب عرض“ میں شائع ہوئی تو میرا فون نمبر بھی شائع ہوا تھا مجھ کو جہلم سے اک لڑکی نے کال کی اور اپنی ایک دوست کی کہانی لکھنے کے لئے کہا جس نے مجھ کو کہانی لکھوائی اس کا نام رضوانہ ہے اور جس کی کہانی ہے اس کا نام رمشا ہے۔ رمشا کی فیملی تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ابو لندن میں اور امی جان گھر میں۔ دو بڑے بھائی شادی شدہ ہیں، ایک چھوٹا بھائی فرسٹ

ایئر کا سٹوڈنٹ اور ابھی غیر شادی شدہ ہے۔ بڑی سسٹر بھی شادی شدہ ہے اور رمشا کی تعلیم میٹرک ہے۔ پرائمری تک رمشا نے جہلم میں تعلیم حاصل کی، پرائمری کے بعد رمشا اپنے ننھیال چلی گئی۔ رمشا نے میٹرک اپنے ننھیال آ کر 2008ء میں کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد رمشا کی نانی نے رمشا کو آگے سکول پڑھنے سے منع کر دیا۔ رمشا بہت ہی اچھی لڑکی تھی اس کا اخلاق بھی بہت اچھا تھا۔ وہ بہت ہنس مکھ تھی۔ منڈی بہاؤالدین میں رمشا کی ایک دوست بنی جس کا نام مہک تھا۔ رمشا اور مہک ایک ساتھ ہی سکول پڑتی تھیں اور ایک دوسرے کے گھر بھی آ جایا کرتی تھیں۔ مہک کا ایک کزن تھا جو ان دنوں گجرات سے منڈی بہاؤالدین اپنے رشتے داروں یعنی مہک کے گھر آیا ہوا تھا جس کا نام سلیمان تھا۔ رمشا کے ابو اور سلیمان کے ابو آپس میں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ رمشا اور مہک کی قومیت الگ الگ تھی۔ رمشا کی نانی نے ایک دفعہ رمشا کو سمجھایا کہ بیٹا آپ مہک کے گھر نہ جایا کرو ان کی برادری اور ہماری برادری میں فرق ہے۔ رمشا نے اپنی نانی کی بات مان لی اور مہک کے گھر آنا جانا بند کر دیا۔ ایک دفعہ سلیمان اپنی کزن مہک کو سکول سے لینے جا رہا تھا تو رمشا نے آج پہلی دفعہ سلیمان کو دیکھا تھا۔ سلیمان رمشا کو پہلی ہی نظر میں بہت اچھا لگا تھا۔ دیکھنے میں بہت خوبصورت اور سمارٹ تھا۔ رمشا کی جب نظر سلیمان کی نظر سے ٹکرائی دونوں ہی مسکرا دیئے دونوں کی مسکراہٹ سے پیار کے شعلے بھڑک اٹھے۔ رمشا کے لئے سلیمان اجنبی تھا پھر بھی رمشا سلیمان کو اپنا سمجھ بیٹھی تھی۔ رمشا کے لئے سلیمان کے بغیر دن رات گزارنا بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ نہ دن کو سکون ملتا نہ رات کو چین نصیب ہوتا۔ دن رات بہت بے چینی سے گزر رہے تھے۔ رمشا سلیمان کو بہت چاہنے لگی تھی۔ ایک دن کچھ یوں ہوا کہ سلیمان نے ایک چھوٹے سے لڑکے کے ساتھ رمشا کو اپنا فون نمبر دیا۔ رمشا کو سلیمان کا نمبر مل جانے پر بہت خوشی ہوئی۔ رمشا سلیمان کو کال کی تو سلیمان نے ہیلو ہیلو کہا۔ رمشا بالکل خاموش رہی سلیمان کو محسوس ہو گیا کہ یہ رمشا ہی ہے اور پھر سلیمان نے کال بند کر دی۔ پھر سلیمان نے رمشا کو میسج کیا کہ کیا آپ مجھ سے بات کریں گے۔ رمشا نے کوئی جواب نہ دیا پھر سلیمان نے دوبارہ میسج کیا۔ پلیز مجھ سے بات کریں اگر کال کی ہے تو پلیز بات بھی کریں۔ پھر رمشا نے سلیمان کو میسج کے جواب میں کہا۔ OK۔ پر سلیمان نے رمشا کو کال کی اور دونوں کی بات ہوئی۔ ایک دوسرے کو اپنے بارے میں بتایا۔ فیملی کا تعارف کروایا پھر روز ہی بات ہونا شروع ہو گئی۔ سلیمان نے اپنے شہر گجرات جانا تھا تو سلیمان نے رمشا کو بولا۔ میں تمہارا لاری اڈے پر انتظار کروں گا۔ رمشا نے انکار کر دیا کہ سلیمان سوری میں نہیں آ سکتی۔ سلیمان پھر واپس اپنے شہر گجرات آ گیا۔

وقت اپنی رفتار سے محو پرواز رہا سلیمان اور رمشا کی فون پر روزانہ ہی بات ہوتی رہی کوئی دن بھی ایسا نہ تھا جب وہ ایک دوسرے سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ جب وہ ایک دوسرے سے دور ہوئے تو اس دن سے ان کے شب و روز جدائی میں گزرنے لگے تھے۔ دونوں کے پاس ایک دوسرے کی تصویر بھی نہ تھی جو ایک دوسرے کو دور ہوتے ہوئے بھی اپنے قریب دیکھ لیتے۔ رمشا اپنی سانسوں میں سلیمان کے بغیر کھچاؤ محسوس کر رہی تھی۔ رمشا کی ہر نکلنے والی سانس سلیمان کا ہی نام لے رہی تھی۔ اب دونوں کے دلوں میں ایک ہی حسرت تھی کہ جو ایک دوسرے کو دیکھ کر پوری ہونی تھی۔ وہ حسرت ایک دوسرے کے دیدار کی حسرت تھی۔ سلیمان نے رمشا سے کہا تم مجھ کو اپنی تصویر بھیجو۔ رمشا نے سلیمان سے بھی کہا تم بھی مجھ کو اپنی تصویر بھیجو۔ رمشا نے سلیمان کو تصویر دینے سے انکار کر دیا جس پر سلیمان نے کہا کہ او کے جیسے تمہاری مرضی۔ پھر ایک دفعہ سلیمان رمشا کے گاؤں آیا اور کہا کہ رمشا میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ رمشا نے سلیمان کی بات مان لی ملاقات کے لئے رمشا نے سلیمان سے پوچھا کہ کہاں ملنا ہے سلیمان نے کہا تم ایسے کرنا کہ میرے فرینڈ کے گھر آ جانا۔ رمشا نے کہا۔ کیا تمہارا فرینڈ مان جائے گا ہماری ملاقات سے تو سلیمان نے کہا کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں اپنے فرینڈ کو جانتا ہوں وہ مان جائے گا۔ سلیمان نے اپنے فرینڈ سے بات کی تو اس کے فرینڈ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے گاؤں کی لڑکی ہے اس کی بدنامی ہو گی تو سلیمان نے کہا۔ ٹھیک ہے پھر سلیمان نے رمشا کو ایک ہوٹل میں ملنے کے لئے آمادہ کیا۔ رمشا نے سلیمان کی بات مان لی اور کہا ٹھیک ہے۔ رمشا کے کہنے پہ سلیمان نے شہر میں ایک ہوٹل کا کمرہ بک کروایا ڈیٹ کنفرم ہو گئی ملنے کا پروگرام طے پایا اور اُس ڈیٹ کو ہی سلیمان کو کسی مجبوری کی وجہ سے کام پڑ گیا اور سلیمان نے رمشا سے کہا میں اکیس تاریخ کو بزی ہوں تم اسی ماہ ہی بیس کو آ جاؤ یعنی پہلی ملاقات کے دن سے ایک دن پہلے آ جانا۔ رمشا بیس تاریخ کو ملاقات کے کرنے کے لئے سلیمان کے پاس چلی گئی۔ سلیمان نے خود رمشا کو لاری اڈے لینے جانا تھا راستے میں سلیمان کو تھوڑی دیر ہو گئی، رمشا کو غصہ آ گیا۔ رمشا نے سلیمان کو کال کی کہ تم آ رہے ہو کہ نہیں اگر آ رہے ہو تو جلدی آؤ اگر دیر سے آنا ہے تو میں پھر واپس جا رہی ہوں۔ سلیمان جلدی سے رمشا کے پاس پہنچ گیا۔ رمشا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ سلیمان نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ رمشا نے کہا۔ تم دیر سے جو آئے ہو۔ سلیمان نے دیر سے آنے پر سوری کی وہ اسے لے کر ایک ہوٹل میں پہنچا۔

دوپہر کا ایک بج چکا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھایا ان دنوں گرمی بہت زیادہ تھی دونوں نے کھانا کھانے کے بعد ایک دوسرے سے پیار کی باتیں کیں۔ آہستہ آہستہ رات ہو گئی رات کا کھانا کھانے کے لئے وہ باہر گئے۔ کھانا کھایا آئس کریم کھائی اور گھومنے کے بعد پھر وہ ہوٹل میں آ گئے۔ سلیمان نے رمشا سے کہا کہ میں تم سے سچے دل سے پیار کرتا ہوں اور پیار میں سب کچھ جائز ہے ہم جو کچھ بھی کریں گے سب جائز ہی ہو گا۔ رمشا سلیمان کی باتوں کا مطلب سمجھ چکی تھی جب سلیمان رمشا کو اڈے سے لینے کے لئے گیا تھا ہوٹل میں آنے کے بعد بھی سلیمان کو رمشا نے یہ کہا تھا۔ سلیمان یہ سب کرنا اچھا نہیں ہے اور اب پھر سلیمان رمشا کو پیار کرنے کے لئے منا رہا تھا لیکن رمشا نے سلیمان کو کہا کہ یہ سب شادی سے پہلے اچھا نہیں میری نظر میں سب گناہ ہے۔ سلیمان نے رمشا سے کہا تمہارا آج مجھ سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا میں نے اتنا خرچہ کیا صرف تمہارے لئے۔ تمہیں چھونے کو تمہیں محسوس کرنے کو تمہیں پیار کرنے کو اور یہ سب کرنے کے لئے ہی تو میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ رمشا ہر بات پر انکار کرتی رہی لیکن سلیمان نے رمشا کی ایک بھی بات نہ مانی۔ رمشا سلیمان کے ہاتھوں مجبور ہو گئی رمشا اپنے پیار کے آگے ہار گئی اپنی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ اس کی بربادی کی وہ رات تھی۔ صبح چھ بجے جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کا سب کچھ لٹ چکا تھا جس پر افسوس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رمشا کو اس بات پر بہت افسوس ہوا۔ رمشا اپنے گھر جانے کے لئے تیار ہوئی تو سلیمان نے اسے کہا۔ دیکھو رمشا آج سے تم میرے نکاح میں ہو میں نے جو بھی تمہارے ساتھ کیا مخلص ہو کر کیا ہے۔ میں پہلے بھی مخلص تھا اور اب بھی مخلص ہوں اور ہمیشہ ہی آپ مجھ کو مخلص پائیں گے۔ رمشا کیا کہتی وہ خاموش بت بنی اس کی باتیں سنتی رہی کتنی آسانی سے وہ یہ سب باتیں کہہ گیا تھا۔ رمشا بہت ٹوٹ چکی تھی۔ آج تو جیسے اس کے جسم سے کسی نے روح کھینچ لی ہو وہ بہت رو رہی تھی۔ وہ سب کچھ اپنا قربان کر چکی تھی۔ آنسوؤں کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ سلیمان صبح آٹھ بجے رمشا کو گاڑی پر بٹھانے کے لئے اڈے تک رمشا کے ساتھ آیا۔ رمشا کو گاڑی میں بٹھانے پر سلیمان واپس چلا گیا۔ رمشا بارہ بجے اپنے گھر پہنچ چکی تھی۔ آج رمشا کو ہر چیز عجیب سی لگ رہی تھی۔

یہاں کہانی سناتے سناتے رضوانہ نے رونا شروع کر دیا۔ سلیمان سے جب رمشا کی بات ہوئی تو سلمان بہت خوش تھا اور رمشا تو جیسے اک زندہ لاش بن گئی ہو۔ دن گزرتے گئے اس بات کو دو ماہ ہو گئے تھے سلیمان نے رمشا کو دوبارہ ملنے کو کہا۔ رمشا نے مسلسل انکار کہی کیا۔ آخر سلیمان نے اسے مجبور کیا کہ تم مجھے ایک بار مل لو صرف ایک بار رمشا نے کہا ٹھیک ہے۔ رمشا سلیمان کو ملنے گئی باتیں کیں باتوں باتوں میں ہی دوپہر کو کھانا کھایا ٹائم دیکھا تو تین بج گئے تھے۔ رمشا کو گھر سے اس کی بھابی کی کال آ گئی کہ تم کہاں ہو رمشا۔ رمشا نے بھابی سے کہا بھابی اپنی دوست کے ساتھ ہوں۔ بھابی نے کہا۔ ٹھیک ہے جلدی آؤ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ آخر رمشا ساڑھے تین بجے گھر پہنچ گئی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا رمشا کی سلیمان سے پھر دوبارہ بات نہ ہوئی۔ کافی دن گزر گئے جب بھی رمشا سلیمان کو کال کرتی تھی تو نمبر آف ہی ملتا۔ جب نمبر آن ملا تو رمشا نے پوچھا۔ سلیمان کیا بات ہے اب آپ بات کیوں نہیں کرتے۔ سلیمان نے جواب دیا کہ تم جیسی لڑکیاں میرے آگے پیچھے گھومتی ہیں تم جیسی لڑکی کا کیا فائدہ مجھے جو تم سے چاہئے تھا وہ مجھے مل گیا ہے اس لئے میرا اب تم سے کوئی رشتہ نہیں رہا۔ اب اپنا وقت اور نہ میرا
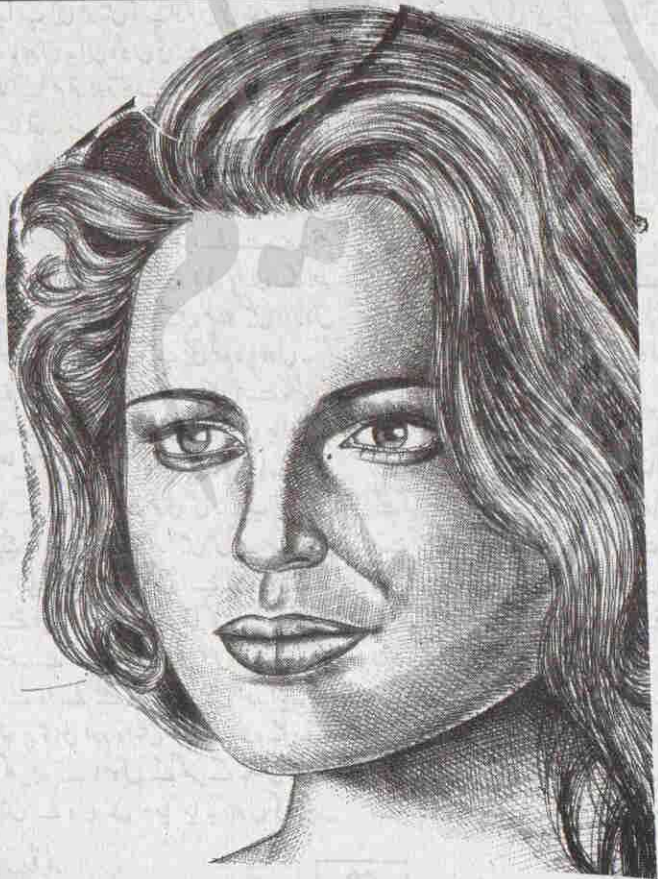
وقت ضائع کرو اور مجھے بھول جاؤ۔ سلیمان کی یہ باتیں رمشا کے دل پر خنجر کی طرح وار کر رہی تھیں۔ رمشا نے سلیمان سے بولا۔ میری بات سنو تم نے جو میرے ساتھ وعدے کئے تھے قسمیں کھائی تھیں کیا وہ سب بھول گئی ہیں تمہیں۔ سلیمان بولا۔ مجھے ان وعدوں اور قسموں پر کوئی یقین نہیں ہے میں کون سا تمہارے ساتھ ساری زندگی گزارنی تھی اس لئے تم اپنا راستہ لو اور میں اپنا۔ رمشا نے کہا تم نے میری زندگی تو برباد کر دی ہے، میں اتنی جلدی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ سلیمان نے رمشا کی پوری بات بھی نہ سنی اور کال بند کرنے کے بعد موبائل آف کر دیا۔ رمشا نے اس بات کی اتنی ٹینشن لی کہ مسلسل بیمار رہنے لگی۔ رمشا نے اپنی دوست رضوانہ سے بات کی کہ تم سلیمان سے بات کروا سے سمجھاؤ کہ وہ مجھے نہ چھوڑے میں نے اپنی عزت تک اسے دے دی ہے مجھ پر کچھ رحم کرے۔ رضوانہ نے رمشا کے کہنے پر سلیمان سے بات کی جب رضوانہ نے سلیمان سے بات کی تو سلیمان کا کہنا تھا کہ تمہاری دوست غلط ہے وہ میرے ساتھ کیا وہ تو میرے دوستوں کے ساتھ بھی راتیں گزار چکی ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بھی بات نہیں تھی۔ سلیمان رمشا سے پیچھا چھڑانے کی خاطر رمشا پر الزام لگا رہا تھا۔ وہ تو صرف سلیمان کی باتوں میں آ کر اپنی زندگی برباد کر چکی تھی۔ اس مکار کے جھوٹے وعدوں اور شادی کے لالچ میں آ کر رمشا اسے اپنا سمجھ بیٹھی تھی۔ پھر رمشا اور سلیمان کی بات چیت ختم ہو گئی۔

ایک دفعہ رضوانہ رمشا کو سمجھانے اس کے پاس گئی اور اسے کہا دیکھو رمشا اس طرح پریشان ہونے سے کیا فائدہ ہو گا آئندہ احتیاط کرنا میں تمہاری پریشانی سمجھتی ہوں لیکن ایک دوست ہونے کے ناطے میں اتنا ہی کہوں گی کہ جو تمہیں بھول گیا ہے تم بھی اس کو بھولنے کی کوشش کرو۔ اس نے تمہارے بارے میں بہت غلط سوچ رکھی ہے۔ جو بات رضوانہ کو سلیمان نے کیہ تھی وہ ساری باتیں رضوانہ نے رمشا کو بتا دیں۔ رضوانہ رمشا کو سمجھا کر واپس آ گئی پھر رمشا نے خودکشی کرنے کی کوشش کی وہ اپنے آپ کو ختم کر دینا چاہی تھی۔ رمشا نے ایک دفعہ پھر سلیمان سے بات کی۔ رمشا کو سلیمان نے کہا اگر تم مر بھی گئی تو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ رمشا نے کہا۔ سلیمان میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں تم ایک دفعہ اپنے والدین کو میرے گھر رشتہ مانگنے کے لئے بھیجو جو نکاح تم نے اس ٹائم کیا تھا جس کے لالچ میں آ کر تم نے پاکیزہ کو داغ

بری زندگی برباد کی بھی اسی نکاح کو حقیقی روپ دے دو۔ سلیمان نے کہا کہ مشکل ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ میری شادی کی بات ہو رہی ہے اس لئے تمہیں اپنانا بہت مشکل ہے۔ تم بھی پچھلی گزری باتوں کو بھول کر جہاں تمہارے گھر والے رشتہ کریں وہاں ہاں کر دو کبھی سوچنا بھی نہ کہ میں تمہاری زندگی میں آیا تھا۔ اگر کبھی پریشان یا اداس ہوں تو مجھ سے بات کر لینا رمشا نے کہا میں تم سے کیا کہہ سکتی ہوں تم جو میرے نہیں تو کیا فائدہ تم سے بات کرنے کا۔

رمشا نے اپنے تمام نمبر بند کر دیئے اور نہ سلیمان نے کوئی کال کی اور نہ ہی سلیمان کا کوئی لیٹر آیا۔ رمشا نے بھی پھر کوشش نہ کی اس کے بعد رمشا پر جو گزری وہ اس کی دوست رضوانہ جانتی ہے نہ وہ کسی سے بات کرتی اور نہ کسی کی بات سنتی ہے وہ اب کسی سے بھی نہیں ملتی زیادہ دیر چپ ہی رہتی ہے۔ سلیمان کی شادی کی باتیں اب ہونے لگی ہیں اس کے بعد سلیمان باہر چلا جائے گا سلیمان نے رمشا کو چھوڑ دیا ہے رمشا نے ایک ایسے انسان کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا جس کو اس کی روح سے پیار نہیں تھا اس کے جسم سے پیار تھا، اس کے حسن سے پیار تھا۔ رمشا نے اپنی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ رمشا کی زندگی برباد کر کے کیا ملا سلیمان کو آج سلیمان تو اپنی زندگی سے خوش ہے مگر رمشا پل پل مر رہی ہے۔ زندہ ہو کر بھی مرے ہوئے انسان کی طرح زندگی گزار رہی ہے۔ ہمارے معاشرے نے عورت ذات کو ایک کھلونا سمجھ رکھا ہے۔ جب دل نے چاہا کھیل لیا جب دل نے چاہا توڑ دیا۔ ایسا کرنے والے لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہی عورت کو کل ایک ماں ایک بیٹی اور ایک بہن بننا ہے۔ اس دنیا میں ابھی بھی ایسے سلیمان جیسے شیطان صفت انسان موجود ہیں جو عورت کی عزت کو اپنے پاؤں کی دھول سمجھتے ہیں۔ ایسے انسان کو اس پاک معاشرہ میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آج ہمیں دل سے یہ وعدہ کرنا ہو گا ہم دوسروں کی عزت کو اپنی عزت سمجھیں گے اور عورت ذات کی ہمیشہ قدر کریں گے۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے تو ان شاء اللہ اس ملک بلکہ اس پوری دنیا میں محبت ہی محبت ہو گی۔ اب اجازت چاہتا ہوں آپ سب کی دعاؤں کا طالب۔

huh

دِل ہے بے قرار

تحریر...... محمد شفیق ڈوگر- ڈیرہ غازی خان

ایک شادی پر میں نے اسے دیکھا تو اس کا دیوانہ ہو گیا اور صرف یہی نہیں وہ بھی مجھے چاہنے لگی لیکن اس کا پیار بناوٹی تھا، دل لگی تھا جب کوئی اور اسے ملا تو اس نے مجھے یوں چھوڑ دیا جیسے وہ مجھے جانتی تک نہ ہو......ایک درد بھری داستان

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

یہ آپ بیتی جو میں آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرر ہا ہوں یہ اُن دنوں کی ہے جب میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا اور جب میں نے صرف محبت کا نام ہی سنا تھا۔ سب سے پہلے میں آپ سب کو اپنا تعارف کرواتا چلوں۔ میرا نام محمد شفیق ڈوگر ہے اور میں ڈی جی سیمنٹ فیکٹری ڈیرہ غازی خان میں رہتا ہوں اور میرا تعلق متوسط گھرانے سے ہے۔ ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ آج کافی دنوں کے بعد اس بے وفا کی یاد آئی تو آنکھیں نم ہو گئیں اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی آپ بیتی لکھ رہا ہوں۔

وہ گرمیوں کے دن تھے اور کالج سے چھٹیاں تھیں۔ سب گھر والوں نے مل کر ماموں جان کے گھر فیصل آباد جانے کا پروگرام بنایا۔ رشتے داروں سے ملنے کی بہت خوشی تھی۔ جب ہم فیصل آباد پہنچے تو سب رشتے دار ہمیں مل کر بہت خوش ہوئے۔ ایک دن میں صبح صبح اپنے ماموں کے گھر کے سامنے بیٹھا مسواک کر رہا تھا کہ وہ حسینہ جس کا نام عاصمہ ہے اپنے گھر سے نکلی اس نے اپنے گھر کے سامنے والے حصے پر جھاڑو دی اور ایک نگاہ کرم مجھ پر ڈالی اور واپس گھر کے اندر چلی گئی۔ اس کا گھر میرے ماموں کے گھر کے بالکل سامنے ہے۔ میں نے دل میں سوچا کیا یہ پھول کی پتیوں جیسی خوبصورت لڑکی بھی مجھ سے دوستی کرے گی۔ ابھی میں انہی خیالوں میں گم تھا کہ وہ دوبارہ باہر آئی۔ اس دفعہ اس کے ہاتھوں میں ایک کاغذ بھی تھا اس نے کاغذ ایک پتھر کے نیچے رکھا اور مجھے ہاتھ سے اشارہ کر دیا۔ گلی میں اس وقت کوئی نہیں تھا پھر میں نے کاغذ اٹھایا اس پر جو خوبصورت تحریر تھی وہ یہ تھی۔

السلام علیکم! ڈیئر شفیق آپ مجھے پہلی نظر میں ہی اچھے لگے ہو۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گے۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو ایک دفعہ کال ضرور کرنا۔ آگے اس کا موبائل نمبر تھا۔

قارئین! میں نے جب اس مختصر تحریر کو پڑھا تو مجھے لگا کہ میں دنیا کا خوش قسمت انسان ہوں لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری بدبختی کا آغاز تھا۔ میں نے اپنے کزن وسیم سے موبائل لیا اور اسے کال کی سلام دعا کے بعد میں نے اسے بتایا کہ میں شفیق ہوں۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تمہاری ہی کال کا انتظار کر رہی تھی پھر اس نے کہا کہ جب رات کو سب سو جائیں گے میں تمہیں کال کروں گی تم مجھ سے ملنے آ جانا۔ محبوب سے ملنے کا انتظار بہت کٹھن ہوتا ہے۔ اللہ اللہ کر کے رات ہوئی اور میں اس سے ملنے گیا۔ اس طرح ہم چھپ چھپ کے ملنے

لگے۔ پندرہ دن گزر گئے محبوب کی رفاقت میں اور پتہ بھی نہ چلا۔ چھٹیاں بھی ختم ہونے والی تھیں مجبوراً واپس آنا پڑا لیکن میرا دل وہیں رہ گیا تھا۔

ہمارے درمیان رابطے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کی خاطر اپنا موبائل خرید لیا سارا سارا دن اس سے باتیں کرتا رہتا تھا گویا اس پر تن من اور دھن تک نچھاور کر دیا تھا اور وہ رگ جسے عشق کہتے ہیں۔ مجھے لگ گیا تھا وہ مجھے کہتی تھی شفیق تمہارے علاوہ کسی سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس طرح میں اس کے پیار میں بہت آگے تک نکل گیا۔ ہر چھ مہینوں میں میں ایک دفعہ فیصل آباد ضرور جاتا تھا۔ اس سے ملتا تھا اور تحفے تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ میرا پڑھائی سے دھیان ہٹ گیا اور کالج سے خراب رپورٹیں آنے لگیں۔ گھر والوں نے میرا آنا جانا بند کر دیا۔ الٹا میں گھر سے باغی ہونے لگا۔

ایک دن میں اس سے فون پر باتیں کر رہا تھا مجھے کہتی کہ شفیق آئندہ ادھر تمہاری کال نہ آئے میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ میں نے اس پتھر دل سے پوچھا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے تم سے اچھا اور خوبصورت دوست مل گیا ہے۔ میری تو دنیا ہی تباہ ہو گئی تھی۔ پھر کہتی کہ تمہاری اتنی حیثیت کہاں کہ تم مجھ سے دوستی کرو۔ کہتی میں نے تو صرف وقت گزاری کے لئے تم سے دوستی کی تھی۔ میری دنیا اجڑ چکی تھی وہ دن تھا اور آج کا دن ہے میرا دنیا اور لوگوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے، تنہائی پسند ہو گیا ہوں، دوستوں سے بھی ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے۔ اس شعر کے ساتھ آپ سب لوگوں سے اجازت چاہتا ہوں۔

امید کرتا ہوں کہ قارئین کو میری پہلی کاوش ضرور پسند آئے گی۔ اپنے قیمتی مشوروں سے ضرور نوازیں۔

❖❋❖

دِل ہے بے قرار

غزل

عالم تنہائی ہے نہ کوئی اپنا نہ پرایا ہے
صبر لازم ہے یہ زخم عشق نے فرمایا ہے
میں کہوں کیا اس وقت بے مروت کو
پیار ہے یہ بھی اس کا جس نے آزمایا ہے
آج جب مرض جسم نے لاچار کر ڈالا
تو در و دیوار کو قصہ درد سنایا ہے
شکوہ غیروں سے کیا گلہ کیا کریں
کسی اپنی ہی خطا کا یہ صلہ پایا ہے
اس محبت کا فانی کیوں نہ کہوں
جس نے عمر بھر در در رلایا ہے
جو ہیں شکلوں کے پل ظہیر گجر
کاٹنے ہوں گے مالک نے صبر آزمایا ہے

☆......ظہیر عباس گجر-چکسواری

ہرجائی

پتھر کی بستی میں کاروبار شیشے کا
کوئی بھی نہیں کرتا اعتبار شیشے کا
کانچ کے بنے پتلے تھوڑی دیر چلتے ہیں
کچھ پل کا ہوتا ہے یہ خمار شیشے کا
بن سنور کے نکلا ہے ہرجائی گھر سے آج
نہ جانے کون ہوتا ہے آج پھر شکار شیشے کا

☆......ثناء ماہ نور عرف شونوں-بہاولنگر

ماں کی فریاد

کاش اللہ تعالیٰ میرے قدموں
تلے جنت نہ دیتا بلکہ ایک
قلم دیتا جس سے میں اپنے
بچوں کا نصیب لکھتی
ماں تب بھی روتی تھی جب
بیٹا کھانا نہیں کھاتا اور
ماں جب بھی روتی ہے
جب بیٹا کھانا نہیں دیتا

☆......گل باز علی عاجز-نواب شاب

محبت نہ کرنا

......ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

اف خدایا آج ایک عرصہ بعد اسے دیکھا تو مجھے اپنی محبت یاد آ گئی۔ میں عزت دار گھرانے کی خوبرو دوشیزہ ایک ہوٹل کے سامنے بھیک مانگ رہی تھی جبکہ وہ ایک نئی گاڑی سے اتر کر میرے قریب سے گزرا تھا۔ جی تو چاہا کہ اس کا گریبان جھنجھوڑ ڈالوں لیکن میں اب اس کے قابل نہ تھی...... ایک سسکتی ہوئی کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

دنیا محبت کے نام سے ہے اگر لفظ محبت کو دنیا سے ختم کر دیا جائے تو عین ممکن ہے کہ دنیا میں حشر سے پہلے حشر برپا ہو جائے محبت کرنے والوں کو دنیا پاگل دیوانہ سودائی کہتی ہے مگر کسی نے محبت کرنی چھوڑی نہیں ہے۔ دنیا محبت کرنے والوں پر کتنے ہی ستم ڈھالے مگر محبت کرنے والے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے یہ ایک بھکارن کی کہانی ہے اور اس کی زبانی سنیں اللہ کے نام پر دے دے بابا جو دے اس کا بھی بھلا جو نہ دے اس کا بھی بھلا میرے برابر بیٹھی ہوئی میری ساتھی مسلسل آوازیں لگا رہی تھی لیکن میرا آج کسی بھی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ صبح ہی سے میری طبیعت کچھ عجیب سی تھی۔ آج ہماری ڈیوٹی ایک بڑے ہوٹل کے باہر لگی تھی۔ جی ہاں ہم لوگ بھیک مانگتے ہیں۔ آج اس ہوٹل میں بڑے لوگوں کی پارٹی ہے میری ڈیوٹی اکثر ایسی ہی جگہوں پر لگتی ہے کیوں کہ لوگ مجھے دیکھتے ہی بھیک دے دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں خوبصورت ہوں بلکہ اس لئے کہ میری دونوں ٹانگیں اور ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اسی وقت ایک خوبصورت نئی گاڑی ہوٹل کے گیٹ کے باہر آ کر رکی میری ساتھی نے مجھے کہنی ماری اور شروع ہو گئی ...... اللہ کے نام پر ...... کار سے ایک باوردی ڈرائیور نے اتر کر بڑی تہذیب سے پچھلا دروازہ کھولا اندر سے نہایت ہی قیمتی کپڑوں میں ملبوس ایک بہت خوبصورت لڑکی نکلی۔ لڑکی کے بعد مہنگے کپڑوں میں ملبوس خوشبوؤں میں نہایا ہوا ایک لڑکا بھی نکلا نجانے کیوں ایک لمحے کو میں اسے دیکھ کر چونکی اور پھر اگلے ہی لمحے ایک دھما کہ ہوا اور جیسے کئی شیشے ٹوٹ کر میرے جسم میں چبھ گئے۔ وہ بڑی شان سے چلتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہمارے قریب آئے میری ساتھی نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا...... اللہ تیری جوڑی سلامت رکھے، اللہ تم دونوں کو زندگی دے...... اس لڑکے نے بڑے انداز میں اپنے پرس سے ایک سو کا نوٹ نکال کر میری طرف اچھال دیا جسے میری ساتھی نے لپک کر پکڑ لیا اور وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوٹل کے اندر چلے گئے۔ میری ساتھی پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھی لیکن میں تو گم صم تھی میرا دل چاہا کہ چلا کے کہوں کہ عمران یہ تم ہو جس کی خاطر میری یہ حالت ہوئی لیکن میں کچھ کہہ نہ سکی۔ ہاں یہ عمران تھا جس کی خاطر میں نے اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔ رات جب میری ساتھی نے مجھے میرے بستر پر لٹایا تو نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور میری زندگی کی کہانی ایک فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے چلنی شروع ہو گئی۔

میرا نام ماریہ شیراز ہے۔ تین بھائیوں اور دو بہنوں میں میرا نمبر چوتھا تھا۔ دو بڑے بھائیوں کی شادی ہو چکی تھی اور اب وہ اپنے الگ گھر میں رہتے

تھے۔ بڑی بہن کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی اور اب اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اب میں اور مجھ سے چھوٹا ایک بھائی رہ گئے تھے میں انٹر کا ایگزام دے کر فارغ بیٹھی رزلٹ کا انتظار کر رہی تھی۔ چھوٹے بھائی کے سکول سے آنے کے بعد اس سے باتوں اور شرارتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا چھوٹے بھائی کا ایک دوست بھی ان شرارتوں میں اکثر شریک ہوتا تھا، اس کا نام عمران تھا مگر سب اسے پیار سے مانی کہتے تھے۔ وہ بھائی کے دوستوں میں سب سے اچھا اور خوبصورت تھا۔ میرا چھوٹا بھائی بھی اسے بہت پسند کرتا تھا اور کہتا تھا باقی سب لڑکے گندے ہیں لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں لیکن وہ سب سے الگ ہے ویسے کچھ بات تو ایسی تھی جو عمران مجھے اچھا لگتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ان دنوں عمران اچانک ہی کہیں غائب ہو گیا۔ میں روزانہ اس کا انتظار کرتی لیکن مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا۔

ایک دن میں امی کے ساتھ شاپنگ کے لئے بازار گئی واپسی میں جب ہم شاپنگ سینٹر سے باہر نکلے تو مجھے ایسا لگا کہ ہمارے پاس کوئی چیز کم ہے اور جب دیکھا تو وہ امی کا پرس تھا جس کے اندر سارے پیسے تھے۔ ہم کافی دیر تک ڈھونڈتے رہے پھر اس دکان پر گئے جہاں سے شاپنگ کی تھی مگر پرس کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے پاس گھر جانے کے لئے پیسے نہ تھے اور اس وقت اللہ نے عمران کو رحمت کا فرشتہ بنا کر بھیج دیا جب وہ ایک گاڑی پارکنگ میں پارک کر کے اترا تو میں دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا بے اختیار میرے منہ سے اس کا نام نکل گیا۔ وہ ایک دم رک گیا پلٹ کر ہمارے قریب آ گیا اور پھر میرے منع کرنے کے باوجود اس کو ساری رام کہانی سنا دی اس نے نہایت احترام کے ساتھ امی کے ہاتھ سے شاپنگ بیگ لے لئے اور کہا آپ لوگ آئیں ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اس کے پیچھے چلنے لگیں۔ وہ ہمیں گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ رہا تھا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں میرا بہت دل چاہ رہا تھا کہ اس سے پوچھوں کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے لیکن کیسے پوچھتی یہ سوچتے سوچتے گھر آ گیا۔ امی نے بہت کہا کہ بیٹا آؤ لیکن وہ پھر کبھی سہی کہہ کر چلا گیا۔ اسی رات وہ مجھے پھر اپنے دوستوں کے ساتھ ہمارے گھر کے باہر نظر آیا اسے دیکھتے ہی نہ جانے کیوں ایک دم میرا سر سلام کے انداز میں جھک گیا اس نے بھی شاید میرے سلام کا جواب دیا تھا۔ اس دن کے بعد ہمارے درمیان سلام دعا کا سلسلہ شروع ہو گیا اور سلام دعا کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ ملاقاتیں شروع ہو گئیں۔ کبھی شام کو محلے کے پارک میں کبھی رات کو بلڈنگ کی چھت پر ہماری ملاقاتیں ہونے لگیں اور ہم ایک دوسرے سے شدید محبت کرنے لگے۔ اب یہ حال ہو گیا کہ اگر عمران مجھے اور میں عمران کو نہ دیکھ لیتی ہمارے دن رات نہیں گزرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا پہلے عمران کے دوستوں کو پھر پورے محلے کو پتہ چل گیا اس کے گھر والوں نے اس کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور میرے گھر والوں نے مجھے ویسے تو بھائی بقر عید پر ہی آتے تھے لیکن اب وہ روز آنے لگے بھابیاں صبح شام طعنے دینے لگیں۔

ایک رات کو مجھے کچھ آوازیں آئیں عمران میرا نام لے لے کر پکار رہا تھا مجھے کمرے میں قید کر دیا گیا تھا میں نے کھڑکی میں سے دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میرے بھائی عمران کو بری طرح مار رہے تھے اگر وہ چپ تھا تو صرف میری وجہ سے اتنے میں اس کے دوست بھاگتے ہوئے آئے اور اسے چھڑایا اگر وہ نہ آتے تو شاید میرے بھائی تو اسے مار ہی دیتے۔ اگلے دن میرے چھوٹے بھائی نے مجھے چپکے سے ایک رقعہ دیا اور کہا کہ عمران نے دیا ہے۔ میں نے اسے کئی بار چوما آنکھوں سے لگایا پھر پڑھا اس کے اندر چند سطریں لکھی تھیں۔ آج رات بارہ بجے میں چھت پر تمہارا انتظار کروں گا حالانکہ یہ مشکل تھا کیوں کہ میرے اوپر سختیاں کر دی گئی تھیں کڑی نگرانی ہو رہی تھی مگر پھر بھی مجھے جانا تھا۔ رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے

میں چپ چاپ اپنے بستر سے اٹھی سب کا اطمینان کرنے کے بعد میں چھت پر چلی گئی تو عمران میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا شیو بھی بڑھی ہوئی تھی اس نے کہا۔ ماریہ یہ دنیا ہم کو ایسے ملنے نہیں دے گی میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم بھاگ کر شادی کر لیں گے۔ پھر ہم دونوں نے وقت طے کر لیا اگلی رات میں اور عمران سٹیشن کی طرف بھاگ رہے تھے ہم دونوں ہی گھبرائے ہوئے تھے سٹیشن پہنچ کر اس نے مجھے ویٹنگ روم میں بٹھایا میں برقع میں تھی تاکہ کوئی پہچان نہ لے اس نے کہا۔ تم بیٹھو میں ٹکٹ لے کر آتا ہوں میرے برابر ایک خاتون بیٹی ہوئی تھی عمران کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا میں پریشانی کے عالم میں باہر نکلی تو دو پولیس والوں کو مجھ پر شک ہو گیا انہوں نے مجھ سے پوچھ گچھ شروع کر دی تو اس خاتون نے پولیس والوں کو بتایا کہ یہ میری بھتیجی ہے تب وہ مانے ٹرین پلیٹ فارم پر لگ چکی تھی نہ میرے پاس پیسے تھے نہ ٹکٹ اور نہ ہی واپس جانے کا راستہ کیوں کہ مجھے پتہ تھا کہ بھائی مجھے قتل کر دیں گے۔ ان خاتون نے ہی میرا ٹکٹ لیا اور مجھے ساتھ لے کر ٹرین میں بیٹھ گئی مجھے تو کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں اور کیوں جا رہی ہوں لیکن جہاں پہنچی تو پتہ چلا کہ میں غلط جگہ پر آ گئی ہوں ان لوگوں نے مجھے ایک سیٹھ کے ہاتھ منہ بولے داموں میں بیچ دیا وہ سیٹھ مجھے لے کر اپنے بنگلے میں پہنچا میں اپنی عزت بچانے کے لئے بھاگی اور چھت پر پہنچ گئی اب میرے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اپنی عزت بچانے کے لئے اپنی جان دے دوں میں نے بنگلے کی چھت سے چھلانگ لگا دی لیکن شاید موت نے بھی مجھے اتنی جلدی قبول نہیں کرنا تھا جب آنکھ کھلی تو ایک ہسپتال میں تھی اور دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گئی تھی۔ پھر مجھے بھکاریوں میں بیچ دیا گیا میں نے بھیک مانگنے سے انکار کیا تو انہوں نے میرے دونوں ہاتھ بھی کاٹ دیئے۔ اب میں ان کے لئے بھیک مانگتی ہوں یوں ایک شریف خاندان کی لڑکی کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا اس رات عمران کہاں رہ گیا تھا مگر اتنے سالوں بعد اسے کسی اور کے ساتھ دیکھ کر وہ بھی اتنے شاندار انداز میں مجھے ساری کہانی یاد آ گئی ہے میری تمام لڑکیوں سے یہی گذارش ہے کہ محبت کے غلط چکر میں پڑ کر عمران جیسے لڑکوں کے لئے اپنے آپ کو میری طرح تباہ و برباد نہ کریں۔ آخر میں ایک شعر عرض ہے۔

تو زندگی ہے تجھ سے رہیں دور کسی طرح
مر مر کے جی رہے ہیں تیرے غم میں اس طرح

◆■◆

کسی کی یاد دل میں بسا کے روئے
کسی کی تصویر سینے سے لگا کے روئے
جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس سے
اس وعدے کو نبھاہ کے روئے
جس کو ہماری ضرورت ہی نہیں
ہم اسے اپنی آرزو بنا کے روئے
جس نے ہمیں قدموں میں بھی جگہ نہ دی
ہم اسے پلکوں پہ سجا کے روئے
جو سمجھ نہ سکا ہماری دل لگی
ہم اس سے دل لگا کے روئے

☆......ثناء ماہ نور عرف شونوں۔ بہاولنگر

غزل

اک عجیب سا سایہ نظر آتا ہے
میرے خیالوں میں اکثر مسکراتا ہے
کس زباں سے بیاں کروں دوستو!
وہ مجھے سب سے حسیں نظر آتا ہے
کسی نازک پھول جیسا خوشبودار
چھو لو تو ہوا میں بکھر جاتا ہے
اس کی سیرت میں ہے ایسی سادگی
اک نظر بھر کے دیکھو تو شرما جاتا ہے
روٹھ جب میں اس سے جاتا ہوں واجد!
اک دلفریب مسکراہٹ سے منا لیتا ہے

☆......واجد محمود۔ جہلم

بربادِ محبت

......آسیہ چغتائی آسی

اور اس طرح یہ محبت کی داستان آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئی. گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں اور میں دوبارہ اپنے گھر واپس آگیا اس دوران کرن کے لیٹرز باقاعدگی سے ملتے رہے گھر واپس آنے پر محبت کی تشنگی دور کرنے لگے خطوط کے تبادلے کرتے اور کبھی روبرو بات کرنے کو دل چاہتا تو دوپہر کو تیز دھوپ میں منڈیر کے دونوں جانب کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دل کی حالت بتاتے جس وقت لوگ آرام کر رہے ہوتے گرمی کے بعد سردی اور پھر موسم بہار آ گیا...... ایک دکھی کہانی

> اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

مسحور کیا جس نے مجھے ایک نظر میں
اب تک بھی سلگتا ہے میرے دیدۂ تر میں

امتحانوں سے پہلے جب ہمیں فری کیا گیا تو میں بجائے ہاسٹل میں رہ کر تیاری کرنے کے گھر آ گیا۔ یہاں محلے میں وہی رونقیں، وہی شوروغوغا، وہی دوستوں کے بلاوے مگر ان تمام چیزوں سے دور میں اپنے امتحان کی تیاری میں مصروف تھا اور حسب عادت شام ڈھلتے ہی لان میں پھولوں کی کیاریوں کے ساتھ بھینی بھینی خوشبو میں بیٹھ کر مصروف مطالعہ تھا کہ دیوار کی دوسری جانب سے کسی کے کھنگارنے کی نسوانی آواز نے میرے ذہن کا تسلسل توڑ دیا دیکھا تو کرن منڈیر پہ کہنیاں ٹکائے مسکرا رہی تھی۔ ایک پل کو آنکھ اٹھی پھر جھک کر مطالعہ میں مصروف ہوگیا۔

وہ چھیڑنے کے انداز میں بولی۔ ''میرا خیال ہے اس بار گولڈ میڈل لینے کا ارادہ ہے۔''

''گولڈ میڈل کی بات نہیں امتحان تو پاس کرنا ہے ناں جناب!'' میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''پاس تو ہو ہی جائیں گے ذرا باہر کی تازہ ہوا بھی کھا لیا کریں۔ انسان کو اپنی صحت کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔ سنا آپ نے؟''

جی مشورہ تو اچھا ہے بس اب تم مجھے پڑھنے دو۔ اگر کہتی ہو تو میں یہاں سے اٹھ جاتا ہوں۔ ناں ناں اٹھئے گا نہیں، میں ذرا ٹھہر کر پھر آپ کی خیریت دریافت کرنے آؤں گی، انتظار کیجئے اور وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی اور پھر اس دن واپس نہیں آئی۔

دوسرے دن میں پڑھائی میں مصروف تھا کہ کرن کل ہی کے انداز سے آئی اور مسکراتے ہوئے ایک خط دکھایا میں نے یہ سوچ کر کہ آج پھر شاید کرن مذاق کے موڈ میں ہے۔ میں نے اس کی حرکت کو نظر انداز کر دیا اور پڑھائی میں مصروف ہوگیا مگر آج کرن مذاق کے موڈ میں نہیں بلکہ رومانوی موڈ میں تھی اس نے خط میری طرف اچھالا اور خود غائب ہو گئی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کوئی بھی نہ تھا اور میں نے فوراً زمین پر پڑے ہوئے خط کو اٹھا لیا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا اور اسے اپنی کتاب میں رکھ لیا اور ہزار کوشش کی کہ اپنی پڑھائی پر توجہ دوں مگر ہر بار وہ خط میرے وہم و گمان میں چھایا ہوا
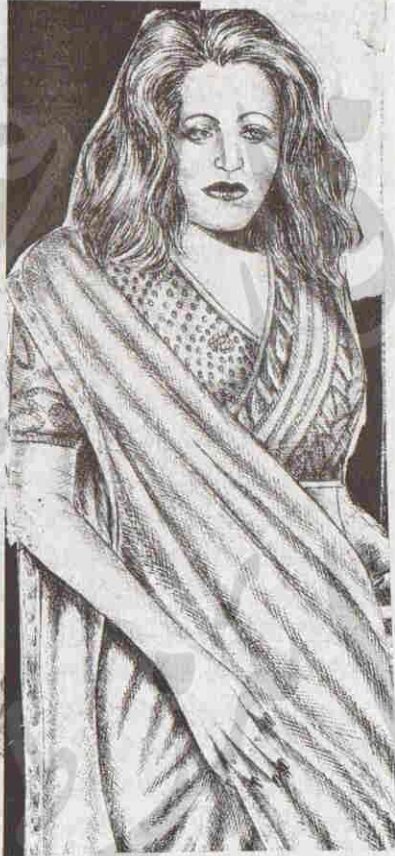
تھا دل چاہ رہا تھا کہ پہلے خط پڑھا جائے لہٰذا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خط کو کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا جو کچھ ایسے لکھا تھا۔

ڈیئر وسیم! ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہو۔ کل میں نے آپ سے بات کرنے کی کوشش کی مگر آپ کچھ لاپرواہی سے پیش آئے اور میں نے بھی آپ کی مصروفیات کے پیش نظر آپ کو مزید تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور آج اس خط کے سہارے آپ سے مخاطب ہوں۔ جانِ من! نہ جانے میرا دل آپ کی جانب کیوں اتنا مائل ہے یہ دل ہر وقت بس آپ کے بارے میں ہی سوچتا رہتا ہے میں تو اب ہر وقت آپ کے خواب دیکھنے لگی ہوں۔ دیکھئے یہ دل کی بات ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے گا اور دل کی بات دل تک ہی رہے تو اچھا ہے۔ شکریہ! آپ کی اپنی کرن۔

میں نے جب خط پڑھا تو دل میں محبت کی امنگیں سر اٹھانے لگیں نہ جانے میری سادگی کو کیا ہو گیا چہرے پر شادابی کی لہر نظر آنے لگی۔ خود پہ رشک آنے لگا۔ مگر ان تمام احساسات پر صرف ایک ہی کاری ضرب تھی امتحان۔ امتحان اور صرف امتحان اور امتحان کی تیاری اور میں اس امتحان کے نام پر سرد ہو کر رہ جاتا۔ اس خط کو میں نے حفظ ماتقدم کے پیش نظر نہایت آہستگی نظر آتش کر دیا اور امتحان کی فکر میں کھو گیا دو دن تک کرن کا کوئی پتہ نہ چلا تیسرے دن پھر اس جگہ اسی ٹائم پر آئی اور آتے ہی اپنے خط کا جواب مانگنے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا جواب۔ کس خط کا جواب میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ میرے اس جواب سے وہ کچھ روٹھ سی گئی مگر وہ روٹھ کر کہاں جاتی یہ دل کی بات تھی دوسرے دن ایک اور خط اس نے میری طرف اچھالا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

خاک آلود سہی زنگ نہیں ہے دل پر
آپ چاہیں تو یہ آئینہ نکھر سکتا ہے

ڈیئر وسیم! آپ دل کی کیفیت سے قطعاً ناآشنا ہیں یا پھر آپ کے پہلو میں دل نہیں پتھر ہے۔ ورنہ آپ میرے خط کا ضرور جواب دیتے کیا آپ کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ویسے بھی ہم غریب لوگ ہیں۔ آپ کا اور ہمارا ساتھ کہاں۔ آپ اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جان من اگر ہاں نہیں تو صاف انکار ہی کر دیں تاکہ یہ دل ہی ٹوٹ جائے اور آپ کو تنگ تو نہ کیا کروں آس سے بہتر ہے دل کا ٹوٹ جانا۔ والسلام! آپ کو دل سے چاہنے والی کرن۔

ہم مردوں کی عادت ہوتی ہے عورتوں کے دکھ درد پر تڑپ اٹھتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں مگر اکثر و بیشتر عورتوں کا رویہ مردوں کے ساتھ ہمیشہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ خیر میں اس وقت تک محبت کی کیفیت سے ناآشنا تھا بہرحال کاغذ قلم سنبھالا اور جواب لکھنے سے قبل ناہید کا خط ایک بار پھر پڑھا اور اس کی محبت پر دل تڑپ اٹھا اور اس پر رحم آنے لگا اور ایک حقیقت پسند سا جواب لکھ ڈالا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

ڈیئر ناہید سلام الفت! آپ کے پیار بھرے لیٹرز پڑھے، تمہارے لیٹرز تمہارے دل کے آئینہ دار ہیں اور یہ تمہارے جذبات کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ مجھے یہ جاننے میں ذرا بھی اعتراض اور شک نہیں کہ تم مجھے سچ مچ چاہتی ہو اور مجھے یہ بتا دینے میں ذرا بھی جھجک نہیں رکھنی چاہئے کہ تمہارے گھر والے مجھے نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا تمام کردار مٹی میں مل جائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری طرح کی لڑکی کی محبت پر ناز ہوگا جو صرف محبت کے پرخلوص لفظ کو پیار سے اپنے حصار میں لے لے اور ایسی محبت پر میں ہمیشہ فخر محسوس کروں گا۔ والسلام! فقط آپ کا وسیم۔

اور اس طرح یہ محبت کی داستان آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئی۔ گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں اور میں دوبارہ اپنے گھر واپس آ گیا اس دوران کرن کے لیٹرز باقاعدگی سے ملتے رہے گھر واپس آنے پر محبت کی تشنگی دور کرنے لگے خطوط کے تبادلے کرتے اور کبھی روبرو بات کرنے کو دل چاہتا تو دوپہر کو تیز دھوپ میں منڈیر کے دونوں جانب کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دل کی حالت بتاتے جس وقت لوگ آرام کر رہے ہوتے گرمی کے بعد سردی اور پھر موسم بہار آ گیا ہماری محبت کو دو سال گزر گئے۔ اب تو ہماری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر دن گزارنا مشکل ہوتا تھا۔ ہم دنیا کی نظروں سے چھپ کر ایک دوسرے سے ملتے رہے ساتھ نبھانے کی قسمیں کھاتے رہے۔ موسم بہار کی ایک خوبصورت شام تھی کرن اور میرے گھر والے اکٹھے شام کو سیر کو نکلے بڑا خوبصورت موسم تھا میں اور کرن سب سے آگے آگے تھے اس لئے سب سے پہلے پارک میں پہنچ گئے اور ایک سائیڈ پر بیٹھ گئے اور پیار بھری باتیں کرنے لگے۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ”وسیم آپ سے ایک بات پوچھوں۔“ میں نے کہا۔ ”جی پوچھو۔“ وہ پلکیں جھکائے ہوئے بولی۔ ”وسیم اگر آپ کو مجھ سے جدا کر دیا گیا تو؟“ وہ بڑی غمگین دکھائی دینے لگی۔ اتنے میں ہمارے گھر والے بھی آ پہنچے تھے۔ ہم دونوں ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وہ تمام لوگ بھی ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے اور سبھی ہنسی مذاق کرنے لگے۔ ہم کافی دیر وہاں بیٹھے رہے اور پھر اٹھ کر واپس آ گئے۔ اسی طرح دھوپ چھاؤں کی دوڑ لگی رہی کرن اور میری محبت اور رفاقت کا تیسرا سال بھی گزرنے کو آ گیا۔

پیارے قارئین! ہمارے دن بڑی ہنسی خوشی گزر رہے تھے۔ ایک دن کرن نے گھبرائے ہوئے مجھے چھت پر بلایا۔ اس کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھ کر میں تڑپ گیا۔ میں نے بے اختیار پوچھا۔ ”کرن آج خیریت تو ہے ناں؟“ وہ بولی۔ ”خیریت کیا، ابو نے ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر آ کر یہ بات بتائی ہے کہ وہ کسی نئے مکان کا سودا کر کے آئے ہیں اور ہم عنقریب وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔“ یہ کہتے ہوئے کرن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اس کے آنسو صاف کئے، اسے تسلی دی اور وہ اپنے گھر چلی گئی اور میں سوچوں میں گم ہو گیا۔

قارئین! اس دن کے بعد وہ صرف ایک ہفتہ ہمارے پڑوس میں رہے پھر آخری شب شب ہجراں سے کم نہیں تھی۔ یاد ہیں ناں کرن تمہیں بھی وہ اداس لمحے اور اداس رات جب بادل چاند کے گرد آوارگی کر رہے تھے۔ دنیا میٹھی نیند سو رہی تھی اور ہم ایک دوسرے سے سوگ منا رہے تھے۔ کرن! ان لمحات کے ساتھ تمہیں وہ فقرے یاد آ رہے ہوں گے جو تم نے اپنے نئے گھر روانہ ہونے سے قبل مجھ سے بار بار کہے تھے۔ کرن! میں نے تمہارے کہے ہوئے الفاظ تمہاری التجا کا پاس رکھا۔ میں روزانہ تو نہیں مگر کبھی کبھی ضرور تمہارے گھر جاتا رہا۔ میں نے تمہارے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کا پاس رکھا تاکہ تم کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاؤ کہ میں تمہیں بھول گیا ہوں یا بھولتا جا رہا ہوں یا مجھے آپ سے محبت نہیں ہے یا میری محبت آپ سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ تمہاری محبت کو میری طرف سے کوئی دکھ نہ پہنچے۔ مجھے یاد ہے آج بھی شروع شروع میں میرے آنے پر تم پھول کی طرح کھل جایا کرتی تھی خود اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر لاتی اور پلاتی تھیں۔ گھر کے تمام افراد کا احوال پوچھتی تھیں اور تم سارا وقت میرے پاس بیٹھی رہتی تھیں اگر میں کہتا کہ اتنا تکلف نہ کیا کرو تو تم کہتی کہ تم نے کون سا روز آنا ہوتا ہے جو اتنے ناراض ہو رہے ہو کہ ہم روزانہ تمہاری تواضع کرتے ہیں۔

پہلے دو ماہ میں تقریباً پانچ مرتبہ آپ کے گھر گیا تھا اور تم ہر بار بڑے پرخلوص طریقے سے ملتی رہیں پھر ایک بار میں نے محسوس کیا کہ تم کمرے کے سامنے سے جان بوجھ کر گزر گئی ہو اور آپ کی چھوٹی بہن چائے لے کر اندر آئی تو میں نے اس سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ تم باورچی خانے میں کھانا پکارنے میں مصروف ہو پھر اس کے بعد جب بھی گیا تمہیں دیکھ نہ سکا۔ تم جان بوجھ کر نظریں چرا جاتی اور میں اسے ایک مشرقی لڑکی کا حجاب یا والدین کا پابندی کے خیال سے نظر انداز کرتا رہا لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا تم پر کسی کی پابندی نہیں تھی تمہیں مشرقی حجاب کا بھی زیادہ پاس نہ تھا بس تم ایک مقصد کے جیسے مضبوط رشتوں پر قائم معصوم اور بےلوث محبت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔ اپنی محبت کا خود ہی گلا گھونٹ دیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے اور شاید میرے اور تیرے پیار پہ ہی یہ کہا ہے کہ

تم نے تو بہار کو رخ پہ سجا لیا

میں نے خزاں کو اپنا مقدر بنا لیا

کرن! سچ یہ ہے کہ گردشِ ایام کبھی نہیں تھمے، وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ لوگ بھی تو آخری دم تک ساتھ نہیں نبھاتے۔ دوستی اور محبت سب وقتی ناطے ہوتے ہیں۔ جو چڑھتی ڈھلتی دھوپ چھاؤں کے ساتھ بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہے۔ یہ کبھی سنہری چمک کے ساتھ عروج پر جا پہنچتی ہے تو کبھی مجبوریوں تلے دبی سسکیاں بن کر مطلب پرستی کا اصل روپ دکھا دیتی ہے۔

کرن! اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ تو وقت کا مزاج ہے جس کے بدلتے دیر نہیں لگتی تم بھی تو آخر اس دنیا میں رہتی ہو اس دنیا کے مزاج کا کچھ اثر تو تم پر بھی ہو گا۔ جھوٹی قسم تو کھا سکتی ہو یہ تو محبت کا فن پارہ ہے۔ محبت میں اگر کسی سے فلرٹ نہ کیا جائے تو محبت مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ تم نے وقت کو اپنایا تھا اور وہ وقت کچھ اور تھا۔ اب وقت کچھ اور ہے اور تم اپنی توقعات سے کچھ آگے نکل گئی ہو۔ تمہارا معیار بدل گیا ہے، تمہارے خیالات بدل گئے ہیں۔ خیر تم جہاں بھی رہو خوش رہو۔ کرن! تمہاری خاموشی اور تمہارا چھپنا میرے لئے ایک مدت تک فرسان روح بنا رہا۔ میں اس بارے میں سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا تھا کہ آخر تم مجھ سے دامن کیوں بچا رہی ہو۔ کبھی میں سوچتا کہ میری محبت کی راہ میں رکاوٹ شاید تیری تعلیم ہے کیونکہ تم نے گریجویشن میں داخلہ لیا تھا مگر میرا یہ خیال غلط نکلا۔ کافی دنوں بعد تمہاری بے رخی کا راز یہ کھلا کہ تمہارا ایک کزن آیا ہوا ہے اور اب تم اس میں کافی دلچسپی لے رہی ہو۔ بس ہر وقت اس کی خدمت تواضع میں لگی رہتی ہو۔ جب مجھ کو صورت حال بدلتی ہوئی نظر آئی تو میں نے مجبوراً تحریر کا سہارا لیا اور آپ کو ایک لیٹر لکھنے لگا۔ مجھے آج تمہاری پہلے دن کی کہی بات یاد آنے لگی۔ خصوصاً دل کی کیفیت کو سمجھنے کی نصیحت میں آج بھی دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ پھر وہ تحریر تم تک پہنچائی جس میں تمہیں تمہاری پرانی باتیں یاد دلائیں۔ تمہارے وعدے یاد دلائے اور تمہاری ناراضگی کی وجہ پوچھی اور تم سے التماس کی گئی کہ چلو پھر سے لوٹ آؤ محبت کی راہوں میں مجھے تیرا انتظار آج بھی ہے۔ پلیز کرن لوٹ آؤ پلیز مگر آپ پر اس کا بالکل اثر نہیں ہوا۔ آپ کو لیٹر لکھنے کے بعد اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا مگر آپ نے جواب نہ دینا تھا اور نہ ہی دیا۔ آپ تو کزن کی محبت میں بہت آگے جا چکی تھیں۔ تمہیں اس سے فرصت کب تھی کہ بیتے وقت کو یاد کرتی۔ خط کے جواب کے انتظار میں میں لگا گھڑیاں گننے ایک مدت گزر گئی ایک زمانہ بیت گیا۔ فرقت کے لمحات نے جلا کر رکھ دیا۔ محبت کی پرخلوص داستان داغدار ہو گئی۔ محبت کی وہ راہ جو تم نے دکھائی اور پھر وقت کی شاہراہ پر مجھے تھوڑا سا مجبور پا کر جب نئی پگڈنڈی پر قدم جمانے چاہے تو تم نے سمجھا کہ شاید میں نے اور راہیں تلاش کر لی ہیں مگر یہ تمہاری غلطی تھی ایسا کچھ نہیں تھا آپ نے میری محبت پر ایک اور کاری ضرب لگائی میری وہ تحریر جس میں تمہارے چھپنے اور بلاوجہ ناراض ہونے کی وجہ پوچھی تھی گلے شکوے کیے تھے۔ تمہیں تمہارے وعدے یاد دلائے تھے وہ تحریر تم نے اپنے ابو کے سامنے رکھ دی اور وہ ہو کر ہی رہا جس کا مجھے ڈر تھا۔ میں اپنی تحریر کے جواب کا شدت سے منتظر تھا یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم مجھے ناکردہ گناہوں کی سزا دینے پر تلی ہو اور وہ کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کرو گی جو تمہیں کسی صورت نہیں کرنا چاہئے تھا۔

ہوا کچھ یوں کہ ایک دن تمہارے ابو اچانک سر راہ مل گئے۔ میں نے حسب عادت آداب کیا مگر وہ میرے آداب کی پرواہ کئے بغیر غصے سے بولے۔ ”کوئی گری ہوئی حرکت کرنے سے پہلے اپنا بیگانہ دیکھ لینا چاہئے۔“ ”انکل! میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔“ میں نے ذرا وضاحت چاہی تو وہ بولے۔ ”تم نے کیا سوچ کر کرن کو خط لکھا ہے۔ کیا تمہیں وہ آوارہ لگتی ہے یا وہ ایسی ہے جو تم نے ایسی حرکت کی ہے۔“ ”نہیں ...... نہیں انکل! وہ بالکل ایسی نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ میری آواز جذبات میں لرز رہی تھی۔ ”آیا بڑا غلط فہمی دور کرنے والا۔ میں تو تمہیں نہایت شریف النفس اور ایماندار سمجھتا تھا مگر......“ وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر لمبے لمبے قدموں سے آگے بڑھ گئے اور میں یہاں کھڑا انہیں جاتا دیکھتا

رہا اور پھر وہاں سے اپنے گھر آ گیا۔

پھر کسی نے بتایا کہ اتوار کو تمہاری شادی تمہارے کزن سے ہو رہی ہے بالآخر اتوار بھی آ گیا اور تم میرا پیار ٹھکرا کر اپنے کزن کی دلہن بن گئیں۔ اس دن میں بہت رویا اپنی محبت کا خوب ماتم کیا رات بھر مجھے نیند نہیں آئی۔ ذہن میں طوفان اٹھتے رہے کئی دن تک میری حالت بڑی عجیب و غریب رہی۔ بس یہی بات مجھے کھائے جا رہی تھی کہ کرن نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے۔ میری کس غلطی کی اتنی کڑی سزا دی ہے۔ دل چاہتا تھا کہ ابھی کرن کے پاس جاؤں اور اسے جھنجوڑ کر رکھ دوں مگر اس کی بدنامی ہو یہ بھی دل کو منظور نہ تھا۔ میرے جذبات موجوں کی طرح بپھرتے اور گم ہوتے رہے مگر پھر آہستہ آہستہ دل کی کیفیت بدل گئی اور میں نے دوبارہ سے اپنی کتابوں سے پیار کرنا شروع کر دیا اور خوب دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا اور کوشش کرنی شروع کر دی کہ تمہارے خیالات اور تصورات سے اپنے آپ کو آزاد کرا لوں مگر شاید یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ جب بھی کتابوں کو کھولتا ہوں تو ہر لفظ میں تمہاری ہی تصویر نظر آتی ہے۔

ہر لفظ کتابوں میں تیرا عکس لئے
اک پھول سا چہرہ مجھے پڑھنے نہیں دیتا

ہاں، کرن! جتنی بھی کوشش کرتا ہوں کہ تم کو بھول جاؤں مگر ایک پل بھی آپ کو بھلا نہیں پایا۔ تمہاری یادیں ہر پل مجھے اتنا تڑپاتی ہیں کہ مجھے جینا بڑا مشکل لگتا ہے۔ پلیز کرن جس طرح تم مجھے چھوڑ چکی ہو اسی طرح اپنی اپنی یادوں سے بھی کہو کہ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔

ہر روز قتل کرتا ہوں میں اپنی خواہیں
میں نے خود کو یہ کس اذیت میں لے لیا
لکھا تھا اک ابر پر زندہ رہوں گا میں
لوگوں نے آسمان کو حراست میں لے لیا

قارئین! زندگی کے طویل سفر میں نہ جانے کتنے لوگ ملتے اور بچھڑ جاتے ہیں کچھ لوگ چند لمحوں کے ہمسفر ہوتے ہیں اور کچھ شاہراہ حیات پر تھوڑی دور تک ساتھ دیتے ہیں۔ ان میں اکثر کے نام اور صورتیں تک ہم بھول جاتے ہیں لیکن چند ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ کوشش کے باوجود بھی انہیں بھلا نہیں سکتے۔ ان کی یادیں دن رات ہمارے دل میں خنجر کی طرح چبھتی ہیں اور ہر وقت پریشان رکھتی ہیں۔ کاش! ایسے لوگ جب بچھڑتے ہیں تو اپنی یادیں بھی اپنے ساتھ لے جایا کریں۔

❊

آخر میں تھوڑا بہت اپنی محبت کے نام کہنا چاہوں گی کہ اے آسی کی جان لوگوں کی باتوں پر ناراضگی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ زندگی آپ کی امانت ہے، میں آپ کو آج بھی ویسے ہی چاہتی ہوں جیسے پہلے دن سے کرتی تھی۔ میری تو روح بھی آپ کو شدت سے پیار کرتی ہے۔ اے میری جان اس سے پہلے کہ سیلاب زمانہ ہمیں بہا کر لے جائے اور جان جی اور ہم آپس میں دکھ سکھ بانٹ لیں اور غموں سے خوشیاں چھانٹ لیں دل کے دور کر لیں فاصلے پھر سے شروع کر دیں محبت کے وہی سلسلے پرانی باتیں بھول کر ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ اک نئے دور کا آغاز کریں۔ غموں کی تپتی دھوپ میں اک دوسرے کے لئے سائبان بن جائیں اور کسی شب ہمارے درمیان کوئی دوری نہ رہے۔ میں تمہاری بانہوں کے مضبوط حصار میں آؤں اور آپ میں ہی سما جاؤں۔ جی ہاں جان جی آئی لو یو...... ہاں دل دے ٹوٹے آئی لو یو۔

اک خواہش ہے تجھے خود سے زیادہ چاہوں
میں رہوں یا نہ رہوں میری وفا رہ جائے

آخر میں ان تمام قارئین کی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری سٹوری انتہائے عشق پڑھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ تھینکس فار آل۔ آپ لوگوں نے مجھے اتنا حوصلہ دیا کہ آج دوبارہ آپ کی بزم میں ایک نئی آپ بیتی لے کر حاضر ہوں۔ امید کرتی ہوں کہ آپ کو ضرور پسند آئے گی۔ اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے شدت سے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ چلو اب ہمیں رخصت کیجئے۔

●□●

ہر جنم کے بعد موت ہوتی ہے. دنیا میں جو بھی چیز پیدا ہوتی ہے، اس کو اک دن مرنا ہے اور فنا ہو جانا ہے. زندگی موت کی امانت ہے جو زندگی عطا کرتا ہے وہ زندگی کو موت کے روپ میں بدل بھی دیتا ہے. یہ سچ ہے کہ کسی کے مر جانے سے یا کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا مگر زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کوئی ایسا شخص جو ہماری زندگی ہوتا ہے اس کے جانے سے انسان ادھورا سا ہو جاتا ہے، کمزور سا ہو جاتا ہے، جب کوئی مر جاتا ہے تو ہمیں اس کی یادیں بہت ستاتی ہیں اور جب یادیں تڑپائیں تو انسان خون کے آنسو روتا ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
وہ اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ہر جنم کے بعد موت ہوتی ہے۔ دنیا میں جو بھی چیز پیدا ہوئی ہے، اس کو اِک دن مرنا ہے اور فنا ہو جانا ہے۔ زندگی موت کی امانت ہے جو زندگی عطا کرتا ہے وہ زندگی کو موت کے روپ میں بدل بھی دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کسی کے مر جانے سے یا کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا مگر زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کوئی ایسا شخص جو ہماری زندگی ہوتا ہے اس کے جانے سے انسان ادھورا سا ہو جاتا ہے، کمزور سا ہو جاتا ہے، جب کوئی مر جاتا ہے تو ہمیں اس کی یادیں بہت ستاتی ہیں اور جب یادیں تڑپائیں تو انسان خون کے آنسو روتا ہے۔

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں کے یہ کتبے بھی پڑھا کر
ہر وقت کا ہنسنا کہیں تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

قارئین! آج میں آپ کو ایک ایسے انسان کی داستان سنانے جا رہا ہوں جو ہم سب سے محبت کرتا تھا۔ محبت تقسیم کرتا تھا۔ وہ آج اس دنیا میں نہیں ہے مجھے امید ہے آپ سب لوگ میرے اس غم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

نومبر کی ایک شام کا سورج آہستہ آہستہ غروب ہونے لگا میں نجانے کس سوچ میں ڈوبا سوچ رہا تھا۔ اچانک فون کی بیل ہوئی۔ دیکھا تو وہ کال میرے بہت پیارے دوست اور بھائی جناب خالد فاروق آسی تھی۔ سلام کے بعد خالد بھائی نے کہا۔

"ساقی صاحب! ایک بہت بُری اور افسوس ناک خبر ہے۔" خالد نے بتایا۔ "جواب عرض کے ایڈیٹر جناب شہزادہ عالمگیر صاحب وفات پا گئے ہیں۔"

مجھے تو ایسا لگا جیسے ایک کرنٹ سا لگ گیا ہو۔ میں بہت پریشان ہوا۔ پھر میں نے محمد اشرف زخمی دل کو فون، پھر حکیم نسیم جاوید کو فون کیا پھر ایم مجاہد چاند کو فون کیا۔ سب نے مجھے بتایا کہ شہزادہ صاحب وفات پا گئے ہیں

مگر نجانے میرا دل کیوں تسلیم ہی نہیں کر رہا تھا۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے بہت ہی پیارے دوست ریاض احمد لاہور کو فون کیا اور ان سے شہزادہ صاحب کی وفات کے بارے میں دریافت کیا۔

میں نے ریاض صاحب سے اس لئے بات کی تھی کہ وہ بھی لاہور میں رہتے تھے مگر جب ریاض صاحب سے بات ہوئی، ریاض صاحب کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ اس لئے کہ وہ زار و قطار رو رہے تھے اور ان کی آواز سے صاف لگ رہا تھا کہ ریاض صاحب جیسے آنسوؤں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوں اور یہ سچ تھا کہ ریاض صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ بہت دیر کے بعد ریاض صاحب نے ہچکیاں لیتے مجھے بتایا۔ ''انتظار صاحب! یہ سچ ہے کہ ایڈیٹر جواب عرض شہزادہ عالمگیر اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ وہ ہم سب کو چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے ہیں۔'' جب مجھے یقین ہو گیا کہ شہزادہ صاحب وفات پا چکے ہیں تو میری طبیعت بہت خراب ہونے لگی۔ میں تو جیسے غموں کے سمندر میں ڈوب گیا۔ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا۔ کچھ کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ دو دن سے آفس بھی نہ جا سکا۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کھانا پینا، سونا، مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میرا دل اور جان میری مٹھی میں کسی نے بند کر دیا ہو۔ ہر طرف سکوتِ مرگ سا سماں لگتا تھا۔ ہر طرف اندھیروں کی نگری لگتی تھی۔ تین دن کے بعد بوجھل قدموں کے ساتھ آفس آیا۔ لرزتے ہاتھوں سے چند دوستوں کو فون کیا۔ خالد فاروق آسی، نسیم جاوید، مجاہد چاند سب کو آفس بلایا اور شہزادہ صاحب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ پھر میں نے ان تمام دوستوں سے کہا کہ میں اک شام شہزادہ عالمگیر کے نام منانا چاہتا ہوں۔ آپ دوستوں کی کیا رائے ہے سب دوستوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور یوں ہم نے شہزادہ صاحب کے نام ایک شام منانے کا فیصلہ کیا۔

ہم نے تمام جواب عرض کے بڑے اور چھوٹے رائٹرز کو دعوت دی فون بھی کئے اور ان سے پوچھ کر چھبیس نومبر کی شام کے لئے سب کو دعوت نامے بھی ارسال کر دیئے۔ وقت گزرتا گیا اور چھبیس نومبر آ گیا ہم بڑی شدت سے تقریب کی تیاری بھی کر رہے تھے اور تمام دوستوں کو فون کر کے رابطہ بھی کر رہے تھے مگر کچھ دوستوں نے ٹائم پر آ کر بہت مایوسی دی جس کا ہم سب فیصل آباد والوں کو دلی دکھ ہے لیکن جو دوست ہماری اس شام میں شریک ہوئے ان کا ہم دل کی گہرائیوں سے شکر گذار ہیں اور بے حد مشکور ہیں۔

وہ لوگ جو ہم سے وعدہ کر کے شہزادہ عالمگیر صاحب کی شام منانے نہیں آئے ان کے نام میرا یہ شعر

باغبان نے آگ دی جب میرے آشیانے کو
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

26 نومبر کی شام سمندری روڈ فیصل آباد، لائٹ پبلک سکول جو کہ سرسبز و شاداب جھیل کے کنارے منائی گئی جس میں فیصل آباد کے علاوہ پورے ملک سے شاعروں، ادیبوں، دانش وروں اور ہر مکتب فکر رکھنے والے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ میڈیا کے لوگوں نے بھی اس شام کو ایک یادگار بنا دیا خاص کر صدیقی صاحب کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ یہ شام ٹھیک رات 8 بجے شروع ہوئی۔ جب ہم تمام مہمانوں کو ''ہال'' میں لے کر آئے۔ ہال کو برقی روشنیوں سے سجایا گیا تھا اور ہر طرف ایک ہی نام دکھائی دیتا تھا۔ مختلف بینرز پر ''ایک شام شہزادہ عالمگیر کے نام'' سٹیج پر شہزادہ صاحب کا نام بہت خوبصورت انداز میں پھولوں کی پتیوں سے لکھا گیا تھا۔ جواب عرض کے وہ دوست جنہوں نے اس میں شرکت کی ان کے نام جناب ریاض شاہد قبولہ شریف، جناب صدا حسین صدا کیلا سکے، جناب اللہ دتہ بے درد راولپنڈی، جناب مجید احمد جائی ملتان، محمد اشرف زخمی دل، جناب خالد فاروق آسی، حکیم نسیم جاوید صاحب، ایم مجاہد چاند اور ذیشان ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے اس میں شرکت کی اور چند دوستوں نے فون کر کے حوصلہ افزائی کی اور اپنی شرکت کو یقینی بنایا۔ جن میں کریم بگٹی بلوچستان، مس آمنہ

راولپنڈی، رخسانہ ملک تاندلیانوالہ نے شرکت کی پھر اس شام کا باقاعدہ آغاز۔ جناب شہزادہ صاحب کی موت اور وفات کے کے لئے تین منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی اور پھر تلاوت کام پاک کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سٹیج پر جناب خالد فاروق آسی آئے۔ پھر نعت شریف کے لئے مجاہد چاند آئے اور پھر آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے میں نے سب لوگوں کو دوستوں کو سٹیج پر بلایا اور کہا کہ سب لوگ شہزادہ صاحب کی فنی، علمی اور شخصی خدمات کے حوالے سے اور ان کی موت کے حوالے سے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کریں۔ میں انتظار حسین ساقی اس شام اور تقریب کا میزبان بھی تھا اور سٹیج سیکرٹری بھی تھا۔ سب سے پہلے میں نے اس شعر سے شہزادہ صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔

سوچتے ہیں تجھے وضو کر کے
یوں تیرا احترام کرتے ہیں

سب سے پہلے میں نے نسیم جاوید صاحب کو سٹیج پر بلایا شہزادہ کے بارے میں اور ان کی وفات پر اظہار خیال نسیم جاوید صاحب نے کچھ یوں کیا۔

شہزادہ صاحب ایک بہادر، نڈر اور بے باک صحافی اور ایڈیٹر تھے۔ وہ لوگوں میں محبت تقسیم کرنے والے انسان تھے۔ اس لئے جس جگہ محبت کا ذکر ہو گا وہاں شہزادہ صاحب کی محبت ضرور یاد آئے گی۔

ایم مجاہد چاند نے اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں: شہزادہ صاحب کی موت اک فنکار کی موت ہے ایسی موت معاشرے میں ادبی طور پر ایک بہت بڑی افسوس ناک بات ہے۔ شہزادہ صاحب ہمیشہ ہمارے دلوں میں دھڑکن بن کر دھڑکتے رہیں گے۔ شہزادہ صاحب کی کمی ہر دور میں محسوس کی جائے۔

اللہ دتہ بے درد نے یوں خراج تحسین پیش کیا: ویسے تو مجھے اب کوئی درد نہیں ہوتا کیونکہ مجھے اپنے لوگوں نے اس قدر درد دیئے ہیں کہ درد کھا کھا کر بے درد ہو گیا ہوں مگر مجھے شہزادہ صاحب کی موت سے دلی طور پر دکھ اور درد ہوا ہے۔ شہزادہ صاحب درد کم کرنے والے انسان تھے۔

مجید احمد جائی نے ان الفاظ میں اظہار جذبات کو روپ یوں دیا: شہزادہ صاحب نفرتوں کے صحرا میں محبت اور چاہت کا وہ چشمہ تھا جس کے میٹھے پانی کو ہر شخص کو پینے کی چاہت تھی۔ شہزادہ صاحب میرے بہت بڑے استاد اور محسن تھے۔ شہزادہ صاحب کو بھول جانا ناممکن ہے۔

خالد فاروق آسی نے اپنے جذبات اور احساسات کا یوں اظہار کیا: شہزادہ صاحب کی موت سے میری آنکھیں نم ہیں۔ شہزادہ صاحب کی موت سے بہت سارے دلوں پہ بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ یہ دکھ کوئی دل والا ہی محسوس کر سکتا ہے۔ شہزادہ عالمگیر صاحب کا جواب عرض دکھی دلوں کے لئے وہ گفٹ ہے جس کی ٹھنڈی چھاؤں ہمیشہ ہم محسوس کرتے رہیں گے۔

صدا حسین صدا نے یوں اپنی محبت کا اظہار کیا: شہزادہ صاحب وہ گوہر نایاب تھے جو صدیوں بعد بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتے۔ شہزادہ صاحب نے اپنی محبت کے گوہر جواب عرض کی صورت میں ہم محبت کرنے والوں کے نام کئے۔ ان کی محبت اور ان کی یادیں ہی ہم سب لوگوں کا سرمایہ ہیں۔ شہزادہ صاحب ایک درد دل انسان تھے اور محبت کا درس دینے والے انسان تھے۔ شہزادہ صاحب ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔

ریاض شاہد قبولہ شریف نے اپنے جذبات میں یوں شہزادہ صاحب کو خراج تحسین پیش کیا: شہزادہ صاحب کی وفات پر دل کے خون کے آنسو رو رہا ہے۔ شہزادہ صاحب بہت پیارے دوست تھے۔ وہ ایک اچھے سچے اور بااخلاق اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ ان سے اکثر ملاقاتیں ہوتیں رہتی تھیں۔ شہزادہ صاحب لفظوں کا سمندر تھے اور وہ ہمیشہ اپنی محبت سے دلوں پر راج کرتے رہیں گے۔ شہزادہ صاحب کی موت ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ شہزادہ صاحب کی کمی کبھی پوری نہیں ہو سکے گی۔

جناب ریاض احمد لاہور نے فون پہ اپنے جذبات

کا اظہار ان الفاظ میں کیا: شہزادہ صاحب نے جواب عرض اور ان لوگوں کی بہت خدمت کی جو لوگ جواب عرض سے وابستہ تھے۔ شہزادہ صاحب کی وفات سے ہماری نم آنکھوں کے ساتھ پورے جواب عرض کے لوگوں قارئین اور لاہور شہر کی تمام فضائیں اداس اور سوگوار ہیں۔ شہزادہ صاحب کی وفات سے ادب کو بہت کمی ہو گی اور ان کی کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ شہزادہ صاحب ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

آمنہ راولپنڈی نے فون پہ کچھ یوں اپنے الفاظ میں اظہار کیا: شہزادہ صاحب نے جو زخمی دلوں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے لئے جواب عرض ہماری خدمت میں پیش کیا تھا وہ شہزادہ صاحب کی محبت کا ایک خوبصورت تحفہ تھا اور رہے گا۔ شہزادہ صاحب ہمیشہ محبت کا سوداگر بن کر۔ محبت کی تجارت کرنے والے لوگوں کے لئے مثال تھے۔

محمد اشرف زخمی دل نے فون پہ کچھ یوں کہا: شہزادہ صاحب کی وفات سے میرا دل بہت اداس ہے۔ زخمی تو میں پہلے ہی تھا مگر اب شہزادہ صاحب کی اس اچانک موت سے بہت اداس رہتا ہوں۔ دل کچھ بھی کرنے کو نہیں کرتا دل کرتا ہے ہم سب سے الگ ہو جاؤں۔ سب کچھ یوں چھوڑ کر دور چلا جاؤں جہاں پہ کوئی یہ نہ کہے کہ شہزادہ صاحب کی وفات ہو گئی ہے۔

رخسانہ ملک تاندلیانوالہ نے یوں خراج تحسین پیش کیا: شہزادہ صاحب کی موت اک ایسے انسان کی موت ہے جو لوگوں میں محبت تقسیم کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے محبت کرنا سیکھا۔ آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں مگر وہ ہماری باتوں، میں یادوں میں ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔

سب سے آخر پہ میں نے خود یعنی آپ کے حقیر سے خادم نے شہزادہ صاحب کو یوں اپنے الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا۔ **انتظار حسین ساقی تاندلیانوالہ** کے ساتھ آپ بھی ہیں:

پلکوں پہ سجائے ہوئے زخموں کے نگینے
گزریں گے کسی روز تیسرے شہر سے ہم بھی

شہزادہ صاحب نے محبت بھرے لفظ ہمارے نام کئے تھے وہ لفظ ایسے ہیں جو ہم سب کو نجانے کب تک زندہ رکھیں گے کیونکہ انسان کے چلے جانے کے بعد مر جانے کے بعد اصل میراث تو اس کے لفظ ہوتے ہیں اگر یہ لفظ میراث نہ ہوتے تو لوگ مرنے والوں کی قبروں پہ لفظوں سے اُلٹے کتبے نہ سجاتے۔ لفظ انسانی تہذیب کا سرمایہ بھی ہیں اور فکری نظریات کی سیاچن بھی۔ لفظ ہماری کائنات بھی ہیں اور ہماری ذات کا حصہ بھی ہیں ہمارے جذبات اور احساسات کا ذریعہ لفظ ہی تو ہیں۔ ہماری پہچان ہمارے لفظ ہی تو ہوتے ہیں جو ہم سادہ کاغذوں کے حوالے کرتے ہیں جس کی ایک مثال شہزادہ صاحب تھے انہوں نے ہمیں جذباتی طور پر اور احساساتی طور پر بہت بلند مقام دیا یہی وجہ ہے کہ شہزادہ صاحب آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں اور موجود رہیں گے۔ بات صرف محسوس کرنے کی ہے۔ انہوں نے ہمیں وہ محبت بھرے لفظ عطا کئے جو بہت انمول تھے اور آج انہی لفظوں نے شہزادہ صاحب کو ان کے جانے کے بعد انمول کر دیا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ اقبال صاحب نے یہ شعر شہزادہ صاحب کے لئے ہی کہا تھا۔ انسان ایسا روز روز نہیں پیدا ہوتا۔ شہزادہ صاحب نے جو محبت کا پودا ''جواب عرض'' کی صورت میں لگایا تھا، آج وہ اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ اس کی شاخیں پورے ملک میں چھائی ہوئی ہیں۔ شہزادہ صاحب نے اس درخت کو ضرور اپنے لہو سے سیراب کیا ہو گا۔ ہم شہزادہ صاحب کی محبت اور اس کاوش کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ شہزادہ صاحب آج بھی زندہ ہیں ہماری تحریروں میں، ہماری باتوں میں، ہماری یادوں میں زندہ رہیں گے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شہزادہ صاحب کی موت ہماری آنکھوں میں شب ہجراں بن کر ٹھہر گئی ہے۔ مگر مجھے پورا یقین ہے جب بھی گمان

شب میں کوئی چہرہ عکس نظر آئے گا تو وہ شہزادہ صاحب کا چہرہ ہو گا۔ جب بھی کوئی نڈھال لمحوں کے کرب سے گزرے گا تو ضرور شہزادہ صاحب یاد آئیں گے۔

قارئین جب محبت کرنے والے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو تاریخ اک نیا جنم لیتی ہے اور محبت اس حقیقت کا طواف کرتی ہے جب تک جواب عرض کا نام رہے گا تب تک لوگوں کی زبانوں پہ شہر کی وفاؤں میں آخر پہ شہزادہ صاحب کی نظر یہ شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وہ شخص جو محبت ...... بانٹتا تھا ...... چاہت تقسیم کرتا تھا ...... جس کی وجہ سے ...... ہمارے دلوں میں ...... محبت کا سمندر رواں ہے ...... آج وہی انسان ...... محبت کا انسان ...... مٹی کے زندان میں ...... آپ کی دعاؤں کا منتظر ہے ...... آؤ چلو سب مل کر ...... اُس کے لحد پر ...... دعاؤں کے پھول ...... نچھاور کرتے ہیں

(دعا گو انتظار حسین ساقی)

رات کافی گزر چکی تھی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صبح ہونے والی تھی سب لوگ اپنے اپنے انداز سے سٹیج پر آ کر شہزادہ صاحب کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ اگر سارے دوستوں کے خیالات اور جذبات قلمبند کرنے لگ جاؤں تو نجانے جواب عرض شہزادہ صاحب کی اس منائی گئی شام سے بھر جائیں گے۔ اس لئے اب اجازت چاہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شہزادہ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ دے اور ان کے گھر والوں کو اور ہم سب ان کے چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جاتے جاتے قارئین سے ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ شام اب ہر سال، فیصل آباد میں شہزادہ عالمگیر کے نام سے منائی جائے گی اور اس میں تمام رائٹر، شاعر، ادیب، دانشور سب شرکت کریں گے اور اگلے سال اس میں میل اور فی میل دونوں کی شرکت ہو گی اور آخر پر ایک ادبی ایوارڈ جس کا نام میں نے ''شہزادہ عالمگیر ایوارڈ'' رکھا ہے وہ دیا جائے گا۔ جو لڑکی، لڑکا، شاعر، رائٹر، دانشور شہزادہ صاحب کے نام بہت خوبصورت چیز لکھے گا یہ ایوارڈ اس کو دیا جائے گا اور جو بہت سینئر رائٹر ہیں ان کے لئے بھی مختلف ادبی ایوارڈ ہوں گے۔

آخر پہ تمام قارئین سے گذارش ہے کہ ہماری اس کاوش کو آپ نے کیسا سمجھا اپنی رائے ضرور دینا، میں شدت سے آپ تمام لوگوں کی رائے کا انتظار کروں گا۔ آخر پر فیصل آباد اور خاص کر خالد فاروق آسی، حکیم نسیم جاوید، ایم مجاہد چاند کی طرف سے آپ کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ آخر میں تمام قارئین سے ایک گذارش میری یہ کوشش یہ کاوش اگر آپ کو اچھی لگی ہو تو چند لفظوں کی بھیک ہماری طرف بھی اچھال دینا۔ آپ کی دعاؤں کا طلبگار

انتظار حسین ساقی - تاندلیانوالہ، فیصل آباد

◆I◆

قطعات

دل نے چاہا آپ کو کوئی تحفہ دوں
مگر میرے پاس وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
عمر بھر نہ پڑے غم کا سایہ آپ پر
میرے پاس دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

اک پھول بھی اکثر باغ سجا دیتا ہے
اک ہی ستارہ دنیا چمکا دیتا ہے
جہاں دنیا بھر کے رشتے تم نہیں ہوتے
وہاں اک دوست زندگی بنا دیتا ہے

اک ذرا سی بھول خطا بن گئی
میری وفا ہی میری سزا بن گئی
انے دل لیا اور کھیل کے توڑ دیا
ہماری جان گئی اور ان کی ادا بن گئی

☆......کنول- بھلوال

※■※

تنہائی

✍..... شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ

وقت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدلتا گیا. کئی بار مدیحہ نے اپنی امی کو بھی حالات کے بارے بتایا مگر وہ اس کو اس کا وہم کہہ کر ٹال دیتی. مگر مدیحہ دل ہی دل میں ٹوٹ جاتی. کسی ایسی آہٹ کا ڈر رہتا کہ کیا ایسا ہو گا ...... ایک درد بھری کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

فروری کی وہ سہانی شام بادلوں میں چھپا چاند اور رات کا خاموش لمحہ نہ جانے کیا بیان کر رہا تھا جیسے کسی کے آنے کی آہٹ دل میں دستک دے رہی ہو۔ مگر میرے چہرے کی اداسی اور بیتے وقت کے تیز نشتر آج بھی سینے میں چبھ رہے تھے۔ زندگی اسی کا نام ہے؟ زندگی بس انہی دکھوں میں ختم ہے کبھی اس کالی رات کا سویرا نہیں۔ بس اکیلے بیٹھے تاریکی کے اندھروں میں ہزار سوال خود سے کیے جا رہی تھی۔ میرے بیتے دنوں میں وہ سب تھا جو شاید پریوں کا کہانیوں میں ہوا کرتا ہے مگر آج ایسا لگتا ہے اک گہری نیند سے اٹھی اور سپنا ٹوٹ گیا۔ آج بھی عادت ہے مگر باقی گیلی ریت پہ تیرا نام لکھنا۔ آہ! کتنا مشکل ہے خدایا خود کو سمجھانا زندگی الجھ گئی نجانے کن کن سوالوں میں کہاں سے ڈھونڈیں ان کے جواب۔ مدیحہ کی شادی حسنین سے تیرہ سال پہلے ہوئی ایک ایسی عورت کی کہانی جس کے حق کا فیصلہ آپ سب پہ چھوڑا۔

شادی کے ان تیرہ سالوں کی ایک جھلک کچھ ایسے کہ جن حالات میں رشتہ ہوا اسے قسمت ہی کہہ سکتے ہیں۔ ماں باپ نے گھر بار نہ دیکھا روپیہ پیسہ نہ دیکھا دیکھا تو حسنین کی دلکشی اور متاس بس وہی سب کو بھا گئی۔ کسی نے یہ نہ سوچا کل آنے والے مستقبل میں انجام کیا ہوتا۔ صرف خوبصورتی ہی سب نہیں مگر مدیحہ نے ماں باپ کا فیصلہ ہی اپنی زندگی کا پہلا اور آخری فرض سمجھا۔ وقتی طور پر عجیب لگا مگر وہ اس فیصلے پہ مطمئن تھی۔ حسنین نے بھی آغاز زندگی میں بہت سکھ وسکون دیا۔ پیار بھی دیا مگر شادی کے چند سالوں بعد ہی حالات بدل گئے۔ اچھی جاب بھی تھی تمام اخراجات کا حساب بھی اولاد بھی مگر پتہ نہیں وہ کن خیالوں میں گم تھا حالانکہ مدیحہ نے کئی بار جاننے کی کوشش بھی کی کہ ایسی کیا بات ہے کہ آپ اکھڑے رہتے ہو مگر کچھ بھی پتہ نہ کر سکی۔ وہ حسنین پہ اعتماد تو کرتی تھی مگر دنیا پہ بھروسا نہیں تھا۔ اکثر بے وجہ کا جھگڑا شک کی بناء بن جاتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدلتا گیا۔ کئی بار مدیحہ نے اپنی امی کو بھی حالات کے بارے بتایا مگر وہ اس کو اس کا وہم کہہ کر ٹال دیتی۔ مگر مدیحہ دل ہی دل میں ٹوٹ جاتی۔ کسی ایسی آہٹ کا ڈر رہتا کہ کیا ایسا ہو گا۔ بہر حال جب قسمت کروٹ لیتی ہے ایک سال ایسا بھی آیا جب مدیحہ کے ماں باپ اللہ کو پیارے ہو گئے یک لخت اور وہ تنہا رہ گئی اپنی ٹوٹی قسمت کے سہارے ابھی حالات ایسے ہی تھے کہ ایک دن

حسنین کا شرافت کا نقاب بھی اتر گیا اور پتا چلا کہ اس نے چند سال پہلے شادی کر لی تھی۔ تب تو ایسے ہوا مدیحہ کی جیسے پیروں تلے زمین نکل گئی ہو۔ بہت روئی اپنے نصیب پہ آج ایسے وقت میں سچ سامنے آیا کہ اس کے والدین بھی پاس نہیں اور اوپر سے حسنین کا گھر سے باہر کئی کئی روز رہنا۔ اب وہ پوری طرح ظاہر ہو چکا تھا اور جھوٹے دلاسے دینے کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ مدیحہ جو پہلے ہی دکھی تھی آج اور بھی دکھ میں ہو چکی تھی۔ اولاد، پیار، بھروسا اور کیا نہیں دیا اتنے سال ایک وفاشعاری کا یہ صلہ ملنا تھا۔

ایسے میں نجم بہار بن کر مدیحہ کی اجڑی زندگی میں آیا جہاں مدیحہ جاب کرتی تھی وہاں نجم بھی چند روز پہلے آیا تھا۔ حالات ایسے ہو گئے کہ بچوں کا خرچہ تک حسنین کو یاد نہ رہا۔ اپنی خوشیوں اور اپنی رنگ رلیوں میں مست ہو گیا یہ فکر نہ رہی کہ ایک اور بھی زندگی ہے جو میرا انتظار کرتی ہے میری آس لگائے بیٹھی ہے۔ مگر اس نے تو لاپرواہی کی حد کر دی مہینہ بھر بھی اس کی کوئی اطلاع نہ فون کروں تو رسیو نہ کرنا، ایس ایم ایس کرو تو جواب نہ۔ اگر مدیحہ نے سب نصیب کا لکھا سمجھ کر مان لیا تھا تو اس کا بھی تو فرض بنتا تھا کہ وہ بھی یاد رکھے۔ اتنی بے رخی کی وجہ اور جہاں نئے دوست بن گئے وہاں اپنوں کو کوئی اس طرح چھوڑتا ہے۔

''محبت اور موت''

دونوں ہی بن بلوائے مہمان ہوتے ہیں
کب آ جائے کوئی نہیں جانتا
لیکن
دونوں کا ایک ہی کام ہے
ایک ''دل'' لے جاتی ہے تو
دوسری ''دھڑکن''

جب اپنا نصیب ہاتھ سے چھوٹتا ہے ناں تو بہت تکلیف ہوتی ہے بندے کی جینے کی حسرت ہی ختم ہو جاتی ہے اور کوئی تمنا جنم ہی نہیں لیتی۔

مجھے اس کی محبت پہ اعتبار بہت تھا
وہ ایک شخص میرے لئے خاص بہت تھا
تمام عمر وہ ساتھ بے شک نہ دے میرا
دو پل اس کے ملنے کا بھی احساس بہت تھا

نجم سے ان حالات میں مدیحہ کی ملاقات ہوئی۔ چند روز میں آپس میں ان کی دوستی بھی بڑھ گئی اور نجم مدیحہ کے بارے میں سب جاننے کے بعد اس کی بہت عزت اور دل سے قدر کرتا تھا۔ وہ اپنے حالات اپنے دکھ اس سے بانٹ لیتی ایسا رشتہ کہ جیسے وہ اپنے ماں باپ سے بات کر لیتی اور ویسے بھی نجم دور کے رشتے میں اپنا ہی تھا۔ وقت گزرتا گیا مگر اب مدیحہ کو ایک نیک عزت دینے والا مل گیا تھا وہ حسنین کی وجہ سے پریشان تو تھی مگر عادی ہو گئی تھی کبھی کبھی اس کا گھر آنا ملنا بچوں سے دکھاوے کی محبت جتانا اسے اب فرق نہ پڑتا تھا کیونکہ جو آنسو حسنین کے دکھ کو بانٹ نہ پائے ان کا کیا گلہ مگر خاوند کی اس بے وفائی کا دکھ دل میں پتھر کی طرح تھا۔ گھر کے اخراجات اور بچوں کی پڑھائی ان کے پڑھنے لکھنے کی اشیاء اک جیسے تیسے انتظام تو ہو رہا تھا مدیحہ کی جاب سے مگر خاوند کا ساتھ تو نہیں تھا پیار سے تو محروم تھی وہ۔ ایک عورت کی زندگی مرد بناء کیا ہو گی یہ عورت ہی جان سکتی ہے اور کوئی بھی عورت اپنے حق بانٹتے نہیں دیکھ سکتی سوتن برداشت نہیں کرتی۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سچ تھا اور اس سچ نے اس کا دل بھی پتھر کر دیا تھا۔

نجم بہت کوشش بھی کرتا ہے کہ ہر پل اسے خوش رکھوں کام میں ہاتھ بھی بٹاتا کہ چلو اس کا ساتھ دوں مگر وہ اداس رہتی ہنسی تو جیسے دشمن ہو گئی تھی۔ مگر نجم نے ہمت نہ ہاری وہ ہر کوشش کرتا مدیحہ کے لئے اب تو ایسا بھی لگنے لگا کہ جیسے وقت نے ایک بار پھر اپنا رنگ بدلا۔ نجم کو وہ بے پناہ عزت دیتی دوست کم اور اپنا حقیقی مخلص سمجھتی کوئی بھی کام میں رائے چاہیے ہوتی تو نجم سے دن پل گھنٹے۔ سالوں میں بدلتے گئے۔ مدیحہ وقت کے ساتھ چلتی رہی اور پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ نجم بھی اب ایسا محسوس کرنے لگا کہ شاید میں ہی میں ہوں بس وہی مردوں والی انا شاید اسے بھی کھا گئی۔ کچھ بدلاؤ سا آ گیا۔ شاید وہ بھی مدیحہ سے بھاگ رہا تھا۔ شاید مدیحہ کے نصیب میں ہی تنہائی تھی دکھ تھا درد تھا۔ کیا لکھوں اس میں کون غلط ہو گا کس کا قصور ہے مدیحہ کا نجم کا یا پھر حسنین کا۔ آج بھی وہ اپنے دکھوں کو سمیٹے ہوئے ہے کوئی نہیں سمجھ سکا یا پھر اسی میں کوئی خامی ہے جسے وہ خود سمجھ نہ پائی۔

گیلے کاغذ کی طرح ٹھہری ہے زندگی اپنی
کوئی لکھ بھی نہ پائے کوئی جلا بھی نہ سکے
کیسے گزرے گی یہ طویل زندگی کی کٹھن گھڑی!

□❖□

غزل

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم میں بھگونے نہیں دیا
تنہائیاں تمہارا پتہ پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
دل کو تمہارے نام کے آنسو عزیز تھے
پلکوں پہ کوئی خواب پرونے نہیں دیا
ناصر یوں اس کی یاد چلی ہاتھ تھام کے
میلے میں اس جہان کے کھونے نہیں دیا

☆......عابد قریشی-ساہیوال

قطعہ

خوشبو کی طرح آپ کے پاس بکھر جائیں گے
سکون بن کر دل میں اتر جائیں گے
ذرا محسوس کرنے کی کوشش تو کرو
دور ہوتے ہوئے بھی پاس نظر آئیں گے

☆ افضال عامر-کالاباغ

یاد رکھیں

☆ خدا پہ ہمیشہ بھروسہ رکھو کیونکہ خدا وہ نہیں دیتا جو آپ کو اچھا لگتا ہے بلکہ خدا وہ دیتا ہے جو آپ کے لئے اچھا ہوتا ہے۔

☆ کسی سے اتنی نفرت نہ کرو کہ کبھی ملنا پڑے تو مل نہ سکو اور کسی سے اتنی محبت نہ کرو کہ کبھی تنہا جینا پڑے تو جی نہ سکو۔

☆ جب کوئی آپ کی تعریف کرے تو اس کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ دریا جب کسی دیوار کو گراتا ہے تو پہلے اس کے قدم چومتا ہے۔

☆ دعا دستک کی طرح ہے اور مسلسل دستک سے دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔

☆ کسی کا دل نہ دکھاؤ ورنہ اس کے آنسو تیرے لئے عذاب بن جائیں گے۔

☆ اعتماد اتنا نازک ہوتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ ٹوٹ جائے تو واپس نہیں جڑتا۔

☆ ہر ایک کی بات سنو مگر فیصلہ خود کرو۔

☆ کسی کا دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

☆ زبان ایک خنجر ہے اس سے کسی کو زخم نہ دو۔

☆ میں اچھے وقت سے زیادہ اچھا دوست عزیز رکھتا ہوں کیونکہ اچھا دوست اچھا وقت پیدا کر سکتا ہے مگر اچھا وقت اچھا دوست نہیں دے سکتا۔

☆......ایم خالد محمود سانول-مروٹ

پھول کا مقدر

گلستان میں کھلنے والا ہر پھول خوشنما اور دلفریب ہوتا ہے بظاہر حسن کا مجسمہ یکسانیت کا حامل مگر ان کا مقدر ...... ایک طرف سہرے کی سجاوٹ اور دوسری طرف قبر کی زینت۔ کہیں محبت کی نشانی سمجھ کر کالر یا بالوں میں لگایا جاتا ہے تو بعض اوقات نفرت سے پاؤں تلے مسل دیا جاتا ہے جبکہ کچھ پھول پودے پر ہی دامن چاک کر لیتے ہیں۔ گویا ہر پھول کا مقدر کائنات کے اس گلشن میں انسان کی مانند ہے۔

☆......مہر ریاض احمد زیڈ-جڑانوالہ

پیار میں ایسا بھی ہوتا ہے

......ساحل ناصر-لالہ موسیٰ

میں جس سے پیار کرتا تھا اسے خبر بھی نہ تھی. خبر ہوتی بھی کیسے مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس سے کچھ دل کی بات کہہ دیتا لیکن جب میں نے سب کچھ بتا دیا تو وہ بُرا مان گئی اور چپکے سے کسی اور سے شادی کر لی. میں آج بھی اس کا منتظر ہوں. کاش وہ میرے پیار کو سمجھ پاتی ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین کرام! کچھ یوں تعارف کرانا چاہتا ہوں آج میں ایک بار پھر کہانی لے کر جواب عرض میں حاضر ہوا ہوں یقین ہے آپ سب کو یہ کہانی بہت پسند آئے گی۔ میرا ایک دوست تھا اس کا نام اسد تھا اور وہ میرا بچپن کا ساتھی تھا۔ ہم دونوں ایک سکول میں پڑھے ایک ساتھ کھیلتے کھودتے تھے اور میں اس کی ہر دل کی بات جانتا تھا اور اسد بھی میرے دل کی ہر بات جانتا تھا۔ دراصل اسد اپنے گھر والوں سے ڈرتا تھا لیکن اسد نے مجھ سے تو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ اس کو بھی ایک لڑکی سے پیار ہو گیا تھا جس کا نام عائشہ تھا لیکن اسد نے کبھی اس کو محسوس نہ ہونے دیا۔ ہوا ایسا کہ اسد دن رات اس کے خیالوں میں گم رہتا تھا لیکن اس سے بات کرنے میں ہمت نہ تھی۔ ہمت اس لئے نہیں تھی کیونکہ عائشہ اسد کی کزن تھی اسد کے دل میں یہی خیال ہوتا تھا اگر کبھی بھی عائشہ کو کہہ دوں میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تو اگر میرے گھر والوں کو میرے ماں باپ بہن بھائیوں کو پتہ چل گیا تو وہ اسد کے بارے میں کیا سوچیں گے تو اسد میں اتنی ہمت ہی نہ آ پائی وہ اپنے پیار کا اظہار کر سکے۔

وقت گزرتا جا رہا تھا لیکن اسد کی اور عائشہ کی موبائل پر بات کبھی کبھار ہوا کرتی تھی۔ ایک روز ایسا ہوا اسد کی ایک اور کزن تھی وہ لاہور میں رہتی تھی لیکن وہ اسد سے پیار اپنی حد سے بھی زیادہ کیا کرتی تھی لیکن اسد اس کی طرف دھیان نہیں دیتا تھا۔ اسد کے دل میں ایک ہی خیال تھا وہ صرف عائشہ کا۔ جو اسد کی کزن لاہور میں رہتی تھی اس نے اسد کو شادی کا بولا تھا کہ میرا بہت زیادہ دل ہے کہ میں تم سے شادی کر لوں لیکن ہماری قسمت میں یہ مشکل ہی ہو لیکن اسد کی کزن جو لاہور میں رہتی تھی اس کا کہنا تھا اگر ہم اس دنیا میں نہ مل سکے تو مرنے کے بعد ملیں گے۔ جب اسد نے اپنی داستان غم اپنی کزن کو سنائی جو لاہور میں رہتی تھی سنتے سنتے اس کو بہت دکھ ہوا بہت زیادہ دل کو درد پہنچا لیکن اس نے اپنے دل میں سب درد دکھ چھپا لئے۔ پھر اسد کی کزن جو لاہور میں تھی وہ عائشہ سے ملنے آئی تو اس نے عائشہ کو سب کچھ بتا دیا لیکن عائشہ نے اس کی باتوں پر غور نہیں کیا۔ جب اس کی کزن واپس چلی گئی تو عائشہ نے سوچا مجھ کو اس کا انٹرویو لینا چاہئے لیکن عائشہ بھی کہتی کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیا

کرنا ہے یہ سب کر کے لیکن اسد کے کزنوں کی شادی تھی۔ اسد نے بہت کوشش کی اس کو اپنا حال دل سنانے میں لیکن پھر ناکام رہا۔ وقت گزھرتا جا رہا تا عمر بڑھتی جا رہی تھی عائشہ کی منگنی ہو گئی تو اس نے مجھ کو بتایا اس کی منگنی ہو گئی ہے تو مجھے بھی بہت دکھ ہوا میں اس کو کہا اگر تمہاری قسمت میں ہوئی تو تم کو ضرور ملے گی اگر یہ نہ مل سکی تو مجھ کو اتنی امید ہے تم نے کتنا حوصلہ کیا اپنے دل میں بات رکھی اس سے اچھی ملے تھی تو میں نے کہا یہ سب مقدروں کی بات ہوتی ہے پریشان نہ ہوا کرو۔ جو بھی آنے والے وقت میں ہو گا اچھا ہی ہو گا تو اسد کو تھوڑا سا چین ملا مجھے کسی نے تو تسلی دی ہے۔

بہت تیزی میں وقت گزرتا رہا ایک دن ایسا آیا عائشہ کا نکاح ہو گیا جب عائشہ کا نکاح ہوا تو اسد کی ساری امیدیں پانی میں بہہ گئیں۔ اسد ناکام ہو گیا اپنے پیار میں۔ ایک روز ایسا ہوا اسد میرے گھر آیا ہم دونوں روم میں بیٹھے ہوئے تھے تو عائشہ کا میسج آ گیا تو اس نے اسد کو بتایا کہ جو لڑکی لاہور میں رہتی ہے جو تم سے اپنی جان سے زیادہ پیار کرتی ہے اس کی دو دن بعد شادی ہے لیکن اس کا دل بہت تھا تم سے شادی کرنے کو لیکن نہ کر سکی اگر اسد تم تھوڑی ساری اس کی مدد کرتے تو شاید تم دونوں کی شادی ہو جاتی تو اسد نے کہا میں تو ابھی پڑھتا ہوں۔ اپنے گھر والوں کی دیکھ بال کرنی ہے۔ ابھی میری عمر بہت کم تھی اس لئے میں نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں میں جس سے شادی کرنا چاہتا تھا وہ مجھے نہ مل سکی تو اس میں میں اس کو کیسے مل سکتا تھا۔ میں نے اسد کو کہا میں تم کو جو کہوں گا تم کرو گے میرا دوست میری ہر بات مان جاتا ہے۔ وہ مان گیا تو میں اس کو کہا عائشہ سے بات کرو اور اس کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو میں تم سے اپنی حد سے بڑھ کر پیار کرتا ہوں افسوس یہ کہ میں تم کو بتا نہیں سکتا اور اسد نے میری بات مان لی اس نے عائشہ کو سب کچھ کہہ دیا لیکن عائشہ بھی خاموش ہو کے سنتی رہی۔ اس نے اسد کو کچھ نہ کہا۔ عائشہ نے سب کچھ سننے کے بعد اسد سے بات نہ کی بات نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی اس کی وجہ اسد کی لاہور والی کزن بن گئی تھی جس کی وجہ سے اسد اور عائشہ کی دوری میں اضافہ ہوتا رہا۔ اتنی دوری ہو گئی اتنی دوری ہو گئی اسد سے بات کرنا بھی چھوڑ دیا تو اسد کو اس بات کا بہت افسوس ہوا پھر میں نے اسد کو کہا کہ تم پریشان نہ ہو تم نے اس کو بتا تو دیا ہے کہ تم اس سے بہت پیار کرتے ہو چلو وہ تمہاری نہ سہی لیکن اس کو پوری زندگی یہ تو یاد رہے گا کہ کوئی لڑکا تھا اسد نام کا وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا تھا پھر کچھ عرصہ پہلے عائشہ کی شادی ہو گئی اور اسد ابھی بھی عائشہ کی یادوں میں گم رہتا ہے۔ کہانی کو ختم کرتے ہوئے میں آپ سب کا شکریہ جن لوگوں نے ساحل کی کہانی کو پڑھا امید ہے سب دوستوں نے پسند بھی کیا ہو گا۔

◆I◆

یہی کہنا محبت ہے

اجالا جو کہیں دیکھو یہی کہنا محبت ہے
کسی کے خواب میں ابھرو یہی کہنا محبت ہے
فضاؤں میں جو بس جاؤ تو تھامو ہاتھ چاہت کا
اداسی میں کبھی اترو، یہی کہنا محبت ہے
کوئی تم سے جو پوچھے کیوں سفر یہ باندھ رکھا ہے
جو دریا پار جانا ہو یہی کہنا محبت ہے
ستارے جو کبھی اتریں کسی کا نام آتے ہی
دکھوں میں ڈوبتی آنکھو یہی کہنا محبت ہے
کنارے ڈوب جائیں گر سمندر صرف زندہ ہو
جدائی میں بسے لوگوں یہی کہنا محبت ہے
بشارت روح کو ہو گی نئے جنھوں کے موسم کی
اگر تم ٹوٹ بھی جاؤ یہی کہنا محبت ہے
بس جب کوئی اور اس دیکھ کر تجھ سے پوچھے رضا
تو حالِ دل نہ کہنا انہیں فقط یہی کہنا محبت

☆......محمد احمد رضا-صلالہ عمان

گم نام محبت

......اللہ دتہ بے درد

اس طرح وہ روپے لے کر چلی گئی اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے اور کیوں میرے ساتھ اس طرح کر رہی ہے اور پتہ نہیں یہ کیا چاہتی ہے اور کتنی ساری نہیں کہ کتنی عمر کی ہے اور کیا یہ مجھ سے بڑھی ہے یا چھوٹی معلوم نہیں یہ سب میرے دل میں کیوں خیال آنے لگے اور میں ساری رات سوچتا رہا نجانے کب آنکھ لگ گئی اور صبح میرے گھر والوں نے اٹھایا کہ پتہ نہیں رات کو کون روپے ہمارے واپس رکھ گیا ہے اور آج تو سب ہی خوش ہو رہے تھے اور پھر میرے گھر والوں نے بینک میں روپے رکھوانے کو بہتر ہی سمجھا اور گھر والوں نے بینک میں سارے روپے رکھوا دیئے اور اس دوران میری تعلیم بھی چلی رہی ...... ایک سنسنی خیز کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میرے دوست کی تحریر اس کی زبانی پڑھئے اور اگر ایک دوست بھی اس تحریر کو پڑھ کر سبق حاصل کر لے تو امید ہے کہ میرا لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے۔

میرا نام نوید ہے اور میری تعلیم بالکل کم ہے اور میں ایک درمیانے گھر کا فرد ہوں اور میری دو بہنیں اور چار بھائی ہیں اور میں سب سے چھوٹا ہوں اور میں گھر میں چھوٹا ہونے کے ناطے لاڈلہ اور بہت ہی ڈھیٹ آدمی ہوں۔ کیونکہ جب کوئی میری بات نہیں مانتا تو میں رو کر اپنی بات منوالیتا۔ اس لئے جب میں تھوڑا بڑا ہوا تو مجھے میرے گھر والوں نے سکول اور مسجد میں پڑھنے کے لئے کہا اور میں نے اپنا نام سکول داخل کروایا اور مسجد میں جانا شروع کر دیا اور میرے ساتھ جب میں چلتا تو مجھے ایسے محسوس ہوتا جس طرح میرے ساتھ کوئی اور بھی چل رہا ہے اور جب میں پڑھتا تو مجھے اس طرح محسوس ہوتا کہ جب میں سبق کے لئے آواز نکالتا تو میرے ساتھ ایک اور بھی آواز نکلتی اور میں کبھی کبھی تو اس آواز کی پہچان کرنے کی میں کوشش کرتا لیکن جب میں خاموش ہو جاتا تو وہ آواز بھی کہیں دب جاتی اور میں استاد کو حیرانی کی صورت میں دیکھتا کہ کہیں میری چوری آواز کی پکڑ تو نہیں لی اس طرح کافی دن میرے ساتھ ہوتا رہا اور میں بچوں سے الگ ہی رہتا اور میں تو کھیلتا بھی علیحدہ ہی تھا اور مجھے اس طرح لگتا کہ کوئی میرے ساتھ کھیل ضرور رہا ہے لیکن وہ نظر کیوں نہیں آ رہا اور پھر مجھے جب سبق کے لئے میری ماں مجھے پڑھاتی تو مجھے اس طرح لگتا جس طرح کوئی مجھے اور بھی گھور گھور کر دیکھ رہا ہے اور پھر کبھی کبھی جب میری ماں مجھے مارتی تو مجھے کوئی درد نہ ہوتا مجھے اس طرح لگتا کہ جب میری ماں مجھے مارتی تو کوئی مجھے سائیڈ پر کر دیتا اور میری ماں جو مجھے پڑھاتی تھی وہ خود پڑھ لیتا اور اب تو وہ میرے ساتھ بولتی بھی اور جب وہ بولتی تو مجھے اس طرح لگا کہ یہ تو کوئی لڑکی ہے اور پھر ہم ایک دوسرے میں فری ہو گئے اور وہ بھی میرے ساتھ فری اور سکول کے ساتھ ساتھ مسجد کا بھی سبق حاصل کر

رہتا اور اب تو ہمارا ایک ساتھ جانا اور ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنا مجھے یہ سب بہت ہی اچھا لگتا لیکن ابھی تک وہ میرے سامنے نہیں آئی لیکن میں نے کبھی بھی اچھا نہیں سمجھا کہ اسے کہوں کہ آپ میرے سامنے آئے آپ کیسی ہے اور کس طرح کی ہو خوبصورت ہو یا کالی میں تو اس کے ساتھ مانوس ہی اتنا ہو گیا تھا کہ جب میں تنہا ہوتا تو پریشان ہو جاتا کہ اب وہ کدھر ہے اور میرے پاس کیوں نہیں ہے اور میرے ساتھ یہ اکثر ہوتا تو میں اس کے لئے پریشان ہو جاتا اور اب ہم ہر کام ایک ساتھ ہی کرتے لیکن وہ نظر نہ آتی لیکن اتنا ضرور ہوتا کہ جب میں پریشان ہوتا وہ مجھے ضرور پوچھتی کہ آپ اس بات سے پریشان ہو میں اس کا حل بتاتی ہوں تو میں حیران ہوتا کہ یہ میرے دل کی بات کیسے جان جاتی ہے اور پھر ہمارے گھر سے کچھ روپے چوری ہو گئے اور ہم سب ہی گھر والے پریشان تھے اور ہمارے گھر میں جو چوری ہوئی وہ 80 لاکھ روپے کی تھی اور اس وجہ سے ہمارے گھر والے ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے اور میں بھی رو رہا تھا اور ہمارے گھر میں سب رشتے دار بھی اکٹھے ہو گئے تھے افسوس کے لئے تو میں نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلا تو وہ میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ آپ روتے ہوئے مجھے اچھے نہیں لگتے اور نہ ہی میں آپ کو روتا دیکھ سکتی ہوں آپ کے روپے جو ساتھ والا گاؤں ہے اس کے درمیان میں ایک گھر ہے جس کا مالک ریاض ہے وہ لے گیا اور آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ جس الماری میں اس نے رکھے ہیں اس کی چابی میرے پاس ہے وہ چابی میں ابھی اٹھا کر لائی ہوں اور رات کو جب میرے اور آپ کے گھر والے سو جائیں گے تو میں آپ کے پاس آ جاؤں گی اور پھر جا کر لے آئیں گے اور پھر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور میں واپس گھر آ گیا اور اب میں خوش تھا اور میرے گھر والے مجھے دیکھ کر مجھے غصے ہوتے کہ ہمارے اتنے روپے چوری ہو گئے ہیں اور آپ پہلے رو رہے تھے اور اب خوش ہو رہے ہیں تمہیں اتنی جلدی کیا ہو گیا اور میں اپنے گھر والوں کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے کمرے میں آ گیا اور میں بے چینی سے رات کا انتظار کرنے لگا اور پھر رات کو جب میں اپنے کمرے میں آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرا انتظار کر رہا ہے اور کمرے میں آ کر اس نے مجھے سلام کیا اور میں نے سلام کا جواب دیا اور اس نے کہا کہ چلئے تو میں نے کہا کہ کیسے جائیں گے جب میں کمرے سے باہر نکلا تو میرے گھر والے مجھے دیکھ لیں گے تو اس نے کہا کہ آپ آنکھیں بند کریں گے میرا کام ہے اور پھر میں نے آنکھیں بند کر دیں اور مجھے اس طرح لگا کہ جس طرح کوئی چیز مجھے ہوا میں اڑا کر لے جا رہی ہے اور وہاں جا کر مجھے اس کی آواز آئی کہ اب آنکھیں کھول دو تو جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں اس وقت ریاض جو کہ بہت بڑا ڈاکو تھا اس کے گھر میں تھا اور میں حیران ہوا کہ اس وقت وہ نہیں تھا وہاں پر اور اس نے مجھے کہا کہ آپ اس الماری کو ہاتھ لگائیں اور یہ کھل جائے گی اور پھر میں نے اس الماری کو کھولا تو وہاں پر کافی سارے روپے پڑے تھے اور میں نے جب صرف اپنے روپے اٹھائے تو مجھے اس کی آواز آئی کہ نہیں آپ یہ سب روپے اٹھا لیں میں نے کہا کہ نہیں یہ سب غلط ہے تو اس کی آواز پھر آئی میں جو کہتی ہوں آپ وہ کریں اور پھر میں نے اس کی بات مان لی اور میں نے سن کر اپنے دل میں کہا کہ آج تو چوروں کو مور پڑیں گے اور پھر میں اسی طرح آنکھیں بند کیں اور واپس آ گیا اور پھر مجھے آواز آئی کہ اب آنکھیں کھولو تو میں نے جب آنکھیں کھولیں تو میں اس وقت اپنے کمرے میں تھا اور پھر میں جہاں پر روپے پہلے پڑے ہوئے تھے وہاں پر رکھ دیئے جو اسی لاکھ تھے باقی میں نے اسے دیئے کہ یہ آپ اپنے پاس رکھیں جب مجھے ضرورت ہوئی تو میں لے لوں گا۔

اس طرح وہ روپے لے کر چلی گئی اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے اور کیوں میرے ساتھ اس طرح کر رہی ہے اور پتہ نہیں یہ کیا چاہتی ہے اور کتنی ساری نہیں کہ کتنی عمر کی ہے اور کیا یہ مجھ سے بڑی

ہے یا چھوٹی معلوم نہیں یہ سب میرے دل میں کیوں خیال آنے لگے اور میں ساری رات سوچتا رہا نجانے کب آنکھ لگ گئی اور صبح میرے گھر والوں نے اٹھایا کہ پتہ نہیں رات کو کون روپے ہمارے واپس رکھ گیا ہے اور آج تو سب ہی خوش ہو رہے تھے اور پھر میرے گھر والوں نے بینک میں روپے رکھوانے کو بہتر ہی سمجھا اور گھر والوں نے بینک میں سارے روپے رکھوا دیئے اور اس دوران میری تعلیم بھی چلی رہی اور وہ بھی میرے ساتھ پڑھتی پڑھتی تیسری کلاس اور پانچ سپارے مکمل کر لیئے اور ہم ایک دوسرے کو بغیر دیکھے ہی ایک ساتھ پڑھتے اور کھیلتے رہے اور اب ہماری اچھی خاصی دوستی ہو گئی اور پھر میری ایک بہن اور بھائی کی شادی کی تیاری ہو رہی تھی اور میں نے اسے بتایا کہ میرے گھر میں میری بہن اور بھائی کی شادی ہے اور تم نے آنا ضرور ہے تو وہ بولی کہ میں تو زیادہ دیر آپ کے ساتھ ہی رہتی ہوں تو پھر شادی کی رات کیسے آپ فکر نہ کریں میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہی رہوں گی اور پھر شادی کے دن قریب آ گئے اور ایک دن شادی سے پہلے جب اس نے مجھے پوچھا کہ آپ کو کون سا رنگ پسند ہے تو میں نے کہا کہ یہ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں یہ وہ بچپن تھا جب ہمیں خود اپنی پسند کے کپڑے پہنائے جاتے تھے اور ہمارے ماں باپ کو جو بھی رنگ پسند ہوتا وہ ہمیں سلوا کر دیا جاتا اس لئے میں نے اس سے پوچھنا بہتر ہی سمجھا تو اس نے بتایا کہ میں چاہتی ہوں تمہاری پسند کے کپڑے سلواؤں تو میں نے اسے کہا کہ آپ نظر تو آتی نہیں ہیں پھر میری پسند کے کپڑے پہن کر کس کو دکھاؤں تو وہ بولی کہ آپ بتائیں تو سہی میرے نظر یا نہ نظر آنے کا مقصد نہیں ہے اس میں میں تو صرف آپ کی پسند پوچھی ہے تو مجھے اس وقت سرخ رنگ بہت پسند تھا تو میں نے اسے سرخ رنگ بتایا اور شادی کے دن ہمارے گھر میں بہت رش تھا اس لئے میں بھی اپنے کزنوں کے ساتھ کبھی ادھر تو کبھی ادھر ایک لڑکی بہت ہی خوبصورت سرخ کپڑوں میں مجھے گھور گھور کر دیکھتی لیکن میں اسے کبھی بھی نہ دیکھتا اور میں تو کبھی بھی دیکھتا اور سوچتا کہ یہ کون ہے جو مجھے اس طرح گھور گھور کر دیکھ رہی ہے اور میں اپنے کزنوں کے ساتھ جدھر بھی جاتا وہ ہمارے پیچھے پیچھے آتی اور میں تو اپنے کزنوں کے ساتھ اتنا مشغول تھا کہ میں اس اپنی دوست کو بھول ہی گیا تھا اور جب شادی ختم ہوئی تو میں اپنے کمرے میں آ کر سونے لگا جب تک کہ شادی کے دو دن میں اپنے کمرے میں نہیں آیا تھا کیونکہ میرے کمرے میں جگہ کم تھی اس لئے میں اپنے کزنوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں سوتا وہاں اس لئے جب بھی میں اپنے کمرے میں آیا تو مجھے پہلے کی طرح سلام کیا گیا اور سلام کے جواب کے بعد اس کا پہلا گلہ کہ آپ کو فرصت مل گئی یا اب مصروف ہو تو میں نے کہا کہ میں نے آپ کا کافی انتظار کیا اور آپ آئی ہی نہیں تو اس نے کہا کہ آپ کے پاس ہمارے لئے کوئی ٹائم ہی نہیں تھا جب آپ اپنے کزنوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور اب آپ جھوٹ بول رہے ہیں اور پھر میں نے سوری کیا اور پوچھا کہ آپ کب آئی تھیں جب ہمیں دیکھا اور بلایا تک نہیں تو وہ بولی کہ میں تو آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور آپ کزنوں کے ساتھ بہت خوش لگ رہے تھے اس لئے میں آپ کو دیکھتی رہی اس طرح قارئین ہم پڑھتے بھی رہے اور بڑھتے بھی رہے اور میرے سب بہن بھائیوں کی شادی ہو چکی تھی اور اب میں اکیلا ہی رہتا تھا اور ہماری دوستی محبت میں بدل چکی تھی اور اب ہم اکثر پیار محبت کی باتیں کرتے اور اس نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ نے مجھے بچپن میں دیکھا تھا کیونکہ اس وقت ہمارا بچپن تھا اور اب ہم بڑے ہو گئے تھے اور پیار بھری باتیں کرتے تو ایک دن میں نے اصرار کیا کہ آپ مجھے اپنا چہرہ دکھائیں تو اس نے کہا کہ ایک شرط پر دکھاتی ہوں تو میں نے کہا کہ مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے تو اس نے کہا کہ مجھے آپ ہاتھ نہیں لگائیں گے تو میں نے اسے کہا کہ میں نے آپ کو چھونے کے لئے تو نہیں کہا کہ آپ مجھے نظر آئیں۔ اس نے کہا کہ اب آنکھیں بند کرو اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اور جب میری آنکھیں مجھے

کھولنے کو بولی تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا وہ تو بلا کی خوبصورت تھی اور میرا دل چاہتا کہ اسے ہاتھ لگا کر دیکھوں تو جب میں اس کی طرف بڑھا تو اس نے مجھے میرا وعدہ یاد کرایا۔ میرے خیال میں یہ تھا کہ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا اور پھر ہمارا روز کا معمول بن گیا کہ ہم اب پیار محبت کی باتیں کرتے اور وہ رات کو میرے کمرے میں آ جاتی اور ہم ساری رات اکٹھے رہتے اور وہ صبح غیب ہو جاتی اب ہم پیار میں اس طرح آگے نکل گئے تھے جہاں سے واپس آنا مشکل تھا اور آہستہ آہستہ ہمارا پیار بھی بڑھتا گیا اور میرے سب بہن بھائی کی شادی ہو گئی تھی سوائے میرے اور اب میرے گھر والے بار بار میری شادی پر اصرار کرتے لیکن میں بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کسی جن زادی سے پیار کرتا ہوں اور واسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

میرے گھر والوں کا بھی اصرار بڑھتا گیا اور اس کو بھی معلوم تھا کہ میرے گھر والے مجھے پریشان کر رہے ہیں اور پھر اس نے بھی مجھے کہا کہ ہم شادی کرتے ہیں اور آپ میرے علاوہ کسی سے شادی مت کرنا اور میں بھی تو نہیں چاہتا تھا کہ میں اس سے دور جاؤں اور پھر ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئی جب وہ میرے پاس آئی تو بہت خوش تھی جب میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو راضی کر لیا ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس لئے میں خوش ہوں اور آپ کو لے آئی ہوں اور اس نے میری آنکھیں بند کرائیں اور جب میں نے اپنی آنکھیں بند کیں تو مجھے اس طرح لگا کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں اور تھوڑی دیر میں مجھے کہا کہ اب آنکھیں کھول دو تو میں نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا سا بنگلہ ہے جس کے چاروں طرف ہر قسم کے باغات ہیں اور ہر قسم کے درخت پر فروٹ ہیں اور میرا اچھی طرح استقبال کیا گیا جس طرح کسی افسر کا کیا جاتا۔ فٹ پاتھ کے دونوں طرف ملازم پھول لے کر کھڑے تھے اور وہ میرے ساتھ تھی اور ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اندر کی طرف چلنے لگے اور پھر ہماری شادی ہوئی ان کے جو رسم و رواج تھے ان کے ساتھ اور پھر وہ مجھے میرے گھر چھوڑنے آ گئی اور مجھے وہ گھر چھوڑ کر واپس چلی گئی اور پھر ہم اکثر ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے رہے اور میں تو بہت خوش تھا اس کے ساتھ لیکن میری اس شادی کا میرے گھر والوں کو پتہ نہیں تھا اس لئے وہ ہر روز مجھے شادی کے لئے کہتے لیکن میرا ہر روز انکار ہوتا اور اس طرح اب میں اپنے گھر سے غیب رہنے لگا کیونکہ میری شادی کو اب تین سال ہو گئے تھے۔

اس دوران میں دو بچوں کا باپ بن گیا تھا لیکن میرے بچے تو جن تھے۔ ان کا سب کچھ جنوں والا طریقہ تھا اور جب وہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں کرتے تو مجھے بہت اچھا لگتا اور میرا گھر سے غیبب رہنا گھر والوں کو پریشان کر دیتا اور اب انہوں نے مجھے پوچھے بغیر ہی ایک رشتہ پسند کر لیا جس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا اور مجھے اس وقت بتایا گیا جب شادی کے دن نزدیک آ گئے اور میں نے جب اس کو بتایا جس کا نام میں نے خود رکھا تھا انیتا جب اور یہی نام نکاح نامے میں بھی لکھوایا تھا۔ تو اس نے کہا کہ اگر آپ نے شادی اس کے ساتھ کی تو مجھے بولا کوئی بھی ہو سکتا ہے پر نہ کہنا کہ بتایا نہیں ہے اور اب میں دونوں طرف سے مجبور تھا اس لئے نہ تو میں گھر والوں کو کچھ بتا سکتا تھا اور نہ ہی میں انیتا سے۔ اس طرح میری شادی ہو گئی میری شادی میرے گھر والوں نے دھوم دھام سے کی تھی اور میں نے برات کا دن اس کو نہیں بتایا تھا اور جب برات واپس آئی اور میری سہاگ رات تھی تو قارئین اتنی تحریر تو اس نے خود لکھ کر اپنے ایک دوست کو دی تھی جواب عرض کے قارئین کے لئے اور خوفناک کے لئے لیکن جب اس نے تحریر دی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ اگر میں آج کی رات بچ گیا تو آگے بھی بتاؤں گا اگر مجھے مار دیا گیا تو سمجھ لینا کہ یہ کام میری اپنی انیتا ہے تو قارئین جس نے یہ تحریر مجھے دی ہے اس نے مجھے بتایا کہ جب میں خوش خوش اس کے گھر آیا کہ اب آگے کی سنتا ہوں کہ کیا بنا تو جب میں اس کے گھر کے قریب آیا تو مجھے رونے کی

آوازیں آنے لگیں تو میرے بھی نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو نکل آئے کہ واقعی وہ سچ کہتا تھا کہ شاید یہ میری رات آخری ہے اس لئے آپ ارشد صاحب مجھے معاف کر دیں تو مجھے اب اس کی یہ بات جب بھی یاد آتی ہے تو میں رونے لگ جاتا ہوں اور مجھے شک تھا کہ یہ کام انیتا کا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ اب وہ تو اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اس کی تحریر تو میرے پاس امانت ہے اس کو تو جواب عرض کے خوفناک کے لئے روانہ کر دو تاکہ اس کا مقصد پورا ہو جائے اور دوسرے قارئین کی جن کے ساتھ پیار محبت کی باتیں نہ کریں اور نہ ہی نوید کی طرح اپنی زندگی سے ہاتھ دھوئیں۔

امید ہے قارئین کو میری تحریر ضرور پسند آئی ہو گی کیونکہ قارئین میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں اندر سے کتنا ٹوٹا ہوا انسان کیونکہ یہ جو محبت ہے نہ یہ امیر دیکھتی ہے اور نہ ہی غریب کسی کو بھی یہ ڈس لیتی ہے اور میں بھی ایک آپ کی طرح محبت کا پیاسا ہوں کیونکہ میں نے بھی کسی سے پیار کیا تھا اور پیار بھی وہ کیا جو آج تک میرے خیال میں کسی نے نہ کیا ہو کیونکہ میں نے آج تک اس کا نام یا اسے بے وفا کا نام نہیں دیا کیونکہ جو اپنے پیار کو بے وفا کہتا ہے وہ تو خود بے وفا ہے کیونکہ پیار میں سے کیا جائے تو اس کی برائی میرے خیال میں عاشق جو ہوتا ہے وہ اس کی برائی کسی اور کے منہ سے نہیں سن سکتا تو وہ پھر خود کیسے کہے گا کہ تو بے وفا ہے، ہرجائی ہے۔ میرے خیال میں جو یہ کہتا ہے یا جواب عرض میں لکھتا ہے کہ وہ بے وفا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ خود ایک بے وفا ہے جو اپنے پیار کو بدنام کرتا پھرتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں ایک سچا عاشق ہوں۔ سوری قارئین میں اجازت چاہتا ہوں اگر آپ کو میری ان باتوں کا برا لگے تو لیکن میں جب لکھنے لگتا ہوں تو میرے قلم سے خود بخود ہی ایسے الفاظ لکھنے کی جسارت کر جاتے ہیں اس لئے میں اجازت چاہتا ہوں اور قارئین آپ بھی بتایئے کہ میں کیا کروں۔ والسلام آپ کے جواب کا منتظر

۲۲

◆|◆

غزل

غم حیات کا جھگڑا مٹا رہا ہے کوئی
چلے آؤ کہ دنیا سے جا رہا ہے کوئی
ازل سے کہہ دو کہ رک جائے دو گھڑی کے لئے
سنا ہے آنے کا وعدہ نبھا رہا ہے کوئی
وہ اس ناز سے بیٹھے ہیں لاش کے پاس
جیسے روٹھے ہوئے کہ منا رہا ہے کوئی
پلٹ کر نہ آ جائے پھر سانس نبضوں میں
اتنے حسین ہاتھوں سے محبت سجا رہے ہیں کوئی
اے خدا دو پل کی مہلت اور دے دے
میری قبر سے مایوس جا رہا ہے کوئی
شاعر لوگ کیسے غافل ہو جاتے ہیں تیری خدائی سے یارب!
ہم سے تو تیرا بنا ہوا اک شخص ہی نہیں بھلایا جاتا
(احمد فراز) ---------------- انتخاب: اللہ دتہ بے درد

□▲□

غزل

جب عشق ستاتا ہے مجھے
تیرا چہرہ یاد آتا ہے مجھے
تھی جو تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ
جام اس مسکراہٹ کا پلاتا ہے مجھے
تیرا اک پل پلکیں اٹھا کر دیکھنا
نظارہ اس دیکھنے کا دکھاتا ہے مجھے
جب دیکھ دیکھ کر تھک جاتے تھے ہم
تیرا اک طرف چل پڑنا رلاتا ہے مجھے
گل کھلتے ہیں جب گلشن میں
تیرا نغمہ عندلیب سناتا ہے مجھے
انتظار میں ہوئی شام جو مسکان
اندھیرا شب بھر کا ڈراتا ہے مجھے
☆..... شہزادہ صدی احمد مسکان- ننکانہ صاحب

✻✻✻

خزاں کا موسم

......محمد خاں انجم-لدھے وال، دیپالپور

جب فاصلے بڑھ جائیں ناں تو خزاں رسیدہ شجر سے پوچھا کریں کہ تم اکیلے کیوں کھڑے ہو اور اتنے ویران کیوں ہو. تو آواز آئے گی کونی تو ایسا ہونا ہی چاہئے جو خزاں کو گلے لگائے اگر ہر جاندار اور بے جان بہار کے جھونکے لے گا تو خزاں کدھر جائے گی؟

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

زندگی گلاب ہو مہتاب ہو سراب ہو خواب ہو شباب ہو یا پھر عذاب ہو خوبصورت اور اداس موسموں کا ساتھ ہمیشہ زیست کی ہموار اور ناہموار پگڈنڈیوں پر محوِ سفر رہتا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ یہ پتے زرد کیوں ہوتے ہیں بہار اور خزاں کی آنکھ مچولی سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے اور سیکھتے سیکھتے انسان بہت کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ جب ہم کچھ کھونے کی اذیت ناک عمل سے گزرتے ہیں تو ہماری آہوں اور سسکیوں کا شور میں یہ سرسبز و شاداب پتے خزاؤں کی لپیٹ میں آکر سوکھ جاتے ہیں۔ میں چھوٹا سا تھا تو تیز آندھی اور طوفان میں گھر سے نکل کر درختوں کو جڑ سے اکھڑتے دیکھ کر سوچا کرتا تھا کہ کیا چیز ہے جو اتنی بے دردی سے اتنی تباہی منٹوں میں کرتی جا رہی ہے۔ وہ ہوا ہوتی تھی جس کا کوئی وجود نظر نہیں آتا تھا۔ یہ مکافاتِ عمل ہے کہ زندگی امانت ہے اور ہم کو ایک دن واپس لوٹانی ہے لیکن ہم نے کیا کبھی زندگی کا وجود دیکھا ہے کیا ہمیں تباہی کرتی ہوا کی طرح کبھی زندگی دکھائی دی ہے۔ کبھی بھی نہیں۔ اس طرح محبت عداوت رشتوں ناطوں کا بھی کوئی وجود نہیں ہے۔ ایک شعور ہے ایک احساس ہوتا ہے جو ہمیں چاہنے اور چاہے جانے کے عمل کی طرف گامزن کرتا ہے۔ پہلے بھی موسم بہار ہی ہوتے ہیں کوئی خزاں کا ذکر کرے بھی تو ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس وقت پتوں کا رنگ سبز ہی ہوتا ہے۔ ماں کی گود سے لے کر قبر کی دیواروں تک انسان کچھ نہ کچھ تلاش کرتا رہتا ہے۔ دکھ زیادہ کیوں ملتے ہیں، آنسو زیادہ کیوں بہتے ہیں کیونکہ ہماری ماں نے ہمیں زندگی اور موت کی کشمکش میں اپنے وجود کو بے تحاشا دکھ اور تکلیف کے مرحلے سے گزار کر ہماری دنیا تک آنے میں رہنمائی کی اور دنیا میں آنکھ کھولتے ہی بچہ مسکراتا نہیں بلکہ روتا ہے۔ اس لئے دکھ اور آنسوؤں کا انسان کی زندگی کے ساتھ پہلا رشتہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے تھے تو مٹی کے گھروندے بنا کر گرا دیا کرتے تھے تب یہ سیکھا کہ یہ تو مٹی اور ریت ہے شاید اس لئے گھروندے گر جاتے ہیں۔ جب تھوڑے بڑے ہوئے تو ٹیچر سکول میں پٹائی کر دیتے اس وقت سوچتے کہ ہم ہوم ورک نہیں کرتے اس لئے مار پڑتی ہے۔ وہ بچپن اور لڑکپن کی بہار تھی جو ننھی ننھی سوچوں میں گزر گئی۔ جوانی میں قدم رکھا تو رشتوں کی دوڑ میں بندھنے لگے مگر کیا تھا کہ ہمیشہ خزاں کا احساس ہوا۔

یہی اک بات ہم سے خفی ہے
تو کسی کا ہے گر ہمارا نہیں ہے
اب تک میرا دامن تہی ہے
ہم نے چاہتوں میں عمر بیتائی
لگن تیری شاید نئی ہے
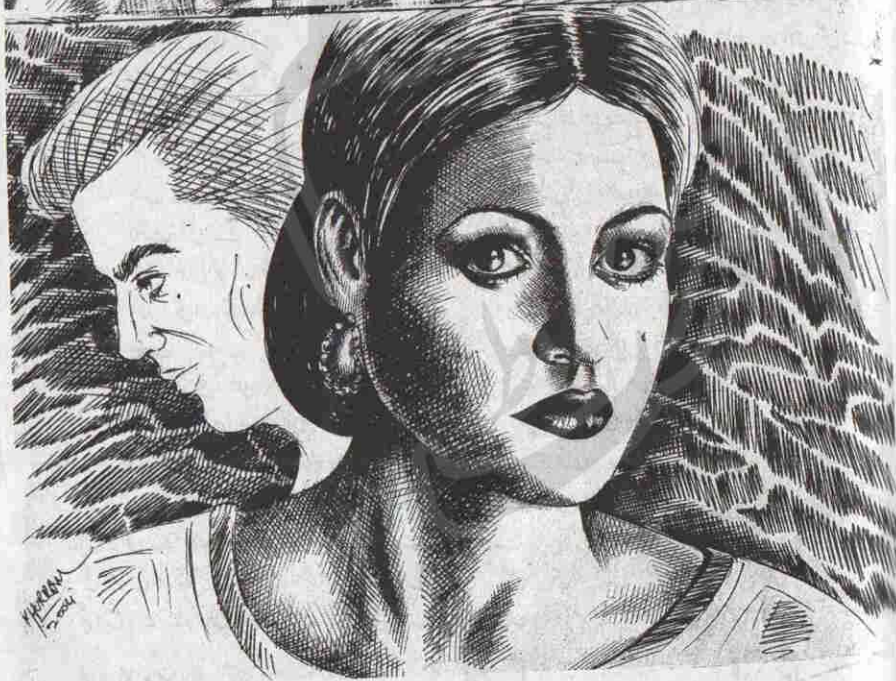
عشق بھی طلب حسن نہیں ہوتا
حسن فانی ہے عشق حقیقی
ربط ہمارا ہے خزاں سے منسوب انجم
بہار سے حجاب بدستور وہی ہے

جس سے بھی شناسا ہوئے اسی نے ڈسا ایک داغ افلاس ماتھے پہ تھا مفلسی میں ساری بہاریں روٹھ جاتی ہیں بہاروں میں کوئی باہر ہی نہیں نکلنے دیتا۔ دل کے دروازوں پہ خزاؤں کے قفل اتنی مضبوطی سے لگے ہوئے ہیں کہ بہار کا کوئی جھونکا انہیں ہلا بھی نہیں سکتا۔ میں نے اپنی ہر ڈائری کے ہر ورق میں زرد پتوں کو بڑی خوبصورتی سے سجا رکھا ہے۔ اگر یہ خزاں بھی روٹھ گئی تو شاید زندگی سپرد خاک ہو جائے۔ رشتہ وفا تلاش کرتے کرتے ذہن مفلوج اور دل خزاں کا زرد پتہ بن گیا ہے لفظ تراشنے کا عمل خوبصورت زاویے میں ڈھل کر شاعری میں بدل گیا ہے ہر لفظ کسی انجانی ہستی کے نام کرنے کو جی چاہتا ہے جس سے شاید ہمیں محبت تھی محبت تھی۔

کچھ ذکر اغیار کر بیٹھا ہوں
اُس پہ برملا اعتبار کر بیٹھا ہوں
لمحاتِ سکوں میں بھی ہوں مضطرب
کیسا یہ اپنا شعار کر بیٹھا ہوں
غم زیست تب سے ہمارے ہو گئے
جب سے خود کو تھوڑا وفادار کر بیٹھا ہوں
دشت بھی تھے گریہ مجھ سے لپر کر
ذرا اشکوں کو زار و قطار کر بیٹھا ہوں
خود ہی ربط خود کا نہیں ہے
جانے کیسا یہ پیار کر بیٹھا ہوں
ترکِ عشق ممکن ہو بھلا کیسے انجم
بہشت شائل سے جو گفتار کر بیٹھا ہوں

لوگ کہتے ہیں کہ موسم بہار کا ہو یا خزاں کا زندگی بیت رہی ہے لیکن جو لوگ اندر سے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں خزاں کے موسم ان کی زیستِ ناتواں کے لئے محبتوں کی معراج اور تنہائیوں کا حسین امتزاج ہوتے ہیں۔ میں شروع سے لے کر ہی بیگانوں سے مربوط رہا ہوں اپنے جانے کیوں مجھے اچھے نہیں لگتے۔ محبت وفا عشق جنون ہجر و فراق جیسے مرحلۂ جانگسل کے تذکرے اب میری ذات کا انتساب لکھتے ہوئے بھی جانے کیوں سوگوار سے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ اگر میں پھر سے چاہا گیا تو لفظوں کے درد سے تخلیق کے ہزار ہا باب اور کھلیں گے اور خزاں کے بادل کبھی چھٹ نہ سکیں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ بے زری محبتوں کی قاتل ہوتی ہے ایامِ افلاس میں چاہت کے دریچوں میں جھانکنا بہت کڑی آزمائش ہے۔ لوگ روند ڈالتے ہیں اور محبوب جو حب کا مفہوم ہوا کرتے ہیں وہ سفاکی کی انتہا کر دیتے یں۔ انتہائے عشق کے بعد باقی کچھ نہیں رہتا صرف درد و الم کی لہریں اتار چڑھاؤ کا اذیت ناک سا منظر پیش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ تب الفاظ کو تقویت ملتی ہے قلم کو زباں حاصل ہوتی ہے اور شکستہ دلوں کے درد جاگ اٹھتے ہیں۔ دل کے نہاں خانوں میں جو موسم پنہاں ہوتے ہیں وہ کبھی خزاں تو کبھی خزاں کے زرد پتوں کو جنم دیتے ہیں میں نے ہمیشہ محبت کو جنون کی نظر سے دیکھا ہے اور شوق جنوں اتنا گراں پڑا کہ منزلیں بدگماں ہو گئی ہیں اور آئینہ دل کے کرچیاں میرے لہو سے تلاش بھی نہ کی جا سکیں اب خزاں کے موسم ہاتھ میں لئے انہی کرچیوں کی جستجو میں نکلا ہوں کہ شاید کسی بہار کے بھنور سے ٹکرا کر موسم خزاں کو مات دے سکوں۔ مگر میرے خواب ہیں کہ خزاں میں بھی لامحدود ہوتے جا رہے ہیں۔ دل اور قلم کا رشتہ بہت گہرا ہو رہا ہے میں خزاں کے موسموں میں کیا قلمبند کروں آہ میرے خواب۔

اَن دیکھے خوابوں کی رُتوں میں
میرے ساتھ ہیں میری خودفریبیاں
میرا عہد مجھ سے کس نے چھینا ہے
مجھے ابھی شکستوں کے لئے جینا ہے
میں دستک دینا چاہتا ہوں مگر
سبھی دلوں کے خالی ہیں مکاں
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
میں کسی کہانی کا شہزادہ ہوں
میں ناتمام خواہشوں کا لبادہ ہوں

میری ہتھیلیوں پہ لہو ہی لہو ہے
مجھے ہر پل اجل کی جستجو ہے
میں خشک آنکھوں سے روتا ہوں
میں تنہائیوں کے جنگل میں رہتا ہوں
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
کچے گھڑے جیسا میرا نصیبہ ہے
اب ضبط کا تریاق بہہ چلا ہے
ذہن کی ننھی کرنیں گھائل ہیں
من بھکاری ہے ہاتھ سائل ہیں
میں نے مانگی تو کیا زندگی
مجھے ملی بھی تو کیا تشنگی
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
میری عمر میں شکایتیں رہیں
میرے سچ کی مرجھائی کونپلیں رہیں
نغمۂ دل کی گونج مدھم ٹھہری
میری وفا بھی جیسے مجرم ٹھہری
اب بھی زیست میں یکسانیت نہیں ہے
کسی کو یہاں کی سے محبت نہیں ہے
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
میلے تن پہ پیوند لگے لباس میرے
افلاس کا اک سمندر بہے آس پاس میرے
میں نے سفید ہوتے دیکھے خونوں کے رنگ
رشتے میرے تھے ہی کب اپنوں کے سنگ
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
مجھ سے آئینے نے سچ کہا ہے
میرا چہرہ کوئی دوسرا دکھا ہے
ہم جیسے لوگوں کی ترتیب نہیں ہوی
بس ذرا خوشی ہمارا نصیب نہیں ہوتی
دل کے نہاں خانوں یں بسا نہ کوئی
میری قربتوں میں رہا نہ کوئی
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
بستی کی دیواروں پہ آویزاں ہے میری صورت
وحشتیں درد آنسو اور اکیلی محبت
میری ذات سے طلسم مفلسی کب اترے گا
میرے احساس سے بادل خامشی کب چھٹے گا
ڈستے ہیں آج بھی مجھے عداوتوں کے اژدہے
قائم ہیں آج بھی میری اذیتوں کے سلسلے
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
کیلنڈروں پر لکھی تاریخیں بدل چکیں
دل پر لکھی تحریریں ڈھل چکیں
ریت کے ذرے ہوا نے اڑا دیئے
صحرا پہ لکھے نوحے مٹا دیئے
پربتوں کی اوٹ میں میرے غم پنہاں ہیں
سینہ اے زمیں پر چارسو خوف عیاں ہیں
پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں
پھر بڑھ رہی ہیں انسانوں سے نسبتیں
پھر ٹوٹ رہی ہیں درختوں سے شاخیں
کچھ دوریاں اور کچھ مجبوریاں ہیں
لو پھر آ گئیں ہیں بچھڑنے کی رُتیں
نہ اب وہ لیلیٰ نہ ہیر نہ سوہنی
پھر ہم نے دیا کسے نام زندگی
انجم اس زندگی سے شکوے بے حساب ہیں
مگر پھر بھی میرے کچھ خواب ہیں

زندگی حقیقتوں کی چتا ہے اور انسان ناتواں لکڑی کی مانند اس چتا کی خوراک ہے۔ حسن پرستش کا دلدادہ یہ نفس آدم جب دنیا رنگین کا تصور کرتا ہے تو ایسی ہی چتا میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ اس وقت دنیا کا کوئی قانون کوئی گواہ کوئی مدعی کام نہیں آتا وفاؤں کے تذکرے محبتوں کے دعوے خلوص کے میٹھے بول جب صف اخبارات اور رسائل کے اوراق پُر کرنے کے لئے اور ڈراموں فلموں کے ڈائیلاگ بن کے رہ جائیں تو پھر جینے مرنے کی باتیں محض باتیں نہیں رہتیں بلکہ تلخ حقیقتوں کی بنیادیں بن جاتی ہیں ہوس زر کے بڑے بڑے اژدہے منہ کھولے تیزی سے ہماری جانب گامزن ہیں ہم محض زر پرستی کو اپنانے کے لئے ہر روز بلکہ ہر لمحے اپنے لئے ایک نیا دوزخ خرید رہے ہیں۔ دورِ حاضر کا بدترین لمحہ فکر یہ تو یہ ہے ہماری اپنی

سوچ سے زیادہ ہم پر ہماری معاشی پالیسیاں نظر انداز ہو رہی ہیں روزی اور روٹی تو ہر کسی کی ضرورت ہے لیکن ہم نے اپنی ہوس وحرص کا حجم کچھ اس قدر بڑھا دیا ہے کہ جائز ناجائز خواہشات کو ہر سوچ سے بالائے طاق رکھ کر روزی اور روٹی میں حرام حلال کی تمیز کو ختم کر دیا ہے۔ نجانے کب تک ہم ان نام نہاد پالیسیوں کی بھینٹ چڑھتے رہیں گے۔ اپنی ہی نسلوں کے لہو سے ہاتھ رنگ کر دنیا سے محبتوں کا چاہتوں کا وجود ختم کر رہے ہیں خدارا اپنے شعور کو بیدار کیجئے فنا ہوتی چاہتوں کو حقیقی نقطۂ نظر سے دیکھیے ہم انسان ہیں اور انسان کو محبتوں کا امین کہا گیا ہے۔ قتل بشر پامالیِ زن غلامیِ زر کم از کم امت محمدی کو زیب نہیں دیتی اگر ہم جہالت کے اندھیروں سے باہر آئیں گے تو ہمارے اندر محبت اور وفا کا درس جنم لے گا جذبوں کو ہم پہچانیں گے تو کوئی انجم خزاں نہیں بنے گا، ہر طرف محبت پھیلے گی، بہار کے جھونکے آئیں گے اور دکھ کم سے کم ملیں گے۔ لقمہ حلال سے بندہ کسی کے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتا اور یہی بے وفائی ہے۔ جب بے وفائی ہوتی ہے تو انجم جیسے لاکھوں دل روتے ہیں۔ بہار تو ہر جگہ موجود ہے لیکن بہار سچائی سے آتی ہے وفاداری سے آتی ہے۔ زندگی کو بری طرح خزاں کے حوالے نہ کیجئے بلکہ انسانوں میں وفا تلاش کر کے چار دن کی زندگی کو بہار بنائیں۔ خزاں کے موسم کو تب ہی مات ہوگی جب محبت میں وفا ہوگی۔ آپ کے اپنے اندر وفا کا جذبہ ہوگا۔ دکھی انسان خود نہیں ہوتا بلکہ دکھی اسے دوسرے بناتے ہیں۔ کسی کا سہارا کون بنے کہ جب محبتوں کے لئے ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے۔ میں نے محبتوں کے لئے کیا کچھ کیا مگر آہ!

ہم محبتوں میں اعتدال رکھنے والے لوگ
زباں پہ مہر خامشی دلوں پہ سوال رکھنے والے لوگ
سنگ خشت اور مضبوط چٹانوں کی طرح
قید حیات کو ڈھال رکھنے والے لوگ
اک اک لمحہ گراں رہا پھر بھی
زندہ ہے ضبط کمال رکھنے والے لوگ
تم مطمئن ہو میری زیر لب ہنسی دیکھ کر
کب اچھے ہوتے ہیں میرے جیسے احوال رکھنے والے لوگ
غبارِ ہجر چھٹتا ہی نہیں جاناں!
لاچار ہوئے مقدر میں زوال رکھنے والے لوگ
انجم بیزارِ جہاں ہوئے اب بھی نہیں
کبھی زندگانی کو اِک مثال رکھنے والے لوگ

ادوارِ حاضر کے انسانوں میں محبت اور وفا تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ ہم زندگی کی بہار کو اپنے ہاتھوں سے ہی موت کی خزاں کے سپرد کرتے چلے جا رہے ہیں۔ بچپن سے لے کر جوانی تک صرف یہی چیز ہی دیکھی کہ میں کسی کو بے وفا شمار کر رہا ہوں اور کوئی مجھے ہرجائی کہہ رہا ہے لیکن حقیقت کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا وفا بھی ہر انسان میں موجود ہے اور بے وفائی بھی مگر ہم میں شعور نہیں ہے اپنی وفا کو اجاگر کیسے کریں۔ یہ دکھ یہ آنسو یہ خزاں صرف میری وراثت نہیں ہے بلکہ ہر بندہ اپنے سینے میں یہ سب کچھ لئے پھرتا ہے۔ خوشیاں مسکراہٹیں وفائیں کس کے پاس ہیں۔ ہم سب کے پاس ہیں۔ مگر ہم ایک دوسرے کو دے نہیں سکتے لیکن آخر کیوں؟

کسی کے آگے اس کی انا ہے، کوئی اپنی خود پسندی پر غرور کئے بیٹھا ہے، کسی کے آگے اس کی مفلسی ہے اور کوئی دولت کے نشے میں چور اپنے محبوب کو بے دردی سے روندر رہا ہے، کوئی رسم ورواج کی چکی میں پس رہا ہے، کسی نے محبت کو ہوس بنا لیا ہے۔ رشتوں کی اہمیت کا جب یہ عالم ہوگا تو بتائیں وفا کہاں سے آئے گی۔ بہار کو ہم کہاں سے تلاش کریں گے۔ خزاں سے خود کو کیسے بچائیں گے؟

خدارا بھائی سوچ کو لو کریں اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ہم کر کیا رہے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو وقت دینا ہے پیار دینا ہے ایڈوانس اور ماڈرن ازم سوسائٹی کو چھوڑیئے، ایس ایم ایس اور موبائل کالز میں وقت ضائع مت کیجئے، ڈیلی ایک دوسرے سے ملیں۔ ضروری نہیں کہ محبت عورت سے ہو تو بندہ ملے۔ شام کو اپنے تمام دوستوں سے ملیں خلوص اور اعتماد کی فضا پیدا کریں پھر دیکھیں محبت کیا ہوتی ہے، خلوص کیسے پیدا ہوتا ہے، اپنی واؤں کا نذرانہ

دوسروں کو پیش کریں۔ آپ کے دامن میں اپنے آپ وفائیں آ گریں گی۔ میں نے تو خزاں کو خود گلے لگایا ہمیں تو محبتیں کرنا ہی شاید نہیں آیا تبھی تو آج تک تہی دامن پھرتے ہیں یا پھر پیار کرنا آیا تو کسی نے قدر نہ کی۔ میں نے ہمیشہ اپنی وفا کو نیلام ہونے سے بچایا اور دوسروں کی نیلام ہوتی وفا کو اپنے دامن میں سمونے کی کوشش کی مگر آہ۔

سوانح عمری کی وہ رُتیں لوٹ آئیں کبھی
کاش کہ گم شدہ صورتیں لوٹ آئیں کبھی
جو کسی انجانے دیس میں جا بسی ہیں
وہ بچھڑی محبتیں لوٹ آئیں کبھی
رات بھر جاگ کر سوچنا پھر کچھ لکھنا تجھے
اس تحریر کی وہ عبارتیں لوٹ آئیں کبھی
اداس سا تنہا سا سوچ کے سمندر میں ہوں گم
تصویر کرب اس چہرے کی رونقیں لوٹ آئیں کبھی
انجم ایسی ویرانیوں میں ایسی خامشیوں میں
اُس انا پرست کی وہ باتیں لوٹ آئیں کبھی

جب فاصلے بڑھ جائیں ناں تو خزاں رسیدہ شجر سے پوچھا کریں کہ تم اکیلے کیوں کھڑے ہو اور اتنے ویراں کیوں ہو۔ تو آواز آئے گی کوئی تو ایسا ہونا ہی چاہئے جو خزاں کو گلے لگائے اگر ہر جاندار اور بے جان بہار کے جھونکے لے گا تو خزاں کدھر جائے گی؟ آہ! شاید میں بھی ان جانداروں میں سے تھا جس کے حصے خزاں کے سارے موسم آ گئے اور میں اُف تک نہ کر سکا؟ بس اب ڈائریوں سے اپنے دکھ کہتا رہتا ہوں جو میرے دکھوں کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ خوبصورت لفظ موتی بن کر خود بخود ایک ٹریک میں یکجا ہوتے رہتے ہیں اور کسی کو پکارتے رہتے ہیں۔ تصورات کے دھندلکوں سے یہ موتی جھانکتے رہتے ہیں؟

دل کا دروازہ کھلا ہے تم آ جانا
خزاں میں پیامِ بہار ملا ہے تم آ جانا
جامِ وفا بھر بھر کے پلا رہا ہوں
یہ الفتوں کا میکدہ ہے تم آ جانا
مٹے مٹے سے نقش یہ بے بسی کا عالم
میرا جیون جھمیلوں میں گھرا ہے تم آ جانا
منجدھار میں ڈوب رہی ہے میری ناؤ
بڑا جانگسل راستہ ہے تم آ جانا
مرحلے میری شاعری کے ادھورے ہیں
جانے کیا میرا من سوچتا ہے تم آ جانا
انجم بے یقینی اب میرے انتظار میں منعکس نہیں
تیری یاد نے حوصلہ دیا ہے تم آ جانا

خزاں کے موسموں کا سلسلہ اتنا طویل ہے کہ جواب عرض کے صفحۂ قرطاس کم پڑ جائیں گے۔ مگر یہ سفر ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اللہ نگہبان!

□☆□

خوبصورت لفظوں کی مہک

❖ جو چیز جلدی حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتی۔

❖ خواب...... ایک دل فریب ندی کا کنارہ ہوتا ہے جو خوبصورت تو ہوتا ہے لیکن اس کے کنارے بیٹھ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔

❖ اس انسان سے ڈرنا چاہئے جو اپنی برائیوں کو فخر سے بیان کرے۔

❖ سونے کے ڈھیر سے بھی وقت کا ایک لمحہ نہیں خریدا جا سکتا۔

❖ دوستی ایک برف کے گولے کی مانند ہے جسے بنانا تو بہت آسان ہے مگر برقرار رکھنا بہت مشکل ہے۔

❖ ضمیر ہمارے اندر اس آواز کا نام ہے جو ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ کوئی دیکھ رہا ہے۔

❖ مایوسی وہ آخری نتیجہ ہے جس پر ہمیشہ بزدل پہنچتے ہیں۔

❖ خوبصورتی اور بدصورتی سب فانی چیزیں ہیں، ان چیزوں کی طلب کی جا سکتی ہے پرستش نہیں کی جا سکتی۔

❖ دنیا بھی ایک بازار ہے، اس بازار میں کوئی اپنی مجبوریوں کے ہاتھوں کوڑیوں کے مول بک جاتا ہے اور کوئی موتیوں کے مول بکتا ہے۔

❖ تذبذب کردار کی کمزوری کا سب سے کمزور پہلو ہے۔

❖ زبان کو ایسے محفوظ رکھو، جیسے سونا، چاندی کو محفوظ رکھتے ہو۔

☆...... محمد علی رضا منیر شاہد-لاہور
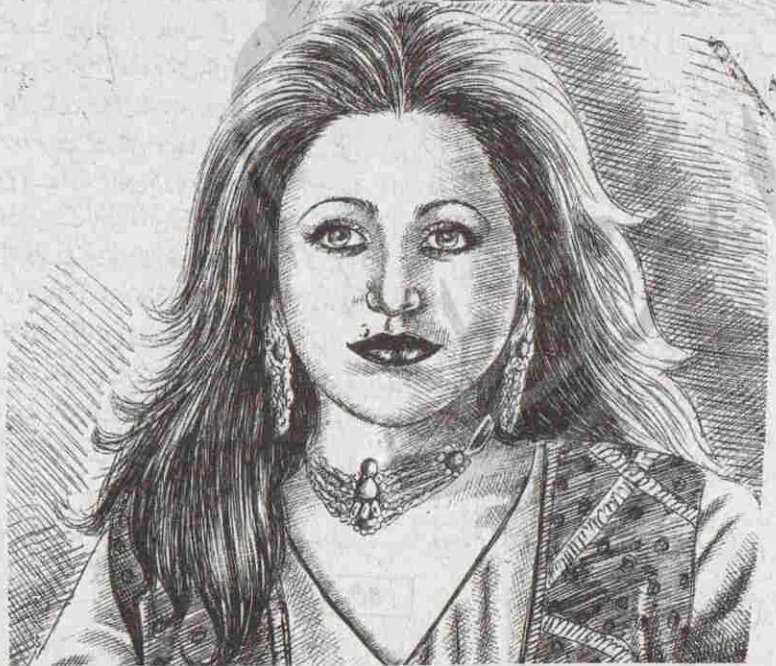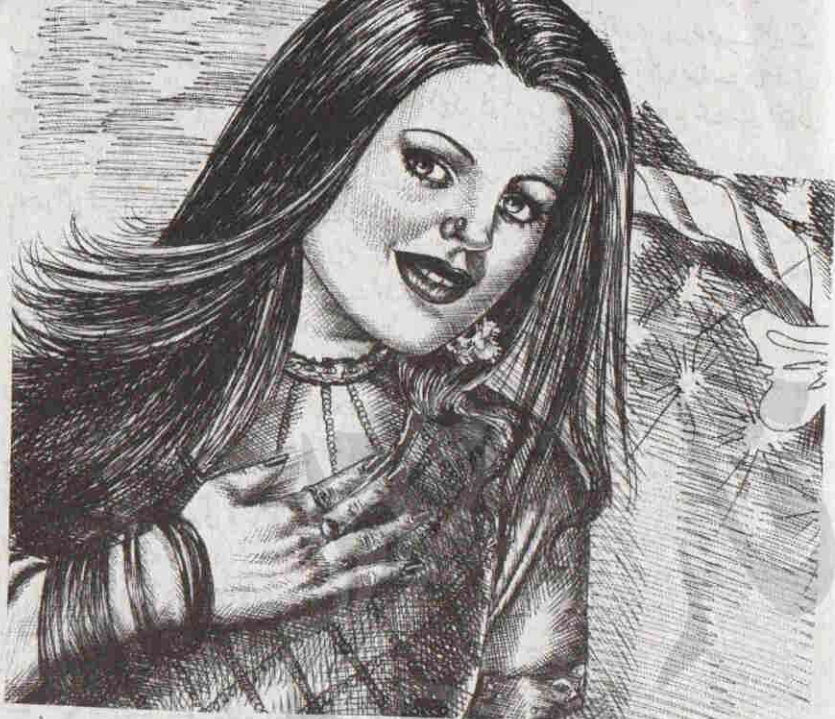
زخم آرزو کے

......ایاز احمد وڑائچ-گلبرگ، لاہور

پیار انسان کو ہمیشہ بے چین کئے رکھتا ہے۔اس کی زندگی کا ایک ہی متصد ہوتا ہے۔ محبوب کا دیدار، میرا پیار بھی مجھے ہر لمحہ بے چین کئے رکھتا ہے۔ میں اسے ڈھونڈتا پھرتا ہوں جو مجھ سے دور بہت دور چلی گئی ہے۔ وہ بے وفا نہ تھی لیکن باوفا بھی نہ تھی۔ اس نے مجھے انتظار کی ایسی سولی پہ لٹکا رکھا ہے کہ زندگی کی سانسیں لینا بھی دشوار ہونے لگی ہیں ......ایک دردبھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

دن کا تھکا ماندہ سورج کبھی کا دور افق میں درختوں کی اوٹ میں روپوش ہو چکا تھا اور شام کے سائے آہستہ آہستہ پھیل رہے تھے۔ شدید سردی کی تاریک رات میں میں تنہا سڑک پر چل رہا تھا اور میرے قدموں کی ٹپ ٹپ کی آواز دور سے صدائے بازگشت بن کر لوٹ رہی تھی اور خموشی کے جمود کو توڑ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی چلتی ہوا سردی میں شدید اضافہ کر رہی تھی اور گلیوں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں یوں آ رہی تھیں جیسے یہ کوئی ویران بستی ہو۔ میں چلتا چلتا منزل مقصود پر پہنچ چکا تھا۔ دروازے پر تالا لگا تھا اور اوپر ایک بورڈ لٹک رہا تھا ''مکان کرائے کے لئے خالی ہے''۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہی ہوا جو میری چھٹی حس مجھے پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔ فرحی میرا فون بھی تو اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ میں گلی میں کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ شدید سردی کے باوجود میرا جسم پسینے سے شرابور تھا اور میرے ذہن کی سکرین پر فرحی کی داستان ایک فلم کی طرح چل رہی تھی۔

میں نے پہلی ہی ملاقات میں محسوس کیا تھا کہ فرحی قدرتی حسن کا مکمل شاہکار ہے۔ اس کی شربتی آنکھوں میں لال لال ڈورے لہرا رہے تھے جیسے پیانہ میں جام ہو۔ اس نے گہرے رنگ کا پھولدار سوٹ پہن رکھا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی کوہ قاف کی پری ہو یا پھر جنت کی حور ہو۔ دودھ اور شہد سے گندھا ہوا جسم، کتابی چہرہ، ستواں ناک، گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ، موتیوں جیس دانت، گلابی گلابی رخسار، گھنی ابروئیں، بل کھاتی لہراتی زلفیں، جن کی ایک لٹ سانپ کی طرح کنڈلی بنائے اس کی آنکھوں کو چوم رہی تھی۔ واقعی وہ فطرت کا لاجواب شاہکار تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ہر وقت ایک زیرلب تبسم نمایاں رہتا۔ اس کے گلے میں ہر وقت سیاہ دھاگے میں بندھا خوبصورت لاکٹ اس کے حسن کو ہر وقت چار چاند لگائے رکھتا تھا۔ اسے دیکھ کر جی چاہتا تھا کہ کہ......بس کچھ نہ پوچھیے۔

میں شدید سردی میں پتھر کے بت کی طرح گلی میں کھڑا فرحی کو اپنے غم کا فسانہ سنا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فرحی میرے سامنے سر جھکائے کھڑی ہے اور میرے ساتھ محو گفتگو ہے۔ میری زندگی میں خوشیوں کے لمحے بہت کم آئے ہیں اور جب بھی

آئے ہیں ظالم دنیا والوں نے انہیں چھین لیا۔ مگر میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا فرحی! تمہیں تو میں نے روح کی تمام سچائیوں کے ساتھ چاہا تھا۔ تمہارا تصور میرے لئے ایک عبادت تھا۔ میں ایک لمبے عرصے تک زندگی کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہا اور لاکھ کوشش کے باوجود بھی آئیڈیل کو نہ پا سکا۔ مجھے وفا کے نام پر فریب اور محبتوں کے بدلے نفرتیں ملیں۔ یوں تو میں زندگی کی لمبی شاہراہوں پر ایک لمبے عرصے سے تنہا چل رہا ہوں لیکن من کا سکون اور دل کا چین اتنی بار لٹا ہے کہ اب مجھ میں کوئی نیا زخم کھانے کا حوصلہ نہیں۔ زندگی کے شب و روز میں کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل میں ہوک سی اٹھتی ہے اور نشتر سے چبھتے ہیں۔ میں اپنے اداس جنگلوں میں بھٹکتا رہا اس انجانے پیکر کی تلاش میں جو میری زندگی کا حاصل ہوگا جو اس بھری کائنات میں مجھے نہ مل سکا۔

یہی تھے وہ دن جب میں نوکری کی تلاش میں لاہور آیا تھا۔ روشنیوں اور ہنگاموں کے اس شہر میں میں نے نت نئے ہنگامے دیکھے۔ شہر میں آ کر میں نے اپنے آپ کو قریب سے دیکھا۔ وہاں میں نے خوبصورت چہروں پر بناوٹ کی پرچھائیاں بھی دیکھیں۔ میرا کام اگر تھا تو بس یہی کہ سارا دن نوکری کی تلاش میں سرگرداں پھرنا اور رات کو خاموشی سے گھر آ کر دوسرے حصے میں سو جانا۔ ایک شام جب میں انٹرویو دے کر گھر واپس آ رہا تھا تو میرا چہرہ مطمئن سا تھا اور امید کے بادل ذہن کے محور پر چھا رہے تھے۔ مجھے انٹرویو کے نتیجہ کا انتظار تھا اور یہ لمحات میں گھر میں گذارنا چاہتا تھا۔ شام کا وقت تھا اور میں گھر کی بالکونی میں کھڑا دور افق میں ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا اور ساتھ والے گھر کی گیلری میں کھڑی حور شمائل دوشیزہ اپنے گیلے بالوں سے پانی چھلکا رہی تھی۔ کون تھی وہ؟ فرحی تم ہاں تم جو پہلی ہی نظر میں تم نے مجھے اپنی سوچوں کا مرکز بنا دیا۔ تم نے جیسے ہی ایک نظر دیکھا میرا دل میرے سینے میں دھڑکنے لگا۔ تم کو دیکھ کر میرے دل نے بے اختیار کہا کہ ہاں تم وہی ہو۔ جو میرے من کے مندر میں برسوں سے حیا کا آنچل پھاڑے کسی مقدس دیوی کی طرح خاموش بیٹھی ہو۔ میں نے انتہائی عقیدت سے تمہاری طرف دیکھا۔

پھر یہ روز کا معمول بن گیا میں سارا دن دل میں امیدوں کے ہزاروں دیپ جلائے تمہارے انتظار میں بیٹھ جاتا۔ تم آتی مگر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ مجھ پر ڈال کر چلی جاتی۔ مجھے تمہارے اس انداز بیگانگی پر بھی لطف آتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تمہارے دل کے کسی گوشے میں میرے لئے کوئی گمنام سا جذبہ ضرور ہے۔ تمہیں یاد ہے فرحی وہ سرمئی شام جب تو گیلری میں کھڑی تھی اس شام تم نے کاسنی رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور تمہارے چہرے پر زمانے بھر کے روشنیوں کا چراغ جھلملا رہا تھا۔ تم نے اس شام مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا اور میں نے ہمت کر کے تمہیں اشارے سے سلام کیا تھا۔ میں بہت خوش ہوا تھا جب تم نے میرے سلام کا جواب دیا تھا اور بس یہی ایک لمحہ تھا جب میں نے تمہیں پانے کی تمناؤں کے خواب کو ایک حقیقت کے رنگ میں دیکھا۔ ہماری محبت کی ابتدا کافی مضبوط اور خوش رنگ تھی۔ تمہیں پا کر یوں لگا تھا فرحی جیسے میں نے اپنی زندگی کی تمام تر خوشیوں اور تمناؤں کو ایک ساتھ پا لیا ہو۔ تم اپنے گھر والوں کے ظالمانہ سلوک سے پریشان اور ہمیشہ چپ چپ سی رہتی تھی۔ شاید تم اپنی محبت کو اپنے گھر والوں سے چھپا کر رکھنا چاہتی تھی۔ تم اکثر کہا کرتی تھی کہ تمہاری ماں ایک جہاندیدہ اور زمانہ شناس عورت ہے وہ میری پسند کو ہرگز پسند نہیں کرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ تم اس سطح سے اترنا نہیں چاہتی تھی۔ ادھر میں تھا کہ زمانے اور سماج کی ساری زنجیریں توڑ کر تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنانے کے لئے تمہارا ہاتھ تھام کر اس ہنگامہ خیز جگہ سے کہیں دور اپنی محبت بھری جنت بنانا چاہتا تھا۔

وہ شام تمہیں یاد ہو گی فرحی! جب تم نے دو

سطروں کا مختصر سا خط مجھے ارسال کیا تھا کہ میں کچھ دنوں کے لئے کام کے سلسلہ میں کسی دوسرے شہر جا رہی ہوں۔ دوسری صبح رخصت ہوتے وقت تمہاری آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس دن میں پہلی بار سوگوار ہوا تھا۔ تمہاری جدائی کے لمحات میں نے کیسے گزارے یہ میں ہی جانتا ہوں۔ تمہارے بنا ایک ایک لمحہ میری روح پر پہاڑ بن کر گزرتا تھا۔ اداسیوں کی چنگاریوں نے میرے من میں ایک نئی آگ لگا دی تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا تھا۔ ایک گہری ہوتی شام کی ہوائیں دائمی لباس پہن کر میرے احساسات پر دستک دیتیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری امیدوں کے چراغ میں راکھ بھر دی گئی ہو۔ ادھر نوکری میری زندگی کا مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ مجھے کسی بھی جگہ نوکری نہ مل سکی اور میں تھک ہار کر کچھ دنوں کے لئے اپنے شہر واپس چلا آیا۔ یہاں بھی میرا حال تمہارے فراق میں خراب ہونے لگا۔ شب کا چاند بھی ڈسنے لگا۔ گھر کی ویرانی دوستوں میں چلنے کو کہتی۔ دوستوں میں آ کر بیٹھتا تو شناسا چہروں کے درمیان اجنبی بن کر رہ جاتا۔ یہاں مجھے اطلاع ملی کہ تم لوٹ آئی ہو یقین کرو فرحی! پہلی بار مجھے ایسا لگا جیسے مجھے ڈھیروں پھولوں میں لاد دیا گیا ہو۔ میں لرزتے ہوئے وجود اور دھڑکتے دل کو سنبھالے تم سے ملنے آ پہنچا۔ میں سوچ رہا تھا کہ خالق کائنات نے یہ ایک لمحہ برسوں بلکہ صدیوں میں تخلیق کیا ہوگا۔ یہ لمحہ جو وصال کا لمحہ ہے جو ملاپ کا لمحہ ہے میرے دل میں امنگوں اور مسرتوں کے ہزاروں دیپ روشن تھے۔ مگر اچانک یہ روشنی تاریکی میں بدل گئی۔

ملاپ کا لمحہ کائنات کی بے کراں وسعتوں میں گم ہو گیا۔ دل ریزہ ریزہ ہو گیا میرا وجود جلنے لگا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ تم نے شادی کر لی ہے میں بے سدھ سا ہو گیا۔ میں نے تجھے پھر بھی ہر جگہ تلاش کیا۔ دل کے نہاں خانوں میں شعور کی اتھاہ گہرائیوں میں، یادوں کے گلدانوں میں، الماری میں پڑی کتابوں میں اور آشاؤں کے بنے ہوئے محل میں مگر کسی جگہ میری قسمت مجھے نہ مل سکی۔ میری زندگی مجھے دھوکہ دے گئی۔ کاش مجھے تم نے کبھی وہ خوشی دی ہی نہ ہوتی جو آج مجھ سے چھین لی۔ وہ ان گنت سنہرے خواب میری آنکھوں میں سجائے ہی نہ ہوتے اے کاش فرحی!

بس فرحی! یہ لمحہ کیا تھا ایک حملہ تھا جس سے لاکھوں ترین بن کر روح میں پیوست ہو گئے۔ یہیں پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ تم نے پہلے بھی کئی دکھی دلوں کا خون کیا ہے۔ تمہارے قصے بڑے ہی مشہور ہیں کہ یہ بڑے غرور والی لڑکی ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ آپ کا شوہر بھی کوئی اداکار ہے مگر تم کہتی تھی کہ میرے پیار کو بے دردی سے ٹھکرا دیا اور تم خوش ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سوچا نہ تھا کہ تمہاری اتنی اجلی اجلی صورت حقیقت میں فریب کی سیاہی سے داغدار ہے۔ کاش میں پہلے ہی جان لیتا کہ تم مہر و وفا سے خالی دامن ہو اور تمہارا مہکتا ہوا الفت کا آنچل اب تک کتنے ہی مجھ جیسے حرماں نصیبوں کو چند لمحوں کا سایہ دے کر غم کے محرم میں چھوڑ چکا ہے۔ بتاؤ فرحی! تم نے مجھ سے یہ ناٹک کیوں کھیلا؟ دھوکہ دینے اور بے وقوف بنانے کے لئے تمہیں اس بھرے زمانے میں کوئی اور کیوں نہ ملا۔ میری سادگی کو زخم زخم کر کے میری اپنائیت کے چہرے پر سیاہی مل کر اور میری وفا کے منہ پر طمانچے مار کر تمہیں کون سی تسکین ملی ہے۔ مجھے بتاؤ فرحی! تم نے ایسا کیوں کیا؟ خدا کے لئے میری راتوں کی تنہائی مجھے واپس دے دو۔

فرحی میں تمہارے شہر سے ہی نہیں بلکہ زندگی سے بھی بہت دور چلا جاؤں گا۔ تمہاری محبت کا سہارا پا کر میں بھول گیا تھا کہ میں جس راہ پر چل رہا ہوں وہ مجھے ہلاکت کی طرف لے جا سکتی ہے۔ کاش میں اس قدر جذباتی نہ ہوتا۔ میری ناکامیوں اور محرومیوں کی ذمہ داری خود مجھ پر عائد ہوتی ہے مگر یقین جانو فرحی! آج بھی تمہاری غم زدہ روح تنہائیوں کے زندان میں تمہاری یادوں کی زنجیر پہنے تمہارے بچھڑ جانے پر بین

کر رہی ہے۔ تم زندگی کی آخری سانسوں تک میری یادوں میں محفوظ رہو گی۔ اس لئے کہ تم میری زندگی کی پہلی اور آخری محبت ہو۔ میں تمہیں اس وقت تک یاد رکھوں گا فرحی جب زندگی کے سارے قرضے پورے ہو جائیں گے۔ جب موت آخری بار میری پلکوں کو چھونے آئے گی۔ اس وقت بھی تم میرے قریب ہو گیں ہونٹوں کی آخری جنبش میں دل کی آخری دھڑکن میں اور آنکھوں کی ڈوبتی روشنی میں میں تمہیں نہیں بھلاسکوں گا۔

فرحی! تمہارے لکھے ہوئے وہ خطوط اب بھی میرے لئے سرمایۂ حیات ہیں۔ تمہیں یاد ہے تم نے لکھا تھا۔

''میں نے محبت کی جو شمع روشن کی ہے۔ اس کی روشنی ہمیشہ تمہارے من کی اندھیری نگری میں اجالا کرے گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ یہ ہمیشہ روشن رہے گی۔ میں نے تمہیں دل میں بسایا ہے یاسر اور جب تک یہ دل دھڑکتا رہے گا تمہارے ہی نام کی مالا جپتی رہوں گی۔ میرے دل کی ہر تمنا تمہارے پیار سے بجی ہے تو سدا رہے سلامت تیرے دم سے ہر خوشی ہے۔ میری آرزو کی دینا تیرے نام پر فدا ہے تو صلہ میری وفا کا میرے پیار کا خدا ہے۔ یہی آرزو تھی ملے کوئی ساتھی۔ ملے تم تو دل کو قرار آ گیا۔ ہر سمت پھیلی عجیب روشنی جیسے ہر اک شے پہ نکھار آ گیا۔''

کاش فرحی! تو اپنے کئے ہوئے وعدے نبھاتی۔ کاش تو جان سکتی فرحی کہ تم سے بچھڑ کر زندگی میرے لئے عذاب بن گئی ہے۔ میری زندگی میں درد کے نئے دن شروع ہو گئے ہیں۔ جیسے جیون کے راستے سمٹنے لگے ہیں اور جیسے میرے دماغ کی رگیں پھٹنے لگی ہیں۔ آرزوؤں کے مردہ پتوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی ہو۔ میں جو آج اندھیروں کا سایہ بنا ہوا ہوں۔ شام کے وقت اس سمت دیکھتا ہوں فرحی جہاں تم نے محبت کا نغمہ چھیڑا تھا وفا کا ترانہ گایا تھا مگر اب یوں لگتا ہے جیسے ہر طرف دھواں پھیلا ہو۔ میرے خون کی گردش رکتی جارہی ہے، میری آنکھوں کے سامنے سیاہ دائرے ناچنے لگے ہیں۔ میری زندگی کا چراغ گل ہونے والا ہے۔ میری آنکھیں دروازے پر لگی ہوئی ہیں۔ میں آخری لمحوں میں تمہیں دیکھنے کی تمنا کر رہا ہوں۔ صرف ایک بار آ جاؤ فرحی! صرف ایک بار اپنی صورت دکھا جاؤ تا کہ میں سکون سے تو مر سکوں۔

''یاسر! آنکھیں کھولو کیا ہو گیا ہے تمہیں؟''

فرحی کی درد بھری آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔ میں گھبراہٹ کے عالم میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ میری آنکھوں میں نیند باقی تھی، میرے کپڑے پسینہ سے شرابور تھے، میری والدہ میرے قریب والی چارپائی پر پڑی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی اور فرحی میرے قریب بیٹھی مجھے گھورے جارہی تھی۔ میں اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر اور بھی پریشان ہو گیا۔ مجھے بخار ہو رہا تھا۔ کیا بات ہے یاسر بیٹے طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ والدہ بھی میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ کچھ نہیں امی! کچھ بھی نہیں ہوا مجھے، بس ایک خواب دیکھا ہے میں نے۔ پتہ نہیں میری سانس کیوں پھول رہی ہے۔ امی میرا جسم جل رہا ہے سخت حرارت ہے اور سر بھی چکرا رہا ہے۔ یہ خواب سچے نہیں ہوتے یاسر! فرحی چلا اٹھی۔ فرحی تم کب آئی ہو؟ ایک گلاس پانی پلا دو۔ میں نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔ پانی پلا کر فرحی پھر خاموشی کے عالم میں گم ہو گئی۔ آخر میں نے سکوت توڑا۔ فرحی آج میں نے جو خواب دیکھا ہے پتہ ہے کیا ہے؟ فرحی تو پہلے ہی سوالیہ نشان بنی بیٹھی تھی۔ ابھی بات شروع بھی نہ کر پائے تھے کہ صحن سے منے میاں کی آواز آئی بھائی جان باہر آپ کے دوست الماس آئے ہیں۔ الماس کا نام سنتے ہی میرا ذہن سوچوں کے وسیع دائرے میں گھس گیا کیونکہ ان دنوں مجھے ایف اے کے رزلٹ کا انتظار تھا اور الماس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ رزلٹ کا پتہ چلتے ہی مجھے اطلاع دے گا۔ میں اللہ کا نام لے کر باہر نکلا تو الماس کی آواز مجھے

یوں لگی جیسے خراب موسم میں ماسکو ریڈیو سے قوالی سننے کی ناکام کوشش کی جارہی ہو۔ یاسر یار بڑی بری ہوئی ہم سے ہم دونوں فیل ہو گئے ہیں۔ میرے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ میرے لئے یہ خبر جلتی ہوئی آگ پر تیل پھینکنے کے مترادف تھی۔ اچھا یاسر! پھر ملیں گے۔ یہ کہہ کر الماس چلا گیا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اندر کی طرف حرکت کرنے لگا۔ صحن میں پہنچا تو فرحی خراماں خراماں چلتے ہوئے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ یہ خواب سچے نہیں ہوتے یاسر زیادہ سوچا نہ کریں آپ اور ہاں سنو میں یہ کہنے آئی تھی کہ آج شام کو ہم سب گھر والے دو ماہ کے لئے ملتان جارہے ہیں زندگی رہی تو پھر ضرور ملیں گے۔

فرحی! مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے اب ہم نہیں ملیں گے۔ آج میرا ایف اے کا رزلٹ بھی آ گیا ہے۔ آپ کے لئے اطلاعاً عرض ہے کہ میں فیل ہو چکا ہوں اور دوسری بات یہ کہ جو خواب آج میں نے دیکھا ہے شاید وہ بھی پورا ہو چکا ہے۔ فرحی! انتظار کی گھڑیاں کاٹنے سے بھی نہیں کٹتیں کیونکہ ان میں ایک امید ہوتی ہے اک آس ہوتی ہے اس امید اور آس کے سہارے ہم عمر کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سانس کی ڈوری سے کٹ کر رہ جاتے ہیں مگر امید پھر بھی اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ فرحی! پلیز اک بار ضرور آنا تا کہ میں ...... تا کہ میں سکون سے مر سکوں۔

شام کو پتہ چلا کہ فرحی کے ابو کی ملتان ٹرانسفر ہو گئی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملتان شفٹ ہو رہے ہیں۔ فرحی نے میرے ساتھ جھوٹ بولا تھا کہ وہ دو ماہ کے لئے ملتان جارہے ہیں۔ آخر کیوں؟ فرحی جاتے وقت بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میری آرزوؤں کے زخموں پر نمک چھڑک رہی تھی۔ وہ چلی گئی اور میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

▼◆▼

کوئی چہرہ تو مجھے شہر میں لا دو

کوئی مجھ کو میرا بھرپور سراپا لا دے
میرے بازو میری آنکھیں میرا چہرہ لا دے
ایسا دریا جو کسی اور سمندر میں گرے
اس سے بہتر ہے کہ مجھ کو میرا صحرا لا دے
نیا موسم میری بینائی کو تسلیم نہیں
میری آنکھوں کو وہی خواب پرانا لا دے
جس نے بچپن میں مجھے دھوپ سے محفوظ رکھا
وہی خوشبو اسی مٹی کا گھروندا لا دے
جس کی آنکھیں مجھے اندر سے بھی پڑھ سکتی ہوں
کوئی چہرہ تو مجھے شہر میں ایسا لا دے

☆......شہزادی کرن بٹ- فیصل آباد

شام ہوگئی

تیری چوکھٹ پہ آ کے زندگی کی شام ہو گئی
تو نے بھی سمجھا کسی اجنبی کی شام ہو گئی
تمنا تو تھی تم سے گفتگو کرتے ایک پل
ہونٹ بھی نہ ہلا سکے زندگی کی شام ہو گئی
آئینہ خانے میں تیری تصویر سجا رکھی تھی
کسی کو دکھا بھی نہ سکے زندگی کی شام ہو گئی
دسمبر میں مل بیٹھ کبھی چائے پیتے لان میں
تمنا دل میں ہی رہی زندگی کی شام ہو گئی
وہ آخری پل میں تمہارا چراغ بجھا دینا
ادائیں بھی ادھوری رہیں زندگی کی شام ہو گئی
گھر سے نکلنا مجھے سوچتے ہوئے فقط
تمہارا لوٹ کے نہ آنا زندگی کی شام ہو گئی
اسے عمر بھر یاد رہے ہمارا انداز محبت رضا
اس کا ہمیں بھولنا زندگی کی شام ہو گئی

☆......اے ڈی ناز- ساہیوال

کتنے خاموش ہوا ہے ہمسفر کچھ تو ہو
تم نے کیوں ہونٹ نہ ہلانے کی قسم کھا رکھی ہے

☆ عرفان جوگی- چیچہ وطنی

اے زندگی تجھے کیا نام دوں؟

تحریر...... عارف حسین ساغر۔ گلگت

میں نے اسے دیکھا تو اس سے محبت کر بیٹھا لیکن شاید اسے مجھ سے محبت نہ تھی۔ یا پھر اسے مجھپر کوئی شک تھا۔ میں ہر لمحہ اس کا منتظر رہتا اور میں نے اپنی زندگی اس کے نام لگوا دی لیکن وہ کسی اور کی بن گئی۔ میں آج بھی اس کا منتظر ہوں اور وہی میرا پیار ہے، وہی میرا سب کچھ ہے ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

اُس نے مجھے چھوڑ دیا تو کیا ہوا فرازؔ
میں نے بھی تو چھوڑا تھا سارا زمانہ اُس کے لئے

قارئین کرام اس دنیا میں کسی کو کسی سے محبت ہوئی، کسی کو کسی سے نفرت ملی، کسی کو کسی سے چاہت ملی تو کسی کے ارمان ادھورے رہ گئے، کسی نے زندگی کو ایک تلخ حقیقت کا نام دیا تو کسی نے کہا زندگی ایک محبت ہے تو کسی نے زندگی کو سنہری خواب کہہ دیا، کسی نے محبت کو ایک جذبہ کہہ دیا، کسی نے اس کو روح کے ذریعے محسوس کرنا کہہ دیا، کسی نے محبت کو فریب کا نام دیا تو کسی نے محبت کو عبادت کا نام دیا، کسی نے محبت کو درد کا کانٹا کہا تو سی نے محبت کو مسکراتا ہوا پھول کہہ دیا، کسی نے جھوٹی محبت کی اور کسی نے سچی محبت کی، کسی نے محبت کو غموں اور مصیبتوں کا گھر کہہ دیا، کسی نے کہا زندگی ایک پھول ہے اس کی خوشبو سونگھو، کسی نے کہا زندگی ایک کانٹا ہے اس سے بچو، کسی نے کہا زندگی ایک امتحان ہے اس میں پاس ہونے کی کوشش کرو، کسی نے کہا زندگی ایک سوال ہے اس کا جواب دو اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے کسی نے جھوٹی محبت کی اور کسی نے سچی محبت کی، کوئی پاگل ہوا تو کوئی دیوانہ ہوا، کسی نے موت کو گلے لگا لیا اور کوئی بچ گئے جو بچ گئے انہوں نے محبت کی یادوں کو زندگی کا ایک حصہ بنا لیا اور ان کہانیوں کی شکل میں قصے سنانے شروع کر دیئے جس طرح حُسن کے کئی رنگ ہیں اسی طرح عشق و محبت کی بھی کئی قسمیں ہیں، کوئی تتلیوں کی طرح رازِ دل بات کہہ دیتا ہے تو کوئی کوئل کی طرح سنا دیتا ہے، کوئی بلبل کی طرح محبت کرتا ہے اور ناکام ہونے کی صورت میں اڑ جاتا ہے اور کوئی پروانے کی طرح شمع کا طواف کرتے کامیاب ہو یا ناکام جل جاتا ہے۔

قارئین کرام! اونچے پہاڑوں شور مچاتے ہوئے اونچے آبشاروں کی سرزمین گلگت بلتستان میں بھی اپنے اندر ایک محبت کا سمندر چھپائے بیٹھا ہے۔ میرا پورا نام عارف حسین ساغر ہے۔ میری پیدائش پر میرے گھر والوں نے ڈھیروں خوشیاں منائیں کیونکہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے والدین کی ازدواجی زندگی کا پہلا تحفہ قدرت کی طرف سے میں تھا۔ جب میری عمر چار سال ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ ہم کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آ۔ میرا والد گورنمنٹ ملازم ہے۔ میں نے پانچ سال کی عمر سے جس چیز کی خواہش ظاہر کیا۔ میرے والد نے میرے لئے حاضر کیا۔ جو خوشیاں مجھے پانچ سال کی عمر سے ملی شاید کسی بچے کو ملی ہوں۔ میری ہمسائیگی میں میرے ہم عمر بچے میری زندگی

پر رشک کرتے تھے۔ مہنگی سائیکل، مہنگے کھلونے، مہنگی ڈریس، مہنگے چپل۔ جب میں سکول میں داخل ہوا تو والد نے پک اینڈ ڈراپ کے لئے گاڑی کا بھی انتظام کیا۔ جب تک میں سکول سے گھر نہ آتا میری موم میرے بغیر کھانا نہیں کھاتی تھی۔ صبح میں سکول روانہ ہوتا تھا میری موم گیٹ پہ آ کے خوشی کے آنسو رو کے مجھے سکول روانہ کرتی تھی۔ میں اس عمر میں کتنا خوش تھا، میں خدا کا لاکھ شکر ادا کرتا تھا۔ مجھے دنیا جہاں کی خوشیاں ملیں۔ یوں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جب میں ساتویں کلاس میں آیا تو میرے والد نے گلگت سٹی کی پراپرٹی بیچ دی اور ہم قریبی قصبہ دنیور میں آ کے نئی زمین خریدی اور نیا مکان بنا کے آباد ہوئے۔ نئے لوگ نیا ماحول شروع شروع میں کافی پریشانی ہوئی آہستہ آہستہ پھر محلے میں کچھ لڑکوں سے دوستی ہوئی۔ خادم میرا کلاس فیلو بھی تھا اور اچھا دوست بھی تھا، ہم ساتھ سکول جاتے تھے اور ہم دونوں بہت شرارتیں کرتے تھے۔ روزانہ تفریح میں باغوں میں جا کے پھل فروٹ کھانا، کبھی اتفاق کر کے کلاس سے بھاگ جانا۔ ایک دن ابو کو کسی نے شکایت دیا بہت ڈانٹ پڑی۔ ایک دن میں صبح سکول جا رہا تھا سامنے خادم جا رہا تھا آج پھر خادم کا پین لے کر بھاگ گیا، خادم کو میری یہ شرارت اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس طرح ہم دونوں شرارتیں کرتے کرتے کلاس روم میں داخل ہو گئے۔ میرا ٹیچر میرے ساتھ دوستانہ گپ شپ کرتا تھا کیونکہ میں منہ پھٹ اور شرارتی تھا۔

حسب معمول آج پھر تفریح میں باغوں سے پھل توڑنے گئے بہت ہی مزہ آتا تھا۔ چھٹی کے بعد گھر آیا امی نے کھانا دیا بہت بھوک لگی تھی کھانے کے بعد ہوم ورک شروع کیا۔ دوسرے دن اتوار تھا چھٹی والا دن تھا میں بشیر بھائی کی دُکان پر گیا۔ میں دن میں کبھی کبھار بشیر بھائی کی دُکان پر ضرور جاتا تھا۔ محلے کی دکان تھی۔ میں بشیر بھائی کی دکان پہ گیا تو اس نے ایک دم بولا۔ ساغر یار اچھا ہوا آ گئے میں مارکیٹ جاتا ہوں۔ کچھ سامان لینا ہے۔ آج آپ دکان میں بیٹھو میں شام تک آ جاؤں گا۔ بشیر بھائی نے دکان کی ذمہ داری مجھے سونپ کر چلا گیا۔ بشیر کے جانے کے بعد شاید آدھے گھنٹے بعد ایک لڑکی دکان میں آئی۔ میری نظر اس پہ پڑی ایک دم میرے ہوش اڑ گئے۔ میں خیالوں کی دنیا میں گم ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کیا مانگا میں نے اسے کیا دیا۔ اس نے کتنے پیسے دیئے اور میں نے اسے کتنے پیسے واپس کر دیئے۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا وہ شرمائی اور سر جھکائی خاموشی سے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ایک عجیب سی بے چینی ایک ہلچل جسم میں وائبریشن سی کیفیت ہو گئی۔ رات بھر نیند آنکھوں سے دور تھی۔ کروٹیں بدلتے بدلتے نہ جانے کب مجھے نیند کی دیوی نے مجھے آغوش میں لی رات کا پتہ ہی نہیں چلا صبح دیکھا تو دھوپ نکلی تھی۔ امی نے آواز دی بیٹا آج سکول نہیں جانا ہے۔ میں اٹھا اور سکول کی تیاری کی۔ آج سکول جانے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں سکول گیا۔ آج کلاس میں دل نہیں لگتا تھا میرے خیالات میرے احساسات میں وہ چھائی تھی۔ میری جاگتی آنکھوں میں اس کے خواب آنے شروع ہو گئے تھے۔ میرے دماغ میں طرح طرح کے سوالات جنم لے رہے تھے۔ وہ کون تھی، کہاں رہتی ہے، کدھر سے آئی تھی۔ ان خیالوں میں گم صم رہا اور سکول سے چھٹی ہوئی۔

وقت کا پتہ ہی نہیں چلا تین ماہ کا عرصہ گزر گیا وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ ان تین مہینوں میں مجھے بھوک بھی نہیں لگتی تھی، بس پیاس لگتی تھی۔ وہ بھی آنکھوں کو میری آنکھیں پیاسی تھیں۔ ایک بار پھر اس معصوم چہرے کے دیدار کے لئے۔ ایک دن میں سکول جا رہا تھا میرا گھر سکول کے نزدیک ہے گلی کراس کر رہا تھا سامنے سے ایک لڑکی آئی میں ایک دم چونک پڑا غور سے دیکھا تو یہ وہی لڑکی تھی جس نے دکان پہ آ کے چند لمحوں میں ہی میرا دل چوری کر کے لے گئی تھی۔ پتلی کمر، جھیل جیسی آنکھیں، مورنی جیسی چال اس کی ہر ادا کا میں دیوانہ بنا تھا۔ وہ میرے قریب سے گزری میری سانسیں بند ہونے لگیں تھیں۔ میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا وہ اپنے گھر کا دروازہ کھول کے اندر گئی اور میں بوجھل قدموں کے ساتھ آگے قدم بڑھا رہا تھا۔ دو منٹ بعد وہ پھر گیٹ سے باہر آئی وہ

میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ شاید وہ سکول سے واپس آئی تھی کوئی چیز بھول کے میں سکول کے گراؤنڈ میں کھڑا ہوا تو وہ آ کے مجھ سے آگے نکلی آج کچھ ٹینشن کم ہوئی تھی کیوں کہ مجھے اس کے گھر کا پتہ ہوا تھا۔ وہ کس کی بیٹی ہے کس سکول میں پڑھتی ہے اس طرح ہماری ملاقات کبھی نہ کبھی اسی گلی میں ہوتی تھی۔ وقت کا پتہ ہی نہیں چلا دو سال کا عرصہ گزر گیا ہماری بات تک نہیں ہوئی۔

ایک دن اس نے میری بہن کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا آپ کا بھائی بہت اچھا ہے۔ میں یہ پیغام سن کے بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن گلی میں پھر اسے میری ملاقات ہوئی اس نے آج مجھے نظریں جھکا کے سلام دیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اسی طرح ایک سال اور گزر گیا مگر میں اظہار محبت نہ کر سکا۔ آج میں نے اپنی بہن سے اس کا نام پوچھا تو بہن نے اس کا نام شازیہ بتایا۔ میں روزانہ چھٹی کے ٹائم اس کا انتظار کرتا تھا۔ ایک دن پھر اس نے بہن کے ساتھ پیغام بھیجا عارف چھٹی کے وقت وہاں بیٹھ کے لڑکیاں دیکھتا ہے مجھے برا لگتا ہے۔ میں نے دل میں کہا میں تو اس کی ایک جھلک دیکھنے وہاں دھوپ میں جلتا ہوں۔ اسی طرح صرف سلام دعا میں ایک اور سال کا عرصہ گزر گیا۔ میں نے میٹرک کے پیپر دیئے۔ تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ میں اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکا۔ آخر میٹرک کا رزلٹ بھی آیا میں اچھے نمبروں سے پاس ہوا تھا۔ گھر والوں نے ضد کی کہ جاؤ کراچی جاؤ میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ پر والد کا حکم تھا کہاں ٹال سکتا تھا۔ بس میں نہ چاہتے ہوئے بھی سامان پیک کرنے لگا۔ میں سامان پیک کر رہا تھا اچانک مجھے شازیہ کا خیال آیا۔ میں نے موبائل نکالا اور شازیہ کے گھر کے نمبر پر فون کیا۔ میرا فون شازیہ نے اٹینڈ کیا اور بات نہیں کی۔ میں نے ہمت کر کے جو دل میں تھا نکال کر اظہار کر دیا۔ شازیہ دو سال گزرے ہیں میں چپ چپ کے آپ پہ مرنے لگا ہوں۔ اگر زندگی میں چاہا ہے تو بس آپ کو میرے دل و دماغ میں آپ کا راج ہے۔ مجھے دن کو سکون رات کو نیند نصیب نہیں ہے شاید اسی کا نام محبت ہے۔ شازیہ مجھے تم سے دل کی گہرائیوں سے چاہت ہوئی ہے۔ شازیہ نے آگے سے کچھ نہیں بولی اس نے اچانک فون بند کر دیا۔ میں پریشان ہوا میں ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح گھر کے صحن میں منہ کے بل گر گیا۔ میری ماں نے آ کے روتے ہوئے مجھے اٹھایا۔ میری ماں نے پاپا کو فون کیا پاپا نے مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گیا اور ڈاکٹر نے مجھے چیک اپ کے بعد دوائی دی آج میں نے جانا تھا۔ پاپا نے فون کر کے ٹکٹ کینسل کروایا۔ دوسرے دن پھر میری تیاری مکمل ہو گئی۔ شازیہ نے کال اٹینڈ تو کی پر بات کیوں نہیں کی یہ پریشانی مجھے کھائے جا رہی تھی۔ خیر میں روانہ ہوا۔ گلگت سے کراچی اتنا لمبا سفر راستے میں ہر پل مجھے شازیہ کی یاد آتی رہی۔ آخر یہ میری پہلی محبت تھی۔ جب میں نے شازیہ کو چاہا تھا اس وقت میری عمر صرف سولہ سال تھی یعنی میں نے زندگی کی سولہ بہاریں دیکھ چکا تھا۔ اس ینگ عمری میں میرے دل میں بھی محبت کا پھول کھلا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے کراچی پہنچ گیا۔ ایک کزن سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے گلشن اقبال میں رہائش دلائی۔ آج کی رات تو قیامت کی گزری کروٹیں بدلتے رات گزرت گئی صبح گھر سے نکلا کالج میں داخلے کے لئے بھاگ دوڑ شروع کی۔ ایک ہفتے کے بعد میرا داخلہ ہوا مجھے کامرس پڑھنے کا بہت شوق تھا پر میری یہ خواہش ادھوری رہ گئی میرا انومینیشن نہیں ہوا تھا جس کی وجہ سے مجھے آرٹس میں داخلہ لینا پڑا۔ کالج میں داخلے کے بعد میں نے ایک کمپنی میں جاب شروع کی۔ اس کمپنی میں ڈے نائٹ شفٹوں پر ڈیوٹی دینا تھا۔ جب میں کمپنی گیا تو سپروائزر نے کہا۔ آج سے آپ رات والی شفٹ میں آ جاؤ۔ میں نے رات کو ڈیوٹی شروع کی۔ آج رات مجھے اتنی نیند آئی کہ میں یہاں بیان نہیں کر سکتا۔ رات بھر کی تھکاوٹ سے جسم چور چور ہوا تھا۔

یہ آوارگی یہ نیند اور یہ درد کا بوجھ
ہم اپنے شہر میں ہوتے تو گھر گئے ہوتے

پردیس کی زندگی بھی کیا زندگی ہوتی ہے انسان کا ہر مصیبت سے واسطہ پڑتا ہے۔ آج تو دن میں کمرے میں سویا رہا شام کو کزن آیا اس نے مجھے جگایا۔ ہم دونوں کمرے سے باہر گئے اور ہوٹل میں کھانا کھایا۔ رات کو

کزن سے اجازت لے کر ڈیوٹی پہ چلا گیا۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا میں اکثر فارغ اوقات میں شازیہ کی یادیں بھلانے کلفٹن جایا کرتا تھا۔ وہاں جا کے مزید شازیہ کی یادیں مجھے ستاتی تھیں۔ کئی اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گھوم رہا ہے، کوئی اپنی منگیتر کے ساتھ میں مجبور بے بس انسان ایک کونے میں بیٹھ کے اس رنگین دنیا کی رنگینی کو دیکھتا تھا۔ میرے اندر ایک طوفان اٹڈ رہا تھا۔ کراچی سمندر کی ہر لہر شازیہ کی یاد دلاتی تھی۔ آج بہت ہی شازیہ کی یاد آئی آج پھر ہمت کر کے شازیہ کو فون کیا۔ آج خدا خدا کر کے شازیہ نے کال اٹھائی۔ میں نے سلام دعا کے بعد پوچھا اس دن آپ نے میری باتوں کا جواب نہیں دیا تو اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ اس دن آپ کے فون کی وجہ سے مجھے مار پڑی ہے، میری امی پاس ہی بیٹھی تھی اس نے لاؤڈ سپیکر آن کر کے آپ کی تمام باتیں سن لی تھیں۔ میری ماں نے مجھے بہت مارا تھا، میں بھی آپ کو چاہتی ہوں پر آپ اس وقت مجھ سے دور ہیں۔ اتنے میں شازیہ نے کوئی آیا ہے کہہ کر فون بند کر دیا۔ میرے دل میں ایک عجیب سی ہلچل ہونے لگی۔ آج کا دن میرے لئے بہت خوشی کا دن تھا۔ آج رات خوشی سے ڈیوٹی بھی نہیں گیا۔ اپنے روم میں کزن اور دیگر دوستوں کو دعوت دی۔ آج وہ میری خوشی کی وجہ پوچھتے تھے میں نے کوئی اور خوشی کا بتایا۔ وہ لوگ دعوت اٹینڈ کر کے چلے گئے۔ آج خوشی سے رات بھر نیند نہیں آئی۔ خدایا یہ محبت بھی کیا چیز ہے۔ وقت گزرتا گیا شازیہ کی یادیں دن بہ دن مجھے گھائل کرتی گئیں۔

مت سمجھو کہ ہم نے تجھے بھلا رکھا ہے
سچ مانو تو آنکھوں میں بسا رکھا ہے
دیکھ نہ لے آپ کو کوئی ہماری آنکھوں میں
میں نے اس ڈر سے پلکوں کو جھکا رہا ہے

جب میں نے انٹر کے امتحانات دیئے تو میرے گھر سے فون آیا۔ شازیہ کی منگنی ہونے والی ہے۔ یہ سننا تھا میرے ہاتھ سے موبائل گر گیا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرا برا حال تھا میری حالت غیر ہو گئی تھی۔ کراچی میں رات کی ڈیوٹی کرنا کبھی بھوکا سونا جسے پانے کے لئے پردیس کی زندگی گزار رہا تھا اور وہ مجھ سے چھینا جا رہا ہے تو میں کراچی میں کیا کرتا ہوں۔ شام کو کمرے سے نکلا کوئی خاص تیاری بھی نہیں کی اور سیدھے ریلوے سٹیشن چلا گیا۔ رات 9 والی ٹرین جو پنڈی جا رہی تھی اوپن ٹکٹ لیا اور آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر لے کر گلگت کی طرف روانہ ہوا۔ میرے دل میں یہ جذبات تھے کہ میں شازیہ کی منگنی رکوا دوں گا بھلے میری جان بھی چلی جائے۔ بس خدا خدا کر کے تیرے دن گلگت پہنچ گیا۔

گھر والوں نے میرے آنے پر بہت خوشی محسوس کی ان کو کیا پتہ کہ میرے اندر کا انسان شازیہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کس حالت سے گزر رہا ہے۔ خیر گھر والوں سے ملاقات کے بعد کچھ دوست ملنے آئے ان سے مل کر بہت خوشی محسوس کی کیونکہ میرے جگر یار آئے تھے۔ میرے دوست ایک دو گھنٹے بعد چلے گئے۔ ان کے ساتھ میں بھی باہر نکلا ادھر ادھر شازیہ کو دیکھا میں شازیہ کی خوشبو تو محسوس کر رہا تھا پر وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دن بعد پھر شازیہ کی گلی کا طواف کرنے گیا تو میری شازیہ آج پنک کلر کے سوٹ میں سامنے سے آ رہی تھی اس کا چہرہ کچھ مرجھایا ہوا تھا۔ وہ میرے نزدیک آئی تو میں نے سلام دیا اس نے سلام کا جواب دیا اور میں نے پھر سے اپنے دل کے خیالات و جذبات اس کے سامنے پیش کیے۔ شازیہ آپ کو اندازہ نہیں یہ پانچ سال میرے اوپر قیامت کے گزرے ہیں۔ میرا جینا مرنا آپ کے سنگ ہے میں کراچی کچھ بننے کے لئے گیا تھا آپ کو پانے کے لئے مجھے جنون کی حد تک آپ سے پیار ہے۔ شازیہ یہ منگنی نہیں ہو سکتی میں دنیا کو آگ لگا دوں گا۔ شازیہ سر جھکا کے میری باتیں سن رہی تھی اس نے دھیرے سے سر اوپر اٹایا اور میری طرف ایک نظر دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب جاری تھا۔ اس نے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے کہا ساغر اب وقت نکل چکا ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور مجھے بھول جاؤ۔ یہ الفاظ ادا کر کے وہ روتے ہوئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی میں ایک ہارے ہوئے

جواری کی طرح اپنے گھر آیا۔ کئی بار خودکشی کی ناکام کوشش کی مگر پوری نہیں ہو سکی۔ کچھ دن بعد میں شازیہ کے گھر سے گزر رہا تھا اندر شہنائیاں بج رہی تھیں۔ میں رک گیا اور دروازے کے سائیڈ پہ ایک بھکاری کی طرح سوالی بن کے پریشان حال میں کھڑا رہا۔ ٹیپ ریکارڈر میں بڑے اونچے آواز میں گانا لگا تھا شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں تھا جو ہم کو ملا نہیں۔ واہ زندگی تیرا بھی کیا کہنا انسان کن کن حالات سے گزرتا ہے میرے دل میں خنجر اتر رہے تھے۔ دل کر رہا تھا شازیہ کے گھر میں داخل ہو جاؤں اور جو بھی سامنے آئے زندہ نہیں چھوڑوں پر یہ اسلام میں جائز نہیں اپنی خوشیوں کے لئے کسی کی جان لینا جائز نہیں۔ میں واپس گھر آیا آج جی بھر کے رویا خوب رویا۔

راکھ کے ڈھیر پہ اب رات بسر کرنی ہے
جل چکے ہیں میرے خیمے میرے ارمانوں کی طرح

میری دنیا اجڑ گئی تھی میں نے اب یہاں رہ کے کیا کرنا تھا میں نے عہد کر لیا اب جاؤں گا تو لوٹ کے واپس کبھی نہیں آؤں گا۔ دوسرے دن میں نے تیاری کر کے کراچی روانہ ہوا۔ پہلی بار جب میں کراچی جا رہا تھا تو میرے سامنے ایک ہدف تھا۔ تعلیم حاصل کرنا اور شازیہ کو پانا۔ اس دفعہ میری کوئی منزل نہیں تھی۔ میں انجان راہوں پہ سفر کرنے نکلا تھا۔ نہ جانے کب اور کہاں میرا ٹھکانہ ہو گا۔ آنسو بہاتے بہاتے میں نے گلگت کو چھوڑ دیا۔ جب کراچی پہنچا تو روشنیوں کی یہ شہر کراچی مجھے ویران اور اندھیری لگنے لگی۔ ہر چیز پھیکا لگا۔ ایک دو ماہ رہا مگر کچھ مزہ نہیں آیا نہ اُدھر کا نہ ادھر کا میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک دن کیماڑی گیا وہاں ساحل سمندر میں بیٹھ کے تنہائی میں سوچا۔ بقول شاعر کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا میں کہاں جاؤں کدھر جاؤں۔

اپنی تقدیر خفا ہو تو غزل لکھتے ہیں
جان جب تن سے جدا ہو تو غزل لکھتے ہیں
ایسے لوگوں سے جو خاموش سدا رہے ہیں
بات آنکھوں سے ادا ہو تو غزل لکھتے ہیں
ہم تو ہر زہر بھی پی لیتے ہیں آزمانے کو
جب یہ زخموں کی دوا ہو تو غزل لکھتے ہیں

آخر کراچی میں بھی دل نہیں لگا تو واپس گلگت آیا۔ یہاں آیا تو والد کا کچھ موڈ ٹھیک نہیں تھا۔ ایک دن والد نے والدہ کو بولا۔ ساغر کا رشتہ اپنی بھانجی فوزیہ سے کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اس کو بتاؤ میری ماں نے جب یہ خبر مجھے سنائی تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ قارئین کرام فوزیہ مجھ سے دس سال بڑی ہے میں کیا کروں۔ اب بتائیں اس زندگی کو میں کیا نام دوں جو میرے ساتھ مختلف کھیل کھیلتی ہے۔ قارئین کرام جس وقت میں کراچی میں تھا میری جان شازیہ گلگت میں تھی۔ آج میں گلگت میں میری شازیہ کراچی میں ہے۔ وہ میڈیکل ٹیسٹ میں ہے۔ میں نے جب گھر میں رہنا پسند نہیں کیا تو میرے والد نے مجھے مصروف رکھنے کے لئے مجھے بزنس میں لگا دیا ہے۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لئے

قارئین کرام! زندگی امتحان لیتی ہے یہ زندگی ایک مختصر سفر کا نام ہے۔ دنیا ایک امتحانی ہال ہے اس ہال میں ہر طرح کے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اب میری زندگی ایک گیلے کاغذ کی مانند ہے۔ کوئی لکھتا بھی نہیں اور جلاتا بھی نہیں۔

اڑتے پرندوں کو کوئی قید نہیں کر سکتا ساغر
جو اپنے ہوتے ہیں وہ خود ہی چلے آتے ہیں

قارئین! اب آپ بتائیے اس زندگی کو کیا نام دوں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔ آج میرے پاس سب کچھ ہے مگر شازیہ نہیں ہے۔ یہ پیسہ گاڑی کوٹھی بنک بیلنس سے کیا کروں۔ بغیر محبت کے زندگی پھیکی لگتی ہے۔ ہر چیز میں دل نہیں لگتا زندگی بے مقصد لگنے لگی ہے۔ میں آج بھی امید رکھتا ہوں۔ اگر میرا جذبہ سچا ہے تو میری شازیہ مجھے ملے گی۔ کہتے ہیں امیدوں سے دنیا قائم ہے۔ قارئین کی قیمتی آراء کا منتظر۔

***

عجیب اتفاق

محمد مبین نذر۔ گوجر خان

زندگی کبھی کبھی انسان کو ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتی ہے کہ وہ اپنے چاہنے والوں کو چاہت کے باوجود بھی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ پیار کی یہ قربانی گو کہ اسے بہت مہنگی پڑتی ہے لیکن ایسا کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اپنائیت کی بات کی تو سب کچھ الٹ ہو جائے گا...... ایک درد بھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

انسان کی زندگی میں کچھ ایسے اتفاق ہوتے ہیں جو انسان کی موت کا سبب بنتے ہیں ایسا ہی ایک واقعہ میرے دوست کے گھر میں پیش آیا۔ آیئے اس کی زبانی سنتے ہیں۔

قارئین! میرا نام وسیم ہے۔ میں ایک گاؤں میں رہتا ہوں۔ گاؤں کی زندگی شہر کی زندگی سے بہت الگ ہے۔ گاؤں میں تعلیم بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے زیادہ تر لوگ اَن پڑھ ہوتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ ایک بہن مجھ سے بڑی ہے اور باقی سب مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میری بڑی بہن نے گاؤں کے ایک سکول سے مڈل تک تعلیم حاصل کی اور اس سے اگلے گاؤں کے رسم و رواج نے اسے تعلیم حاصل نہ کرنے دی۔ میرے امی اور ابو کی بہت خواہش تھی کہ میرے سب بچے تعلیم یافتہ ہوں کیونکہ میری امی کی ایک بہن یعنی میری خالہ جو شہر میں آباد تھے ان کے سب بچے تعلیم حاصل کر رہے تھے اور میرے خالو سرکاری ملازم تھے اور اچھی جاب کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے گھر کا نظام بہت آسان تھا اور میرے ابو ایک کسان تھے۔ ہمارے گھر میں تین ٹائم کی روٹی بڑی مشکل سے پوری ہوتی تھی۔ میری بہن نسرین کا رشتہ میرے چاچا کے بیٹے اقبال سے ہوا تھا جو کچھ عرصہ بعد ٹوٹ گیا تھا کیونکہ اقبال نشہ کرتا تھا اور کبھی کبھی چوری بھی کر لیتا تھا جس کی وجہ سے ابو نے نسرین کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ میری امی کو موقع مل گیا۔ میری امی نے ابو سے بات کی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی اپنی بہن کے بیٹے ناصر سے کر دوں اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ابو نے کوئی اعتراض نہ کیا لیکن ابو نے کہا۔ مجھے بہت مشکل لگتا ہے کیونکہ وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ امیر ہیں اور تعلیم یافتہ بھی، وہ ہم کو کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔ امی نے کہا۔ وہ میری بہن ہے مجھے امید ہے کہ وہ ہم کو شرمندہ نہیں کرے گی۔ بہرحال ابو نے انکار نہ کیا اور امی جان کو شہر جانے کی اجازت مل گئی۔ میں بھی گاؤں کے سکول میں پڑھ رہا تھا۔ میں امی کے ساتھ شہر چلا گیا۔ مجھے شہر جا کر کچھ عجیب سا لگا کیونکہ وہ لوگ اردو بولتے اور ہم پھٹواری بولتے تھے اور ان کا لباس بھی ہم سے الگ تھا۔ جب ہم خالہ کے گھر گئے تو مجھے خالہ کا گھر بہت پسند آیا۔ ظاہری بات ہے جو کچے مکانوں میں رہتے ہیں ان کو کوٹھی میں لے جاؤ تو ان کی کیفیت کیا ہو گی۔ بہرحال خالہ کی بیٹی جس کا نام عروج تھا وہ

ہمارے لئے چائے لے آئی اور خالہ کا بیٹا شہر گیا تھا۔ میں خاموش بیٹھا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا خالہ نے کہا۔ بیٹا کیا دیکھتے ہو چائے پی لو ٹھنڈی ہو جائے گی۔ جب میں نے چائے پی تو اس میں چینی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ میں سمجھا کہ چینی ڈالنا بھول گئے لیکن عروج نے الگ چینی ساتھ رکھی تھی۔ میں نے سوچا کہ یااللہ یہ لوگ کیسے چائے پیتے ہیں میں نے شرمندگی کے باعث چینی کے بغیر ہی بڑی مشکل سے چائے پی۔ خالہ نے عروج کو آواز دی۔ عروج بیٹا وسیم کو چھت پہ لے جاؤ اور شہر دکھاؤ۔ عروج مجھے چھت پہ لے گئی۔ عروج مجھ سے پوچھنے لگی۔ وسیم تم کون سی کلاس میں پڑھتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں ہفتم کلاس میں پڑھتا ہوں۔ وہ ایک دم مسکرائی اور کہا۔ میں بھی ہفتم میں پڑھتی ہوں۔ پھر اس نے مجھے اپنا روم دکھایا۔ اتنے میں خالہ کا بیٹا ناصر بھی آ گیا جو عروج سے بڑا تھا۔ مجھ سے سلام کیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جیسے اسے ہمارا آنا اچھا نہ لگا۔ میں اور عروج امی کے پاس آ گئے امی نے خالہ سے بات کی کہ میں چاہتی ہوں کہ نسرین کی شادی ناصر سے کر دوں اس میں تمہاری کیا مرضی ہے۔ خالہ خاموش سی ہو گئیں پھر کہنے لگی کہ میں ناصر کے ابو سے بات کروں گی اور اس کے بعد آپ کو جواب دوں گی۔ پھر میں اور امی گاؤں واپس آ گئے۔ ابو نے سب کی خیریت معلوم کی اور پوچھنے لگے کہ کیا جواب ملا۔ امی نے بتایا کہ وہ سوچ کر بتائیں گے۔

اب ہم کو انتظار رہتا کہ کب خالہ کی طرف سے جواب آئے گا۔ میرے خیال میں ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ ہم کو خبر ملی کہ ناصر صاحب تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن چلے گئے اور خالہ نے ناصر کی واپسی کی کہہ دیا۔ میری امی جان بہت سادہ خاتون ہیں وہ کہنے لگی کہ میری بہن نے ہاں کر دی ہے اور کہا ہے کہ ناصر کی واپسی پر شادی کریں گے۔ اب کیا ہو سکتا تھا ناصر کی واپسی کا انتظار ہونے لگا۔ میں نے مڈل تک گاؤں سے تعلیم حاصل کی اور آگے پڑھنے کا ارادہ کیا۔ گھر میں پیسے بہت کم تھے اور امی ابو نسرین کی شادی کی تیاریاں بھی کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے ابو نے اجازت دی اور وہ بھی اس شرط پر کہ پڑھائی کا خرچہ میں خود برداشت کروں گا۔ پھر کالج میں داخلہ ہوا کالج کی زندگی گاؤں کے سکول سے بہت الگ تھی۔ لڑکے اور لڑکیاں سب اکٹھے پڑھتے تھے میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھے پڑھتے دیکھا تھا اور بہت زیادہ حیران بھی تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کالج کے لڑکے اور لڑکیاں مجھے جنگلی بوائے کہتے تھے۔ بہر حال بعد میں سب ٹھیک ہو گیا اور اتفاق سے عروج بھی اسی کالج میں پڑھتی تھی۔ میں نے تو اسے نہیں پہچانا اس نے مجھے پہچان لیا اور میرے پاس آ کر کہنے لگی وسیم۔ میں تو حیران ہی رہ گیا کہ اس کالج میں میرا کون واقف کار ہو سکتا ہے اور پھر اس نے مجھے میرے نام سے پکارا۔ جب میں نے دیکھا تو ایک جوان لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے کہا۔ جی تو وہ کہنے لگی۔ اتنی جلدی بھول گئے میں عروج ہوں۔ اوہ عروج ایک سال میں تم اتنی بڑی ہو گئی ہو۔ عروج نے کہا۔ آپ بھی تو بڑے ہو گئے ہیں آپ یہاں کیسے؟ میں نے کہا۔ گاؤں کا سکول مڈل تک تھا میں نے سوچا کہ شہر جا کر پڑھتا ہوں اور ساتھ کام بھی کروں گا اس طرح گھر والے بھی آسان ہو جائیں گے۔ پھر عروج مجھ سے کہنے لگی۔ آج تم ہمارے گھر چلو۔ میں اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کبھی اس کے گھر جانے کا وعدہ کیا۔ اتنے میں عروج کے چاچا بھی آ گئے جو عروج کو کالج سے گھر لے جاتے تھے کیونکہ عروج کے ابو جاب کی وجہ سے عروج کو کالج سے نہیں لے جا سکتے تھے اس لئے یہ ڈیوٹی عروج کے چاچا جان دیتے تھے جن کا نام محمد بشیر تھا۔ وہ بہت نیک اور پیار کرنے والے انسان تھے وہ بھی مجھے گھر آنے کو کہہ رہے تھے۔ ہوسٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے اپنا گھر جو ہے تم ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے پھر کبھی کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ پھر وہ دونوں گھر چلے گئے اور میں کام کی تلاش میں نکل

گیا۔ ایک دُکان پر کام ملا جو کالج کے قریب ہی تھی۔ آف ٹائم دُکان پر کام کرتا تھا۔ اس طرح کالج کا خرچ دُکان سے نکل آتا تھا۔ اس طرح میری زندگی کی گاڑی چلنے لگی اور نسرین کی شادی کی تیاریاں بھی ہو رہی تھیں۔

نسرین کے لئے اور بھی بہت سے رشتے آئے لیکن امی انکار کرتے رہے کہ ہماری بچی کا رشتہ طے ہو چکا ہے۔ قارئین! اس انتظار میں پانچ سال گزر گئے لیکن ابھی تک کوئی جواب نہ ملا۔ اب تو امی ابو بھی بہت پریشان تھے کہ ہماری بیٹی 30 برس کی ہو گئی ہے ابھی تک ناصر پاکستان نہیں آیا تھا میں بھی بہت پریشان تھا کہ اللہ نہ کرے اگر یہ رشتہ نہ ہوا تو بہت بُرا ہو گا اور میری بہن کا دل ٹوٹ جائے گا۔ میں اس وقت بی اے کا سٹوڈنٹ تھا اور عروج بھی میرے ساتھ پڑھتی تھی۔ ہم دونوں بہت ایک دوسرے کے قریب تھے۔ سارا دن اکٹھے اور رات کو فون پر بات کیا کرتے تھے۔ اب اسے آپ محبت سمجھ لیں یا دوستی بہر حال ہم دونوں بہت پیار کرتے تھے نہ منہ بول کر اس نے مجھے کہا اور نہ میں نے اس سے کبھی ایسی بات کی لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ پورے کالج میں مجھے اکیلا نہیں چھوڑتی تھی۔ ایک دن میں نے اس سے ناصر کے متعلق پوچھا تو وہ کچھ دیر کے لئے خاموش سی ہو گئی اس کی خاموشی نے مجھے اور زیادہ پریشان کر دیا میں نے عروج سے کہا کہ عروج کیا ناصر نسرین سے شادی کے لئے راضی تھا۔ عروج کی باتوں نے مجھے اور پاگل کر دیا وہ کہنے لگی۔ آپ کو تو پتہ ہے وہ کس قسم کا انسان ہے۔ پل میں کچھ اور پل میں کچھ ہوتا ہے۔ میں نے اسے بتایا دیکھو عروج یہ کسی کی زندگی کا معاملہ ہے اب دیکھو ناصر کا انتظار کرتے کرتے کتنے سال گزر گئے اب تو نسرین کی عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے اگر وہ ناصر کی نہ ہو سکی تو اسے کون اپنائے گا۔ مجھے تو ناصر پر پہلے ہی شک تھا گھر والوں کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا آخر ہوا وہی جس کا ہم کو ڈر تھا۔ ناصر صاحب جب پاکستان آئے تو ان کی بیوی ان کے ساتھ تھی۔ ہم گھر والوں پر تو قیامت ٹوٹ پڑی امی نے تو رو رو کر برا حال کر دیا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو میں لرز گیا۔ میری بہن رو رو کر امی کو تسلی دے رہی تھی۔ امی جان مجھے شادی نہیں کرنی میں آپ سے کبھی بھی گلہ نہیں کروں گی۔ اب بس کرو میرے لئے اور آنسو مت بہاؤ۔ میرے نصیب میں یہی لکھا تھا۔ امی نے نسرین کو گلے لگاتے ہوئے کہا کہ میں الفت کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ الفت میری خالہ کا نام تھا۔ میں جب بھی اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو دیکھتا تو میرا دل کرتا تھا کہ ناصر کو گولی مار دوں۔ عروج مجھ سے فون پر بات کرتی تھی اور ناصر کی اس حرکت سے بہت پریشان تھا۔ وہ ہر وقت مجھ سے ناصر کی طرف سے معافی مانگتی تھی۔ میری امی نے شہر جانے کا ارادہ کیا تو ابو نے منع کر دیا کہ اب وہاں کیا لینے جاؤ گی۔ امی نے کہا۔ مجھ سے میری بہن نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے شرمندہ نہیں کرے گی میں اس سے پوچھ لوں کہ آخر میرا قصور کیا تھا جو اس نے میری بیٹی کی زندگی تباہ کر کے رکھ دی ہے۔ جب امی شہر گئے تو خالہ نے کہا۔ میرا بیٹا آپ کی بیٹی کو پسند نہیں کرتا تھا اس لئے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ امی نے کہا۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں اپنی بیٹی کی شادی کسی اور جگہ کر دیتی اب تو بتا میری بیٹی سے شادی کون کرے گا۔ اس کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اب تو کوئی رشتہ بھی نظر نہیں آتا میں تم کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ پھر امی گاؤں واپس آ گئے اور نسرین کے لئے خود ہی رشتہ تلاش کرنے لگے۔ اگر کوئی آتا بھی تو وہ عمر کا اعتراض کرتے۔ گاؤں کے سب لوگ ہم پر ہنستے تھے اور یہ بھی کہتے کہ ہم نے شہری بننے کی کوشش کی تھی۔

قارئین! وقت اپنی رفتار سے چلتا گیا اور کوئی بھی رشتہ نہ ملا۔ نسرین کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا میرا دل کرتا تھا کہ میں بھی عروج کے ساتھ ایسا ہی کروں تا کہ ان کو پتہ چلے کہ بہن یا بیٹی کا دکھ کتنا سخت ہوتا

ہے۔اب اس میں عروج کا کوئی قصور نہ تھا اور دل ہی دل میں اسے پیار بھی کرتا تھا۔ اب ایک طرف بہن کے آنسو اور دوسری طرف میری محبت بہت مشکل میں پھنس چکا تھا۔نسرین حقیقت میں اندر سے بالکل ٹوٹ چکی تھی اور اندر ہی اندر جلنے لگی کیونکہ اس کے چہرے سے صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ اندر سے ٹوٹ چکی ہے اس بات کا دکھ عروج کے چاچا محمد بشیر کو بہت زیادہ ہوا انہوں نے خالو اور خالہ پر بہت زیادہ غصہ کیا کہ آپ کی وجہ سے نسرین کی زندگی برباد ہوئی ہے اگر آپ کے بیٹے کو وہ رشتہ پسند نہ تھا تو کم از کم انہیں پہلے بتا دیتے وہ نسرین کی شادی کسی اور جگہ کر دیتے۔ انکل بشیر بھی ان سے ناراض ہو گئے۔ قارئین وقت انسان کو کس کس موڑ پر لے آتا ہے نسرین کا رشتہ کہیں بھی طے نہ ہوا اور آخر ہم ہار کر گھر میں بیٹھ گئے۔اب ہم کیا کر سکتے تھے۔نسرین کی عمر 36 سال تھی۔ وقت ہم کو اس موڑ پر لے آیا کہ میرے چاچا کا بیٹا اقبال جو نشہ آور تھا اور چور بھی بلکہ اس کی شادی بھی ہو چکی تھی، شادی کے بعد جب لڑکی کو اس بات کا علم ہوا کہ اقبال نشہ کرتا ہے اور چور بھی ہے تو اس نے فوراً اقبال سے طلاق لے لی تھی۔ میری چاچی نے میری امی سے پھر نسرین کا رشتہ اقبال کے لئے مانگا اور میری امی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ نسرین کے لئے کوئی اور رشتہ نہ تھا۔ امی نے ہاں کر دی جب اس بات کا علم نسرین کو ہوا تو وہ روتی ہوئی امی کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ امی جان آپ میری شادی اقبال سے نہ کریں میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ میں نے کپڑے سلائی کرنا سیکھا ہے میں اپنے لئے روٹی کما لوں گی۔ میری بہن امی کو رو رو کر یہ کہہ رہی تھی میری امی نے نسرین کو گلے لگایا اور رونے لگی۔ میری جان ایسی بات نہیں گاؤں کے لوگ کیا کہیں گے کہ اپنی بیٹی کی شادی بھی نہ کر سکے۔ گاؤں کے لوگوں نے دے طعنے دے کر میری بہن کی جان لے لی۔ اس وقت نسرین نے شادی کے لئے ہاں کر دی جب وقت بارات آ آیا تو نسرین نے چوہے مار گولیاں کھا لیں۔ کچھ ہی دیر میں چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ گاؤں کے سب لوگ جمع ہو چکے تھے لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔ نسرین زندگی اور موت کی کشمکش میں تھی ۔ گاؤں کے ایک حکیم صاحب آئے جب نسرین زندگی کی بازی ہار چکی تھی۔ شہر ہم سے بہت دور تھا اس لئے ہم کچھ بھی نہ کر سکے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی نسرین کو سپرد خاک کر دیا۔ میری زندگی میں سب سے بڑا دکھ میری بہن کا ہے نسرین کی موت کے بعد میں خود کو بہت کمزور محسوس کرتا تھا۔

نسرین کے مرنے پر میری خالہ اور تمام ان کے گھر والے آئے تھے اور آتے ہی میری امی کے پاؤں پکڑ لئے اور امی سے معافی مانگنے لگے۔ اس وقت میری امی کو کچھ ہوش نہ تھا۔نسرین کی موت نے میری زندگی بدل کے رکھ دی تھی۔ اب تو امی کے سامنے عروج کا نام لیتے ہوئے شرم آتی تھی جن کی وجہ سے میری جوان بہن کی موت ہوئی ہے ان کے گھر سے اپنے لئے رشتہ مانگوں۔ یہ بہت مشکل تھا بلکہ ایک دن عروج نے مجھ سے کہہ ہی ڈالا کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں اگر میرے بھائی نے آپ کی بہن سے شادی نہیں کی تو کیا ہوا میں آپ سے شادی کروں گی۔ میں نے کہا کیا ہمارے گھر والے اس رشتے پر راضی ہو جائیں گے کبھی بھی نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ نسرین کے مرنے کے ایک سال بعد امی نے میری شادی کا فیصلہ کیا۔ اب عروج کا نام لینا بہت مشکل تھا اور میرا رشتہ عروج کے چاچا بشیر کی بیٹی فاطمہ سے طے ہو گیا۔نسرین کے مرنے پر انکل نے میری امی سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے بیٹے کو دوں گا اس طرح میری شادی فاطمہ سے ہو گئی۔ حقیقت میں عروج کو پسند کرتا تھا لیکن فاطمہ بھی بہت اچھی تھی۔

شادی کے بعد فاطمہ نے مجھے کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دیا اور عروج کا فون آتا تھا اس پر بھی فاطمہ نے بھی بھی برا نہیں منایا۔ میں نے بھی عروج کو منع نہیں کیا کیونکہ وہ میری پہلی محبت تھی۔ ایک سال بعد اللہ نے مجھے چاند جیسا بیٹا دیا جس کا نام میں نے ابوبکر رکھا میرے بیٹے کی پیدائش پر خالہ اور خالو تمام گھر والے مبارکباد دینے کے لئے آئے۔ انکل بشیر بھی موجود تھے۔ انکل نے سب کو جمع کیا اور کہنے لگے۔ آج خوشی کا دن ہے جو ہوا سو ہوا اب ایک دوسرے کو معاف کرتے ہیں۔ خالہ میری امی کے گلے لگے اور رو کے کہنے لگے میری بہن مجھے معاف کر دے۔ امی نے خالہ کو پھر سے گلے لگا لیا اور معاف کر دیا۔ اب سب نے مل کر اکٹھے کھانا کھایا۔ انکل بشیر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو ایک اور خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنے بیٹے دانیال کی شادی عروج سے کروں گا۔ سب خوش ہو گئے لیکن میرے دل میں کچھ درد سا ہوا لیکن اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا اور وہ میرے سالا صاحب کی بیوی بن گئی لیکن میرے دل میں آج بھی اس کی محبت زندہ ہے اور وہ مجھ سے فون پر بات بھی کرتی ہے۔ اب ہمارے ملنے کی امید ختم ہو چکی ہے صرف فون پر بات کر لیتے ہیں۔ ہماری محبت کے متعلق کسی کو بھی آج تک کوئی خبر نہیں کہ ہم دونوں نے بھی پیار کیا ہے۔ یہ تھی میری کہانی والسلام۔

یہ تھی میرے دوست وسیم کی کہانی۔ امید ہے آپ کو پسند آئی ہو گی۔ قارئین کی آراء کا انتظار کروں گا۔

□✿□

لطیفہ

سکول کے ایک ٹیسٹ میں مضمون کا عنوان تھا ''کرکٹ''۔ ایک بچے نے صرف دو منٹ میں مضمون ختم کر لیا اور پیپر ٹیچر کے حوالے کر دیا۔ پیپر میں لکھا تھا۔ بارش کی وجہ سے میچ نہیں ہو سکا۔

☆......ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ۔جعفرآباد

حمد باری تعالیٰ

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر
یہ میری نظر کا قصور ہے
تیری راہ گزر میں قدم قدم
کہیں عرش ہے کہیں طور ہے
یہ بجا ہے مالک دو جہاں
میری بندگی میں قصور ہے
یہ خطا ہے میری خطا مگر
تیرا نام بھی تو غفور ہے
یہ بتا تجھے ملوں کہاں
مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے
کہیں دل کی شرط نہ ڈالنا
ابھی دل گناہوں سے چُور ہے
تو بخش دے میرے سب گناہ
تیری ذات غفور و رحیم ہے

☆......عبدالغفار تبسم-لاہور

اللہ ہی ہے

وہ بخشتا ہے گناہ عظیم بھی لیکن
ہماری چھوٹی سی نیکی سنبھال رکھتا ہے
ہم اسے بھول جاتے ہیں روشنی میں
وہ تاریکی میں بھی خیال رکھتا ہے
جو کبھی دیر سے لوٹوں تو میری ماں کی طرح
وہ میرے رزق کا حصہ نکال رکھتا ہے
گھروں میں جن کے دیا بھی نہیں ہے ان کے لئے
فضا میں چاند ستارے اچھال رکھتا ہے
محبت اپنے بندوں سے کمال رکھتا ہے
وہ اک اللہ ہی ہے جو تیرا اور میرا خیال لازوال رکھتا ہے

☆......ثناء ریاض-لاہور

□⁂□

نئی منزلیں

...... ملک صفدر - جہانیاں منڈی

سکینہ کی بچی کمینی حرام زادی وہ ناول چھپ گیا ہے. کک ...... کون سا؟ وہی نئی منزلیں ...... میرے سامنے بستر پر پڑا ہے. شوکت بازار سے لے کر آئے ہیں. سچ. دوسری جانب سکینہ اتنے زور سے چیخی کہ آواز سلمیٰ کے کان میں برے کی طرح گھس گئی. آہستہ بول کم بخت کمینی سلمیٰ نے دانت پیسے. کیوں کیا سارے گھر کو اکٹھا کرنا ہے. او میرے خدا ...... سلمیٰ مجھے تو یقین نہیں آ رہا. سکینہ نے پرجوش سرگوشی کی. کم بخت مذاق مذاق میں اتنی بڑی مصنفہ بن گئی تو ......

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

شوکت شاہان چونتیس پینتیس سال کا خوش پوش شخص تھا۔ گاڑی، کوٹھی، کاروبار، نوکر چاکر سب کچھ اسے میسر تھا۔ دنیا کی تقریباً ہر نعمت اسے میسر تھی جس کی کوئی بھی انسان تمنا کر سکتا تھا۔ اگر کمی تھی بس ایک خوبصورت خوب سیرت خوش خصال بیوی کی۔ شوکت کی پہلی شادی کو کافی عرصہ گزر گیا تھا، اس وقت تک اس کے والدین حیات تھے اور یہ شادی انہی کی پسند سے ہوئی تھی۔ شادی کے دو تین سال بعد ہی میاں بیوی میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے اور آخرکار بات طلاق کی نوبت تک جا پہنچی۔ شوکت کی صرف ایک ہی بچی تھی جس کو اس کی بیوی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ اب پچھلے دو سال سے وہ تنہا زندگی گزار رہا تھا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ وہ پچھلے تین چار سال سے تنہا زندگی گزار رہا تھا کیونکہ اپنے ازدواجی زندگی کے ڈیڑھ دو سال وہ اپنی بیوی سے اتنا ہی دور رہا جتنا قطب شمالی سے قطب جنوبی۔

بہار کا موسم تھا، اس نے اپنے لئے دوسری بیوی کی تلاش کا آغاز کر دیا۔ اس مرتبہ وہ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہتا تھا۔ پہلی شادی کا تجربہ اس کے سامنے تھا اس تجربے میں اس نے جو سب سے اہم بات نوٹ کی تھی وہ یہ تھی کہ اس کا نبھاہ ایک ایسی لڑکی سے ہو سکتا ہے جو بہت ہوشیار اور چالاک نہ ہو۔ کم گو اور معصومیت اس کے کردار کا جوہر خاص ہو۔ ان خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ خاندان کے ایک دو بزرگوں کو کام پر لگایا۔ اس کے علاوہ رشتے کرانے والی خواتین کی خدمات بھی حاصل کر لیں۔ رشتے آنے اور جانے لگے۔ میل ملا شروع ہوا۔ وہ ہر اعتبار سے ایک آئیڈیل مرد تھا۔ صحت مند، خوشحال، صاحب جائداد، تنہا، واحد داغ طلاق تھا لیکن یہ داغ اس کی بہت سی خوبیوں کی اوٹ میں چھپ سا گیا۔ مختلف خاندانوں کی بہت سی لڑکیاں زیر غور آئیں لیکن جس لڑکی کی شوکت کو تلاش تھی وہ کہیں دکھائی نہ دی بلکہ اس معیار کے قریب قریب بھی کوئی نظر نہیں آئی۔ کبھی کبھی وہ تنہائی میں بیٹھتا اور سوچنے لگتا کہیں وہ سراب کے پیچھے تو نہیں بھاگ رہا۔ یہ دنیا ہے جو اس میں رہتا ہے وہ اس سے اثر قبول کرتا ہے۔ وہ کتنا بھی

الگ تھلگ ہو خواہ سات پردوں میں چھپا رہے لیکن معاشرے کی چھاپ اس پر لگ کر رہتی ہے۔ کہاں سے ملے گی اسے ایسی لڑکی جو ہر جسمانی و ذہنی آلودگی سے پاک ہو جس کے کان میں کسی سہیلی کی سرگوشی نہ گونجی ہو، جس کی آنکھ کسی چلمن سے نہ لگی ہو، جس کا دل اپنے کسی چچازاد ماموں زاد یا پھوپھی زاد کے لئے نہ دھڑکا ہو، جس نے کسی بھی لڑکے کو گہری نظروں سے نہ دیکھا ہو، جس کو پتہ ہی نہ ہو کہ مرد و زن کی محبت کیا چیز ہوتی ہے اور جنس کس چڑیا کا نام ہے لیکن کبھی کبھی اس کا دل گواہی دیتا کہ وہ کوشش کرے تو ایسا گوہر نایاب ڈھونڈ سکتا ہے کہیں بھی کسی بھی جگہ پر۔ شہر میں نہ سہی گاؤں میں، گاؤں میں نہ سہی کسی الگ تھلگ وادی کے تنہا مکان میں کہیں نہ کہیں ایسی لڑکی ضرور ملے گی جو معصومیت و سادگی کے اس اعلیٰ معیار پر پوری اترے گی۔

اس نے اپنی تگ و دو جاری رکھی۔ ڈھونڈنے والوں کو دور دور دوڑاتا۔ جیسے جیسے موقع ملا خود بھی اس کار دشوار میں حصہ لیا اور کبھی کبھی اسے یوں بھی محسوس ہوا کہ جیسے منزل کے نزدیک پہنچ گیا ہے لیکن جب باریک بینی سے جائزہ لیا گیا تو کامیابی ناکامی میں بدل گئی۔ مضافاتی علاقوں میں ملنے والی تین چار لڑکیاں تو ایسی تھیں کہ جن کے والدین اس بات پر تیار ہی نہیں ہوئے کہ "لڑکی لڑکے" کو آمنے سامنے بٹھا کر بات چیت کرنے کا موقع دیا جائے۔ کچھ لڑکیاں بظاہر معصوم نظر آئیں مگر شوکت کے معیار پر پوری نہیں اتریں۔ ایک لڑکی ایسی تھی جو واقعی معصوم تھی اس قدر "معصوم" تھی کہ اسے دماغی علاج کی ضرورت تھی (وہ ایک نارمل تھی)۔ دو لڑکیوں کے بارے میں اسے غلط اطلاعات فراہم کی گئیں ان میں صرف شکل وصورت کی حد تک سادگی و معصومیت تھی پھر ایک مسئلہ اور بھی تھا وہ یہ کہ معصومیت اور قابلیت میں بڑا فرق تھا۔ وہ کبھی بھی ایسی لڑکی کو شریک حیات بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا جس کی مناسب تعلیم نہ پائی ہو۔

کہتے ہیں کہ ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے شوکت کو بھی ایک روز گوہر مقصود ہاتھ آ گیا۔ اس روز اسے لگا جیسے واقعی کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس نے انارکلی کے بانو بازار میں ایک برقع پوش لڑکی کو ایک دُکاندار سے چوڑیاں خریدتے دیکھا۔ دو ادھیڑ عمر عورتیں بھی لڑکی کے ساتھ تھیں۔ اس لڑکی کے چہرے کا صرف ایک تہائی حصہ دکھائی دیا، اس حصے میں دو آنکھیں بھی تھیں یہ آنکھیں دو ایسے دریچے جیسی تھیں جن کے راستے شوکت کو ہر وہ چیز نظر آ گئی جسے دیکھنے کے لئے وہ ایک عمر سے ترس رہا تھا مگر ابھی یہ صرف خواب تھا۔ اس خواب کو تعبیر اس وقت ملنا تھی جب شوکت اس لڑکی سے ملتا اس سے بات کرتا اسے قریب سے دیکھتا اس کے بارے میں جانتا کہ وہ کون ہے کہاں رہتی ہے شادی شدہ ہے یا ابھی کنواری ہے۔

اس نے اپنی عمر و مرتبے کا لحاظ کئے بغیر کسی کالجیئٹ لڑکے کی طرح اس لڑکی کا تعاقب کیا۔ اگلے صرف آدھا گھنٹہ ہی میں اس کا گھر دیکھ لیا۔ دو ہی روز میں اسے بہت کچھ معلوم ہو گیا۔ لڑکی کا تعلق میانوالی کے ایک نہایت شریف اور مہذب گھرانے سے تھا، اس کے والد سرکاری ملازم تھے، ان کے صرف تین بچے تھے۔ سب سے بڑا لڑکا تھا جو سعودی عرب میں کام کرتا تھا اور مستقل طور پر وہیں مقیم تھا۔ بڑی لڑکی کی شادی ایک معروف عالم دین کے صاحبزادے سے انجام پائی تھی۔ یہ سب سے چھوٹی لڑکی تھی اپنی بہن کی طرح اس نے بھی مڈل کے بعد باقی تمام تعلیم گھر ہی پر حاصل کی تھی۔ لڑکی کا نام سلمٰی معلوم ہوا، وہ لاہور کی سیر کے لئے آئی ہوئی تھی اور والدین کے ساتھ اپنی بہن کے گھر میں مقیم تھی۔ دو تین روز بعد یہ لوگ میانوالی واپس جا رہے تھے۔

ان لوگوں کا اتہ پتہ معلوم کرنے کے بعد شوکت نے اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے ذریعے بات چیت آگے بڑھائی۔ لڑکی کی کہیں منگنی وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔ اس کی عمر صرف انیس برس تھی۔ تاہم اس خاندان میں لڑکیوں کی شادیاں بہت جلد کرنے کا رواج تھا اور یہ امید کی جا سکتی تھی کہ والدین کو ایک ڈیڑھ سال کے اندر شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ شوکت اور سلمٰی کی

عمروں میں فرق ضرور تھا لیکن شوکت کی اتنی ساری خوبیوں کے نزدیک یہ فرق کچھ زیادہ تو نہ تھا اور پھر روپیہ پیسہ تو کیا کیا چھپا جاتا ہے۔ لڑکی والوں کے معاشی حالات بھی کچھ دگرگوں تھے اور انہیں توقع نہ تھی کہ مستقبل قریب میں کوئی ایسا خوشحال بااثر داماد انہیں مل سکے گا۔ انہوں نے اس سلسلے میں نیم رضامندی ظاہر کر دی۔ جو بزرگ شوکت کی طرف سے سلسلہ جنبانی کے لئے گئے تھے وہ شوکت کے مزاج آشنا بھی تھے، انہوں نے واپس آتے ہی بڑے یقین سے کہہ دیا۔ شوکت! اگر یہ لڑکی بھی تجھے پسند نہ آئی تو پھر کوئی نہیں آئے گی۔

اور ان کا کہا سچ ثابت ہو گیا قریباً ایک ماہ تک دونوں گھرانوں میں میل ملاپ جاری رہا اور پھر وہ مرحلہ آ گیا جب شوکت نے لڑکی کے والد سے درخواست کی کہ وہ ان کی بیٹی سے بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ شرعی حوالے سے یہ تقاضا معیوب نہیں تھا۔ ویسے بھی دونوں گھرانوں میں بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی لہٰذا اسے اجازت مل گئی۔ اس ملاقات میں لڑکی کی والدہ بھی شریک تھی۔ ملاقات کے ابتدائی چار چھ منٹ میں ہی شوکت کا یہ خدشہ بھاپ بن کر اڑ گیا کہ شاید وہ اس لڑکی کو بھی ریجیکٹ کرنے پر مجبور ہو جائے گا اس کا ظاہر جتنا معصوم تھا باطن بھی اتنا ہی سادہ اور بے عیب تھا۔ وہ رات پچھلے پہر کھلنے والی وہ شبنم آلودہ کلی تھی جس نے دھوپ تو کجا اجالے کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ تصویر بنی بیٹھی تھی۔ پلکیں لرزاں، لبوں میں جنبش اور آواز میں شرم وحیا کا ایسا تاثر کہ سننے والا مسحور ہو جائے۔ وہ ننھی سی جان مٹھی میں بند چڑیا کی طرح ہانپ رہی تھی۔ شوکت کی ہمت نہیں ہوئی کہ اسے زیادہ دیر مضطرب رکھے۔ وہ اپنی بات چیت مختصر کر کے اس کے پاس سے اٹھ آیا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج اس نے اپنے دل کی مراد پا لی ہے۔

شوکت کے ہونے والے سسر کا گھر بھی اس کی بیٹی کی طرح سادگی اور شائستگی کا نمونہ تھا۔ اس گھر میں وی سی آر، ٹیلی وژن یا ریڈیو نام کی کوئی شے نہیں تھی، نہ کہیں کوئی پینٹنگ تھی نہ تصویر۔ چھوٹی سی گھریلو لائبریری میں نہایت سنجیدہ اور علمی قسم کی کتب رکھی تھیں۔ شوکت کے ہونے والے سسر نے بتایا کہ آج تک گھر میں اخبار نہیں لائے۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کی تھی کہ انہیں تفریح کے ان مصنوعی سہاروں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ انہیں تفریح بھی کراتے لیکن یہ تفریح کھیل کود کی صورت میں گھر کی چاردیواری تک محدود رہتی۔ اس کے علاوہ وہ انہیں اچھی اور اصلاحی کتب پڑھنے کو دیتے تھے۔ سلمٰی گھر میں ہی پڑھ کر پرائیویٹ امتحان دے کر فرسٹ ڈویژن میں بی اے کیا تھا۔

دو ماہ بعد شوکت چند قریبی عزیزوں اور ساتھیوں کے ساتھ میانوالی گیا اور سادگی کے ساتھ سلمٰی سے نکاح کر لیا۔ دو روز بعد ایک زبردست ولیمے کا پروگرام تھا اور اس کے لئے ایک ہفتہ پہلے تیاری شروع ہو چکی تھی۔ سہاگ رات شوکت کے لئے انمول خوشیوں کا پیام لے کر آئی۔ سلمٰی کے دلنشیں قرب نے اسے مسحور کر دیا۔ اس کی ایک ایک ادا پر اس کا جان دینے کو دل چاہ رہا تھا۔

اگلی شب اس سے بھی زیادہ حسین تھی۔ شوکت کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سلمٰی کے ساتھ اس کھڑکی میں کھڑا ہو جائے جو مشرق کے رخ پر کھلتی ہے اور جس میں درمیانی راتوں کو چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے، وہ اس سے باتیں کرتا رہے۔ شوخ شریر اور ہنستی مسکراتی باتیں۔

رات دوسرے پہر وہ دونوں ایک ہی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ شوکت نے غیر ملکی سگریٹ کا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑا اور بولا۔ میں نے سنا ہے کہ تم اتنی تنہائی پسند فیملی میں سب سے زیادہ تنہائی پسند ہو۔ گھنٹوں کمرے میں بند سوئی رہتی ہو۔ یہ آپ سے کس نے کہا۔ وہ اپنی نوخیز آواز میں بولی۔ تمہارے ابو نے جواب رشتے میں میرے بھی ابو ہیں۔ وہ ہنسی تو جیسے خواب گاہ میں چھوٹی چھوٹی نقرئی گھنٹیاں بج اٹھیں۔ میں کمرے میں بند ضرور رہتی ہوں مگر اتنا

سوتی نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ فارغ وقت میں اکثر پڑھتی رہتی ہوں۔ مثلاً کیا؟ کچھ درسی کتابیں، کورس کی یا پھر معلوماتی کتب جو لائبریری میں موجود ہوں جو ابو لا کر دیتے تھے۔ جو کچھ تمہیں پڑھنے کے لئے تمہارے ابو دیتے ہوں گے وہ بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارے گھر لائبریری میں میں نے وہ کتابیں دیکھی ہیں۔ بھئی وہ بھی کوئی کتابیں ہیں، بڑوں کے پڑھنے کی۔ کلثوم کا دستر خوان، خلا کا سفر اف توبہ یہ تو بالکل ٹھس ہیں بور یا پھر ان میں سے وہ کتابیں ہیں جن کو لوگ قبر میں پاؤں لٹکانے کے بعد پڑھتے ہیں۔ مثلاً تاریخ ایشیا، فلسفہ آزادی کی تحریکیں، انقلاب چین معلوم نہیں ایسی کتابیں پڑھنے والوں کے حلق سے کیسے اترتی ہیں۔ میں تو وہ لیٹر پانی کے ساتھ ایک صفحہ بھی نہ نگل سکوں۔ مائی ڈارلنگ اب تم نے نئی زندگی کا آغاز کیا ہے اب کچھ اور طرح کی کتابیں پڑھا کریں گے ہم۔ ایک ایسی ہی مزیدار کتاب میں خاص تمہارے لئے لے کر آیا ہوں تا کہ پڑھو اور دنیا میں آؤ۔

اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر ایک مجلد کتاب نکال لی۔ چار رنگ کے خوبصورت سرورق پر ایک مردانہ اور زنانہ ہاتھ کی شبیہ تھی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں نے باہم مل کر گلاب کا ایک پھول تھام رکھا تھا۔ کتاب کا عنوان ''نئی منزلیں'' تھا اور اس عنوان سے ظاہر تھا کہ یہ ایک رومانی ناول ہے۔ اکثر رومانی ناولوں کی طرح یہ ناول بھی کسی نرگس نامی مصنفہ نے لکھا تھا۔ ناول کا ''فلیپ'' ایک مشہور ادیب کا تھا۔ شوکت نے ناول کو مختلف جگہوں سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ناول کا سرورق دیکھ کر ہی سلمٰی کے چہرے پر سرخی پھیلنے لگی تھی بہت بے باک تحریر تھی جگہ جگہ شوخی عریانی کی حد کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتی تھی۔ رومانی معاملات کو بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کر کے ناشر کو ضمانت فراہم کی گئی تھی کہ اس کی لگائی ہوئی رقم مع منافع چند ہفتوں میں واپس مل جائے گی۔

شوکت ناول پڑھتے پڑھتے شریر انداز میں سلمٰی کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں حیا آمیز شوخی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایک دو مواقع ایسے بھی آئے کہ اس نے ناول جھپٹ کر بند کرنا چاہا مگر وہ ہر بار اسے طرح دے گیا۔ آخر سلمٰی کی مشکل یوں آسان ہوئی کہ بجلی چلی گئی اور کمرہ گہری تیرگی میں ڈوب گیا۔ اف خدایا، وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ کتابوں میں کیسی کیسی باتیں لکھ دی جاتی ہیں، بھلا ایسی باتیں بھی لکھنے کی ہوتی ہیں۔ مائی لٹل گرل! ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ شوکت کی آواز ابھری۔ نہ جی نہ میں دیکھنا بھی نہیں چاہتی، یہ تو بالکل واہیاتی ہے۔ اس نے اپنا چہرہ تکیہ میں چھپا لیا۔

اگلے روز ولیمہ تھا۔ ولیمے کے انتظامات کے لئے شوکت صبح ہی صبح باہر نکل گیا۔ سلمٰی نے نیا لباس پہنا اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر بال سنوارنے لگی۔ وہ بظاہر پرسکون تھی اور نظر بھی ویسے ہی آ رہی تھی لیکن اس کے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ رات والا ناول بار بار اس کی نگاہوں میں آتا تھا اور اس کے سیاہ الفاظ اس کی آنکھوں کے تصور میں چمکنے لگتے تھے۔ وہ جلد سے جلد اس ناول کو دوبارہ دیکھنا چاہتی تھی۔ تنہائی میں بیٹھ کر پوری یکسوئی سے پڑھنا چاہتی تھی۔ رات بجلی جانے کے بعد شوکت نے وہ ناول دوبارہ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیا تھا دراز میں تالا لگا ہوا تھا اور چابی شوکت نے الماری میں کہیں رکھی ہوئی تھی۔ بال سنوارنے کے بعد وہ دھڑکتے دل سے اٹھی اور خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ معمولی کوشش سے اس نے دراز کی چابی ڈھونڈ لی دراز کھول کر کانپتے ہاتھوں سے اس نے ناول نکالا اور صوفے پر بیٹھ کر پڑھنے لگی۔ رات شوکت نے بتایا تھا کہ یہ ناول دو تین روز پہلے ہی مارکیٹ میں آیا ہے اور اپنے کھلے ڈلے انداز کی وجہ سے خوب بک رہا ہے۔ واقعی نیا نکور ناول تھا لگتا تھا کہ پریس سے نکلتے ہی سیدھا یہاں پہنچ گیا

ہے۔ سلمٰی کے حساس نتھنوں نے دور سے ہی اس انوکھے ناول کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ پھر اس کی لرزاں انگلیاں ورق گردانی کرنے لگیں۔ وہ تنہا بیٹھی تھی پھر بھی اس کا چہرہ فرط حجاب سے سرخ ہوتا جا رہا تھا یوں لگتا تھا کہ خود کو بہت بڑا مجرم سمجھ رہی ہے وہ۔ آخر ناول بند کر کے اس نے تکیے کے نیچے رکھا اور ٹیلی فون کے پاس آ گئی۔ اس کی واحد سہیلی اس کی چچازاد بہن سکینہ تھی لیکن اس سے بھی سلمٰی کو کبھی کبھار ہی ملنے دیا جاتا تھا۔ ان کے خاندان میں نوجوان لڑکیوں کا تنہائی میں مل بیٹھنا اور پہروں سرگوشیاں کرتے رہنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ سکینہ لاہور میں رہتی تھی، سلمٰی نے اس کا نمبر ڈائل کیا اور دھڑکتے دل سے اس کی آواز کا انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف سکینہ کے والد یعنی سلمٰی کے چچا عطا اللہ صاحب نے فون اٹھایا۔ کون ہے۔ ان کی کرخت آواز سلمٰی کے کان میں گونجی سلمٰی نے اپنا تعارف کرایا تو آواز کی سختی معدوم ہو گئی چند ہی لمحے بعد سکینہ لائن پر تھی۔ کیا بات ہے سلمٰی صبح ہی صبح، خیریت تو ہے ناں؟ سکینہ کی آواز ابھری۔ خیریت ہی ہے۔ سلمٰی نے جذبات سے لرزتے لہجے میں کہا۔ تمہاری آواز سے لگتا ہے کہ کوئی خاص بات ہے۔ سلمٰی نے جواب میں دو تین سیکنڈ کی خاموشی اختیار کی اور پھر دھماکہ خیز انداز میں بولی۔

سکینہ کی بچی کمینی حرام زادی وہ ناول چھپ گیا ہے۔ کک ...... کون سا؟ وہی نئی منزلیں ...... میرے سامنے بستر پر پڑا ہے۔ شوکت بازار سے لے کر آئے ہیں۔ سچ۔ دوسری جانب سکینہ اتنے زور سے چیخی کہ آواز سلمٰی کے کان میں برمے کی طرح گھس گئی۔ آہستہ بول کم بخت کمینی سلمٰی نے دانت پیسے۔ کیوں کیا سارے گھر کو اکٹھا کرنا ہے۔ اومیرے خدا...... سلمٰی مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔ سکینہ نے پرجوش سرگوشی کی۔ کم بخت مذاق مذاق میں اتنی بڑی مصنفہ بن گئی تو ...... ویسے تو نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے وہی تیرا ناول ہے ناں؟ دیکھا ہی نہیں پڑھا ہے میں نے سلمٰی نے فخر سے کہا۔

حرف بحرف میرا ہے کہیں زیر ابر کا کوئی فرق بھی نہیں صرف نام میں تبدیلی کی ہے۔ میں نے قلمی نام نرگس شیخ لکھا تھا انہوں نے نرگس لکھ دیا ہے اس سے کیا فرق پڑھتا ہے۔ سکینہ کی آواز آئی۔ بھئی مجھ سے تو اب صبر نہیں ہو رہا میں تو جا رہی ہوں بازار اپنی بھولی بھالی بنو کا ناول دیکھنے کے لئے اری بھیڑ سالی رنڈی۔ سلمٰی نے تیزی سے کہا۔ اس کے منہ سے گالیاں ایسے نکل رہی تھیں جیسے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ میرا ایک کام بھی کرنا ہے تو نے۔ کہو میری بنو۔ تجھے پبلشر کا فون نمبر دے دیتی ہوں اس سے کہنا مجھ سے رابطے کی کوشش نہ کرے نہ اس کو میری شادی کا بتانا کم بخت کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اتنے دن جو اس کو جھانسا دیئے ہوئے تھی۔ جب میں مناسب سمجھوں گی خود اس سے مل لوں گی۔ پاگل تو تو جانتی ہے نئی نئی شادی ہے اور یہ مرد...... اف توبہ بڑی گندی سائیکی ہوتی ہے ان کی ہر بات پر شک کرتے ہیں۔ اس کی بات پر دوسری طرف سکینہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

دل سنبھل جائے

ہم وہیں پر ہی بسا لیں خود کو
وہ کبھی راہ میں روکے تو سہی

سب سے ہٹ کر منانا ہے اسے
ہم سے اک بار وہ روٹھے تو سہی

دل اسی وقت سنبھل جائے گا
دل کا حال وہ پوچھے تو سہی

اس کی نفرت بھی محبت ہو گی
میرے بارے میں وہ سوچے تو سہی

اس کے قدموں میں بچھا دوں آنکھیں
میری بستی سے وہ گزرے تو سہی

اس کے سب جھوٹ بھی سچ ہیں
شرط اتنی ہے وہ بولے تو سہی

☆......انتخاب: محمد عمیر مظہر سنی۔ تبکیاں

کاش! آپ ہمارے ہوتے

تحریر..... تنہا محمد عمر لاشاری۔ جعفر آباد

میں نے جس سے محبت کی وہ بے وفا نہ تھی، مجبور تھی. میں اس کی مجبوری کو سمجھ گیا تھا. میں جانتا تھا کہ میری کسی بھی غلط حرکت کی وجہ سے اس کا گھر تباہ ہو سکتا ہے. وہ اجڑ سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے اس پر کوئی حرف بھی آئے. کیونکہ میں نے اس سے سچا پیار کیا تھا ...... ایک درد بھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

یار عمر تو ایسے ہی فضول کاموں میں وقت ضائع کر رہا ہے کالج میں داخلہ کیوں نہیں لیتا۔ دیکھو میں نے کل ہی داخلہ لیا ہے اور تم ابھی تک گھر میں بیٹھے مکھیاں مار رہے ہو۔ آخر کس طرح تمہیں سمجھاؤں۔ میری بات پر دھیان بھی نہیں دے رہے ہو۔ آخر کیوں عمر کیوں؟ اقبال نے غصیلے انداز میں گلاس ٹیبل پر مارتے ہوئے کہا۔ چھوڑ لے لوں گا داخلہ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ میں نے بور لہجے میں اقبال کو جواب دیا مگر کل تو آخری تاریخ ہے پھر داخلہ نہیں ملنے والا۔ ویسے بھی کب تو نے میری بات مانی ہے جواب مانے گا۔ خدا حافظ میں جا رہا ہوں۔ اقبال غصے سے یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

ارے قارئین میں تعارف کرانا تو بھول گیا میرا نام محمد عمر لاشاری ہے یہ میری اپنی آپ بیتی ہے اقبال جو میرا بچپن کا دوست ہے اس کا پورا نام مسعود اقبال ہے، ہم دونوں پہلی جماعت سے لے کر آج دسویں تک ساتھ ساتھ پڑھے ہیں یوں تو میرے بہت سے دوست ہیں مگر اقبال میرا بہترین ایماندار نڈر اور ایک سچا دوست ہے۔ واپس آتے ہیں کہانی کی طرف۔ اقبال تو چلا گیا اگر میں نے کل کو داخلہ نہ لیا تو اقبال سچ مچ ناراض ہو جائے گا۔ خیر اگلے دن میں نے کالج میں داخلہ لے لیا اسی طرح اقبال بھی بہت خوش ہوا اور میری پڑھائی بھی اچھی رہے گی۔ ڈگری کالج کے پرنسپل تھے بڑے کڑک وہ بہت ہی سختی سے سٹوڈنٹس کے ساتھ پیش آتے تھے اگر کوئی لڑکا ذرا سی بھی حرکت کرتا یا لڑکیوں کو چھیڑتا تو اسے کالج سے آؤٹ کر دیتے تھے۔ یاد رہے کہ یہاں ایک ہی ڈگری کالج ہے جس میں لڑکے لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ خیر داخلہ تو لے اب اگلے دن پڑھائی کا مکمل آغاز کرنا تھا۔ شام کو اقبال میری بیٹھک پر آیا۔ مجھے شدید تاکید کی کہ اگر نو بجے سے ذرا بھی لیٹ ہوئے تو دوبارہ کالج کا گیٹ نہیں کھلنے والا اور ہاں کالج میں کسی لڑکے یا کسی لڑکی کو چھیڑنے کی زحمت نہ کرنا ورنہ کالج سے پہلے ہی دن ڈس مس ہو جاؤ گے اچھا۔ اقبال مجھے یہ باتیں سمجھاتے ہوئے گھر کو چل دیا۔ اب میرے لئے مصیبت یہ بن گئی کہ ساڑھے آٹھ بجے تو نیند سے اٹھتا ہوں آدھے گھنٹے میں کیا ہو گا اف میرے خدایا میں کیا کروں۔ خیر رات کو میں نے امی سے کہا کہ مجھے آئندہ ساڑھے سات بجے جگائیے گا کیونکہ نو بجے مجھے ہر حالت میں کالج پہنچنا ہے۔ امی نے کہا ٹھیک ہے بیٹا کل کو اسی وقت پر تمہیں اٹھاؤں گی۔ ٹھیک اب سو جا میرے لال سو جا سوجا۔ امی نے پیار سے میرے بالوں میں ہاتھ

گھماتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کب میں نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک باغیچہ ہے چاروں طرف پھول ہی پھول ٹھنڈا ٹھنڈا موسم اکیلا بیٹھا ہوں کہ ایک حسین و جمیل خوبصورت سی پیاری لڑکی ہاتھ میں گلاب کا پھول لئے میری طرف آ رہی ہے جب وہ میرے قریب آتی ہے کہتی ہے پیارے عمر مجھے تمہارا ہی انتظار تھا کہ تم آؤ گے اور میں تم سے اپنے پیار کا اظہار کروں گی۔ میں بغیر کچھ کہے اس سے پھول لیتا ہوں اور اسے بیٹھنے کو ہی کہتا ہوں کہ امی نے جھنجھوڑنا شروع کیا۔ عمر بیٹا اٹھو تمہیں کالج جانا ہے۔ چھوڑیں امی سونے دیں میں نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔ ارے اٹھتا ہے کہ نہیں اٹھ جلدی سے ساڑھے سات ہوئے ہیں پھر تجھے دیر ہو جائے گی۔ اٹھو میں تمہارے لئے چائے اور ناشتہ ٹیبل پر رکھتی ہوں جلدی سے آؤ ایک بار تو دل نے کہا کہ سو جاؤں مگر پھر کالج کا معاملہ یاد آیا تو جلدی اٹھا ہاتھ منہ دھولیا اور نہانے کے لئے باتھ روم میں گھس گیا اور پھر نہانے کے بعد ناشتہ پر بیٹھ گیا اسی دوران مجھے خواب جو رات کو دیکھا تھا یاد آ گیا سوچنے لگا کہ میرا تو کسی لڑکی کے ساتھ تعلق ہی نہیں اور نہ ہی میں کسی لڑکی وغیرہ کے ساتھ لفٹ بھی کرتا تھا خیر یہ سوچ کر نظر انداز کر دیا کہ خواب تو خواب ہوتا ہے۔ ناشتہ کے بعد گھر سے نکلا تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے جب گلی سے نکلا ہی تھا کہ سامنے سے اقبال اپنے موٹر سائیکل پر نمودار ہوا اسے دیکھ کر میں رک گیا شاباش میرے بھولے بھائی اسی طرح جلد اٹھا کرو۔ اقبال نے موٹر سائیکل پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ خیر کچھ ہی دیر میں کالج پہنچ گئے ابھی کلاس لگنے میں پندرہ منٹ باقی تھے میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنی کلاس کا جائزہ لیا جائے کیونکہ کالج کا پہلا دن تھا اس لئے اقبال دوسرے دوست کے ساتھ گپوں میں مشغول ہو گیا میں کلاس فرسٹ ایئر کی طرف لپکا چلتے چلتے کلاس تک پہنچ گیا ابھی تک کلاس میں کوئی موجود نہیں تھا۔ جونہی اندر داخل ہوا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اوئے ماں یہ تو شاید خواب والی لڑکی ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں تو دروازے پر ہی برف کی طرح جم گیا تھا میں اسے دیکھتا ہی رہا تھا آج تک میں نے کسی لڑکی کو اس نظر سے نہیں دیکھا تھا جانے کیوں کیسے اس لڑکی کا مجھ پر جادو ہو گیا تھا ہاں مجھے اس لڑکی سے پیار ہو گیا تھا اتنی خوبصورت کہ میں بیان نہیں کر سکتا اتنے خوبصورت بال اتنی خوبصورت چہرے والی اور کپڑے بھی خوبصورت پہنے ہوئے واقعی وہ پرستان کی پری لگ رہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھے جا رہا تھا وہ تو اپنی پڑھائی میں مشغول تھی مگر میں نہ جانے کیوں آج پہلی بار میرے دل میں کچھ کچھ ہو رہا تھا شاید مجھے پیار ہو گیا تھا اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی نہ جانے میرا پاگل دل کن بیابانوں میں کھو گیا ہے میری تو یہ عمر ہی نہ تھی مگر جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا واقعی محبت ایک دلدل ہے جس میں انسان ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اس راستے پر چل پڑا۔ جانے اس کو دیکھ کر کیا ہو گیا تھا۔ میں نے آج پہلی بار اسے دیکھ کر میرے دل میں عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔

پہلی ہی نظر میں اسے اپنا سب کچھ مان لیا۔ اس دل میں اس کی چاہت کے عجیب نقشے بنے اور میرے دل نے اسے سب کچھ مان لیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی انمول ہیرے اس دنیا میں بھیجے ہیں نہ جانے میں نے کیوں اسے دیکھتے ہی اپنی توقعات اس سے وابستہ کر لیں۔ انہی سوچوں میں اسے دیکھے ہی جا رہا تھا کہ پیچھے سے مجھے ہلکا سا دھکا لگا فوراً سوچوں کی دنیا سے واپس لوٹ آیا بغیر کچھ سوچے سمجھے اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا سب لڑکے لڑکیاں باری باری کلاس میں داخل ہو رہے تھے۔ جب میں اس ماہ جبیں حسن کی ملکہ کو اپنی طرف مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایکسکیوزمی پلیز پہلی بار تو اس نے سنا ہی نہیں جب دوسری بار یہ لفظ دہرائے تو بدحواسوں جیسے چونک پڑی جی جی آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا کام ہے۔ فٹ سے میں نے بہانا بنایا۔ جی آئی ایم ویری سوری کہ آپ کو ڈسٹرب کیا پلیز

پین تو دے دیجئے میں پین کے بجائے اسے دیکھتا جا رہا تھا اور وہ بھی مجھے اسی طرح دیکھتی۔ ابھی ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک پیچھے سے مجھے کسی نے ہلکی سی تھپکی ماری اچانک پاگلوں جیسے بڑبڑا اٹھا مڑ کر دیکھا تو ہمارے کلاس ٹیچر سر عبدالعزیز کھڑے تھے میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔ اوئے لڑکے نئے آئے ہو سر عزیز نے دھمکاتے انداز میں کہا۔ جی سر...... جی سر کے بچے پہلے دن ایسی حرکتیں میں ابھی جا کے پرنسپل سے بات کرتا ہوں ٹیچر پرنسپل کی طرف جا ہی رہے تھے کہ اقبال نے اس سے ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے سر پلیز پلیز سر اسے معاف کر دیں سر اس کی پڑھائی کا معاملہ ہے سر پلیز اچھا اسے سمجھا دو یہ کالج ہے عشق خانہ نہیں اور کلاس میں ایسی حرکت لڑکی کو گھورے جا رہا تھا او کے سر آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ میں نے سر کھجلاتے ہوئے کہا خیر جب پیریڈ ختم ہوا تو میں نے اقبال سے کہا۔ شکریہ یار شکریہ کہ بچے تم باہر چلو میں تمہاری تیمارداری کروں گا۔ اقبال نے غصیلے انداز میں کہا۔ پھر میں اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے لڑکے سے مخاطب ہوا جس کا نام عمران تھا۔ اچھا تو عمران یہ لڑکی کون ہے اور کہاں رہتی ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ میں نے یک زبان اس سے اتنے سوال کر ڈالے اس کا نام صدف ناز ہے اور مزے کی بات یہ کہ صدف پرنسپل کی بہن کی بیٹی ہے ان کا گھر اصل میں لاہور میں ہے یہ پرنسپل صاحب کے گھر میں رہتی ہے تو جناب محمد عمر لاشاری صاحب جناب کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ اس لڑکی کا پیچھا ہی چھوڑ دے اور ...... اور کیا بتاؤ نہ عمران اوئے پرنسپل آ گیا۔ فٹ سے میں نے بھی آنکھیں جھکا لیں کہ کسی سے جیسے بات ہی نہ کی ہو۔ پرنسپل نے آتے ہی سلام کیا اور پھر کہنے لگے کہ پیارے سٹوڈنٹس جیسا کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ اس کالج کے آداب کیا ہیں یہاں کی روٹین وغیرہ آپ لوگوں کو پتہ بھی ہے جو نئے لڑکے آئے ہیں میں ان کا تعارف آپ لوگوں سے کراؤں گا تو سب سے پہلے اس نے میرے دوست محمد عباس کا تعارف کرایا پھر اقبال کا پھر اسی طرح میری باری آئی میں نے اپنے بارے میں بتایا۔ اسی طرح چھٹی ہوئی ہم لوگ کلاس سے نکلے اقبال مجھ سے پہلے ہی نکلا تھا میں تو صدف کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں جاتی ہے اسی طرح صدف بھی نکلی اسے اکیلی دیکھ کر اس کے پیچھے چل پڑا۔ چلتے چلتے وہ پرنسپل کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔

خیر باہر اقبال میرا انتظار کر رہا تھا جب اس کے پاس گیا تو دیکھا اقبال کڑوی نظر سے مجھے گھور رہا تھا۔ ہاں تو مجنوں صاحب کہاں گئی تمہاری لیلیٰ ...... تمہارے ساتھ نہیں آئی۔ اقبال نے مجھے چھیڑتے ہوئے کہا۔ یار اقبال اس وقت میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں میں سچ مچ اس کا دیوانہ بن گیا ہوں اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ نہ بابا نہ مجھے ان چکروں میں مت پھنساؤ۔ اقبال نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ اگر تم چاہو تو ایک مشورہ تمہیں دے سکتا ہوں۔ میں نے اچھلتے ہوئے پوچھا وہ کیا جلدی سے بتاؤ۔ وہ یہ کہ ایک خط تمہیں لکھنا ہے اور صبح کو اس کے ٹیبل پر رکھ دو اسے مل گیا تو ٹھیک اگر کسی اور کے ہاتھ لگا تو جوتے ہی تمہارا مقدر ہیں۔ اقبال نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ اچھا اب گھر چلو خیر ہم لوگ گھر آ گئے گھر آتے ہی روٹی کھائی اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ایک کاغذ لیا اور قلم لی اس طرح سے تحریر لکھنے بیٹھ گیا۔

جان سے پیاری صدف سلام محبت! ڈیئر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا لکھوں جان مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے پلیز پیار کا جواب پیار میں دینا میرا دل مت توڑنا کیونکہ میں نے تم سے سچا پیار کیا ہے تمہارے سوا آج تک میں نے کسی سے پیار نہیں کیا اور نہ ہی کروں گا تمہی میری پہلی محبت اور تمہی آخری ہو۔ خدا حافظ تمہارا صرف تمہارا محمد عمر لاشاری۔

میں نے خط لکھا اور اگلے روز اس کی بک میں کسی طرح سے رکھ لیا خیر اگلے روز جب وہ آئی تو اس نے کوئی لیٹر وغیرہ نہ دیا میں پریشان سا ہو گیا کہ صدف نے کہیں میرے پیار سے انکار نہ کر دیا ہو ایسے ہی یہ دن

بھی سوچوں میں گزرا۔ تیسرے دن چھٹی کے ٹائم ہم لوگ کلاس سے نکلے تو ایک لڑکی نے مجھے رقعہ دیا جو صدف نے ہی اسے دیا تھا۔ خوشی کے مارے میری جان نکل رہی تھی جب گھر پہنچا تو پھر کھولا تحریر کچھ اس طرح سے تھی۔

میری خوابوں کے مہاراجہ محمد عمر لاشاری پیام محبت! میرے حضور مجھے آپ کی محبت دل و جان سے منظور ہے مگر میری اک شرط ہے وہ شرط میں تمہیں پھر بتاؤں گی خط کچھ جلدی میں لکھ رہی ہوں اس لئے کہ کوئی آ نہ جائے۔ مجھے بھی پہلی نظر میں تم سے پیار ہو گیا تھا مگر یہ جان کر چپ رہتی تھی کہ کہیں تم میرے پیار سے انکار نہ کر دو۔ میری جان تیرے نام اور ہاں کل صبح پورے آٹھ بجے ہم دونوں کالج کے پیچھے والے باغیچہ میں ملیں گے اچھا خدا حافظ۔ تمہاری صرف تمہاری صدف۔

اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا فوراً دوڑتا ہوا اقبال کے دروازے پر ہی دم لیا گھنٹی ماری تو اقبال نکل آیا۔ اقبال کے نکلتے ہی میں نے اسے گلے لگایا۔ اقبال میرے یار مجھے وہ مل گیا وہ مل گیا ارے کیا مل گیا کوئی مل گئی یا مل گیا اقبال نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ہاں اقبال مجھے میری محبت مل گئی۔ اقبال نے کہا۔ تو میں کیا کروں کوئی تیر نہیں مارا تم نے جاؤ گھر صبح ملیں گے۔ ٹھیک میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میری تو خوشی سے جان نکل رہی تھی اف خدایا میں خوشی سے پاگل نہ ہو جاؤں۔ خیر اللہ اللہ کر کے رات گزری صبح تو بغیر امی کے اٹھانے سے یکدم خود اٹھ گیا۔ ادھورا ناشتہ کیا اور اقبال سے بھی پہلے کالج پہنچ گیا کیونکہ اگر اقبال کے ساتھ کالج جاتا تو وہ کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرتا اس لئے اس سے پہلے آ گیا پورے آٹھ بجے کالج کے باغیچہ میں پہنچ گیا تھوڑی ہی دیر گزری کہ دیکھا صدف آ رہی ہے آتے ہی اس نے مجھے گلاب کا پھول پیش کیا آغاز تو میں نے ہی کیا ہاں صدف کیا تم میرا ساتھ زندگی بھر دو گی دیکھو صدف زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے تم سے بے پناہ محبت کی ہے جس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتی۔ صدف نے بھی وعدہ کیا کہ عمر میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ زندگی بھر تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ تو قارئین اسی طرح ہماری محبت کا آغاز ہو چلا اب آگے کیا ہوتا ہے میرے ساتھ تو پڑھیے۔ اسی طرح ہم دونوں ایک دوسرے سے ملتے رہے وعدہ قسمیں ہوتی رہیں اقبال مجھے روکتا کہ عمر ایسے چکر میں مت پڑو اگر پرنسپل کو پتہ چلا تو وہ تمہیں کالج سے نکال دیں گے مگر میں نے ایک کان سے سنی دوسرے سے نکال دی کیونکہ سیانے سچ کہتے ہیں کہ the love is blind پیار اندھا ہوتا ہے آخر ایک دن وہ ہوا جس کا ہم دونوں کو ڈر تھا پرنسپل نے ہمیں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے پکڑ لیا وہ دن میرے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ پرنسپل نے مجھے اس کالج سے تو نکال دیا مگر ساتھ ہی صدف کے ماں باپ کو بھی ٹیلی فون پر بتا دیا کہ تمہاری بیٹی کیا گل کھلا رہی ہے۔ دوسرے روز صدف کے والد آئے اور صدف کو واپس لاہور لے گئے۔ خیر صدف تو چلی گئی مگر اب میرا یہ حال تھا کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا بس دن رات اپنے کمرے میں پھوٹ پھوٹ کر روتا۔ اے خدا مجھے میری صدف سے ملا دے۔ اقبال ہر روز مجھے دلاسا دیتا کہ صدف آئے گی مگر میں اس کی ایک نہ سنتا آخر اقبال سے میری یہ حالت دیکھی نہ گئی ایک روز اس نے مجھے آ کے خوشخبری سنائی اور میں خوشی سے آنسو بہاتا ہوا اقبال کے گلے لگ کر رونے لگا کچھ دیر یوں ہی روتا رہا پھر اقبال نے کہا کہ چلو اب باہر چلتے ہیں اور آج ہی لاہور جانے والی کوچ کا ٹکٹ کٹواتے ہیں اسی طرح شام آٹھ بجے ہم دونوں کوچ پر سوار ہوئے اور دوسرے روز شام نو بجے لاہور پہنچ گئے۔ ہوٹل میں کمرہ بک کروایا اور رات ہوٹل میں گزاری دوسرے روز اقبال نے کہا کہ تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گے میں جا کے پتہ کر کے آتا ہوں کہ وہ اب کہاں رہتی ہے۔ خیر اقبال اسے ڈھونڈنے گیا اللہ

اللہ کر کے آخر دوپہر ایک بجے تک ہوٹل کے کمرے میں آ گیا میں نے پوچھا اقبال کچھ پتہ چلا تو اقبال نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا دوست تو ہار گیا اقبال تم کیا کہہ رہے ہو کھل کے بتاؤ میرے اعتراض کرنے پر اقبال نے بتایا کہ میں اس کے گھر تک گیا مگر یہ...... یہ...... اقبال یہ کہہ کر خاموش ہو گیا کچھ بولو۔ اقبال یہ کیا کچھ بتاؤں نہ میں نے روتے ہوئے اسے جھنجھوڑا دوست وہ کسی اور کی ڈولی میں جا رہی تھی مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں اس سے بغیر کچھ کہے واپس چلا آیا مگر میں نے اس کے سسرال والوں کے گھر تک گیا ہوں اور ان کے گھر کے سامنے والے بورڈ پر اس کے شوہر کا نام اور فون نمبر لکھا ہوا تھا وہ میں نوٹ کر کے آیا ہوں فون نمبر یہ ہے۔ اقبال مجھے صدف کے سسرال کا فون نمبر تھماتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گیا میں نے فوراً ہی اپنے موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کیا تو صدف کی ساس نے اٹھایا میں نے اس سے کہا کہ میں صدف کے ماموں کا لڑکا یوسف بول رہا ہوں کیونکہ صدف کے ماموں یعنی پرنسپل کے بڑے بیٹے جو لندن میں پڑھتے ہیں ان کا نام یوسف ہے میں نے یوسف کا بہانا بنایا تو صدف کی ساس نے کہا بیٹا کیسے ہو صدف سے بات کرو گے اچھا ایک منٹ میں اسے بلا کے لاتی ہوں صدف جب فون پر آئی تو میں نے کہا صدف تم نے جو وعدے قسمیں کھائے تھے وہ کہاں گئے۔ تت ت...... تت...... تت تم عمر تم نے یہاں کیوں فون کیا میں بے وفا نہیں تم نے دیر کر دی میرے پاپا نے زبردستی میری شادی کر دی ہے مگر تمہیں میرے سر کی قسم عمر تم مجھے بھول جاؤ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میرا گھر اجڑ جائے دیکھو عمر تمہیں میرے سر کی قسم اگر تم یہاں آئے تو میں خودکشی کر لوں گی تمہیں میری جان عزیز ہے تو واپس لوٹ جاؤ۔ یہ باتیں کہتے ہی صدف پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ اچھا صدف تم یہ چاہتی ہو تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں مگر یہ یاد رکھنا کہ تمہارے سوا اب کسی سے شادی نہیں کروں گا خدا حافظ۔ یہ کہتے ہی میں نے فون بند کر دیا اور اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا اور پھر واپس گھر لوٹ آیا۔ تو قارئین یہ تھی میری لو سٹوری آپ کی آراء کا منتظر رہوں گا۔

◆○◆

سنہرے موتی

❊ خلوص وہ جذبہ ہے جس کے سامنے دشمن بھی برف کی طرح پگھل جاتا ہے جس طرح پھول خوشبو کے بغیر بیکار ہے اس انسان کی زندگی بغیر کسی مقصد کے بیکار ہے۔

❊ انسان کی زندگی ایسے دھارے کی مانند ہے جسے انسان اپنی مسلسل کوششوں سے چمکا سکتا ہے۔

❊ اس پھول کی مانند رہنا سیکھو جو صرف کلیوں سے ہی نہیں بلکہ کانٹوں سے بھی پیار کرتا ہے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہئے کیونکہ یہی کمزوریاں آگے چل کر ہماری ناکامیوں اور زوال کا بڑا سبب بنتی ہیں۔

❊ سب کچھ کھونے کے بعد بھی اگر آپ میں حوصلہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے کچھ نہیں کھویا۔

❊ عارضی خوشی کی خاطر دوسروں کے دلوں کو چھلنی نہ کرو۔

☆...... محمد علی رضا منیر شاہد - لاہور

غزل

منتظر ہیں تیرے زمانے بہت
ملنا ہو تو ہیں پھر بہانے بہت
بھول جاؤ تو اور بات جناب
ورنہ کارڈ بہت ، اور ڈاک خانے بہت
اہل ثروت کی کیا محبت ہے
ایسے لوگوں کے ہیں یارانے بہت
گھر بسی ہو نظر میں سچائی
من کے اندر ہیں پیرخانے بہت
وقت ہو تو کبھی سنو انجم
تیری زلفوں کے ہیں ترانے بہت

☆...... محمد اسحاق انجم - کنگن پور

''محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے''

تحریر...... شیخ اللہ دتہ- حافظ آباد

انسان کو کبھی کبھی محبت اس دروازے تک لے جاتی ہے جس کو وہ بُری طرح ٹھکرا چکا ہوتا ہے۔ اس کے لئے سب دروازے بند ہو چکے ہیں. زندگی اندھیر بن چکی ہوتی ہے اور وہ زندگی کی بجھتی ہوئی شمع کو روشن کرنے کے لئے اپنے ٹھکرائے ہوئے محبوب سے محبت کی مانگنے تک جاتی ہے لیکن شاید وقت اس وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

اس دنیا میں محبت کی گہرائی کو آج تک کوئی نہ سمجھ سکا کیونکہ محبت اپنے کئی رنگ دکھاتی ہے۔ محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ محبت تو ہر انسان کے اندر اک سچا جذبہ لے کر باہر آتی ہے۔ سچی محبت کرنے والا اگر پہاڑوں کی چٹانوں سے بھی ٹکرا جائے تو وہ بھی پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ محبت کو آج تک نہ کوئی تول سکا نہ کوئی ناپ سکا۔ محبت ایک سے کرنی چاہئے ہر جگہ نہیں ہر جگہ پر محبت کرنے والا ہمیشہ برباد ہوتا ہے۔ وہ نہ آر کا رہتا ہے نہ پار کا۔ اس دنیا میں محبت سے کوئی بچا ہی نہیں جس سے ہی پوچھا گیا اسی نے ہی کہا کہ ہم بھی ٹھکرائے ہوئے ہیں۔ ہمارے بھی دل ٹوٹے ہوئے ہیں۔ محبت ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرنی چاہئے جذباتی نہیں ہونا چاہئے۔ اب آتے ہیں قارئین کی طرف جو ہر ماہ محبت کی کہانیاں پڑھتے ہیں تو آیئے قارئین اک دکھی انسان کی زبانی سنتے ہیں۔

میں اپنا تعارف کرا دیتا ہوں۔ میں اس وقت تو شہر لاہور میں ہوں اصل میرا گھر گلگت ہے۔ اس کے ساتھ بہت بڑے بڑے خوبصورت پہاڑ بھی جو خوبصورتی کا اک نمونہ ہیں گلگت بہت ہی زرخیز علاقہ ہے میں شہر گلگت کے ساتھ ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے ماں باپ نے مجھے قریبی سکول میں داخل کرا دیا میں نے بارہ سال میں ایف اے کر لیا پھر نوکری کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ نوکری تو قسمت والوں کو ملتی ہے غریبوں کو کب ملتی ہے۔ کیونکہ ہم غریب لوگ تھے ہمارا کوئی کاروبار نہیں تھا میرا باپ محنت مزدوری کرتا۔ ہم صرف اپنے گھر میں تین ہی افراد تھے اس لئے زیادہ پریشانی نہیں تھی۔ ایک دن دوسرے گاؤں گیا وہاں مزدوروں کا کام ملا تو کرنے لگا۔ ایک دن کام سے واپس اپنے گھر آ رہا تھا کہ ہمارے گاؤں کی ایک عورت مجھ سے کہنے لگی کہ تو میری بیٹی کو صبح شہر سکول چھوڑ آیا کرو میں آپ کو ہر ماہ تین ہزار روپے دوں گی اگر منظور ہے تو بتاؤ میں نے دل میں سوچا نابینا کو کیا چاہئے دو آنکھیں فوراً حامی بھر لی میں جب پہلے دن اس کی بیٹی کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اتنی خوبصورت تھی میں کیسے بیان کروں۔ میں تو اس کا دیوانہ ہو گیا اس کو ہر روز سکول لے جاتا اور لے آتا۔ دل ہی دل میں اس سے خاموش محبت کرنے لگا۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا۔ اس امیر عورت کی بیٹی کا نام

نائلہ تھا وہ بھی ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی نائلہ نے بھی ایف اے کر لیا پھر گھر میں ہی رہنے لگی۔ اس عورت جس کا نام شہناز تھا، نے کہا۔ عاشق بیٹا تمہاری چھٹی نہیں ہے اب تم نائلہ کا خیال رکھو گے اور گھر ہمارے کے لئے سبزی سودا لے آنا شام کو گھر چلے جانا اس طرح میں کرتا رہا ایک دن نائلہ نے مجھے ایک لیٹر دیا اور کہا کہ دوسرے گاؤں جاؤ وہاں ایک گھر ہے اس گھر میں نوید نام کا لڑکا ہے اسے دے آؤ۔ میں لیٹر لے کر چلا گیا میں نے راستے میں لیٹر کھول کر دیکھا تو اس میں نائلہ نے نوید کو سلام دعا اور پیار محبت کی باتیں لکھیں۔ میں نے لیٹر کو بند کر کے جیب میں ڈالا تھوڑی ہی دیر کے بعد دوسرے گاؤں پہنچ گیا وہ میں نے نوید کو لیٹر دیا پھر واپس گھر آ گیا۔ اس طرح نائلہ اور نوید کی محبت آسمانوں پر جا پہنچی نائلہ کی محبت مجھے بھی اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی میں خاموش محبت نائلہ سے کرتا رہا مگر وہ دونوں تو ظاہر کرتی رہے۔

ایک دن شہناز اور اس کا خاوند کہیں چلے گئے تو نائلہ نے مجھے بھیج کر نوید کو گھر اپنے بلا لیا سارا دن نوید نائلہ کے گھر رہا شام کو چلا گیا اسی طرح ایک دن پھر نائلہ نے نوید کو بلایا اور کہا کہ اپنے ماں باپ کو میرے گھر بھیج میرے رشتے کے لئے ہم ایک ہو جائیں یہ چھپ چھپ کے ملنا اب اچھا نہیں ہے۔ نوید نے کہا۔ اچھا نائلہ میں کچھ سوچتا ہوں اسی طرح دن گزرتے رہے نوید نے نائلہ کو شادی کے بارے میں کوئی جواب نہ دیا۔ میں اک دن نائلہ کے گھر میں پریشان ہو کر بیٹھا تھا کہ نائلہ آ گئی عاشق کیا بات ہے آج تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں نائلہ بات ہی کچھ ایسی ہے تو نائلہ نے کہا بتا جو بات ہے مجھے میں تمہاری پریشانی کا حل کر دیتی ہوں۔ بتاؤ عاشق بتاؤ آپ اتنے خاموش کیوں ہیں میں آپ کے ساتھ ہوں تو میں نے بھی ہمت کر کے نائلہ کو کہہ ہی دیا کہ میں آپ سے آج تک خاموش محبت کرتا آیا ہوں اب تم ہی نائلہ بتاؤ کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو بھی یا نہیں۔ میری اتنی بات ہی کرنی تھی کہ نائلہ آگ بگولا ہو گئی کہنے لگی۔ آپ نے یہ بات کیا سمجھ کر کی ہے آپ کی اوقات بھی کیا ہے تیرے اور میرے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے تم غریب ہو میں امیر ہوں تم مجھے کیا دے سکتے ہو خبردار آج کے بعد آپ نے اس گھٹیا حرکت کی تو تم کو خود پتا ہے کہ میں نوید سے پیار کرتی ہوں کرتی رہوں گی اور شادی بھی اس سے کروں گی میں چپ ہو گیا اسی طرح نائلہ اور نوید اک دوسرے سے ملتے رہے۔

ایک دن نوید نے دوستوں سے بات کی کہ میں نائلہ سے محبت کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے کرتی ہے مگر مجھ سے کہتی ہے کہ مجھ سے شادی کر میں تو پہلے اپنے ماما کی لڑکی عالیہ سے منگنی کر چکا ہوں میں کس طرح نائلہ سے اپنا پیچھا چھڑاؤں تو دوستوں نے کہا نائلہ سے کچھ کیا بھی ہے یا محبت ہی کرتا رہا ہے تو نوید نے کہا کہ کچھ نہیں کیا تو دوستوں نے کہا نائلہ سے ٹائم لو رات کا جو سب عیش کریں گے پھر تم چھوڑ دینا جب پھر وہ بھی آپ کو خود چھوڑ دے گی آپ کا راستہ صاف ہو جائے گا میں نے شہناز سے بھی چھٹی لے لی اور گھر اپنے آ گیا۔ ایک دن نوید نے نائلہ سے رات بارہ بجے کا ٹائم لیا مقررہ جگہ پر جب پہنچی تو نوید کے ساتھ تین اور بھی دوست شامل تھے نائلہ گھبرا گئی نوید نے نائلہ سے کہا یہاں سے آپ کا گھر ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے نوید نے کہا جیسا آپ کبھی محبت میں تو سب کچھ ہوتا ہے جان رات کے چار بجے نائلہ مرجھائے ہوئے پھولوں کی طرح واپس گھر آ ئی وہ آج بہت شرمندہ تھی کہ نوید نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ نائلہ دن بہ دن اپنی صحت سے گرتی گئی نائلہ کے ماں باپ نے اعلیٰ ہسپتال میں نائلہ کا علاج کرایا مگر نائلہ کی صحت میں کوئی فرق نہ آیا نائلہ چھ ماہ میں ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی نا سمجھ کو محبت کرنے کی سزا پا رہی تھی آج اسے عاشق غریب یاد آ رہا تھا جس کی خاموش محبت کو نائلہ نے ٹھکرا دیا تھا۔

کچھ دنوں کے ہی بعد نوید امریکہ چلا گیا اب نائلہ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح گھر میں پریشان بیٹھی تھی نائلہ یہ سوچ رہی تھی کہ میں نے اپنے ماں باپ کی عزت مٹی میں ملا دی۔ نائلہ سوچتی آخر عورت کے پاس عزت کے سوا ہوتا ہی کیا ہے میرے پاس تو عزت نہ رہی میں تو اب مر ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ نائلہ کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آتے جو کام نوید نے نائلہ کے ساتھ کیا تھا اس کام کی بات نوید کے امریکہ جانے کے بعد دوستوں نے سرعام کر دی۔ نائلہ کے ماں باپ نے جب یہ اپنی بیٹی کی خبر سنی تو وہ چپ کر کے اندر چلے گئے کسی کو منہ دکھانے نائلہ نے ماں باپ کی عزت خاک میں ملا دی ایک بیٹی ہونے کے ناطے وہ نائلہ کو کچھ کہہ نہ سکے مگر سارے لوگوں کے آگے ان کی گردن جھک گئی۔ وہ شرم کے مارے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ایک رات نائلہ نے فیصلہ کیا کہ میں اب صرف جیوں گی تو عاشق کے لئے مروں گی بھی تو عاشق کے لئے۔ صبح اٹھی سیدھی عاشق یعنی میرے گھر آ گئی۔ کھڑی ہو کر مجھ سے کہنے لگی۔ عاشق مجھے معاف کر دو میں آپ کی خاموش سچی محبت کو نہ سمجھ سکی مجھے اپنی بنا لو میں بجھ چکی ہوں۔ میں نے کہا۔ نائلہ تم نے تو بہت دیر کر دی اب تو میں شادی کرنے والا ہوں۔ نائلہ کہنے لگی۔ نہیں عاشق ایسا مت کرو میں بھول گئی تھی میں نے آپ سے برے الفاظ بولے تھے میں شرمندہ ہوں نوید کا پیار سچا نہیں تھا۔ عاشق مجھے اپنی بنا لو مجھے امیری نہیں چاہئے آج مجھے اپنی اوقات کا پتہ خود لگ گیا کہ غریب بھی انسان ہوتے ہیں ان کے دل میں بھی محبت ہوتی ہے سچی واقعی محبت امیری غریبی نہیں دیتی میں آپ کی قیامت تک غلام رہوں گی۔ میں آج اعلان کرتی ہوں کہ محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

جی قارئین! اب عاشق بھائی آپ پر یہ فیصلہ چھوڑتا ہے کہ جو قارئین نے کہا وہ میں کروں گا۔

معلومات

- ❊ اردو کا لفظ سب سے پہلے استعمال 1751ء میں سراج الدین آرزو نے کیا۔
- ❊ دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں دوسرے نمبر پر اردو ہے۔
- ❊ آزاد نظم کی ابتدا فرانس سے ہوئی۔
- ❊ اردو میں سب سے پہلے نظم عبدالحکیم نے لکھی۔
- ❊ اردو کا مختصر لفظ آ ہے۔
- ❊ اردو شاعری کے لئے اردو زبان کا لفظ اردو زبان کے لئے پہلی بار مصحفی نے استعمال کیا۔
- ❊ دنیا میں 2030ء میں شہر میں لوگوں کی آبادی 5 ارب ہو جائے گی۔
- ❊ دنیا میں بلند ترین عمارت 112 منزل دوبئی میں ہے۔
- ❊ دنیا میں کل بلند ترین عمارت کی تعداد 60 ہے۔
- ❊ اس وقت دنیا میں old man بوڑھے آدمیوں کی تعداد 6 ملین ہے۔
- ❊ دنیا میں سب سے زیادہ امداد دینے والا ملک چین ہے۔
- ❊ دنیا کا سب سے پرانا پرچم ڈنمارک کا ہے۔
- ❊ دنیا کی سب سے لمبی سرنگ روس میں ہے۔
- ❊ کوئی صدی ہفتہ، جمعہ یا بدھ سے شروع نہیں ہوتی۔
- ❊ دودھ دینے والے جانوروں کی پینتالیس سو اقسام ہیں۔
- ❊ مگرمچھوں کی تعداد 125 اقسام ہیں۔
- ❊ گلاب کے پھولوں کی 792 اقسام ہیں۔
- ❊ کبوتروں کی 280 اقسام ہیں۔
- ❊ دنیا میں پرندوں کی تقریباً 900 اقسام ہیں۔
- ❊ دنیا میں درختوں کی دو لاکھ 33 ہزار اقسام پائی جاتی ہیں۔
- ❊ ڈولفن مچھلی کی 600 اقسام ہیں۔
- ❊ جاپان کے ساحلی علاقے میں 45000 چیونٹی گھر آباد ہیں۔ اس گھر میں 36 لاکھ چیونٹیاں آباد ہیں۔
- ❊ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں 3064 زبانیں بولی جاتی ہیں۔

☆..... قاضی ایوب خان۔ اٹک

دوستی یا پیار

تحریر...... آفتاب احمد عباسی۔ سعودی عرب

پیار بھی کیا چیز ہوتا ہے اگر کسی سے ہو جائے تو ایسا ہوتا ہے کہ اس پر دیوانگی اتر آتی ہے۔ وہ کھانا پینا سب کچھ بھول جاتا ہے۔ وہ تنہائی میں صرف محبوب سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ جس طرح مریم نے کیا ہے۔ وہ اس کی دیوانی ہے اور اسے حاصل کرنا چاہتی ہے ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

سب سے پہلے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مریم صادق آباد رحیم یار خان کی رہنے والی ہے۔ مریم کو سکول کے دوران ایک ریاض نامی لڑکے سے پیار ہوا اور ریاض کے ساتھ مریم نے دوستی کی۔ ریاض اور مریم دونوں ایک اچھے دوست تھے اور دونوں اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے۔ ریاض کی نظر میں مریم بس اس کی ایک اچھی دوست تھی مگر مریم ریاض سے پیار کرتی تھی اور ہر وقت ریاض کی یاد میں

گزارتی کیوں کہ مریم کو ریاض سے پیار ہو گیا تھا مگر ریاض ایک لڑکی سے پیار کرتا تھا جس لڑکی کا نام رانی تھا مگر مریم کو معلوم نہیں تھا کہ ریاض رانی سے پیار کرتا ہے۔ رانی نے بھی ریاض کو بتایا کہ ریاض میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں مگر آخر رانی نے ریاض سے بے وفائی کی اور ریاض کو بتایا کہ میں آپ سے پیار نہیں کرتی ہوں۔ میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا کہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ یہ رانی کی بات سن کر ریاض نے رانی کو بتایا رانی میں تو آپ سے پیار کرتا تھا اور اب بھی آپ سے پیار کرتا ہوں۔ رانی نے بولا۔ بس بھول جاؤ مجھے آج سے اور اس کے بعد مجھے ملنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔ یہ بات کرنے کے بعد رانی اپنے گھر روانہ ہو گئی اور رانی دوسرے شہر کی رہنے والی تھی کچھ دن بعد رانی وہ شہر ہی چھوڑ گئی اور ریاض رانی کے پیار میں دیوانہ سا ہو گیا۔

جب ریاض کی دوست مریم نے ریاض کی حالت دیکھی تو ریاض سے وجہ پوچھی تو ریاض نے بتایا مریم کو کہ میں رانی سے پیار کرتا تھا اور رانی نے بے وفائی کی اور اس کے بعد مریم نے ریاض کا ساتھ دینا شروع کیا کیوں کہ ریاض رانی کی یاد میں جی رہا تھا۔ آخر مریم نے اپنے پیار کو حاصل کرنے کے لئے ریاض کے زیادہ قریب ہونا شروع کر دیا کیوں کہ مریم ریاض کے ساتھ پیار کرتی تھی اور بس ریاض مریم کو ایک دوست کی نظر سے دیکھ رہا تھا ریاض۔

مریم نے ریاض سے مشکل وقت میں جی بھر کر پیار کیا کیوں کہ ریاض کو ان دنوں میں ایک اچھے وفادار دوست کی ضرورت تھی جو مریم نے پوری کی اور ریاض کے دکھ کم کئے اور ریاض کے دل میں جگہ بنا لی اور ریاض رانی کو بھول گیا اور اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا اور مریم نے ریاض کو واپس تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا اور ریاض نے واپس تعلیم شروع کی۔ اب ریاض تو اپنی زندگی بڑی خوشی کے ساتھ گزار رہا ہے اور اس

خوشی کی وجہ مریم کی دوستی اور پیار ہے۔ جس پیار نے واپس ریاض کو خوشیاں نصیب کیں مگر مریم ریاض کی یاد میں اس طرح دیوانی بن گئی کہ مریم اب ریاض کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ مگر ریاض تو بس ایک اچھی دوست مان رہا ہے مریم کو مگر مریم تو ریاض کی دیوانی ہو چکی ہے۔ مریم کو ہر چیز میں ریاض ہی نظر آتا ہے۔ جب چند دن اگر مریم کی ریاض سے ملاقات نہ ہو تو مریم کو بخار ہو جاتا ہے مگر مریم خوش اس بات سے ہے کہ مریم کو ریاض کی خدمت کا خوب موقع ملا ہے۔

اب ریاض اور مریم دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ریاض بھی مریم سے پیار کرتا ہے مگر مریم اب چاہتی ہے کہ زندگی اگر باقی جو بھی گزرے وہ ریاض کے ساتھ مریم نے اپنی زندگی تو ریاض کے نام کر دی اور ریاض کی یاد میں زندگی گزار رہی ہے۔ مریم نے تو دوستی کا حق ادا کیا ہے مگر اب مریم اس بات سے ڈر رہی ہے کہ اگر ریاض اس کی زندگی میں نہ آیا تو میرا کیا ہوگا مریم دنیا کو بتا دینا چاہتی ہے پلیز وفا کرو۔

مگر اب مریم قارئین سے گذارش کرتی ہے پلیز میرے لئے دعا کرو کہ ریاض میرا نصیب بن جائے تا کہ میں اپنی زندگی اپنے محبوب کے ساتھ گزاروں مریم کو ایک بڑی امید ہے کہ اس کو اس کا پیار ضرور ملے گا کیوں کہ اس نے ریاض سے سچا پیار کیا اور اب بھی ریاض سے پیار کرتی ہے۔ مریم نے ان لوگوں کو بتا دیا جو مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ مریم تمام قارئین کو بتانا چاہتی ہے پلیز جس سے پیار کرو اس کے ساتھ وفا کرو۔ اس کا ساتھ دو مشکل وقت میں جس طرح میں نے دیا اپنے محبوب کا۔

قارئین سے گذارش کرتی ہے مریم کہ پلیز دعا کرو میں ریاض کی اور ریاض میرا ہو جائے زندگی بھر کے لئے۔

قربتیں اور فاصلے

......ملک عاشق حسین ساجد- مظفر گڑھ

درس قرآن دے کر مجھے ذہنی اور دلی سکون ملتا۔ بچیاں مجھ سے اور میں بچیوں سے مانوس ہوگئی ہوں۔ اپنے آپ کو اس عظیم مشن کے لئے وقف کر دیا ہے۔ میری دوست اذو بھی کبھار آ جاتی ہے جو غمگسار تھی دل قدرے خوش ہو جاتا ہے۔ ورنہ گھر تک محدود ہوں سچ ہے فاصلے دوری کے نہیں بلکہ دل کے ہوتے ہیں۔ یہی فاصلے ایک بار بڑھ جائیں تو انہیں سمیٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے...... ایک دکھ درد سے بھرپور کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

صبح کا سہانا وقت تھا۔ مجھے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس کی دوائی لینے چند کلومیٹر دور جہان پور کے شہر جانا تھا۔ صبح کا وقت عموماً بسوں اور ویگنوں پر سواریوں کا رش زیادہ ہوتا ہے کسی کو عدالت میں حاضر ہونا ہوتا ہے اور کسی کو تعلیمی اداروں میں وقت پر پہنچنا ہوتا ہے۔ اس روز بھی موٹر بس سواریوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ جب نوید اور میں امی کے ساتھ بس سٹاپ پر پہنچے تو پہلے سے کئی سواریاں لنگر لنگوٹ کسے بس کی منتظر نظر آئیں۔ سواریوں کا رش دیکھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے۔ کچھ ہی انتظار بعد بس آ گئی۔ بڑی مشکل سے بس میں سوار ہو گئے۔ زندگی میں پہلی بار ہمیں "خاتون" ہونے کا عملی فائدہ اس طرح ہوا کہ ایک شریف آدمی نے ہمارے لئے سیٹ خالی کر دی۔ عمر اس کی کوئی بیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ وہ نوجوان ہمیں سیٹ سے نوازنے کے بعد ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر شکل سے نظر آنے والے طالب علم کے ساتھ اس طرح اڑ کر بیٹھ گیا کہ اس کا رخ ہماری طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ وہ نوجوان ایک ٹک مجھے دیکھنے میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں کر رہا اس کے باوجود کہ اتنے رش میں سیٹ دے کر مجھ پر احسان کیا تھا، مجھے اس کا اپنی طرف بار بار دیکھنا اور گھورنا اچھا نہیں لگا تھا۔

بس میں مجھ سے بھی اچھی شکل وصورت کی کئی لڑکیاں مصروف سفر تھیں لیکن موصوف کی شرارتی آنکھیں بار بار ہمارے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ مجھے اس کی بے باکی پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ میں نے ایک دو بار غصیلی نظروں سے اسے وارننگ بھی دی مگر موصوف ڈھٹائی کی سند لینے پر تیار نظر آتے تھے۔ شاید اسے میرے مزاج کا اندازہ نہیں تھا۔

میں بچپن ہی سے ضدی اکھڑ مزاج اور خود غرض لڑکی تھی۔ جسے والدین کے بے جا لاڈ پیار نے اس قدر بگاڑ دیا تھا کہ اخلاق اور شائستگی نام کی صفات میرے قریب تک نہ پھٹکتی تھیں۔ بستی کی لڑکیوں سے میرا اکثر جھگڑا رہتا تھا جس کی بنیادی وجہ میرا مزاج ہی تھا۔ اپنے بھائیوں سے لڑائی اور والدین سے ان کی مار پٹائی میرے فرائض میں شامل تھی۔ میرے دو بھائی تھے احسن اور نوید۔ احسن اس وقت آٹھویں میں زیر تعلیم تھا اور نوید دوسری جماعت میں۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے اکثر ما بدولت سے دبے دبے رہتے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ میں صرف ابا جان سے ڈرتی تھی۔ جب وہ گھر میں موجود ہوتے تھے تو میں کونوں کھدروں میں چھپی پھرتی تھی۔ ابا جان مجھ سے پیار بھی بہت کرتے تھے۔ میری ضد اور فرمائش بھی ضرور پوری کی جاتی بہت شفیق باپ

تھے مگر مزاج کے بھی سخت تھے۔ میں نے مڈل تک تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بعد اب تک اپنے علاقے کی ہنرمند خاتون رحمت آپا سے سلائی کڑھائی کا کام سیکھ رہی تھی۔ اب تک زندگی کا حاصل صرف ایک سہیلی تھی جس کا نام شاذو تھا جو ہمارے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہتی تھی۔ کبھی وہ میرے پاس آ جاتی تو کبھی میں اس کے ہاں چلی جاتی۔ جس سے ہم دونوں کا وقت اچھا گزر جاتا۔

امی اگر بس میں موجود نہ ہوتیں تو میں اس کو ایسا مزہ چکھاتی کہ آئندہ بس کے سفر کا خیال آتے ہی اسے ہچکیاں شروع ہو جاتیں۔ میں اندر ہی اندر کھول رہی تھی اور شاید وہ میری حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کنڈیکٹر نے جہان پور کا نعرہ لگایا میں نے مطلوبہ سٹاپ آ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا اور امی کے ساتھ بس سے نیچے اتر گئی۔ اچانک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مصیبت دور کھڑی مسکراتی نظر آ رہی تھی۔ مجھے اس کا اس طرح کا مسکرانا اور بھی بُرا لگا لیکن امی جان کی موجودگی میں جنگ کا طبل بجانا ہماری روایات کے خلاف تھا اس لئے میں چپکے چپکے امی کے ساتھ چلتی رہی۔ جلد ہی ڈاکٹر صاحب کا کلینک آ گیا۔ ہم ماں بیٹی نوید کے ساتھ کلینک میں داخل ہو گئیں باری آنے پر نوید کی دوائی لی پھر جونہی بس سٹاپ پر پہنچے موصوف کو اپنا منتظر پایا۔ میں اندر ہی اندر کھولتی بس میں سوار ہو گئی۔ امی نے مجھے اور نوید کو سیٹ پر بٹھایا اور کچھ فروٹ وغیرہ خریدنے کے لئے نیچے اتر گئیں۔ جونہی امی نیچے اتریں۔ موصوف قسمت آزمائی کے لئے ہمارے ساتھ والی مردانہ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس کا رخ اب بھی میری طرف ہی تھا۔ اس کی شرارتیں جو اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں اور اس کا زیر لب مسکرانا مجھے بھڑکانے کے لئے کافی ثابت ہوا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ میں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر دیا۔ تڑاخ کی آواز گونجی، ساتھ ہی میں اول فول بکنے لگی۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی اس عزت افزائی پر شرمندہ ہوتا اس نے دوسرا گل آگے کرتے ہوئے ڈھٹائی کا ورلڈ ریکارڈ توڑ دیا۔

اس پر بھی مار دو شاید آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ وہ بولا۔ میں نے جواباً پوری قوت سے ایک اور تھپڑ مارا۔ میں غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی۔ اچھا تھا بس میں سواریاں نہیں تھیں۔ بس میں سواریوں کی آمد شروع ہو گئی تو وہ نوجوان بھی سیدھا ہو کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جونہی بس میں سواریاں پوری ہو گئیں ڈرائیور نے بس آگے بڑھا دی۔

سفر کے دوران وہ کبھی کبھار نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھ لیتا مگر اس کے چہرے پر موجود شرارت بھرے تبسم کی جگہ اب افسردگی نے لے لی تھی۔ شاید کونے کھدرے میں چھپی اس کی غیرت بیدار ہو رہی تھی۔ میں نے اس وقت قدرے سکون کا سانس لیا جب وہ اگلے سٹاپ پر بس سے اتر گیا۔

مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مجھے گھر جا کر یہ خیال سوجھا لیکن میں نے بھلا ایسی باتوں کی کب پروا کرنی تھی کہ اب کرتی۔ رات کو بستر پر لیٹی تو نیند کی دیوی مجھ سے روٹھی ہوئی نظر آئی مختلف قسم کے خیالوں اور وسوسوں نے بے چین کئے رکھا کہ وہ اس زیادتی کا بدلہ لینے کے لئے کوئی انتقامی اقدام نہ کر بیٹھے لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

ایک ہفتہ آرام سے گزر گیا تو قدرے اطمینان نصیب ہوا کہ بات آئی گئی ہو گئی ہے۔ دسویں روز میں گھر سے چند سو گز فاصلے پر موجود اپنے کھیت سے چارہ کاٹ رہی تھی کہ ساتھ واقع کرکٹ گراؤنڈ میں نظر پڑی موصوف بچوں کے ساتھ کرکٹ سے لطف اندوز ہو رہے تھے بلکہ مجھے چڑانے والے انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس صورت حال کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ نظریں ترچھی کر کے دو تین مرتبہ اس کی طرف دیکھا تو وہ بدستور مجھ پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

میں نے سوچا کہ اگر وہ کہیں اکیلا مل گیا تو اس سے معذرت کر لوں گی۔ اس طرح ہمیشہ کے لئے میری جان چھوٹ جائے گی اور شاید یہ میری بھول تھی۔ موصوف اپنی ساری کشتیاں جلا کر میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ میں چارہ اٹھا کر واپس چلی تو وہ بھی کرکٹ دیکھنے کا شوق

پورا کر چکے تھے۔ میں نے گھر کے نزدیک پہنچ کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ گلی کے نکڑ پر کھڑا ہاتھ ہلا رہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے جواباً ہاتھ ہلا کر اس کی حوصلہ افزائی کر دی۔ دل کی دھڑکنیں اچانک تیز ہو گئیں۔ تقریباً دوڑتی ہوئی میں گھر پہنچی اس رات میں آرام سے نہ سو سکی۔ برف پگھلنے لگی تھی، نفرت محبت میں تبدیل ہونے لگی تھی، نہ جانے کیوں مجھے وہ اچھا لگنے لگا تھا۔ میں اپنی اس تبدیلی پر خود ہی حیران تھی اور خود ہی اس کی ذات کے قریب چلی گئی تھی۔

ہر سال ہمارے علاقے ہائی سکول میں بہت بڑے مشاعرے کا انعقاد ہوتا تھا جس میں دور دراز سے معروف اور نامور شعراء کرام حصہ لیتے تھے۔ اس سال بھی مشاعرے کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ میں یہ بتانا بھول ہی گئی تھی کہ ہائی سکول ہمارے گھر کے پیچھے کچھ ہی فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لاؤڈ سپیکر کی بدولت شعراء کا کلام ہمارے گھر تک صاف آواز میں بخوبی سنائی دے رہا تھا۔ شاذو اس رات ہمارے گھر آ گئی تھی ہم دونوں مل کر مشاعرہ سنتی تھیں۔

شیراز نامی شاعر کا کلام جو اپنی مثال آپ تھا میں سن کر بے حد متاثر ہوئی نا صرف یہ کہ اس کی شاعری معیاری اور دل موہ لینے والی تھی بلکہ اس کی آواز میں بھی شہد کی سی مٹھاس تھی۔ شاعر کے کلام کا موضوع تصور اپنے محبوب کی نفرت اور بے رخی ہی تھی جسے اس نے نہایت خوبصورت اور لطیف پیرائے میں اس قدر مہارت سے بیان کیا تھا کہ دل کے تار ہلنے شروع ہو گئے۔ بعد میں احسن نے بھی بتایا تھا کہ مجمع کو شاعر شیراز نے لوٹ لیا تھا۔

اگلے روز کا ذکر ہے میں احسن کے ساتھ کسی کام کے سلسلے میں باہر نکلی تو گلی میں چند لڑکوں کو ایک نوجوان کے گرد جمع دیکھا۔ اچانک وہ نوجوان لڑکوں کے درمیان سے نکلا تو میں حیران رہ گئی یہ وہی نوجوان تھا جو میری گزشتہ کئی راتوں کی نیندیں اچاٹ کئے ہوئے تھا۔ احسن نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف بڑھا۔

ہیلو شیراز! رات تو آپ نے مشاعرہ لوٹ لیا۔

شیراز؟ میں یہ نام سن کر بھونچکا رہ گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ جناب اچھی شاعری بھی کر لیتے ہیں۔ میں ان سے پہلی ملاقات میں روا رکھے گئے رویے پر دل ہی دل میں نادم ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے اپنی توانائی یکجا کرتے ہوئے چند قدم آگے بڑھا دیئے اور انہیں اتنا اچھا کلام لکھنے پر مبارکباد دی۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی شرارت تیر رہی تھی مگر مجھے اب اُن شرارت بھری نگاہوں میں بے پناہ اپنائیت اور محبت کا احساس مل رہا تھا۔ میں نے احسن کی موجودگی میں اس سے مزید کچھ کہنا یا پوچھنا مناسب خیال نہ کیا اور احسن کو ساتھ لے کر آگے بڑھ گئی۔

پاگل دل کو نجانے کیا ہو گیا تھا، بے اختیار شیراز کے سحر میں جکڑتا چلا گیا تھا، میں ہار رہی تھی۔ زندگی میں میں پہلی مرتبہ شکست میرا مقدر بن رہی تھی مگر اس شکست پر دل خوش کن جذبات سے سرشار ہوا جا رہا تھا۔ اس کا انداز گفتگو پلک جھپکنے میں مدمقابل کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔ اس سے ملنے اور باتیں کرنے کو دل بے چین رہنے لگا تو میں نے شاذو کو اپنی کیفیت سے آگاہ کیا۔ پہلے تو اسے میری ان باتوں پر یقین نہ آیا لیکن بعدازاں وہ سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے خط کے ذریعے شیراز سے رابطہ بڑھانے کا مشورہ دیا۔ اگلے روز میں نے شیراز کے نام خلوص بھرا خط لکھا۔

جان سے عزیز شیراز! محبت کا پہلا سلام قبول ہو۔ سب سے پہلے تو میں تم سے کی گئی زیادتی پر معذرت خواہ ہوں جو دوران سفر ہوئی تھی۔ امید ہے اسے میری زندگی کی پہلی اور آخری غلطی یا زیادتی سمجھتے ہوئے معاف کر دو گے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میرے اندر بھی ایسے جذبات بیدار ہوں گے جنہیں محبت کا نام دیا جاتا ہے۔ تم سے ملنے سے قبل میں لوگوں کو محبت کے بارے باتیں کرتے سنتی تو ان فضول ولوں کا فضول مشغلہ سمجھتی تھی اور اسے محض دھوکہ اور فراڈ سے تعبیر کرتی تھی۔ میری جان! تم سے ملنے کے بعد احساس ہوا کہ محبت کیا چیز

ہوتی ہے۔ یہ وہ سرکش جذبہ ہے جسے مصلحت اور رکاوٹیں یا حالات زمانہ کنٹرول نہیں کر سکتے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے اسی جذبے کے تحت میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ میں تم سے تفصیلی ملاقات کی خواہشمند ہوں۔ میں جمعرات کو ہائی سکول کے قریب کرکٹ گراؤنڈ سے ملحق چارے کے کھیت کے ساتھ واقع ٹیوب ویل کوارٹر میں شام سات بجے تمہارا انتظار کروں گی۔

تمہاری مہرین

اگلے دن میں نے یہ خط ایک لڑکے کے ذریعے کرکٹ گراؤنڈ میں بیٹھے شیراز تک پہنچا دیا۔ جمعرات کا روز تھا ماحول میں خوشگوار فضا اپنا تاثر نمایاں کر رہی تھی۔ میں نے شاذو کو ساتھ لیا اور درانتی وغیرہ لے کر مقررہ جگہ پہنچ گئی جہاں شیراز پہلے سے ہی میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے آگے میں کچھ نہ بول سکی۔ نہ تھوڑی دیر تک شیراز نے کوئی لفظ منہ سے نکالا۔ ارے بولنا گھر بھول آئی ہو کیا؟ اس نے آہستہ سے میرے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ نن نن......نہیں۔ میری زبان سے پیدا ہونے والی لکنت سے اسے ہنسی آ گئی۔ کیا کروں۔ کیا کہوں؟ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ زبان ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوگئی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیفیت صرف مجھ پر طاری ہوئی یا محبت کرنے والے دو دلوں کے پہلے ملاپ پر ہر لڑکی کو اس کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم اتنی گھبرا کیوں رہی ہو، آؤ بیٹھو، ہم باتیں کرتے ہیں پیار کی اور محبت کی باتیں، سہانے مستقبل کی باتیں۔ باتوں ہی باتوں میں شیراز نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ میں ایک معمول کی طرح اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اُس نے مجھے اپنی وفا اور محبت کا بھرپور اظہار اور یقین دلایا۔ مرتے دم تک ساتھ نبھانے کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے جواب میں میں اتنا کہہ سکی۔ شیراز! میں نے اپنی زندگی تمہارے نام کر دی ہے، دیکھو مجھے چھوڑ نہ جانا ورنہ میں مر جاؤں گی۔

اس نے مجھے تسلی دی چند لمحوں بعد میں کوارٹر سے باہر آ گئی۔ شاذو چارہ کاٹ چکی تھی اس نے شرارت بھری نظروں سے میرا استقبال کرتے ہوئے سوال کیا۔ ہوگئی ملاقات؟ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس دوران میرے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ کچھ اتا پتہ بھی دریافت کیا ہے اپنے عاشق کا؟ شاذو نے پھر پوچھا۔ میں نے ایک وزٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا جو شیراز نے رخصت ہوتے وقت مجھے دیا تھا۔ انہی باتوں میں مشغول ہم چل پڑیں۔ اسی اثناء میں گھر آ گیا شاذو نے خدا حافظ کہا اور میں اپنے گھر داخل ہوگئی۔ پھر شیراز سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل پڑا۔ ہم ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اس کے باوجود ہم نے پیار کی حدوں کو عبور نہیں کیا تھا پاکیزہ محبت کی ملاقات میں تجدید وفا کا عمل دہرایا جاتا۔

شیراز سے جدائی کا ایک پل برسوں پر محیط محسوس ہونے لگا تو میں نے شیراز سے کہا کہ اب وہ رشتے کے لئے اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجے کیونکہ اب مزید جدائی میری برداشت سے باہر تھی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ جلد اور ضرور ایسا کرے گا مگر وہ دن آنا تھا اور نہ آیا۔ اس سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے یکسر حالات کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔

ہوا اس طرح کہ ایک رات میں نے شیراز کو محبت نامہ تحریر کیا دیر تک مختلف خیالات میں ڈولی جاگتی رہی نجانے رات کے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔ صبح امی جگانے آئیں تو خط ان کی نظروں میں گزر گیا۔ انہوں نے خط پڑھ کر اپنی تحویل میں لے لیا اور غصے سے باہر ہو کر مجھے جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا تو سارا نشہ اتر گیا۔ میرا محبت نامہ ان کے ہاتھ میں تھا اور امی غصے کے جذبات سے کھول رہی تھیں۔ کون ہے یہ بدمعاش شیراز جسے محبت نامے لکھے جا رہے ہیں۔ خاندان کی عزت نیلام کرنے سے پہلے تم مر کیوں نہ گئی تم نے ہماری محبت، لاڈ پیار کا بہت خوب صلہ دیا ہے۔ نجانے وہ غصے میں مجھے کیا کیا سناتی رہیں۔ میں خاموشی سے سنتی رہی۔

انہیں کیا کہتی کیا سمجھاتی۔ شکر کرو تمہارے ابو گھر پر موجود نہیں ورنہ وہ کیا کر بیٹھتے۔ امی! شیراز اچھے انسان ہیں۔ میں گھگھیائی۔ اچھے انسان یوں چوری چھپے عشق نہیں رچاتے۔ شریف انسان تو دوسروں کی بہنوں بیٹیوں کو اپنی بہنیں اور بیٹیاں سمجھتے ہیں۔ اگر برادری کے ایک شخص کو بھی پتہ چل جاتا تو پوری برادری میں ناک کٹ جاتی ہماری۔ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ امی نے دھاڑتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینک دیا اور دھمکی دی کہ خبردار اگر پھر کبھی آئندہ اس سے اس کمینے سے ملنے کی کوشش کی تو اپنی جان کی خیر نہ سمجھنا۔ امی شیراز کو برا بھلا مت کہیں۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ امی نے مجھ پر تھپڑوں کی بارش کر دی اور ساتھ گالیاں بھی دیتی رہیں۔ مارتے مارتے تھک گئیں اور گرجتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں ں کافی دیر تک میں کمرے میں پڑی روتی رہی۔ رو رو کر میری آنکھیں متورم ہو گئیں۔ اگر شیراز جلد ہی اپنے والدین کو بھیج دیتے تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اس روز میں نے کچھ کھایا اور نہ امی نے مجھے کچھ دیا اور نہ کوئی بات کی۔

شام کو ابو گر آئے تو میری حالت کو دیکھتے ہوئے امی سے پوچھا کہ مہرو کو کیا ہوا ہے۔ امی نے سر درد کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ شام کو جب میں نے کھانا وغیرہ نہ کھایا تو ابو کو فکر لاحق ہوئی وہ میرے قریب بستر پر آ کر بیٹھ گئے۔

مہرو بیٹی! کوئی دوا وغیرہ لی ہے؟ انہوں نے پرخلوص محبت کے ساتھ پوچھا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ ابھی تک امی نے ابو کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ بیٹا کھانا کھا لو، بھوک میں تو سر میں درد اور بڑھ جاتا ہے۔ ابو نے کمال شفقت سے کہا تو میں انکار نہ کر سکی۔ دو چار نوالے زہر مار کئے اور دوبارہ بستر پر جا لیٹی۔ نجانے رات کے کس وقت روتے روتے میری آنکھ لگ گئی۔ نیند کے دوران ڈراؤنے اور خوفناک قسم کے عجیب عجیب خواب دیکھتی رہی۔ اگلی صبح شاذو آ گئی۔ شادی امی نے احسن کے ذریعے پیغام بھجوا کر اسے بلا بھیجا تھا۔ تم ہی اسے سمجھاؤ اس پر عشق کا بھوت سوار ہو گیا ہیں امی نے شاذو کو میرے کمرے میں چھوڑتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

یہ سب کیا اور کیسے ہو گیا ہے مہرو؟ شاذو نے سوال کیا تو میں نے اسے تمام صورت حال بتا دی۔ جو بھی ہوا ہے بہت برا ہوا ہے مگر اللہ بہتری کرے گا۔ محبت اگر سچی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے۔ تمہارا جذبہ صادق ہے ان شاء اللہ تمہیں تمہاری مراد ضرور حاصل ہوگی۔ خالہ جان کا تمہاری ذات پر اعتماد متزلزل ہو چکا ہے مگر گھبراؤ مت۔ شاذو نے ہمت بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔ امی جان کو بھی تو سوچنا چاہئے کہ میں اب بچی نہیں رہی اپنا برا بھلا خود سمجھتی ہوں اور ویسے شیراز میں برائی ہی کیا ہے؟ میں نے ہونقوں کی طرح اسے کہا۔ بات شیراز پر یا اس کی ذات میں برائی کی نہیں ہے، ہماری معاشرتی اقدار کی ہے جو غیرت کی مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔ عزت و عصمت کا دشمن ہمارے ہاں سب سے بڑا دشمن گردانا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں سب سے زیادہ جھگڑے اسی وجہ سے رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے والدین بھی بے قصور ہیں، ہمارا معاشرہ اس قدر کرپٹ ہو چکا ہے کہ سچ کی تمیز ناممکن ہو گئی ہے۔ اس مسئلے کا حل یہی ہے کہ تم شیراز کو پیغام بھیجو وہ اپنے والدین کو یہاں تمہارے رشتے کے لئے بھیجے۔ ان کے والدین جب تمہاری دہلیز پر آ جائیں تو تمہارا احتجاج رنگ لا سکتا ہے۔ تب ہی تم جھولی پھیلا کر اپنی ممتا سے اپنے پیار کی بھیک مانگ سکتی ہو۔ شاذو نے لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی اور ہاں عارضی طور پر مصلحت کے تقاضے کے مطابق تم شیراز سے ملنا جلنا بند کر دو کیونکہ یہ والدین کے اعتماد کی بحالی کے لئے ضروری ہے۔ اگر اسے واقعی تم سے محبت ہے تو وہ جلد ہی اپنے والدین کو تمہارے ہاں بھیجے گا بصورت دیگر اسے شیراز کی بے وفائی اور تقدیر کا گھاؤ سمجھ کر برداشت کر جانا۔ خدا نہ کرے کہ شیراز مجھ سے بے وفائی کرے مجھے اس پر پورا وشواش ہے کہ وہ مجھ سے بے وفائی نہیں کرے گا۔ میں نے پُریقین لہجے

میں کہا۔ خدا کرے تمہارا یقین حقیقت کا روپ دھار لے۔ یہ کہہ کر شاذو نے اجازت چاہی کمرے سے باہر نکل کر اس نے میری اپیل پر وعدہ کیا کہ وہ ہر ممکن شیراز سے رابطہ کر کے اسے اپنے والدین کو ضرور ہمارے پاس بھیجنے کا درخواست کرے گی کیونکہ شاذو کے علاوہ میرا ایسا کوئی آدمی نہیں تھا جو میری ان دنوں مدد کرتا اور اس سلسلے میں شاذو کے علاوہ خیر خواہ اور ہمدرد تھا بھی کون۔

دو دن بعد شاذو ہمارے گھر آ گئی اس وقت میں کسی حد تک سنبھل چکی تھی البتہ گھر والوں کے ساتھ زیادہ تر کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا کم ضرور کر دیا تھا۔ شاذو نے میرے کمرے میں قدم رکھا تو میں دوڑ کر اس کے گلے لگ گئی۔ اس نے مجھے اپنے سے علیحدہ کرتے ہوئے تسلی دی کہ اس نے شیراز کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ شیراز نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بہت جلد خوش کن خبر سنائے گا۔ شاذو کی آمد سے کچھ ڈھارس سی بندھی۔ اس مرتبہ وہ اگلے ہفتے کا کہہ کر واپس گھر چلی گئی۔ میرا وقت کرب انتظار کی حالت میں گزرا۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔ اب میرا یہی آسرا آخری رہ گیا تھا کہ شاذو کچھ کرتی۔ دوسرے ہفتے شاذو آئی تو میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔

اس کے سینے سے لگ کر میں خوب روئی۔ پتہ نہیں کیوں اس بار میرا من انجانے خدشے اور غم سے نڈھال تھا۔ شاذو نے بھی مجھے دل کھول کر رو دینے اور دل کا غبار ہلکا کرنے کا موقع دیا۔ مہرو تم ایسے میں نہیں بلکہ حوصلے سے میری بات سننا۔ شاذو نے مجھے اپنے سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ میرا دل گھبرانے لگا۔ کیونکہ اب خیر کی بات ہرگز نہیں تھی ورنہ ایسے نہ کہتی خدا کے لئے بتاؤ ناں۔ میرا ماحتنا کیوں لے رہی ہو۔ پہلے ہی میں اتنے کڑے امتحان سیگ زر رہی ہوں۔ قدرے چیختے ہوئے میں نے جواب میں کہا۔ شکر تھا کہ اس وقت گھر پر اور کوئی نہیں تھا۔ مہرو! لگتا ہے تمہارے بُرے دن آ گئے ہیں جس شخص کی خاطر تم نے زمانے بھر کی تلخیاں، ماں کی نفرت اور دل کا روگ مول لیا وہ اب تمہارا نہیں رہا، تمہارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے مجھے پہاڑ سے نیچے دھکا دے دیا ہو۔ حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے اور دماغ شل ہونے لگا۔ مزید شاذو بولی۔ میں نے تمہارے دیئے گئے ایڈریس پر رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ شیراز کی اس کی کزن کے ساتھ منگنی کی رسم ادا کی جا رہی ہے۔ ایک ماہ بعد ان کی شادی ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ یہ سب شیراز کی مرضی اور پسند پر ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کا معیار اور مرتبہ حیثیت کے لحاظ سے ہم سے اونچا ہے۔ اس کی ہونے والی بیوی ایک بڑے باپ کی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی ہے۔ میری دوست! دولت نے تم سے تمہارا پیار چھین لیا ہے۔ شکر کرو کہ یہ سب تم سے شادی کرنے سے پہلے ہو گیا ہے اگر شادی کے بعد ایسا حادثہ رونما ہو جاتا تو نجانے پھر کیا ہوتا۔ بس تم اپنے آپ کو سنبھالو، خدا نے تمہیں برباد ہونے سے بچا لیا ہے۔

نجانے شاذو کیا کچھ کہتی اور سمجھاتی رہی میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں کب مجھے ہسپتال شفٹ کیا گیا۔ ابو جان کی حالت غیر تھی۔ جتنے دن میں ہسپتال رہی وہ میرے بیڈ کے ساتھ کرسی ٹکائے بیٹھے رہے۔ ڈاکٹر مسلسل میری نگرانی کر رہے تھے۔ علاج تو اس وقت زود اثر ثابت ہوتا ہے جب مریض بیماری سے لڑنے میں سنجیدہ ہو۔ اگر مریض کے اندر موجود قوتِ مدافعت اور زندہ رہنے کی خواہش ہی سرے سے ختم ہو کر رہ جائے تو ایسے مریض موت سے قبل ہی موت کی دہلیز پار کر لیتے ہیں۔ میری حالت بھی ایسے ہی مریضوں سے مشابہہ تھی جنہیں زندگی سے نجات بھی مرض سے نجات نظر آتی ہے۔ میرے لئے اس دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا وہ جنہیں چاہا گیا میرے اعتماد و یقین اور وفاؤں کے تاج محل پر پیروں تلے روند کر اپنی رنگین دنیا بسا چکا تھا۔ وہ بے وفا تھا سنگدل اور خود غرض انسان جس کے اندر میری قربانیوں اور محبت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں تھی۔ میرے دل و دماغ میں ہر لمحے یہی احساس کی جنگ بے قرار کئے رکھتی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ طبعت سنبھلنے لگی۔ والیدن کی دعائیں اور ڈاکٹرز کی شب و روز کی محنت اور توجہ رنگ لانے لگی اور اللہ نے مجھے زندگی لوٹا دی اور ساتھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی عود کرنے لگی۔ ماضی فلم کی سکرین کی طرح نظروں کے سامنے لہرانا شروع ہو گیا۔ کبھی کبھی شاذو پر شک سا ہونے لگا تھا کہ اس نے کہیں امی جان کے کہنے سے جھوٹ نہ بولا ہو اور یہ شک اس وقت رفع ہو گیا جب ایک ڈھلتی شام ابو نے ایک خط لا کر مجھے تھما دیا۔

مہرو بیٹا! میں تمہارا دکھ سمجھتا ہوں۔ میری سخت گیری محض اپنی اولاد کے مفاد کی خاطر ہے تم نے مجھے بتایا نہیں شاید تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔ میں نے تمہیں احسن اور نوید کی طرح اپنا بیٹا سمجھا ہے۔ مجھے اپنے خون کی پاکیزگی کا یقین ہے۔ محبت ایک حقیقت ہے مجھے اس سے انکار نہیں مگر دنیا نے محبت کو بیوپار کر دیا ہے۔ یہاں روزانہ پیار کی بولی لگتی ہے محبت کے نام پر کیا گل نہیں کھلائے جا رہے۔ مہرو بیٹا! زندگی عطیہ خداوندی ہے، ضروری نہیں کہ انسان کی ہر خواہش پوری ہو جائے۔ زندگی کے لئے کچھ لینا اور دینا پڑتا ہے تم اپنے آپ کو سنبھالو۔ اگر شیراز تمہارے بغیر ہنسی خوشی زندگی گزار رہا ہے تو تم کیوں اپنے آپ کو تباہ کر رہی ہو۔ یہ خط پڑھو تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ شیراز تمہاری وفاؤں کو پس پشت ڈال کر خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ ابو نے مجھے تسلی دی اور ماتھے کا بوسہ لے کر کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں نے دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے خط کھولا۔ خط میں تحریر تھا جو ہر لفظ میری وفا اور محبت کا تمسخر اڑا رہا تھا۔

مہرین! تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کر لی ہے جس نے میرا گھر قیمتی سامان سے بھر دیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں وہ تمہاری جتنی خوبصورت نہیں ہے اور وہ شاید تمہارے جتنا مجھے پیار بھی نہ دے لیکن میں اس کے ساتھ بہت خوش ہوں۔ پیار محبت کا کھیل وقت گزارے کے لئے تو کھیلا جا سکتا ہے مگر اس کھیل کے سہارے زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارا دامن پاک ہے ورنہ اس کھیل میں بعض اوقات کچھ بھی باقی نہیں بچتا اور ہاں تمہاری سہیلی شاذو ملی تھی میں نیا سے بھی سمجھای اتھا تم اپنی صحت کا خیال رکھو کوئی اچھا ساتھی تلاش کر کے اپنا گھر بسا لو۔ رونے پیٹنے اور وفاؤں کا راگ الاپنے سے سوائے محرومیوں کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا ورنہ تمہیں مایوسی ہوگی۔ میں اپنی دنیا میں خوش کن زندگی بسر کر رہا ہوں اور سمجھو تو یہی تمہارے اور میرے حق میں بہتر ہے۔ فقط

شیراز

میں نے خط پڑھ کر اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی مگر میں کامیاب نہ ہو سکی۔ دیر تک میں اپنے نصیب پر خون کے آنسو بہاتی رہی۔ نجانے مجھ میں ایسی کون سی خامی یا میرے خلوص میں کمی رہ گئی تھی کہ مجھے سرِ عام رسوا کر دیا گیا تھا۔ دل پر لگی چوٹیں اپنا اثر دکھانے لگیں اور یہ درد آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے نکلنے لگا۔ اس خط میں میری محبت اور وفا کا مذاق اڑایا گیا۔ خط پڑھنے کے بعد مجھ میں انقلابی تبدیلی کے آثار پیدار ہونے لگے۔ میں نے حالات کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ صرف شیراز کو نیچا دکھانے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر شیراز میرے بغیر ہنسی خوشی زندگی بسر کر سکتا ہے تو میں اس بے وفا اور ہرجائی کے نام اپنوں میں رسوا کیوں ہوں اور اپنا جیون کیوں برباد کروں۔

ابو جان کافی دیر بعد شاذو کے ہمراہ میرے کمرے میں آئے تو میں نے شیراز کا ٹکڑے ٹکڑے خط ان کے قدموں میں بکھیر دیا۔ پھر بیماری کے مؤثر علاج کے لئیا بو مجھے ملتان لے گئے۔ ڈاکٹروں نے شیراز کی عطا کردہ ٹی بی جیسی مہلک اور جان لیوا مرض کے لئے طویل المیعاد مستقل علاج کا مشورہ دیا۔ ابو نے میری برین واشنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ میں خود بھی زندگی کی ضرورت محسوس کرنے لگی تھی جس کا تنیجہ یہ ہونے لگا کہ میں آہستہ آہستہ روبصحت ہونے لگی۔ میرے والدین نے ہر ممکن

کوششیں کیں کہ ماضی کی تلخیاں میرے ذہن سے کھرچ دی جائیں اور میں خود بھی یہی چاہتی تھی لیکن ایسا لگتا تھا تقدیر ایسا نہیں چاہتی۔

ایک روز امی اور ابو مجھے آؤٹنگ کی غرض سے پرفضا مقام پر لے گئے۔ پہلے کی نسبت میری صحت کافی حد تک ٹھیک ہو گئی تھی۔ شہر کے اس خوبصورت و شاداب پارک میں بیٹھے ہم خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ اچانک میری نگاہ شیراز پر پڑی جو اپنی دلہن کے ہمراہ کولڈ ڈرنکس کا لطف اٹھا رہا تھا۔ اچانک میرے اندر جذبات کے اس غم و غصے کا طوفان سا اٹھا دل میں خیال آیا کہ دوڑ کر اس محبت کے قاتل کا گریبان پکڑ لوں نجانے اس شیراز جیسے خودغرض ہوس پرست اور دولت کے پجاری لوگ کتنی سادہ لوح لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر ان کے من مندر اجاڑ چکے ہوں گے۔ میرے چہرے پر ابھرنے والے تغیر کے اثرات نے ابو جان کو میری طرف متوجہ کرلیا۔ کیا ہوا بیٹے خیر تو ہے؟ ابو نے بے چین ہو کر پوچھا۔ بس ابو! تھوڑا سا سر چکرا رہا ہے۔ چلیں اب واپس چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑی ہوئی اسی اثناء میں ایک قہقہہ بلند ہوا۔ شیراز کی آواز میں تقدیر میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ میرے دل و دماغ میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ بیقراری بڑھنے لگی مگر کمال ضبط سے میں ابو کے ساتھ اور امی میرے ساتھ چل رہی تھیں۔

چند ماہ بعد میں دوبارہ کھلا ہوا گلاب بن گئی۔ ابو نے میری مرضی پوچھ کر اپنے بزنس مین دوست کے بیٹے کاشر سے میری شادی کر دی۔ سسرال والے، کاشر بھی مجھ پر جان چھڑکتے تھے۔ والدین کے قائم کردہ اس رشتے نے مجھے خوش و خرم زندگی کا تحفہ دیا۔ بہاریں میرے نشیمن میں اتریں تو دنیا میرے لئے حسین فطرت و بہار کا نمونہ بن گئی۔ اسی دوران احسن بھیا کی بھی ایک پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کر دی گئی۔ شریف و نیک سیرت بھابی کی بدولت احسن مثالی زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے احسن کو شادی کے دو سال بعد چاند جیسے بیٹے سے نوازا لیکن میری بدقسمتی کہ شادی کے آٹھ سال بعد بھی میری گود ہری نہ ہو سکی۔ کاشر اور اس کے والدین اولاد کے شدید خواہشمند تھے لیکن یہ میرے ذاتی بس میں نہ تھی۔ اولاد نہ ہونے کے دکھ کو میں نے شدت سے محسوس کیا اور ہر وقت پریشان و بیقرار رہنے لگی اور ساتھ تعویذات، علاج معالجہ غرضیکہ ہر حربہ آزمایا مگر مقدر نہ بدل سکی۔ میں اپنی محرومی کو کاشر کی محرومی نہ بننے دینا چاہتی تھی۔ میں نے اسے دوسری شادی کے لئے قائل کرنا شروع کر دیا۔ کاشر کا استدلال تھا کہ اگر اس کے مقدر میں اولاد کی نعمت لکھی ہوئی ہے تو ضرور ملے گی بصورت دیگر اس کے دوسری شادی کرنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے رات دن اس کے والدین اور خود کاشر کو دوسری شادی کے لئے آمادہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آخر کاشر نے میرے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ دوسری شادی کے لئے رضامند ہو گئے۔ کچھ ہی دنوں بعد کاشر کے قریبی رشتہ داروں میں ان کی شادی ہو گئی۔

کاشی کی شادی کے اکثر انتظامات میں نے ہی ادا کئے اور سنبھالنے تھے۔ کاشر کا رویہ اور پیار میرے ساتھ بدستور پہلے جیسا تھا۔ البتہ اس کی بیوی کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ پیدا نہ ہو سکی۔ میں حوصلے اور صبر کے ساتھ زندگی کے ایام گزارتی رہی۔ میں نے ایسی کوئی شکایت کاشر سے کبھی نہ کی جس سے ہمارے درمیان اور گھر کا ماحول خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ میں کاشر کو خوش اور اس کی زندگی کو پرسکون دیکھنا چاہتی تھی۔ ڈیڑھ برس بعد کاشر کو دوسری بیوی کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹی چندا سے نوازا۔ پورے گھرانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میری خوشی کی تو انتہا نہ تھی کاشر سب سے زیادہ خوش تھا۔

ڈلیوری کا دوسرا روز تھا۔ نومبر کا مہینہ تھا اور یہ سر شام کا وقت تھا ہسپتال کے گراسی پلاٹ میں بیٹھے میں اور کاشر باتیں کر رہے تھے کہ سائرن بجاتی ایمبولینس اندر داخل ہوئی۔ ایمبولینس سے ایک لاش

باہر نکالی گئی جس کے ساتھ بین کرتی چند خواتین بھی باہر آئیں۔ کاشر کچھ جاننے کے لئے آگے بڑھے اسی اثناء میں بھابی کا ایک رشتہ دار مجھے نظر آ گیا۔ خدا خیر کرے۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اسے بلا کر دھڑکتے دل کے ساتھ ماجرے کا سبب پوچھا۔ بی بی جی! وہ اپنے علاقے کا شاعر ہے ناں شیراز خاں، یہ اس کی بیوی کی لاش ہے اس نے اپنی بیوی کو قتل کر کے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ مم...... مگر کیوں؟ میں حواس باختہ سی ہو گئی۔ جی، کیا بتاؤں جی، اس نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ...... میں نے یہ سن کر ٹھنڈی آہ بھری دولت کے پجاری اور محبت کے بیوپاری نے بیوی تو حاصل کر لی تھی لیکن شاید اس کا دل حاصل نہ کر سکا تھا۔

ایک سال سے زائد عرصہ گزر گیا چندا کے بعد کاشر کے آنگن میں سہیل اترا تو گھر کی رونق مزید بڑھ گئی۔ نامعلوم کیوں گھر والوں کا رویہ پہلے کی نسبت بدلنے لگا۔ بات بات پر مجھ سے تلخ کلامی سب کا معمول بنتی گئی۔ کوئی ایسی بات ہو جاتی تو کاشر اپنی بیوی کے کہنے پر سارا قصور مجھ پر ہی ڈال دیتے۔ میں نے کئی بار اس کی بیوی سے معافی بھی مانگی کہ شاید معاملہ سلجھ جائے مگر یہ میری بھول اور یکطرفہ سوچ تھی۔ اس طرح کی میری تمام کوششیں رائیگاں جاتی رہیں اور اب تو کاشر نے مجھ سے سیدھے منہ بات کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے تو کاشر کی بیوی اور بچوں کو کھلے دل سے قبول کر کے سب کچھ ان پر وار دیا تھا مگر میرے دامن میں دکھ آہیں کانٹے ڈال دیئے گئے۔ اس سے قبل کہ کاشر مجھے اپنے گھر سے دھکے دے کر نکال دیتا یا میں بے عزت ہو کر اس گھر سے نکال دی جاتی گھر کے روز روز کے کشیدہ ماحول سے تنگ اور بیزار ہو کر اس گھر سے چلی آئی۔ اس امید پر کہ کاشر کو اپنی زیادتی کا احساس ہو گا اور وہ مجھے منانے چلا آئے گا۔ اس انتظار اور اچھے دنوں کی آس میں ایک ہفتہ، ایک ماہ، ایک سال بیت گیا۔ کاشر نے تو آنا تھا نہ آیا البتہ اس کی طرف سے ایک دن مجھے طلاق نامہ مل گیا۔

ایک اور مرد نے مجھے ڈس لیا تھا۔ ایک بار پھر میری زندگی برباد ہو گئی ماں کے گلے لگ کر میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ بے تحاشہ روئی اور ابو کے سینے سے رو رو کر میں بے ہوش گئی۔ کب تک روتی کب تک اپنی بربادی پر ماتم کرتی یہ زہر تو پینا میرا نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔ میں نے کسی قسم کا کوئی احتجاج نہ کیا۔ ویسے اب کس سے گلہ کرتی میری تو تمام حجتیں بیکار گئی تھیں۔ اندر ہی اندر غموں اور دکھوں کی آگ میں جلتی رہی۔ میری زندگی میں جو کبھی اپنوں کی قربتیں تھیں اب فاصلے درمیان میں حائل ہو گئیں خوشیوں کا تصور ایک خواب کی مانند لگتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ ماحول میں ڈھلتی گئی۔ مجھ میں زندگی کی خواہش صرف اپنے بوڑھے والدین اور معصوم بھائیوں کی وجہ سے سر ابھارنے لگی۔ اگر میں یونہی اس لگائی گئی آگ میں جلتی راکھ کا ڈھیر ہو جاتی تو انہیں کون سمیٹتا اور سنبھالتا۔ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھنے لگی۔ ساتھ ہی سلائی کڑھائی کا کام شروع کر دیا اور ساتھ اپنے علاقے کی بچیاں جو میرے پاس آنے لگی تھیں ان کو پڑھانے لگی۔ درس قرآن دے کر مجھے ذہنی اور دلی سکون ملتا۔ بچیاں مجھ سے اور میں بچیوں سے مانوس ہو گئی ہوں۔ اپنے آپ کو اس عظیم مشن کے لئے وقف کر دیا ہے۔ میری دوست اذو کبھی کبھار آ جاتی ہے جو غمگسار تھی دل قدرے خوش ہو جاتا ہے۔ ورنہ گھر تک محدود ہوں سچ ہے فاصلے دوری کے نہیں بلکہ دل کے ہوتے ہیں۔ یہی فاصلے ایک بار بڑھ جائیں تو انہیں سمیٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے میری مثال آپ کے سامنے ہے۔ میری ساری شوخیاں اور شگفتگیاں سب انہیں فاصلوں کی نذر ہو گئی ہیں اور شاید یہی قربتیں اور فاصلے ہی زندگی ہے۔

محترم معزز قارئین! میرے لئے ہو سکے تو اپنی دعاؤں سے نوازتے رہئے گا۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

★■★

موسم تیری یادوں کا

......عمر دراز ساحر۔خوشاب

پیار ریشم سے بھی زیادہ نازک ہوتا ہے۔ اگر اس میں شک آ جائے تو پختہ سے پختہ پیار بھی دل سے اترتا چلا جاتا ہے۔ ان دونوں نے بھی ایک دوسرے سے سچا پیار کیا تھا۔ ایسا پیار کہ ایک دوسرے کے بغیر جینے کا وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے لیکن کسی نے ان کے پیار میں شک کا بیج بو دیا۔ ان کا پیار ٹوٹنے لگا لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو سب کچھ بکھر چکا تھا۔ اگر کچھ باقی بچا تھا تو وہ آنسو کبھی نہ ختم ہونے والے آنسو...... ایک درد بھری کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

شام غم گزری تیری یاد میں
ہم جلتے رہے ہر وقت تیری یادوں میں
لوگ سکون سے سوتے ہیں ساحر
ہم ساری رات جاگتے رہے تیری یاد میں

قارئین! محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس کے بنا کچھ نہیں ہے۔ قارئین! میں گزرا ہوا ہر لمحہ بندے کو اکثر یاد آتا ہے۔ محبت کی تپش کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ دراصل بات یہ کہ ہم محبت کی قدر نہیں کر سکتے۔ محبت میں گزرا ہوا ہر لمحہ اس طرح کہ بندہ جنت میں رہ رہا ہوتا ہے۔ محبت میں گزرا ہوا ایک لمحہ تنہائی کے ہزاروں لمحوں سے بہتر ہے۔ قارئین! آتے ہیں اصل موضوع کی طرف۔ یہ جو کہانی میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ میرے ایک قریبی دوست کی ہے۔ تو آیئے یہ کہانی اس سے سنتے ہیں۔

یادِ ماضی مجھ کو نہ دلا اے ساحر
اشک بہہ جائیں گے برسات کی طرح

میرا نام شاہد عباس ہے اور میرے والد صاحب سرکاری آفیسر ہیں۔ میں پیدا ہوا تو میرے والدین نے بہت زیادہ خوشیاں منائیں کیونکہ بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور مجھ سے چھوٹے تین بھائی ہیں جبکہ ہماری کوئی بہن نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا گزارا بہت ہی زبردست ہے۔ میں جب پانچ سال کا ہوا تو میرے والدین نے مجھ کو میرے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا۔ پڑھائی میں میں اتنا ذہین نہیں تھا۔ اس کے باوجود میں نے پرائمری پاس کر لی اور قریبی ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔ چنانچہ میں دل لگا کر پڑھنے لگا اور اس طرح میں نے آٹھویں جماعت پاس کر لی اور نویں جماعت میں داخل ہو گیا۔ نویں جماعت پاس کی اور دسویں میں پہنچ گیا۔ ایک دن صبح صبح کا ٹائم تھا مجھے کاپی کی ضرورت تھی۔ میں اپنے دوست وسیم کے گھر گیا۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دیکھا کہ وسیم گلی میں آ رہا تھا۔ اس لئے میں نے دوبارہ دروازہ نہ کھٹکھٹایا۔ سلام دعا کے بعد میں نے کاپی لی اور وسیم کاپی دے کر اندر چلا گیا جبکہ میں گلی میں کھڑا ہو کر کاپی کو دیکھنے اور سوالات چیک کرنے لگا۔ جونہی میں نے سامنے دروازے سے دیکھا ایک لڑکی سکول یونیفارم میں ملبوس دروازے سے نکل رہی۔ ایک لمحے کے لئے تو میری نظر اس کو دیکھتے دیکھتے رک گئی۔ سفید یونیفارم میں وہ ایک پری لگ رہی تھی جبکہ اس نے اوپر نیلا دوپٹہ اس کے حسن کو مزید چار چاند لگا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے مجھے دیکھا اور پھر نظر جھکا لی اس کی یہ ادا واقعی دلکش تھی۔ میں اس کی اس نظر کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ وہ تھی بھی بہت دلکش۔ باریک ہونٹ جو کہ

لالی سے بھرے ہوئے تھے۔ سفید گندمی رنگ، خوبصورت بال، باریک ناک، گہری سیاہ آنکھیں، بڑی بڑی پلکیں، میں وہیں پہ کھڑا ہو کر قدرت کے اس شاہکار کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظر جھکا کر چلی گئی میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں سکول جانے کی بجائے سیدھا گھر آ گیا۔ کیونکہ اسے دیکھتے ہی میرے دل میں پیار کی تڑپ پیدا ہو گئی۔ گھر آیا تو میری امی نے پوچھا کہ کیا ہوا بیٹا سکول کیوں نہیں گئے۔ میں نے کہا۔ امی میری طبیعت خراب ہے اس لئے۔ امی نے مجھے کہا بیٹا میں تیرے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں۔ میں سیدھا کمرے میں جا کر لیٹ گیا اور اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا حسن اور سادگی نے واقعی ہی میرا دل چرا لیا۔ جبھی تو میں رات بھر سو نہ سکا۔ صبح ہوئی تو میں پھر وسیم کے گھر چلا گیا۔ اس کو بلایا اور قریبی چوک میں جا کر کھڑا ہو گا اور اس حسن کی دیوی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ آ گئی۔ وہ میرے قریب سے گزر رہی تھی آج وہ کل سے بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

تیرے حسن کی کیا تعریف کریں ساحر
تیرا چہرہ سامنے آنا تو نیند اڑ جاتی ہے

میں اس کا دیدار کر کے واپس آ گیا اور پھر بعد میں سکول چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی چند پیریڈ اٹینڈ کئے اور واپس گھر آ گیا۔ ان دو دنوں میں میرا پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ پڑھنے کے لئے دل ہی نہ کرتا تھا۔ تیسرے دن میں پھر صبح صبح وسیم کے گھر گیا اور اس کو بلایا وسیم مجھ سے پوچھنے لگا کہ کیا بات ہے۔ یار تو پہلے تو میرے پاس نہ آتا تھا اب کیا بات ہے۔ میں پہلے تو وسیم کے اس انداز سے پریشان ہو گیا اور پھر بعد میں میں نے ساری بات اس کو بتا دی کہ یہ گھر جو تیرے ساتھ ہے اس میں ایک لڑکی رہتی ہے۔ آج سے دو دن پہلے جب میں تیرے پاس کاپی لینے آیا تو میں نے اس کو دیکھا۔ بس یار پھر کیا بتائیں اس دن سے میری نیند اڑ گئی۔ میرا سکون چھن گیا۔ میں ہر پل اس کے لئے تڑپنے لگا اور یار مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہو گئی۔ اس کا چہرہ ہر وقت میرے سامنے رہنے لگا۔ خدا کے لئے یار میرا کچھ کرو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ وسیم نے مجھ سے کہا کہ جا یار اتنا کچھ ہو گیا اور تو نے مجھے بتایا تک نہیں۔ بس یار کیا کروں ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ یار یہ لڑکی جو کہ ہماری ہمسائی ہے اس کا نام کرن ہے اور یہ فیصل آباد سے آئی ہوئی ہے اور اپنے ماموں کے پاس رہتی ہے اور ایک بات بتاؤں اس کا ماموں بہت سخت قسم کا آدمی ہے۔ جب وہ اس کی یہ بات سنے گا تو اس کو اور تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی ہو یار میں اس سے پیار کرنے لگا ہوں۔ پلیز خدا کے لئے وسیم بھائی تم ہی کچھ کر سکتے ہو۔ مہربانی کسی طریقے تم میرا یہ پیغام اس تک پہنچا دو آپ کی مہربانی ہو گی۔ وسیم نے مجھ سے کہا کہ یار ہمارے پڑوسی ہیں اور ہمارے ان کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اگر ان لوگوں کو پتہ چل گیا تو ہمارے تعلقات بہت زیادہ خراب ہو جائیں۔ میں گھر واپس آ گیا اور میرے ذہن میں یہ تھا کہ کرن تک میں اپنا پیغام کیسے پہنچاؤں کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں۔

میرا نہ سکول میں دل کرتا نہ ہی گھر میں۔ میں جب پریشان ہوتا تو میں اس کے گھر کے چوک میں جا کر کھڑا ہو جاتا۔ حالت بالکل مجنوؤں جیسی بن گئی تھی۔ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا۔ میں دن میں دو تین بار کرن کے گھر کے چکر لگاتا تھا۔ کئی بار مجھے اس کا دیدار ہو جاتا تھا اور وہ میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ آخر اس بات کو تقریباً ایک ماہ ہو چکا تھا۔ مگر میں نے کرن سے اظہار محبت نہ کیا تھا۔ میرے ذہن میں یہ تھا کہ وہ کون سا لمحہ ہو گا جب میں کرن سے اظہار محبت کروں گا۔ آخر میرے ذہن میں یہ تھا کہ میں نے گاؤں کے ہائی سے چھوڑ کر شہر میں داخلہ لے لیا کیونکہ کرن شہر کے سکول میں پڑھتی تھی اس لئے کہ کبھی تو میں کرن سے اظہار کروں گا۔

موسم تیری یادوں کا ہر دم ساتھ رہا ساحر
تجھے پانے کے لئے سب کچھ کھو دیا ہم نے

خیر میں روزانہ کرن کے ساتھ بس میں جاتا تھا۔ کرن تھی کہ مجھے دیکھنے سے کتراتی تھی۔ مجھے کرن کے

ساتھ جاتے ہوئے تقریباً پندرہ دن ہو چکے تھے۔ ایک دن ایسے ہی بس میں سفر کر رہے تھے کہ ایک لڑکا کرن کو چھیڑنے لگا۔ میں پہلے تو یہ نظارہ دیکھ رہا تھا آخر مجھ سے رہا نہ گیا میں آگے بڑھ کر اس لڑکے کو سمجھانا شروع کر دیا۔ دیکھو بھائی یہ اچھی بات نہیں ہے کسی لڑکی کو چھیڑنا۔ اس نے مجھے کہا کہ تم کو کیا تکلیف تیری بہن ہے۔ اس بات پر میری اور اس کی ہاتھا پائی شروع ہو گئی اور ہم لڑنے لگے۔ مجھے دو تین چوٹیں آ گئیں اور بس میں سوار مسافروں نے ہمیں چھڑا لیا۔ کرن کو اب بھی سمجھ میں نہ آیا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ اس طرح میں اس کے ساتھ روزانہ سفر کرتا مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میں اس سے اظہار کر سکوں۔ ایک دن کرن بس سے اتری اور میں بھی اس کے پیچھے اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس سے کہا۔ پلیز بات سنئے گا۔ وہ رک گئی اور کہا۔ کیا بات ہے۔ میں نے اس سے کہا پلیز ایک بات کہوں۔ اس نے کہا کہ کہو۔ آپ برا تو نہیں مانیں گی۔ اس نے کہا۔ اگر بات برا منانے والی ہوئی تو ضرور مناؤں گی۔ دیکھو مس کرن میں آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں جس دن میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا تو اس دن سے میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں۔ آپ پلیز مجھے ٹھکرایئے گا مت ورنہ میں ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔ دیکھو میں اس بس میں صرف آپ کی وجہ سے آتا ہوں۔ پلیز میرے پیار کی لاج رکھ لو۔ ایک لمحے کے لئے تو کرن خاموش رہی اور پھر کس کر تھپڑ میرے گال پر رسید کیا۔ تم لڑکوں کا کام ہی یہی ہوتا ہے۔ شریف لڑکیوں کے ساتھ کھلواڑ کرنا۔ تم جیسے لڑکوں کی فطرت اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ تم کیا سمجھتے ہو میں تمہارے جال میں پھنس جاؤں گی۔ نہیں کبھی نہیں دفع ہو جاؤ یہی بات کرنی تھی کہ میں بائیں ہاتھ سے ایک تھپڑ کرن کو دے مارا۔ تمہیں شرم نہیں آتی میں تم سے محبت کا اظہار کر رہا ہوں اور تم اس کو مذاق سمجھ رہی ہو۔ دیکھو کرن میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔ پلیز پلیز مجھے معاف کر دو یہ کہہ کر میں وہاں سے چل پڑا اور سکول نہ گیا بلکہ ایک پارک میں چلا گیا اور چھٹی تک وہاں بیٹھا رہا اور اس دن میں کرن والی بس میں نہ آیا بلکہ ایک اور بس میں گھر آ گیا۔

دوسرے دن میں سکول نہ گیا۔ بس ایسے ہی گھر میں پڑا رہا۔ سارا دن طبیعت خراب رہی اور میں لیٹا رہا۔ رہ رہ کر مجھے کرن کا خیال آ رہا تھا کہ کرن کے ساتھ میں نے اچھا نہیں کیا۔ چلو مجھے اس نے تھپڑ مار لیا تھا مگر مجھے اس کو تھپڑ نہیں مارنا چاہئے تھا۔ یہ سوچ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ چلو صبح میں کرن سے معافی مانگوں گا اور اس کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤں گا۔ صبح ہوئی تو میں سٹاپ پر آیا جہاں سے ہم بس میں سوار ہوتے تھے۔ کرن پہلے ہی وہاں موجود تھی۔ ہم بس میں سوار ہوئے۔ سفر کرتے ہوئے ہم شہر پہنچ گئے۔ کرن نے کنڈیکٹر کو کہا کہ بھائی یہیں پہ اتار دو میں بھی کرن کے ساتھ اتر گیا اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔ کرن نے آگے جا کر پیچھے دیکھا اور کہا کہ آپ پلیز میرا پیچھا کیوں کرتے۔ اگر میرے ماموں کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پلیز پلیز آپ کی مہربانی ہو گی۔ دیکھو کرن صاحبہ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں بلکہ یوں سمجھو کہ آپ کے بنا جی بھی نہیں سکتا۔ دیکھو شاہد میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں بلکہ میں اپنے والدین کی عزت گنوانا نہیں چاہتی۔ خدا کے لئے اس دنیا میں کئی لڑکیاں ہیں جو کہ تمہاری ہم سفر بن سکتی ہیں مگر میں نہیں آپ یہ بات بھی جانتے ہیں۔ میں یہاں پر پردیس میں ہوں اور میں اپنے ماموں لوگوں کو کوئی بھی ویک پوائنٹ نہیں دینا چاہتی۔ دیکھو کرن میرے ہوتے تمہاری عزت پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ میں اپنی عزت داؤ پر لگا کر تمہاری عزت بچاؤں گا۔ دیکھو شاہد لڑکے یہ سب باتیں کہہ کر مکر جاتے ہیں۔ میری کئی دوستوں کے ساتھ یہ سب ہو چکا ہے۔ ہمیں بعد میں پچھتانے سے پہلے یہ بات سوچ لینی چاہئے کہ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ان چکروں میں نہ پڑیں۔ دیکھو کرن میں تمہیں مجبور نہیں کرتا مگر مجھے اتنا پتہ ہے کہ میں تمہارے سوا جی نہیں سکتا

زندگی کی آخری سانس تک تمہارا انتظار کروں گا لیکن شاید حقیقت میں تمہارے پیار کے خلاف نہیں ہوں۔ ایک بات اور وہ یہ کہ میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ مجھے کوئی چاہ رہا ہے۔ کرن پلیز میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میں تمہارے بنا جی نہیں سکتا۔ تقریباً آج تین ماہ ہو چکے ہیں مجھے اس آگ جلتے ہوئے مگر کرن تم میری زندگی پلیز میری محبت کا بھرم رکھ لو مجھے اپنا سچا پیار دے دو۔ میرا یہ کہنا تھا کہ کرن چلی گئی۔ میں وہیں پر کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ چلو کرن سے اس موضوع پر بات تو ہو گئی اور اس نے میرے پاس پندرہ بیس منٹ رکنا بھی گوارا کیا۔ دوسرے دن صبح صبح جلدی جلدی تیار ہوا، ناشتہ کیا اور اڈے پر آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کرن بھی آ گئی اور ہم مل کر بس میں سوار ہوئے اور سفر کرنے لگے۔ کرن اپنے مقررہ سٹاپ پر اترنے لگی میں بھی کرن کے پیچھے آ گیا۔ بس جب آگے چل گئی تو کرن آگے جا کر رک گئی۔ کرن نے مجھے سلام کیا۔ میں نے وعلیکم السلام کہا اور اس کا حال احوال پوچھا۔ کیسی ہو کرن۔ بس اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں۔ بس جی رہا ہوں بس اسی بات کے سہارے کہ وہ دن کب آئے گا جب آپ مجھ سے اظہار کریں گی۔ لو میں آج ہی کر دیتی ہوں۔ میں تم سے پیار کرتی ہوں۔ کیا واقعی کرن؟ لیکن شاہد صاحب آپ کو ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں کرن مجھے تمہارا وعدہ قبول ہے۔ کرن میرے ذہن میں تو یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تمہیں زندگی چاہئے یا کرن تو میں اس کو یہ بول دوں گا کہ مجھے کرن چاہئے۔ کرن کاش کہ میرے دل کا دروازہ ہوتا اور میں تم کو بتاتا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ ٹھیک ہے شاہد مجھے اس کا اندازہ ہے کہ واقعی تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو۔ اس دن سے ہمارا پیار شروع ہو گیا۔ میں روزانہ کرن کو اس کے سکول کے دروازے تک چھوڑ کر آتا۔

محبت کے بھی انوکھے انداز ہوتے ہیں
پاس رہ کر بھی دور ہوتے ہیں
ہر پل تڑپنا پڑتا ہے محبت میں ساحر
جس کو ہو جائے اس کے دن عجیب ہوتے ہیں

پھر میں چھٹی کے وقت اس کو ساتھ لے کر بس پر سوار ہوتا۔ ایک دن صبح کا ٹائم تھا کرن نے مجھ سے کہا کہ شاہد آج موسم بڑا زبردست ہے۔ آج سکول جانے کی بجائے کہیں سیر کو چلتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ کہاں جائیں گے۔ کہیں بھی جائیں، آج سیر کو ضرور جانا ہے۔ اس طرح کرن اور میں دریا کنارے آ گئے اور دریا کی سیر کرنے لگے۔ موسم بھی اس دن بڑا زبردست تھا۔ دریا کی موٹی موٹی ریت پر ہم جوتے اتار کر چلنے لگے۔ کافی دیر تک ہم سیر کرتے رہے وہاں پر ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا ہم دونوں نے مل کر وہاں سے مچھلی کھائی۔ کافی دیر تک ہماری پیار بھری باتیں ہوتی رہیں۔ ہم ایک دوسرے اوپر کبھی پانی ڈالتے تو کبھی ایک دوسرے کو ریت پر گرا دیتے۔ چھٹی سے آدھا گھنٹہ پہلے میں نے کرن سے کہا کہ کرن پلیز آج جانے کو دل تو نہیں کر رہا مگر تمہارے گھر والوں کو کوئی شک نہ پڑ جائے، کرن چلو چلنا چاہئے۔ چنانچہ ہم دونوں وہاں سے چلے اور اڈے پر آئے اور بس میں سوار ہو کر واپس اپنے اپنے گھروں میں آ گئے۔ آج کی رات پتہ نہیں مجھے کیا تھا۔ وہ رات میں نے جاگ کر کرن کی یادوں میں گزار دی۔

تیری یاد کے سائے نے مجھے پاگل بنا دیا ساحر
تڑپ کر روتے رہے رات بھر تیرے دیدار کے لئے

وہ رات میں نے صبح کے انتظار میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو میں اٹھا ناشتہ کیا یونیفارم پہنی اور اڈے پر آ گیا۔ اتنے میں کرن بھی آ گئی۔ ہم بس میں سوار ہوئے اور مقررہ جگہ پر جا کر اتر گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چل پڑے۔ راستے میں میں نے کرن کو ساری رات کی صورت حال بتائی کہ ساری رات مجھے پتہ نہیں کیا تھا کہ بار بار تمہارے لئے تڑپ رہا تھا۔ دل کرتا تھا کہ ابھی ابھی تمہارے پاس آ جاؤں۔ کرن نے کہا کہ تو آ جاؤ ناں تمہیں روکا کس نے تھا۔ ٹھیک ہے کرن اب اگر کبھی تمہاری یاد نے مجھے تڑپایا تو میں آ جاؤں گا۔ اس طرح کرن نے کہا کہ ایک بات

کہوں اگر آپ برا تو نہیں مانیں گے۔ میں نے کہا کہ دیکھو کرن اس کا مطلب ہے تم مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔ میری یہ بات سن کر کرن ایک دم تڑپ گئی۔ یہ کیسے سوچ لیا ہے آپ نے کہ تم میرے نہیں ہو۔ اگر میں ہوں تو تم ہو۔ میرا دل ہے تو اس کی دھڑکن تم ہو۔ پلیز آئندہ کبھی بھی یہ بات مت کہنا ورنہ کرن ہمیشہ کے لئے تم سے دور ہو جائے گی۔ میں نے کرن سے یہ بات کہنے کی معافی مانگی سوری کرن۔ وہ دراصل بات یہ ہے کہ اب ہمارے امتحانات کو ایک مہینہ رہ گیا ہے اس لئے اب ہمیں تھوڑی سی پڑھائی پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ ہاں کرن یہ بات آپ کی بالکل صحیح ہے۔ ہاں واقعی ہمیں اب پڑھائی پر توجہ دینی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ پیار کرنے کے ساتھ ساتھ پڑھائی پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ چھٹی ہوتی تو ہم دونوں مل کر واپس آئے۔ ایک بات بتاتا چلوں کہ کرن اور میں ایک ہی کلاس یعنی میٹرک کے سٹوڈنٹ تھے۔ ہم خوب محنت کرنے لگے اور امتحان قریب آ گئے۔ ہم امتحان کے ایک دن پہلے ملے تھے اور ایک دوسرے کی محنت کے بارے میں پوچھا کہ کیسی تیاری ہے۔ میرے پیپرز فسٹ ٹائم اور کرن کے پیپرز سیکنڈ ٹائم تھے چانچہ ہم سے یہ جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم کئی گھنٹوں پیار کی باتیں کرتے رہے۔ آخرکار ہم جدا ہو گئے اور میں نے صبح پیپر دینے جانا تھا آج پہلا دن تھا کہ کرن کے بغیر ہر چیز بالکل ویران ویران لگ رہی تھی۔

اللہ اللہ کر کے ہم نے پیپرز دیئے۔ تقریباً سترہ دن ہم ایک دوسرے سے جدا تھے۔ آج ہمارا آخری پیپر تھا۔ میں نے پیپر دیا اور قریبی پارک میں جا کر بیٹھ گیا کہ آج کچھ بھی ہو میں کرن سے ضرور ملوں گا۔ آخر وہ وقت آ گیا میں اس سکول کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا جس سکول میں کرن پیپر دے رہی تھی۔ پیپر ختم ہوا تو ساری لڑکیاں اٹھ کر باہر آنے لگیں ان میں سے اچانک کرن بھی سکول کے دروازے سے نمودار ہوئی۔ میں نے قریب جا کر کرن کو سلام کیا۔ ہم نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا حال احوال پوچھا۔ کرن کیسی ہو۔ بس شاہد تم خود سے پوچھو کہ آپ کیسے ہو۔ بس کرن آؤ چلتے ہیں۔ ہاں چلو۔ کرن کیا بتاؤں کہ یہ سترہ دن تمہارے بغیر میں نے کیسے گزارے۔ بس کرن تمہارے بغیر میں نامکمل ہوں۔ کرن تمہارے بغیر میں ہوں ہی کیا۔ کرن میں تو ہر وقت تمہارے لئے تڑپتا رہا۔ کرن تمہارے لئے ہاں شاہد میرا بھی یہی حال تھا۔ ایسا لگتا کہ تمہارے بغیر جی بھی نہ سکوں۔ ہاں کرن تمہارے بغیر میری زندگی ادھوری ہے۔

تجھے کھو کر نہ جی پائیں گے ہم
تیری یادوں سے دل کو جلائیں گے ہم
تُو دور ہو تو یہ عادت ہے ہماری ساحر
تجھے اپنی آنکھوں میں ہمیشہ کے لئے سائیں گے ہم

اس طرح ہم کافی دیر تک گپ شپ کرتے رہے پیار کی باتیں کرتے رہے پھر ہم واپس آ گئے۔ دو دن کے بعد کرن کے دیدار نے مجھے تڑپایا میں اس کی گلی میں چلا گیا۔ اس طرح مجھے کرن کا دیدار ہو گیا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک مل گئی۔ چھ دن کے بعد مجھے کرن کا پیغام ملا کہ آج رات میں تم سے ملنا چاہتی ہوں تم ایسا کرنا کہ بیٹھک کے دروازے سے آ جانا۔ بیٹھک کا دروازہ کھلا تھا رات کے بارہ بجے کا ٹائم تھا میں نے دروازہ اپنے گھر کا کھولا اور ماموں کے گھر کی طرف چل دیا۔ بیٹھک کے قریب جا کر میں نے جائزہ لیا گھر میں تقریباً سب سوئے ہوئے تھے۔ قارئین! پیار بھی عجیب چیز ہوتا ہے کہ ایک بزدل انسان کو کتنا دلیر بنا دیتا ہے۔ میں کبھی اس طرح سوچا بھی نہ تھا کہ میں کرن سے اس طرح ملوں گا۔ میں تو رات کو گھر سے نکلنے سے بھی ڈرتا تھا۔ مگر آج میرا یہ حال تھا مجھے کسی چیز کی پرواہ نہ تھی۔ میں نے بیٹھک کے قریب جا کر دروازہ کھولا تو اندر سے دروازہ پہلے ہی کھلا تھا میں نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ بیٹھک سے میں نے آگے صحن کا جائزہ لیا اور صحن بالکل خالی مگر اس میں کرن پہلے ہی میرے انتظار میں بیٹھی تھی۔ کرن نے مجھے دیکھا تو میرے قریب آئی اور

رونے لگ گئی۔ پلیز کرن کیا بات ہے تم رو کیوں رہی ہو پلیز تمہارے آنسو میری جان نکال دیں گے پلیز بتاؤ ...... پلیز بتاؤ تم رو کیوں رہی ہو پلیز کرن بتاؤ۔ میں نے اور اس کے آنسو صاف کئے اور پکڑ کر بیٹھک میں لایا۔ پلیز بتاؤ ناں کیا بات ہے تمہارے آنسو مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ وہ دراصل شاہد بات یہ...... بات یہ ہے کہ میں صبح اپنے گھر جا رہی تھی کیوں کہ میٹرک کے پیپرز ہو گئے ہیں صبح صبح ماموں نے مجھے چھوڑنے کے لئے جانا ہے میں تمہارے بنا نہیں جی سکوں گی۔

دردِ دل جب کوئی دے کر چلا جاتا ہے
کسی کی بے وفائی سے ہر کسی کا دل بجھ جاتا ہے
بے وفا ہیں دنیا کے لوگ ساحر
کسی کا دھوکہ مجھے ہر پل یاد آتا ہے

پلیز کرن ایسا مت کہو تم ہو تو میں ہو۔ مجھے پتہ ہے کہ اب میں کبھی بھی یہاں نہیں آؤں گی کیونکہ میٹرک کے بعد میں نے فیصل آباد میں ہی پڑھنا ہے۔ ہاں تمہارے ساتھ گزرا ہوا ہر لمحہ قیامت کی طرح میرے اوپر گزرے گا۔ میں نے تم سے پیار تو کیا میں نے تمہارے چہرے کی پوجا کی ہے مجھے تو ہر پل ہر جگہ تمہی تم نظر آتے ہو۔ تمہارے بعد میرا کیا بنے گا پلیز کرن مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ پلیز تم گھر والوں کو کہو کہ وہ تمہیں یہیں پر داخلہ دلا دیں۔ ہاں شاہد یہ تم کہہ رہے ہو کون سا انہوں نے میرے کہنے پر مجھے داخلہ دلا دینا ہے۔ میرے ابو کبھی نہیں مانیں گے۔ اس طرح کرن ایک دن کے بعد اپنے گھر فیصل آباد چلی گئی۔ میں اکیلا اس آگ میں جل رہا تھا۔

جدائی کا درد بھی عجب ہے ہر پل تڑپاتا ہے
مجھے اس کی صورت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا
دور کیا ہے ہمیں زمانے والوں نے ساحر
گزرے ہوئے لمحوں کی وجہ سے دل ہر وقت خون کے آنسو روتا ہے

کرن سے جدا ہوئے مجھے کئی دن ہو گئے مگر دل ہر وقت مجھے مجبور کرتا تھا کہ وہ سامنے ہو اس طرح کئی ہفتے اور کئی مہینے گزر گئے۔ ایک دن تقریباً رات کے بارہ بجے کا ٹائم تھا کہ اچانک ایک نئے نمبر سے مجھے کال آئی میں نے کال ریسیو کی۔ آگے سے آواز ہیلو آپ شاہد بول رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں میں شاہد بول رہا ہوں۔ تو اس لڑکی نے کہا کہ یہ لو کرن سے بات کرو۔ کرن نے ہیلو کہا اور رونا شروع کر دیا۔ ہیلو کرن ہیلو کرن کیا ہوا پلیز کرن روؤ مت تمہارا رونا میری جان لے لے گا۔ پلیز کرن چپ کر جاؤ تم جانتی نہیں کہ یہ بات میرے دل پر اثر کر رہی ہے پلیز چپ کرو۔ اس جدائی کے شکوے گلے ہوتے رہے کرن نے کہا کہ اب جب آپ کو بات کرنی ہو تو اس نمبر پر کال کرنا میں تمہیں مل جاؤں گی کیونکہ نمبر میری کزن سمیرا کا ہے اور ہمارے پاس ہی رہتا ہے۔ اب جب بھی موقع ملتا میں کرن سے بات کر لیتا۔ اب میں سمیرا کو کال کرتا تو میری بات وہ کرن سے کرا دیتی۔ اس طرح ہم ایک دوسرے سے جی بھر کر باتیں کر لیتے تھے۔ پیار بھری باتیں کرتے۔ ایک دوسرے سے گلے شکوے کرتے کیونکہ ہم پیار میں بہت آگے نکل چکے تھے جہاں سے واپسی اب ناممکن تھی۔ اس طرح ہمارا میٹرک کا رزلٹ آؤٹ ہو گیا اور کرن کا بھی کیونکہ ہم دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے اور اس کا میٹرک کا رزلٹ آ گیا میں نے شام کو کرن کو فون کر کے بتایا کہ میں پاس ہو گیا ہوں تمہارا کیا بنا۔ ہاں شاہد میں بھی پاس ہو گئی اور میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو گئی ہوں۔ اچھا آپ کو بہت زیادہ مبارک ہو۔ ہاں کرن آپ کو بھی بہت زیادہ مبارک ہو۔ اب آگے کیا ارادہ ہے۔ ہاں میرا تو یہ ارادہ ہے بس کرن جی کہ میں اب آپ کے شہر میں داخلہ لے لوں ہاں کرن میں آج گھر والوں سے پروگرام بناؤں گا اور اب میں آپ کے شہر فیصل آباد میں داخلہ لوں گھر آ کر میں نے گھر میں بات کی تو جیسے گھر میں کہرام مچ گیا ہو۔ امی بے عزتی کرنے لگی کہ یہ جو ہمارے ساتھ کالج ہیں ان کو چھوڑ کر تو کہاں جائے گا۔ بس امی میں فیصل آباد میں ہی پڑھوں گا کیونکہ میرا ایک دوست بھی وہاں جا رہا ہے۔ پہلے تو دو تین دن امی ابو ضد کرتے رہے پھر چند دن کے بعد اس کی وجہ سے میں کھانا نہ کھاتا تھا اس بات کی وجہ

سے امی ابو مان گئے اور پھر فیصل آباد میں داخل ہونے کے لئے ابو میرے ساتھ آئے۔ میرا ایک دوست کاشف بھی فیصل آباد پڑھتا تھا اس طرح فیصل آباد میں داخل ہو گیا اور ہوسٹل کے بجائے میں نے کرایے کا مکان لیا اور اس میں رہنے لگا۔ اس طرح میں نے کرن کو بتا دیا کہ میں آپ کے شہر فیصل آباد میں داخل ہو گیا ہوں اور یہیں پہ اب پڑھوں گا۔ اس طرح کرن اور میں پھر سے ایک ہو گئے۔ فیصل آباد کالج میں میرا دوسرا دن تھا میں نے شام کو کرن کو فون کیا میں آپ سے صبح ملنا چاہتا ہوں ہاں کرن میں تمہیں خود تمہارے کالج کے سامنے ملنے کے لئے آؤں گا۔

رات ہوئی تو ہم دیر تک فون پر باتیں کرتے رہے کرن پتہ نہیں وہ وقت کب آئے گا کہ میں تمہارا دیدار کروں گا۔ ہاں شاہد میں بھی تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین ہوں۔ اب پتہ ہے کیا رات بہت ہو گئی ہے اب پلیز سو جاؤ کیونکہ صبح تمہیں اٹھنا بھی ہے۔ دیکھو پلیز شاہد ناراض مت ہونا مہربانی ٹھیک ہے کرن میں بھلا کیوں ناراض ہوں گا۔ او کے I love you کرن نے کہا۔ I love you to۔ اس طرح ہم نے موبائل بند کر دیا اور سو گئے۔ صبح صبح میں اٹھا نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے میرے یار کا دیدار کرا دے۔ خیر صبح ہوئی تو کرن کے دیدار کے لئے میں اپنے کالج کے باہر کھڑا ہو گیا کیونکہ کرن نے کہا تھا کہ میں تمہارے کالج کے گیٹ پر آؤں گی اور تم میرا انتظار کرنا۔ اس لئے میں کالج کے دروازے پر کھڑا ہو گیا انتظار کے لمحات بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کسی کا بھی ہو خیر کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد سامنے سڑک پر کرن اور اس کے ساتھ ایک لڑکی دکھائی دی۔ السلام علیکم، ان دونوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ وعلیکم السلام۔ ہاں کیا حال ہے ٹھیک ٹھاک آپ سنائیں۔ شاہد یہ ہے میری کزن سمیرا اور سمیرا یہ میرا شاہد۔ سمیرا نے کہا شاہد صاحب آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ جی شکریہ۔ میں نے کرن سے کہا کہ کرن آؤ کہیں کسی پارک میں چلتے ہیں۔ کرن نے کہا کہ ہاں یہاں سب لڑکے دیکھ رہے ہیں ہاں چلو۔ ہم ایک قریبی پارک میں جا کر بیٹھ گئے اس طرح میں نے کہا کہ چلو میں نے کہا کہ میں آپ کے لئے کولڈ ڈرنک لے کر آتا ہوں۔ کرن نے کہا کہ نہیں تم ہمارے مہمان ہو میں ایسا نہیں کروں گی۔ یہ لو پیو سمیرا تم کسی دکان سے کولڈ ڈرنک لے کر آؤ۔ سمیرا پیسے لے کر چلی گئی اور میں اور کرن باتیں کرنے لگے۔ کرن کہنے لگی شاہد میں تمہیں کیا بتاؤں کہ تمہارے گاؤں سے آنے کے بعد میرا کیا حال ہوا۔ ہر پل تمہاری یاد ہر پل تمہارا خیال مجھے رہتا تھا۔ کیا بتاؤں کہ اکثر تمہاری یاد میں میں نے رو رو کر راتیں گزاری ہیں۔ کئی راتیں جاگ کر گزار دیں۔ کرن میں بھی تمہاری ہی طرح تھا میرا بھی بہت برا حال تھا۔ کاش آپ میری قربت میں ہوتیں تو آپ کو پتہ ہوتا کہ نہ میں کھانا کھاتا تھا نہ صحیح طرح سے سوتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بات کہتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ کرن نے آگے بڑھ کر میری آنکھوں کے آنسو صاف کئے اور نہیں نہیں یہ میں کیسے گوارا کر سکتی ہوں کہ میری ہی جان میرے سامنے روئے۔ نہیں میری جان میں تمہارے آنسو برداشت نہیں کر سکتی۔ اے کاش میں تمہاری آنکھوں کا آنسو ہوتی اس طرح ہم رونے لگ گئے کیونکہ ہم دونوں پھر سے مل گئے تھے۔

آنکھوں سے آنسو نہ دیکھ سکے گا ساحر
وہ جو خود سے بڑھ کر کسی کو چاہتا ہو گا

اس طرح ہم پیار بھری باتوں میں مشغول ہو گئے جدائی کے گزرے ہوئے لمحات ایک دوسرے کو سنانے لگے اس طرح ہماری ملاقات پھر سے شروع ہو گئی۔ ہم پیار میں بہت آگے نکل چکے تھے جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے اشارے پر جان دینے کو تیار تھے اور ہماری محبت بہت زیادہ عروج پر تھی۔ کہتے ہیں ناں کہ پیار جب حد سے بڑھ جائے تو سزا بن جاتا ہے ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا کہ سمیرا کا ایک دن فون آیا کہ پلیز شاہد کرن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم فلاں پارک میں آ جاؤ میں تم سے ملنا چاہتی

ہوں۔ میں یہ سوچ کر چلا گیا کہ ہوسکتا ہے کرن نے اس کو بھیجا ہو۔ اس کو شاید کوئی کام ہو۔ چنانچہ جب میں پارک میں گیا تو آگے سمیرا بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاں آؤ شاہد کیا حال ہے میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا کیا بات سمیرا آج ایسے اچانک کیسے آپ نے یاد کیا۔ بس اچانک وہ دراصل شاہد بات یہ کہ میں کئی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ آپ سے کس طرح کہوں اور دراصل کہنے سے ڈرتی تھی کہ شاید آپ برا نہ مان جائیں۔ وہ دراصل وہ دراصل میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ میں نے جب پہلے دن آپ کو دیکھا تھا تو دل آپ کے قدموں میں رکھ دیا تھا خدا کے لئے میرا پیار ٹھکرایئے گا مت جس سے تم پیار کرتے ہو وہ اچھی لڑکی نہیں ہے اس کے کئی لڑکوں کے ساتھ تعلقات ہیں یہ کہنا تھا کہ میں نے سمیرا کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا اور کہا کہ دفع ہو جاؤ آج کے بعد میرے سامنے مت آنا، تم نے میری کرن پر الزام لگایا۔

دوسرے دن میری ملاقات کرن سے ہوئی تو میں نے اس کو ساری بات بتا دی۔ کرن بہت خوش ہوئی اور کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا اس کی یہی سزا تھی۔ گھر جا کر جب سمیرا نے یہ بات کرن کو بتائی کہ شاہد نے آج مجھ سے محبت کا اظہار کیا مگر میں نے اس کو تھپڑ مارا کہ تمہیں شرم نہیں آتی پہلے میری کزن کے ساتھ تم سے پیار کرتے ہو مگر شاہد نے کہا کہ میں تو کرن سے پیار نہیں کرتا بلکہ وقت گزاری کی تھی۔ پتہ نہیں کیسے سمیرا نے کرن کو امپریس کر لیا کرن کے ذہن میں یہ شک پیدا ہو گیا کہ میں کرن سے نہیں بلکہ سمیرا سے پیار کرتا ہوں۔ واقعی عورت جب کسی سے پیار کرتی ہے تو تمام حدیں توڑ دیتی ہے شک کی ہلکی سی دیوار تمام رشتے ختم کر دیتی ہے۔

اگلے دن جب میں کرن سے ملنے کے لئے گیا تو کرن میرے پاس آئی اور مجھے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا لینے آئے ہو۔ تم تو بڑی وفا کی قسمیں کھاتے تھے اب کہاں گئی تمہاری وفا بے وفا دھوکے باز۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے پلیز کرن ایسا مت کہو میں نے تمہارے ساتھ کیا دھوکہ کیا ہے۔ جھوٹے پوچھتے ہو کیا کیا ہے مجھے تمہاری نیت پر پہلے دن سے ہی شک تھا جس دن تم سمیرا سے ملے تھے۔ تم مجھے کچھ بتاتے ہو اور کرتے کچھ ہو۔ آج کے بعد مجھے مت ملنا میرا اب تم سے کوئی رشتہ نہیں دفع ہو جاؤ۔ میں لٹے ہوئے آدمی کی طرح واپس کمرے میں آ گیا میں نے سمیرا کے نمبر پر فون ملایا کمینی تمہیں شرم آنی چاہئے کیا ملا تمہیں ہم دونوں کو الگ کر کے۔ مسٹر شاہد میں تم دونوں کو ملتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی کیونکہ میرا کزن رحمان کرن سے بہت محبت کرتا تھا اور وہ اس کے بنا جینا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اس نے کئی دفعہ کرن سے محبت کا اظہار کیا تھا مگر کرن ہر بار اس کو کہتی تھی کہ میں کسی اور سے پیار کرتی ہوں سو میرا مسئلہ حل ہو گیا اور ہاں آج کے بعد اس نمبر پر کال مت کرنا۔ اس طرح مجھے ایسا لگتا تھا کہ میری دنیا بھی ویران ہو گئی ہے۔ دل میں ہر بار یہ خیال جاتا تھا یہاں سے چھوڑ کر گھر چلا جاؤں کرن کی بے وفائی نے مجھے بہت اذیت پہنچائی۔

تیری بے وفائی کا گلہ کس سے کریں ساحر
ہم تو جینے کے لئے مرنے کی دعا کرتے رہے

دل ٹوٹ گیا یار ہم سے روٹھ گیا نہ کچھ اچھا لگتا نہ کھانے کو دل کرتا تھا نہ پینے کو کئی بار میں نے کرن کو اپنی سچائی بتانے کی کوشش کی مگر کرن تھی کہ میری بات سننا ہی گوارا نہ کرتی تھی۔ میں صبح صبح کرن کے کالج جانے سے پہلے اس کے کالج کے گیٹ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا تھا چلو کرن مجھ سے بات نہیں کرتی مجھے اس کا دیدار تو ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجھے ایک ماہ ہو گیا مگر کرن مجھ سے ابھی تک ناراض تھی۔ میں نے ایک دن کرن کا راستہ روک لیا اور اس سے کہا کہ پلیز آج آپ کو میری بات سننا ہو گی۔ کرن نے کہا کہ میں شور مچاؤں گی۔ چلو کرن آج کچھ بھی ہو جائے میں آپ کو اپنی سچائی بتا کر رہوں گا۔ پلیز کرن یہ جو تم سوچتی ہو سب غلط ہے وہ سب تمہاری کزن کی چال ہے وہ کوئی رحمان ہے اس کے لئے وہ مجھے اور آپ کو الگ کرنا چاہتی تھی۔ پلیز کرن اب مان جاؤ میں

تمہارے بنا جی نہیں سکتا پلیز کرن۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں پلیز کرن میں بے قصور ہوں۔ میں تم سے کتنی بار کہہ رہی ہوں کہ آج کے بعد میرے راستے میں مت آنا میرا اور تمہارا کوئی رشتہ نہیں آج میں آخری بار تم سے کہہ رہی ہوں۔ میں وہاں سے ناکام لوٹ کر آ گیا اب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں کبھی بھی وہاں اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ میں بچوں کی طرح پھوٹ کر رونے لگا۔ ان ساڑھے تین ماہ میں گھر بھی نہ آیا گھر سے جب بھی فون آتا تو پڑھائی کا بہانہ بنا دیتا۔ ابو ان ساڑھے تین ماہ میں میرے پاس دو تین بار آ چکے تھے اور ہر بار مجھے معقول رقم دے جاتے تھے۔ خیر دن گزرتے رہے ہر بار مجھے کرن کی بے وفائی یاد آتی رہی۔ ہر پل میں اس کے دھوکے فریب میں تڑپتا رہا۔ مجھے اب پیار سے نفرت ہو چکی تھی۔ اب جب کوئی دوست میرے سامنے پیار کا نام لیتا تو وحشت سی ہونے لگتی۔ کاش کہ کرن تم مجھ کو سمجھتی۔

محبت دھوکہ ہے اس کے دھوکے میں کبھی نہ آنا
اس میں کبھی بھی تم دل کو نہ جلانا
بے درد ہے وہ اور بے وفا ہے ساحر
اس بے وفائی سے تم ہر پل اپنے آپ کو بچانا

میں نے تو ہر پل تمہی سے پیار کیا تھا میرے دل میں تو صرف تم ہی تم تھیں اور کسی کو بسانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ کاش کاش کرن تم مجھ کو سمجھ پاتی۔ میں تو ایسے سمجھتا تھا کہ اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کو دیکھوں تو میرے لئے یہ گناہ ہے۔ اس کرن سے علیحدہ ہوئے مجھے چار ماہ ہو گئے میں نے سوچا کہ اب پیار محبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے میں نے اپنی پڑھائی پر توجہ دینی شروع کر دی اور خوب دل لگا کر پڑھنے لگا۔ ایک بار میرا کرن سے سامنا ہوا اسے بازار سے ایک کاپی خریدنی تھی مگر میں نے ایک نظر اس کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ کاپی خریدی اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا ایک بار پھر میں گزرے ہوئے ماضی کے بارے میں سوچنے لگا اور کرن کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کی وجہ سے میرے آنسو رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔ خیر ساری رات اس کی یادوں میں گزر گئی صبح اٹھا کالج کی تیاری کی۔

ایک دن ایسے ہی شام کا وقت تھا کرن کا فون آ گیا کیسے ہو۔ میں ٹھیک ہوں پلیز مجھے معاف کر دو میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں نے فون بند کر دیا۔ اس طرح تقریباً ہر روز کرن کا فون آتا مگر میں اٹینڈ ہی نہ کرتا تھا کیونکہ میرا اس بے وفا دنیا سے اعتبار اٹھ چکا تھا۔ میں اب دوبارہ پیار کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ ایک دن میں نے ایسے کرن کا فون اٹینڈ کیا خدا کے لئے اب مجھے تنگ مت کرو یہ رشتہ تم نے خود ہی ختم کیا تھا اب اس کو ختم ہی رہنے دو تو اچھا ہے اور ہاں میں اب تم سے نفرت کرتا ہوں آج کے بعد مجھے فون مت کرنا مہربانی کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کرنا۔ دوسرے دن تقریباً آٹھ بجے ایک انجانے نمبر سے کال آئی کہ آپ شاہد بول رہے ہیں میں نے کہا کہ ہاں شاہد بول رہا ہوں۔ یہ مجھے سمیرا کی آواز لگتی تھی۔ ہاں کہو کیا بات ہے۔ میں سمیرا بول رہی ہوں۔ ہاں کیا ملا میری زندگی برباد کر کے۔ پلیز شاہد مجھے معاف کر دو مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں دو دلوں کو جدا کر رہی ہوں۔ اب بکو مت کہو کیا بات ہے۔ اس نے رونا شروع کر دیا کہ شاہد کرن نے بلیچ پی لیا ہے یہ جو کپڑے دھونے والا ہوتا وہ پی لیا ہے اب اس کی حالت بہت خطرناک ہے وہ زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہے۔ اب آخری بار وہ تمہیں پکار رہی ہے خدا کے لئے ایک بار آ جاؤ۔ آپ کی مہربانی ایک بار آ جاؤ اب وہ مر رہی ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کو جواب دے دیا ہے ایک بار آ جاؤ چنانچہ میں نے سوچا کہ چلو چلا جاتا ہوں چنانچہ میں چلا گیا آگے گیا تو سمیرا کھڑی ہو گئی اور میرے پاؤں میں گر گئی۔ خدا کے لئے شاہد میں تم دونوں کی مجرم ہوں مجھے معاف کر دو۔ میں نے اس سے کہا کہ معافی مانگنی ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو مجھ سے کیا مانگتی ہو۔ چنانچہ میں آگے کمرے میں گیا تو کرن بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ نحیف سی آواز میں بولی

کیسے ہو شاہد میں نے خاموشی سے جواب دیا ٹھیک ہوں۔ یعنی میں نے اپنا سر ہلایا۔ شاہد مجھے معاف کر دو اب میرا آخری وقت آ گیا ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔ یہ کیا کر دیا کرن ...... کرن یہ کیا کر دیا۔ بس شاہد میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا اور تم نے کئی بار مجھے اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا مگر میں پاگل سمجھ ہی نہ سکی۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہیں آخری بار اس لئے بلایا کہ اب میں تمہارا جی بھر کر دیدار کر سکوں۔ نہیں کرن میں تو ہمیشہ سے تمہارا ہوں تمہارا ہی رہوں گا اب میں آ گیا ہوں تم تو ہمیشہ سے I love you میری ہو۔ یہ کہنا تھا کہ کرن نے ایک ہچکی لی اور مجھے چھوڑ کر دارِ فانی سے رخصت ہو گئی۔

آج میں بہت زیادہ رو رہا تھا کاش کرن میں نے اس وقت تمہاری بات سن لی ہوتی یا تم نے میری بات سن لی ہوتی تو آج ہم ہمیشہ کے لئے اس کی سزا نہ بھگتتے۔ کرن میں تو اب بھی تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ چنانچہ میں نے کرن کا جنازہ پڑھا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں فیصل آباد کو چھوڑ دوں گا اور میں نے چھوڑ دیا۔

قارئین! یہ تھی میرے دوست کی کہانی جو آج بھی اپنی محبوبہ سے بہت پیار کرتا ہے اور اب بھی اس کی یادوں میں جلتا رہتا ہے۔ قارئین! ایک گذارش ہے کہ کسی کی جھوٹی باتوں میں آ کر کسی کا دل مت توڑیئے۔ پیار اعتبار کا دوسرا نام ہے۔ جب ہم کسی سے پیار کرتے ہیں تو ہمیں اس پر مکمل اعتماد کرنا چاہئے اور اس کی باتوں پر مکمل یقین کرنا چاہئے۔ قارئین! زندگی گزارنے کا دوسرا نام محبت ہے۔ محبت کے بنا زندگی ہے ہی کیا۔ آخر میں قارئین سے یہ التجا کروں گا کہ پلیز کسی کی جھوٹی باتوں میں مت آؤ کیونکہ یہ دنیا دو دلوں کو ملتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ آخری لفظوں میں قارئین کی آراء کا منتظر رہوں گا کہ کہانی لکھنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں۔

☆❖☆

غزل

یہ راہ وفا کی صلیب پر، دو اٹھانے کا شکریہ
بڑا پرخطر تھا یہ راستہ، تیرے لوٹ جانے کا شکریہ
تیری یاد جانے کس بھیس میں
میرے شعر و نغمات میں ڈھل گئی
یہ کمال ہے تیری یاد کا، مجھے یاد آنے کا شکریہ
مجھے خستہ حال دیکھ کر،
تیرے پھول سے ہونٹ کھل اٹھے
مجھے غم نہیں اس بات کا، تیرے مسکرانے کا شکریہ
یہ زمانے بھر کا اصول تھا، وہ اصول تو نے نبھاہ دیا
یہی رسم ٹھہرے گی معتبر، مجھے بھول جانے کا شکریہ

☆......راجہ فیصل مجید-کراچی

غزل

تم نے میری زندگی کا مذاق بنا رکھا ہے
ہم نے پھر بھی تجھے دل میں بسا رکھا ہے
ہمیں اس گلی سے مطلب تو نہیں
تم نے ملنے کا بہانہ بنا رکھا ہے
بتا ہم کدھر جائیں تیرے بغیر ایس
تیرے عشق نے دیوانہ بنا رکھا ہے
تم ہم سے دور رہنا چاہتی ہے تو لاکھ رہو دور
دل میں تیری یادوں کا افسانہ بنا رکھا ہے
ہم تو تمہیں اپنا ہی سمجھتے ہیں
اک تم ہو جس نے بیگانہ بنا رکھا ہے

☆......محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

روشنی

☆ پریشانی میں خاموش ہونے سے کم، صبر کرنے سے ختم اور شکر کرنے سے خوشی میں بدل جاتی ہے۔

☆ اپنے اللہ سے ہمیشہ اچھی اُمید رکھو کیوں کہ اُس کی ذات سے جیسی اُمید رکھو گے اُس کو ویسا ہی پاؤ گے۔

مرسلہ: محمد زبیر عطاری-لاہور

صدف مسکان کا انتخاب

یادوں کے دیپ

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
وہ شام جیسے سسک رہی تھی
کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے
عجیب قصہ سنا دیا
کہ جس کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے
نہ جانے کس سانحے کے غم سے
شجر جڑوں سے اُکھڑ رہے تھے
بہت تلاشا ہم نے تم کو
ہر ایک راستہ ہر ایک وادی
ہر ایک پربت، ہر ایک گھاٹی
مگر تمہیں سے خبر نہ آئی
یہ کہہ کر پھر ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے راستوں کو ڈھونڈ لیں گے
مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر دیتی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزار چکی تھی
فلک پہ تارے نہیں رہے تھے
گلاب سارے نہیں رہے تھے
وہ جن سے بستی تھی دل کی بستی
وہ لوگ سارے نہیں رہے تھے
یہ المیہ سب سے بالاتر تھا
کہ ہم تمہارے نہیں رہے تھے کہ
تم ہمارے نہیں رہے تھے
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزار چکی تھی

غزل

میں نے کب درد کے زخموں سے شکایت کی ہے
ہاں میرا جرم ہے میں نے محبت کی ہے
چلتی پھرتی لاشوں کو گلا ہے مجھ سے
شہر میں رہ کر میں نے جینے کی حسرت کی ہے
آج پہچانا نہیں جاتا چہرہ اس کا
اِک عمر میرے دل پہ جس نے حکومت کی ہے
آج پھر دیکھا ہے اُسے محفل میں پتھر بن کر
میں نے آنکھوں سے نہیں دل سے بغاوت کی ہے
اُس کو بھول جانے کی غلطی بھی نہیں کر سکتا فراز
ٹوٹ کر کی ہے تو صرف محبت کی ہے

غزل

اتنی شدت سے تمہیں چاہا تھا
تم جدا ہو جاؤ گے کبھی سوچا نہ تھا
کچھ اپنوں کے ستم کچھ زمانے کے ستم
اپنے ہی بن جائیں گے غیر کبھی سوچا نہ تھا
زندگی میں صرف پیار و محبت دیکھی ہم نے
لیکن اب ملیں گے صرف درد و غم کبھی سوچا نہ تھا
اب کیسے بیان کریں اپنی غم داستان مسکان
اب کوئی نہ ملے گا ہمدرد کبھی سوچا نہ تھا

بہت تکلیف دیتا ہے

بہت تکلیف دیتا ہے کسی کو الوداع کہنا
دکھائی کچھ نہیں دیتا بھائی کچھ نہیں دیتا
کوئی اپنا کہ جس کا نام اپنے دل پہ لکھا ہو
بہت تکلیف دیتا ہے اُسی کو الوداع کہنا
جسے دل میں بسایا ہو بڑے ہی مان سے
جس کو کبھی اپنا بنایا ہو بہت تکلیف دیتا ہے
کسی اپنے، کسی سپنے، کسی خواہش کو
الوداع کہنا بہت تکلیف دیتا ہے

کیا لکھوں

سوچتا ہوں کیا لکھوں ...... سوچا دل کا حال لکھوں ...... پر جو دل میں رہتا ہے اسے حال دل کیا لکھوں ...... سوچا پیار کی باتیں لکھوں ...... پر جو خود پیارا ہے اسے پیار کے بارے میں کیا لکھوں ...... سوچا زندگی کی کہانی لکھوں ...... پر جو خود زندگی ہے اسے فسانہ زندگی کیا لکھوں ...... سوچا چند خوشیاں لکھوں ...... پر جو خود ہر خوشی ہے اسے اسبابِ خوشی کیا لکھوں ...... سوچا خواب لکھوں ...... پر جو خود میری حقیقت ہے اسے داستانِ شب کیا لکھوں

ہمیں تم سے محبت ہے

چلو اک نظم لکھتے ہیں...... کسی کے نام لکھتے ہیں ...... مگر یہ سوچنا ہے اب کہ اس میں ذکر کس کا ہو...... کہ اس میں ذات کس کی ہو...... اور یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ جس پہ نظم لکھتے ہیں ...... ہمیں اس سے محبت ہے ...... ہمارے سارے جذبوں کو بس اُس کی ہی ضرورت ہے...... چلو اک کام کرتے ہیں کہ ہم جو نظم لکھتے ہیں ...... تمہارے نام کرتے ہیں ...... تمہی عنوان ہو اس کا ...... تمہارا ذکر ہے اس میں...... تمہاری بات ہے اس میں...... تمہاری ذات ہے اس میں...... ہمیں تم سے محبت ہے

☆......**صدف مسکان**
مردان

اپنی خطا

✍......احمد نجمی دُکھی- کالا باغ

اگر انسان زندگی میں کسی سے پیار کرے تو پھر اس پیار کو بھلانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے بھی اسے پیار کی، میرے راستہ میں بھی جدائیاں ڈالی گئیں، مجھے بھی امتحان کے پل صراط سے گزرنا پڑا لیکن میں اسے بھول نہ پایا اور نہ ہی ایسا کبھی ہوگا...... ایک درد بھری کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

پیارے قارئین سنڈے کو چھٹی کی وجہ سے میرے کزنوں نے اپنے قریبی دریا دریائے سندھ پر کشتی رانی کے ذریعے پکنک کا پروگرام بنایا۔ میں اپنے شہر کالا باغ کی اس دریا کی وجہ سے خوبصورتی کا پہلے بھی اپنی کہانی ''تیرے رنگ رنگ'' جو کہ ماہ نومبر 2009ء میں شائع ہوئی تھی، میں ذکر کر چکا ہوں کہ ہمارے شہر کی بہت زیادہ خوبصورتی اسی دریا اور پہاڑ کی وجہ سے ہے۔ بہر حال ہم لوگ ابھی پکنک پہ جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اچانک حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میری کزن نے دروازہ کھولا تو نقاب پوش دو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ اندر کمرے میں بیٹھنے پر معلوم ہوا کہ میری بڑی کزن کنول کی کلاس فیلو ہیں۔ بی ایس سی کرنے کے بعد اب دو سالوں سے گھر میں فارغ ہی ہوتی ہیں۔ میری تینوں کزنوں نے انہیں مشروب وغیرہ سے تواضع کی تو تھوڑی ہی دیر بعد کنول نے مجھے بلایا دوسرے کمرہ سے کہ نجمی بھائی میری یہ دونوں سہیلیاں اور کلاس فیلو صرف آپ کو ہی ملنے آئی ہیں کوئی ضروری کام ہے آپ سے۔ میں نے کہا کہ کنول مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے حالانکہ میں تو انہیں جانتا تک نہیں ہوں۔ کنول نے کہا۔ یہ تو بھائی مجھے بھی معلوم نہیں لیکن آپ اندر تو آئیں۔ بہر کیف مجھے شرماتے ہوئے اندر جانا ہی پڑا۔ میں نے سلام کیا تو دونوں نے دھیمی سی آواز میں میرے سلام کا جواب دیا تو تھوڑی ہی دیر بعد کنول نے کہا کہ یہ دائیں طرف میری دوست سحرش ہے اور یہ سامنے میرے گل رخ ہے میں چونکہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ آنکھیں جھکا کر بیٹھا ہوا تھا اس لئے جب اچانک نظر پڑی تو میں گل رخ کو دیکھتے ہوئے ایک لمحہ اپنی پلکیں جھپکانا بھول ہی گیا کہ اللہ کی دنیا میں ایسے حسین وجمیل چہرے بھی چھپے پڑے ہیں۔ میری لڑکھڑاتی زبان میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے پوچھ ہی لیا کہ جی بہناں بتائیں میں ناچیز آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اسی اثناء میں گل رخ نے ماہ نومبر 2010ء کا جواب عرض اپنی گود سے نکال کر میرے سامنے کیا کہ نجمی بھائی آپ کی لکھی ہوئی کہانی جواب عرض میں پڑھی تو بڑی دیر سے ہم آپ کا گھر ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے۔ شہر کی زیادہ آبادی ہونے کی وجہ سے ہم نے کئی جگہ سے آپ کے گھر کا پتہ لگوایا بالآخر ہم کامیاب ہو ہی گئے۔ یہ میری رازدان بہت ہی گہری دوست سحرش ہے۔ میری حالت کے ایک ایک لمحہ کی واقف کار ہے۔ باقی باتیں یا میرے گزرے حالات آپ کو ہم دونوں بتائیں گی لیکن تھوڑی سی علیحدگی میں۔ گل رخ نے میرے سامنے صرف اتنی ہی باتیں کیں تو میں سب کچھ سمجھ گیا اور اپنی کزنوں اور بھانجی بھانجوں کو پکنک کا پروگرام سمجھا دیا کہ میری مجبوری آپ سب کے سامنے ہے اس لئے میں سب سے

معذرت خواہ ہوں ان شاء اللہ پھر کسی دن میں آپ کو اپنے خرچ پہ لے جا کر خوب انجوائے کراؤں گا۔ سبھی نے مجبوراً میری بات کو سراہا اور پکنک پہ چلے گئے لیکن بڑی کزن کو میں نے نہ جانے دیا کہ جب تک آپ کی فرینڈز یا کلاس فیلو ادھر ہیں آپ کہیں بھی نہیں جا سکتی جو کہ اس نے میری بات مانتے ہوئے عمل بھی کیا اور اپنی دوستوں کے لئے اور میرے لئے چائے بنانے میں مصروف ہوگئی۔

دوبارہ پھر میں کمرہ میں حاضر ہوا جہاں گل رخ اور سحرش میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا۔ جی بہناں بتائیں میں آپ لوگوں کے کیا کام آ سکتا ہوں تو گل رخ بولی کہ بھائی میں اپنی آپ بیتی نا صرف آپ کو سنانے آئی ہوں بلکہ اس پیارے رسالے کی زینت بھی بنانا چاہتی ہوں تا کہ میں نے جو دھوکہ کھایا ہے وہ میری کوئی اور بہن نہ کھائے۔ کیونکہ یہ دور بھی ایسا ہے جب کوئی آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیتا ہے تو وہی دھوکہ کھا جاتا ہے۔ قارئین اسی لمحے میں نے گل رخ کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کو بھی دیکھ لیا تھا جو وہ مجھ سے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اسے دلاسہ دیا کہ نہیں بہناں سبھی انسان ایک برابر نہیں ہیں آپ صبر و تحمل سے کام لیں۔ سب سے پہلے تو آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں ہی آپ کی آپ بیتی کو جواب عرض کی زینت بناؤں جس کا میں آپ کا بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ میں پہلے بھی اپنے شہر کالا باغ کی ایک سسکتی تڑپتی اور حوا کی بیٹی کی داستان رقم کر چکا ہوں اور ان شاء اللہ آپ کی سٹوری کو بھی میں دن رات کی محنتوں سے جلد از جلد مکمل کر کے پیارے انکل شہزادہ عالمگیر کی گود میں ضرور ڈالوں گا آپ مطمئن رہیں اور اپنی آپ بیتی کا آغاز کریں۔ اس سے پہلے کہ گل رخ اپنی کہانی کا آغاز کرتی میری کزن کنول سموسے اور چائے ٹرے میں سجائے ہمارے سامنے پڑی میز پر رکھ کر بولی کہ لو جناب گرما گرم سموسے اور چائے لیجئے اور ساتھ باتیں بھی کیجئے یہ لو ہم تو اپنا چائے کا کپ اٹھائے چلیں ہیں باہر لان میں تم جانو اور جانے تمہارا کام۔ کنول نے ہم سب کو ہنسانے کے سے موڈ میں کہا تو یقیناً میرے منہ سے ہنستے ہوئے یہ الفاظ نکلے کہ کنول کی بچی تم واقعی بڑی تیز ہو تو ہم سب نے ہنستے ہوئے چائے کے کپ تھام لئے۔

قارئین گل رخ نے اپنی آپ بیتی کچھ اس طرح شروع کی کہ میں اس شعر کے ساتھ آپ کی نذر کرتا ہوں۔

کبھی شکستوں کے دکھ اٹھائے تو اس سے پوچھوں
وہ میری طرح ٹوٹ جائے تو اس سے پوچھوں
مجھی اُسے محبت میں کون سا دُکھ دیا ہے میں نے
کاش کبھی خطا کھائے تو اُس سے پوچھوں

کالج سے چھٹی ہونے پر میں اپنی اس دوست سحرش کے ساتھ گھر کو لوٹ رہی تھی، یہ کالج ہمارے اسی شہر کے وسط میں ہے، اسی لئے ہمارے گھر سے پیدل تقریباً دس منٹ کی مسافت طے کرنا پڑتی تھی۔ ہم دونوں سہیلیاں جیسے ہی اپنے گھر کی گلی کا موڑ مڑیں تو حسب معمول وقار اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ کئی ماہ سے انہی آوارہ لڑکوں کے ساتھ یہیں کھڑا ہوتا تھا۔ اس کی سب سے بُری عادت یہ تھی کہ ہمارے گزرنے پر روزانہ ہی کوئی نہ کوئی جملہ بول لیا کرتا تھا۔ مجھے روزانہ اس کی اس حرکت سے بڑی کوفت ہوتی تھی اور ہر بار میں درگزر سے کام لیتی رہی لیکن وہ آوارہ مزاج لڑکا اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ ہم اپنے والدین یا بھائیوں سے اس کی شکایت کر سکتی تھیں لیکن ہم نے ایسا کچھ نہ کیا کہ گھر بتانے سے بات بڑھ جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ ہمارا کالج جانا بھی بند ہو جائے۔ نجمی بھائی تم تو شاید جانتے ہو کہ ہمارا خاندان کتنا غیرتمند ہے۔ ہم لوگ غیرت کے لئے جان تک کی پرواہ نہیں کرتے لیکن ہم دونوں سہیلیاں ان کی یہ آوارہ حرکتیں اس لئے بھی درگزر کرتی رہیں کہ ایف کے ایگزام بالکل نزدیک تھے۔ اس دن بھی وہ ہمیں گلی کا موڑ مڑتے دیکھ کر انہی آوارہ لڑکوں کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔ جیسے ہی ہم دونوں قریب پہنچیں تو کچھ اس طرح کی اس نے بکواس

کی کہ لگتا ہے آج کل امتحانوں کی تیاریاں زور و شور پر ہیں تبھی تو اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑھی جا رہی ہیں۔ اس نے یہ جملہ بولا ہی تھا کہ اس کا ایک ساتھی لڑکا کہنے لگا کہ یار وکی یہ کتنی ہی کیوں نہ موٹی موٹی کتابیں پڑھیں کرنا تو ان کو ہانڈی چولہے کا ہی کام ہے یا پھر ساری زندگی شوہر کی غلام بن کے ہی رہنا ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی بول پڑی کہ تبھی تو تم جیسے آوارہ لڑکوں کو یہاں کھڑا ہونا نصیب ہوا ہے۔ میں نے وہیں تھوڑا سا توقف کر کے یہ جواب دیا تو ان میں وقار نام کا لڑکا بولا کہ ارے ارے انہیں بولنا بھی آ گیا ہے۔ سبھی لڑکوں نے ہمارا تمسخر اڑایا تو میرا غصہ کنٹرول سے باہر ہو گیا۔ ارے بے غیرت تجھے شرم نہیں آتی اپنی ماں یا بہن گھر میں نہیں ہے کیا؟ جاؤ ایک بار اپنی ماں بہن کو یہی جملے بول کے آؤ نہیں تو ادھر باہر نکالو ہم اپنے بھائیوں کو بھیجتی ہیں کیا یہ سب تم لوگ برداشت کر لو گے۔ ہم بھی آخر کسی کی عزت ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو اگر تمہاری ان غلیظ حرکتوں کی خبر لگ جائے تو وہ تمہیں کچا چبا جائیں گے۔ کمینے آدمی غیرت سے ڈوب مرو۔ وہ اور لڑکیاں ہوں گی جو تمہارے یہ گھٹیا جملے سن کر خاموش رہتی ہوں گی۔ اگر آئندہ کوئی بھی تم نے اس طرح کی حرکت کی تو جوتا اتار کر تمہارا حلیہ بگاڑ دوں گی۔ کتے کمینے بدتمیز اگر تم میں ایک رتی برابر بھی غیرت ہوئی تو آئندہ کسی کی بہن اور بیٹی کو تنگ نہیں کرو گے۔ یہ کہتے ہوئے میں اور سحرش آگے بڑھ گئیں۔ سحرش مجھے آج پہلی بار غصے میں آگ بگولہ دیکھ کر واقعی حیران رہ گئی کیونکہ سحرش نے مجھے اس طرح پہلے غصے میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سحرش مجھ سے مخاطب ہوئی کہ گل تم واقعی گل ہو یعنی ایک تر و تازہ پھول ہو تم نے تو آج کمال کر دیا ان کی ایسی آؤ بھگت کی کہ یقیناً آج سے پہلے اس طرح کسی نے نہ کی ہو گی۔ کیا کرتی سحرش برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے جب دیکھو ان کا یہی کام ہے۔ کیا ان کی اپنی مائیں بہنیں گھر میں نہیں ہیں جو دوسری لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اچھا چھوڑو گل ان کی آج بڑی ہو گئی ہے اگر تھوڑی سی بھی شرم ہوئی تو آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ سحرش نے میرا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مجھے تھپکی دی اور ہم گھر پہنچ گئے۔

نجمی بھائی تقریباً ایک ہفتہ وہ لڑکے وہاں کھڑے نظر نہ آئے، ہمیں بھی ایسا محسوس ہوا کہ شاید انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ شاید انہیں ایسا کرنے میں شرمندگی محسوس ہوئی ہو لیکن سب کچھ میری سوچ کے برعکس نکلا۔ ٹھیک ایک ہفتہ بعد ہمیں پھر وقار اسی جگہ اکیلا کھڑا نظر آیا۔ میں نے بھی آج سحرش کو بتا دیا تھا کہ اگر اس نے آج وہی پہلے والی حرکت کی یا کوئی ایسے ویسے الفاظ بولے تو میں آج اس پر جوتوں کی بارش کر دوں گی لیکن تم بھی کھڑے ہو کر تماشا مت دیکھنا اپنا تھوڑا بہت حصہ ضرور شامل کر لینا لیکن نجمی بھائی جیسے ہم نزدیک گئے تو اس نے ایک نظر ہم دونوں کو دیکھا ضرور لیکن کچھ نہ کہا اور آگے بڑھ گیا۔ پورا ایک ماہ اس کی کیفیت یہی رہی بڑے معصومانہ انداز کا مظاہرہ کرتا بالکل اکیلا چپ چاپ وہیں کھڑا رہتا اور ہمیں آتا دیکھ کر چلا جاتا۔ نجمی بھائی اس کی اس نئی حرکت پر مجھے الجھن سی رہتی کہ جیسے وہ ہمیں کچھ نہ کہہ کر نفسیاتی طور پر پریشان کرنا چاہتا ہو لیکن ہم ہر روز ہوشیار ہی رہتی تھیں کہ کبھی تو کچھ بولے گا۔ نجمی بھائی اس بات کو تقریباً ڈیڑھ ماہ گزر گیا اب تو وہ کبھی کبھار نظر آنے لگا ہر بار اس کے چہرے پر پریشانی عیاں ہوتی تھی۔ ایک دن سحرش مجھ سے کہنے لگی کہ دیکھو گل کہ آپ نے کیا خوب کھری کھری سنائیں تھیں کہ اسے تو بالکل پکی چپ لگ گئی ہے۔ میں نے کہا۔ سحرش ایسا کرنا ضروری ہو گیا تھا ورنہ ان کی روز بروز بدتمیزی بڑھتی جا رہی تھی۔ لڑکیاں اکثر بے عزتی کے خوف سے ان کو جواب نہیں دیتی ناں اس لئے ان کا حوصلہ پھر بڑھ جاتا ہے۔ ایسے لڑکوں سے تو میری جوتی بھی نہیں ڈرتی۔ آج کے بعد دوسری لڑکیاں بھی ایسے شرارتیوں کی شرارتوں سے محفوظ ہو گئی ہیں۔ یو آر ویری گریٹ فل فرینڈ یار گل تم واقعی بہت عظیم ہو، اسی لئے تو مجھے آپ کی دوستی پر فخر ہے۔ سحرش نے زبردستی میرے ہاتھ چوم لئے اور نو یار ایسی باتیں نہ کیا کرو ہم صرف دوست ہی نہیں

بلکہ بہنیں بھی ہیں۔
نجمی بھائی اسی طرح دو ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن سحرش بہت تیز بخار ہونے کی وجہ سے کالج نہ آئی تو تقریباً ایک ہفتہ مجھے اکیلا ہی جانا پڑا۔ میں ہر روز آتے جاتے اس کو وہیں اکیلا تن تنہا بیٹھا دیکھتی وہ بالکل منہ سے کچھ نہ بولتا ہر بار وہ مجھے دور سے آتا دیکھ کر منہ نیچے کر لیتا تھا اس کی اس معصومیت پر اب مجھے بھی بہت زیادہ حیرت ہونے لگی تھی کہ اسے اب کیا ہو گیا ہے۔ دوسرے دن پھر میں اکیلی کالج سے واپس آ رہی تھی ٹھیک ڈیڑھ بجے کا ٹائم تھا بہت زیادہ گرمی ہونے کے باعث گلی بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی ہر کوئی اپنے گھروں میں نیند کے مزے لے رہا تھا۔ مجھ سے دو تین لڑکیاں آگے گزر گئی تھیں لیکن وہ مجھ سے کافی آگے تھیں۔ میرے پیچھے بھی کوئی لڑکی نہ تھی اتنے میں جب میں وقار کے نزدیک آئی تو وہ مجھے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں ویسے بھی چوکنا تھی کہ شاید اگر ایسی ویسی کوئی حرکت کرے گا تو آج دیکھ لوں گی اسے لیکن نجمی بھائی اس نے ایسا کچھ نہ کیا اور میرے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا اور آج بھی منہ لٹکا کر کچھ بھی نہ بولا۔ میں خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گئی لیکن وہ وہیں پر کھڑا رہا۔ اس کے اس طرح کرنے پر میرے دل میں عجیب و غریب سوچیں جنم لینے لگیں کہ وہ روزانہ اتنی دھوپ میں کیا میرے لئے ہی کھڑا ہوتا ہے۔ کیوں کھڑا ہوتا ہے اور آج اس کے خالی ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنا شرمندہ ہونا اور کچھ نہ بولنا آخر یہ سب کیا ہے؟ ان سوالوں کا میرے پاس کوئی جواب نہ نکل سکا۔ ہاں مجھے دلی طور پر افسوس ضرور ہوا۔ آج میں سیدھی سحرش کے گھر گئی۔ اس کا حال احوال پوچھا طبیعت کیسی ہے سحرش۔ آج تو پہلے کی نسبت ٹھیک ہوں جان۔ سحرش نے جواب دیا تو پھر میں تھوڑی دیر بعد سحرش کے سامنے سارا غبار نکال دیا لیکن سحرش نے سنی ان سنی ایک کر دی یعنی میری بات کو سوچا نہیں تھا بلکہ یہ کہا کہ دیکھو گل لڑکے اپنی بے عزتی کی خاطر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ایک دو دن تک میں بھی تمہارے ساتھ پھر سے کالج جایا کروں گی، تم بہت زیادہ محتاط طریقے سے وہاں سے گزرا کرو۔ خود بخود ہی دفع دور ہو جائے گا۔ سحرش کی باتیں تو بہت اچھی تھیں لیکن میں نے دلی طور پر کوئی بھی دھیان نہ دیا۔ پھر میں شام سے پہلے گھر چلی گئی لیکن اس کا وہ معصومانہ انداز سے دھوپ میں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے کھڑے رہنا مجھے بار بار اپنی طرف متوجہ کرتا رہا۔

رات جب بستر پر لیٹی تو وہی انداز بالکل میری آنکھوں کے سامنے آ گیا تو دل نے سوال کیا کہ گل آخر اس میں اس کی کیا سازش یا چالاکی ہو سکتی ہے لیکن میں اپنے دل کو کوئی بھی جواب نہ دے پائی۔ ہر بار میں ناکام رہی آج پہلی بار میں سوچوں میں ڈوب کر بہت دیر سے نیند کی آغوش میں گئی ورنہ رات میں بہت جلد سو جایا کرتی تھی۔ صبح امی نے زبردستی جگایا کہ گل رخ کیا بات ہے بیٹا دیکھو تو سہی کیا ٹائم ہو گیا آج کالج نہیں جانا۔ میں جلدی سے اٹھی فریش ہو کر ناشتہ کیا اور کالج روانہ ہو گئی۔ سحرش کا پتہ کیا تو سحرش نے کہا کہ جان میں ان شاء اللہ کل ضرور آؤں گی اب طبیعت کافی سنبھل چکی ہے۔ پھر میں جیسے ہی اس گلی کا موڑ مڑی تو وہ آج پھر حسب معمول وہاں اکیلا تن تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میں قریب سے گزرنے لگی تو اس نے مجھے ایک نظر دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ مجھے ہر روز حیرانگی اس بات پر ہوتی کہ وہ مجھے نقاب میں پہچان کیسے لیتا ہے حالانکہ کافی تعداد میں میری ہم عمر لڑکیاں نقاب میں ہی ہوتی تھیں لیکن وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا جیسے ہی میں اس کے سامنے سے گزرنے لگتی وہ مجھے ضرور دیکھتا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ اس کے پاس کون سا جرمن والا آکٹوپس ہے جو میری نشاندہی کر لیتا ہے۔ بہرحال جیسے تیسے میں نے کالج کے پیریڈ گزارے اور ٹھیک ایک بجے کے قریب چھٹی ہو گئی۔ میں نے بھی اپنی کتابوں والا بیگ آہستہ آہستہ اٹھانا شروع کیا سبھی لڑکیاں کمرۂ کلاس سے تقریباً نکل چکی تھیں صرف دو تین لڑکیاں ہی میرے پیچھے تھیں جنہوں نے اور راستہ سے اپنے گھر کو جانا تھا۔

میں بھی آہستہ آہستہ گھر کو چل پڑی۔ جب اس گلی کا موڑ مڑی جہاں وہ مجنوں بیٹھا ہوتا تھا ابھی میں اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی کہ وہ مجھے پہچانتے ہوئے پھر کھڑا ہو گیا اور پھر کل کی طرح ہاتھ جوڑ کر بولا کہ آئی ایم ویری سوری، میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں اس لئے خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ آپ بہت عظیم ہیں کہ آپ ہماری غلطیوں کو برداشت کرتی رہیں لیکن انسان زیادہ دیر برداشت بھی نہیں کر سکتا اور پھٹ پڑتا ہے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ میں بہت شرمندہ ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مجھے بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لہٰذا آئندہ میں آپ کو ایسا موقع کبھی نہ دوں گا آپ ایک بار مجھے معاف کر دیں پلیز۔ اس کے اس معصومانہ انداز پر مجھے بہت رحم آیا گو کہ میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے میں نے معاف کر دیا ہے یو آر ویری گریٹ تھینک یو سوچ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس نے ایک چھوٹا سا تہہ شدہ کاغذ میرے سامنے پھینکا کہ پلیز اسے اٹھا لینا۔ یہ کہتے ہوئے وہ بہت تیزی سے دوسری گلی کا موڑ مڑ گیا۔ مجھے مجبوراً وہ تہہ شدہ کاغذ اٹھانا پڑا کہ کوئی اور راہگیر نہ اٹھا لے نہ جانے اس میں کیا لکھا ہو گا جو کچھ بھی لکھا ہو گا بغیر پڑھے آگ میں جلا دوں گی۔ میں گھر آئی فریش ہو کر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کی غرض سے اپنے کمرے میں لیٹ گئی لیکن بیڈ پر لیٹتے ہی میرا دھیان اس کے کاغذ کی طرف بار بار جا رہا تھا کہ کیا کچھ لکھا ہو گا اس میں۔ دل نے کہا۔ گل رخ کھول تو سہی پڑھنے میں کیا حرج ہے یہی وجہ ہے کہ جب انسان دل کی باتوں میں آ جاتا ہے تو خطا اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ نجمی بھائی میرے ساتھ بھی کچھ یہی ہوا میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تہہ شدہ کاغذ بیگ کی جیب سے نکالا اور پڑھنے کے لئے کھولا تو پرفیوم کی خوشبوؤں سے معطر کاغذ کو کھولتے ہی میرے جسم و جان میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی جس میں لکھا تھا۔

مہربان و گریٹ و محسن اجنبی آداب عرض۔ میں اپنی غلطی پہ نادم ہوں، میں آپ سے تہہ دل سے معذرت کرتا ہوں کہ میری گندی حرکت پر آپ کو تکلیف پہنچی اگر ہو سکے تو مجھے تہہ دل سے معاف کر دیں جس کا میں آپ کا تا زندگی مشکور و ممنون رہوں گا۔ دراصل میں جو کچھ بھی کرتا رہا صرف آپ کو اپنے دل کا حال بتانے کے لئے کیا۔ دوسروں کی باتوں میں آ کر آپ کے دل کو ٹھیس پہنچاتا رہا جس کا افسوس مجھے اس وقت تک رہے گا جب تک آپ کی طرف سے کوئی معافی قبول ہونے کا پیغام نہیں آ جاتا بلکہ میں اس وقت تک اپنے آپ کو کوستا ہی رہوں گا۔ ڈر بھی لگتا ہے کہ خدانخواستہ یہ کاغذ کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے اور آپ کی عزت میں کوئی فرق آئے اب میں اور زیادہ برداشت نہیں کر سکوں گا میں روزانہ دھوپ میں صرف اپنی معذرت کی وجہ سے کھڑا ہوتا ہوں کہ کب موقع لگے اور میں آپ کو اپنا حال دل بتاؤں اگر آپ میری غلطی کو درگزر کریں گے تو اپنا موبائل نمبر لکھ رہا ہوں مجھے جلدی آگاہ کر دینا یا پھر ایک سادہ ایس ایم ایس کر کے بتا دینا تا کہ میرے دل کا غبار کچھ ہلکا ہو سکے۔ اگر پھر بھی آپ کا غصہ برقرار رہے تو یہ سوچ لینا کہ صبح کا بھولا شام کو واپس آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ اگر ایک ہفتہ انتظار کرنے کے باوجود بھی تم کوئی جواب نہ دے سکی تو ٹھیک آج سے آٹھویں دن میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔ آپ کے جواب کا منتظر بدنصیب وکی۔

نجمی بھائی کاش یہ خط پڑھنے سے پہلے مجھے موت آ جاتی تو اچھا تھا لیکن ایسا کچھ نہ ہوا یہ لیٹر کیا پڑھا کہ میرے دل پہ میرا کنٹرول مجھے مشکل نظر آنے لگا۔ اس کے لیٹر میں لکھے عاجزانہ و انکسارانہ الفاظ نے میری سوچوں کو اپنے حصار میں لے لیا۔ لیٹر پڑھنے کے بعد اس کی معصومیت نے مجھے چارپائی سے اٹھنے نہ دیا کہ چلو جا کر اس واقعہ کی سحرش کو ہی خبر دے دوں۔ دوسرے دن ساری رات جاگنے سے جلدی نہ اٹھ سکی لیکن لڑکھڑاتے قدموں سے تیاری کر کے سحرش کے پاس جا پہنچی۔ بتانے پر پتہ چلا سحرش تو اپنے کمرے میں ہے۔ میں سیدھی اندر چلی گئی۔ سحرش ابھی سو رہی ہے۔ او جان تم ابھی تک سو

رہی ہو۔ میں نے سحرش کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تو سحرش نے آنکھیں کھول لیں۔ یار اب بھی طبیعت مکمل طور پر درست نہیں ہوئی۔ تو ٹھیک ہے سحرش آج میں بھی پورا دن آپ کے پاس ہی گزاروں گی۔ میں نے بھی آج کالج نہیں جانا، دونوں آج خوب باتیں کریں گی۔ سحرش نے مجھے بہت کہا کہ پگلی تم میری وجہ سے چھٹی نہ کرو لیکن میں نہ مانی یوں میری ضد کے سامنے سحرش ہار گئی۔ میں نے تھوڑی ہی دیر بعد کل کا سارا واقعہ سحرش کو بتا دیا تو سحرش حیرانگی سے میرا منہ دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ سحرش حیران ہونے سے پہلے یہ لیٹر خود ہی پڑھ لو۔ سحرش نے لیٹر پڑھ کر کہا تو پھر گل جی آپ نے کیا سوچا ہے لیکن مجھے آپ کی سرخ آنکھوں سے لگتا ہے کہ تم بھی اپنا دل ہار گئی ہو۔ ہاں سحرش اس کی معصوم ادائیں مجھے بار بار مجبور کرتی ہیں کہ میں اسے نہ صرف فون کر کے معاف کر دوں بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے ایک اچھا دوست بنا لوں۔ سحرش اس میں حرج ہی کیا ہے کہ ایک انسان اپنی غلطیوں سے یا گناہوں سے توبہ کر لے تو کیوں نہ اس کی ڈھارس باندھی جائے۔ آپ نے اب اسے دیکھا نہیں کہ اب اس کی کیا حالت ہے۔ اسے ایک اچھا انسان بنانے میں میرا ہی ردعمل ہے۔ اگر وہ میری بے عزتی کرنے کی وجہ سے ایک اچھا انسان بن گیا ہے تو کیوں نہ میں اسے اپنا ایک اچھا دوست بنا لوں اور پھر فون تک دوستی سے کیا ہے میں نے کون سے اسے جیون ساتھی چن لینا ہے جس پر گھر والے برہم ہوں گے۔ اگر جیون ساتھی بھی چن لوں گی تو وہ بھی پڑھا لکھا ہینڈسم ہی تو ہے اس میں حرج ہی کیا ہے؟ ارے گل کی بچی مجھے بھی کوئی بات کرنے کا موقع دو گی یا خود ہی زبان چلاتی رہو گی۔ اوہ آئی ایم سوری، یار جذبات پر قابو نہ رکھ سکی اس لئے آپ کو موقع نہیں ملا۔ اچھا جی جناب بتائیں کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے۔ گل نے کہا تو سحرش بولی کہ میری جان خود ہی تو سارے سوال و جواب کر چکی ہو تو میں اب کون سا مشورہ دوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سحرش نے جواب دیا کہ گل میرے خیال میں اگر تم واقعی مطمئن ہو تو رابطہ کر لو اس سے بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ابھی کال کر لیتے ہیں۔ سحرش نے اپنی چھوٹی سسٹر سے موبائل منگوانا چاہا تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور جلدی سے موبائل جیب سے نکال کر سحرش کے ہاتھ میں تھما دیا کہ یہ لو سحرش واقعی آج میرا کالج جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسی لئے میں موبائل ساتھ لے کر ہی آئی ہوں۔ سحرش نے میرا کان پکڑتے ہوئے کہا کہ گل کی بچی سب کچھ تو تم پہلے ہی ہار چکی ہو تو مجھ سے اب مشورے لینے کا کیا فائدہ؟ میں نے موبائل نکالا لیکن نمبر ملانے سے پہلے میری سوچیں جواب دے چکی تھیں۔ میرے ہاتھ میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ سحرش نے مجھے اس طرح سوچوں میں ڈوبتے دیکھا تو بول اٹھی کہ گل رخ کیا بات ہے تم کہاں کھو گئی ہو۔ میں نے اسی لمحے اپنے دماغ کو سوچوں سے جھٹکا دیا کہ نہیں میں ایسا کام نہیں کر سکتی جس کی وجہ سے کل کو ماں، باپ، بہن بھائیوں کے سامنے رسوا ہونا پڑے۔ میں نے کہا۔ نہیں سحرش میں اسے فون نہیں کر سکتی میرا ضمیر مجھے بار بار ملامت کر رہا ہے کہ گل ایسا کام مت کرو کہ جو میرے لئے رسوائی کا باعث بنے۔ اونو یار تم تو خواہ مخواہ ٹینشن لے رہی ہو۔ پلیز ریلیکس ہو جاؤ یار سحرش نے کہا۔ میں نے پھر موبائل سحرش کو تھما دیا اور خود سر کو پکڑ کر رہ گئی۔ ابھی میں اس کی سوچوں میں تھی کہ سحرش کے ہاتھوں میں موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ سحرش نے جلدی سے موبائل مجھے پکڑا دیا کہ یہ لو گل شاید آپ کے کسی رشتہ دار یا قریبی کا فون ہے۔ میں نے جب موبائل پکڑا تو انجان نمبر میرے موبائل کی سکرین پر ناچ رہے تھے لیکن میں نے یہ کال اٹینڈ نہ کی پھر دوسری مرتبہ گھنٹی ہوئی تو سحرش نے کہا کہ گل اٹینڈ کر لو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایمرجنسی کال ہو میں ابھی دوبارہ کال کاٹنے کا سوچ رہی تھی کہ اسی خیال میں انجانے سے کال ریسیو ہو گئی۔

ہیلو جی السلام علیکم۔ کسی لڑکے کی دھیمی سی آواز معلوم ہوئی۔ جی کون۔ میں نے آہستہ سے پوچھا تو دوسری طرف سے آواز آئی کہ جی محترمہ کوئی بھی کہیں بھی

اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر سلام کرے تو سلام کا جواب دینا فرض ہوتا ہے۔ یہ کون والا جملہ آپ بعد میں بھی پوچھ سکتی تھیں۔ جی وعلیکم السلام۔ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ دوسری طرف سے جواب آیا کہ شاباش یہ ہوئی ناں بات؟ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ ڈانٹیں گی تو نہیں۔ میں نے ہلکی سی ہنسی سے جواب دیا کہ نہیں آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ تو ٹھیک ہے میں آپ کو اپنا تعارف کرا دیتا ہوں لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرا دیا ہوا لیٹر بغیر پڑھے ہی پھاڑ دیا تھا جبھی تو مجھے اتنا انتظار کرنا پڑا۔ اسی لمحے میں نے موبائل کا مائیک بھی کھول دیا اور اپنے سر کو دو بار اوپر نیچے حرکت دی کہ کیا آپ وقار بول رہے ہو میں نے سحرش کی طرف ہلکی سی ہنسی میں دیکھتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف سے معصومانہ لہجے میں آواز آئی کہ جی محترمہ آپ نے مجھے صحیح پہچانا۔ میں وقار ہی بات کر رہا ہوں۔ ویسے قسم سے میرا دل اندر سے دھک دھک کی آوازیں دے رہا ہے کہ کہیں آپ میرا نام سنتے ہی پھر ڈانٹ ڈپٹ کر کے موبائل بند ہی نہ کر دیں لیکن آپ تو ماشاء اللہ بہت ہی گریٹ انسان ہیں۔ میں آپ کا بہت احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھ جیسے حقیر انسان کو معاف کر دیا اس لئے میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں میرے لئے کم ہے۔ آپ واقعی بہت عظیم لڑکی ہیں مجھے اب بھی اپنی سابقہ حرکتوں پر شرمندگی اور ندامت ہو رہی ہے۔ ابھی نہ جانے وقار اور بھی کچھ کہتا لیکن میں نے اس کا بولنا اس وقت بند کر دیا جب میں نے کہا ٹھیک ہے وقار صاحب میں نے آپ کو تہہ دل سے معاف کر دیا تھا اور اب بھی کر دیا ہے لیکن مجھے یہ بتائیں سب سے پہلے کہ آپ نے میرا نمبر کہاں سے لیا سچ سچ بتانا تو کچھ نہ کہوں گی۔ اچھا ٹھیک ہے محترمہ میں سچ بتاؤں گا لیکن آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ سچ سننے کے بعد مجھ سے دوستی کا وعدہ بھی کریں گی اور جس طریقہ سے نمبر آپ کا ڈھونڈا ہے آپ کوئی غصہ وغیرہ نہیں کریں گی کسی بات پر بھی مجھے تو اب بھی ڈر رہتا ہے اور بلکہ اس وقت میری ٹانگیں بھی کانپ رہی ہیں کہیں آپ پھر اسی طرح ڈانٹ ڈپٹ نہ کر دیں۔ اسی لمحے میری ہنسی نکل گئی بلکہ سحرش بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکی۔ میں نے کہا کہ ڈرو مت میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کچھ بھی نہ کہوں گی اور باقی رہی دوستی کی بات تو وہ میں آپ کو کل سوچ کر بتاؤں گی۔ اچھا آپ جلدی سے بتائیں کہ نمبر کہاں سے لیا ہے۔ تو پھر آگے وقار بولا کہ دیکھو محترمہ ابھی تک میں آپ کو محترمہ ہی کہے جاتا ہوں پلیز اپنا صحیح نام بتا دیں ناں اتنی باتیں ہو چکی ہیں لیکن ابھی تک آپ نے نام نہیں بتایا۔ تو پھر اچانک بے اختیار میرے منہ سے نکل پڑا کہ گل رخ۔ واؤ۔ وقار ایک چہکتی آواز سے بولا کہ ماشاء اللہ نظر نہ لگے جس طرح خوبصورت نام ہے اس سے کہیں بڑھ کر تم خوبصورت ہو گی۔ اچھا جی گل رخ صاحبہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ کچھ نہ کہیں گی تو اب مجھے آپ پر اعتبار کرتے ہوئے بتا بھی دینا چاہئے۔ آپ صبح جب گھر سے کالج کو جانے کے لئے نکلی تو میں بھی اس وقت گلی کے ایک کونے میں کھڑا تھا آپ کے انتظار میں جب آپ بازار میں داخل ہوئیں تو آپ ایک موبائلوں والی دکان کے اندر داخل ہوئیں میرے دل نے گواہی دی کہ آپ اپنے نمبر پر ایزی لوڈ کروانے ہی گئی ہیں جو کچھ دیر بعد ہی آپ دکان سے نکل کر تیز تیز قدموں سے کالج کو چل دیں۔ میں اسی وقت دکان میں داخل ہوا جو ایزی لوڈ کرنے والا لڑکا میرا پہلے سے ہی کافی اچھا دوست بنا ہوا تھا۔ ابھی وقار بول ہی رہا تھا کہ میں غصے سے بول پڑی کہ اس الو کے پٹھے کی یہ جرأت کہ اس نے میرا نمبر تمہیں دے دیا۔ میں ابھی اسے پوچھ لیتی ہوں اس کی یہ جرأت میں ابھی جا کر اس کے کان کھینچتی ہوں۔ ارے نہیں نہیں بابا ادھر مت جانا۔ اس نے خود نہیں دیا بلکہ میں نے بڑی چالاکی سے لیا ہے اس سے۔ اس بیچارے کو بھی میں نے خبر تک نہ ہونے دی۔ میں نے کہا ہاں یہ چالاکی اور ہوشیاری سے بھی نمبر لئے جاتے ہیں بلکہ میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ ہاں محترمہ گل صاحبہ

تمہارے وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے لوڈ کروایا اپنے نمبر پر تو اتنے میں کوئی اور گاہک موبائل کا چارجر لینے والا آ گیا کیونکہ میں اس کا دوست ہونے کی وجہ سے اس کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوست کو دوسرے دوست پر اعتبار بھی تو ہوتا ہے اگر میں اسے آمنے سامنے یہ بات کہتا تو شاید وہ یہ بات نہ مانتا کیونکہ اس کی دُکانداری کا مسئلہ تھا۔ اس لئے میں نے اسی بات میں عافیت سمجھی کہ وہ ادھر ادھر کسی چیز کے دھیان لگے تو میں اپنے لوڈ والے میسج سے پہلا میسج دیکھوں گا جو مجھے گاہک آنے پر موقع مل گیا اپنے میسج سے پہلے تمہارے نمبر پر ہی میسج نکلا۔ ہاں محترمہ گل جی میں نے یہ چالاکی دکھائی ہے اسے۔ اگر اس میں آپ جس کو مرضی قصوروار بنا لیں لیکن سزا مجھے ہی دے دینا۔ اب میرے خیال میں آپ کی بات پر تھوڑی سی گفتگو کرنی چاہئے کہ میں نے آپ کو آج کال سننے کی زحمت کیوں دی دراصل گل جی میں تو بس آپ کی جھیل جیسی خوبصورت آنکھوں میں ڈوب گیا ہوں۔ جس دن آپ کو کالج سے چھٹی ہوتی ہے وہ دن مجھ پر ایک سو سال کا بن کر گزرتا ہے۔ الغرض میں جس دن بھی آپ کو دیکھ نہ پاؤں وہ دن میری زندگی کا مشکل ترین دن ہوتا ہے اگر اسی کا دوسرا نام محبت ہے تو واقعی مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ میں اب آپ سے ایک منٹ علیحدہ رہنے پر اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہوں میں اتنی ریکوئسٹ آپ سے ضرور کروں گا کہ مجھے ٹھکرانے سے پہلے اتنا ضرور سوچ لینا کہ تم بھی اپنے اندر ایک نرم گوشت کا ٹکڑا ضرور رکھتی ہو مجھے کبھی ٹھکراتے وقت اپنے دل پر تھوڑی سی توجہ ضرور کر لینا کہ اگر خدانخواستہ تمہارا کوئی دل توڑے تو تم پر کیا بیتے گی۔ یقیناً تمہاری حالت بھی اس مچھلی کی تڑپن جیسی ہو گی جس کو پانی سے علیحدہ کر کے ملتی ہے۔ کیا تم اس تکلیف کو سہہ پاؤ گی اگر کوئی جواب ہے آپ کے پاس تو مجھے پلیز بتا دو۔ میں اس کے ان جملوں کا کوئی جواب نہ دے سکی اور صرف اتنا کہہ سکی کہ وقار اگر زندگی نے ساتھ دیا تو میں آپ کی محبت پر ہر آہنی دیوار کا مقابلہ کر کے بھی آپ کا ساتھ دوں گی۔ لیکن...... اس سے پہلے کہ میں آگے کچھ بولتی وقار نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ میں زندگی بھر آپ کی عزت پر کبھی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ یو آر ویری گریٹ گل رخ مجھے آپ سے یہی امید تھی کہ تم مجھے بکھرنے نہ دو گی۔ او کے خدا حافظ اللہ حامی و ناصر ہو ہم سب کا۔

نجی بھائی میں نے آنکھیں بند کر کے وقار پر اعتبار کر لیا کیونکہ میرے اندر بھی محبت کی چنگاری جاگ اٹھی تھی۔ میں آنے والے وقت سے بالکل بے خبر تھی کہ میرے ساتھ کیا ہو گا۔ حالانکہ کنول میری دوست نے بھی مجھے بہت سمجھایا لیکن دل کے فیصلے تو واقعی جذباتی ہوتے ہیں۔ میں بھی اس کی معصومانہ انداز پر اپنی محبت نچھاور کرنے کو مکمل تیار ہو گئی تھی۔ میری زندگی کو بھی سرخاب کے پر لگ گئے تھے۔ پہلے سے زیادہ مختلف تبدیلیاں میرے اندر رونما ہو چکی تھیں۔ زندگی کی نان سٹاپ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے اپنے سفر پر گامزن رہی۔ دن رات ہماری فون پر باتیں اور کبھی پارکوں اور ہوٹلوں میں ملاقاتیں ہماری محبت کو پروان چڑھاتی رہیں۔ وقار میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ وہ پانچوں وقت کا نمازی بھی بن گیا اور اپنے ملاپ کی رب سے دعائیں مانگتا رہا۔ میں جب کبھی دیکھتی تو وہ نماز کے اوقات میں مسجد سے ہی نکل کر آ رہا ہوتا۔ میں بھی دل ہی دل میں بہت خوش ہوتی اور خدا کا شکر کرتی کہ میرے کہنے پر اس نے اپنے آپ کو بہت تبدیل کر لیا ہے اور بُری سوسائٹی سے خود کو بچا کر ایک اچھے اور نیک انسان کا روپ دھار لیا ہے لیکن میری یہ سوچ بھی دھوکہ کھا گئی اور اس کے اس مکارانہ رویے کو بالکل نہ سمجھ سکی بلکہ میری جگہ کوئی اور بھی لڑکی ہوتی تو تب بھی اس کی چال بازی کو نہ سمجھ سکتی۔ اس طرح کا انسان بھی کبھی کسی کو دھوکہ دے سکتا ہے جو ہر کال ہر ایس ایم ایس پر میری ہر بات پر لبیک کرتا۔ مجھے کال ٹائم سے تھوڑی سی بھی اگر دیر ہو جاتی کال سننے میں یا ایس ایم ایس کرنے میں تو وہ رابطہ ہونے پر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگ جاتا۔ یہی باتیں میرے

دل کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی تھیں۔

دن گزرتے رہے ایک دن میرے انکل نیامت مجھے بچپن میں بہت پیار کرتے تھے پوری فیملی کے ہمراہ انگلینڈ سے پاکستان آئے جو کہ پہلے ہمارے ہاں ہی رہتے تھے۔ دس بارہ سال بعد آمد ہو رہی تھی اس لئے گھر کو خوب بنایا سنوارا گیا تھا۔ انکل اور ان کی پوری فیملی کی آمد کی خوشی گھر میں سب سے زیادہ مجھے ہو رہی تھی کہ میں ایک بار پھر بچپن کی طرح اپنے انکل پر فرمائشوں کی بارش کر دوں گی۔ وہ وقت بھی آ گیا جب پوری فیملی ابو کے ساتھ ائرپورٹ سے ہمارے گھر داخل ہوئی۔ گھر میں ایک بار پھر ہلہ گلہ مچ گیا۔ شان اور سمیرا بھی بہت خوبصورت جوان ہوئے تھے۔ ہم سب نے والہانہ استقبال کیا۔ مجھے بھی ابو کے بتانے پر پتہ چلا کہ انکل جی ایک ماہ سے زائد ہمارے ہاں قیام کریں گے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ چلو سمیرا شان اور بھائی کبیر خوب گھومیں پھریں گے۔ اس دوران میں نے ایک دو دنوں میں نوٹ کر لیا تھا کہ میرا کزن شان جو فلمی ہیرو سلمان خان کی فوٹو کاپی تھا۔ اس سے کم نہ لگتا تھا مجھ میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لینے لگا لیکن میں تو اس کو بہت کم ٹائم دینے لگی تھی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں زیادہ تر وقت وقار کے ایس ایم ایس اور فون کالز میں ہی گزارتی تھی۔ ایک دو بار شان اور سمیرا نے بھی پوچھنے کی کوشش کی کہ گل رخ کیا بات ہے تم تو زیادہ ہی بزی رہنے لگی ہو۔ وہ دراصل میری ایک پرسنل دوست ہے جس کی کبھی کبھار کالز آ جاتی ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے اٹینڈ کر لیتی ہوں۔ نہیں تو زیادہ تر ایس ایم ایس پر ہی گزارا ہوتا ہے۔ میں نے ایک بہت بڑے جھوٹ کا سہارا لیا لیکن سچ ہمیشہ سچ ہی ہوتا ہے جو کہ سو جھوٹ بولنے پر بھی نہیں چھپتا۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ انکل جی کی فیملی کو ابھی ایک ہفتہ بھی پورا نہیں گزرا تھا کہ انکل نے یہ کہہ کر واپس جانے کی تیاری شروع کر دی کہ دیکھو بھائی شرجیل کا اچانک کمپنی سے فون آ گیا ہے کہ فوراً آ کر اپنی ڈیوٹی جوائن کرو کہ وہاں کچھ ہنگامی صورت حال کا سامنا ہے۔ یہ بات بتاتے ہوئے انکل کے لہجے میں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے اندر کمرے میں پتہ چلا کہ شان وغیرہ واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہیں تو میں باہر نکلی کہ اچانک شان سے سامنا ہو گیا۔ میں نے کہا۔ شان صاحب آئی ایم ویری سوری کہ آپ سے ٹھیک طرح سے ابھی باتیں بھی نہیں ہو پائیں لیکن مجھے ایک بات تو پلیز بتا دو کہ اتنی جلدی واپسی کی آخر وجہ کیا ہے؟ میرے اس طرح کہنے پر شان نے نظریں جھکا لیں اور افسردہ ہو کر بولا۔ وہ دراصل کمپنی سے ایک ایمرجنسی کال آ گئی اس لئے واپس جانا پڑا۔ گل جی اگر زندگی رہی تو کسی موڑ پر ملاقات ضرور ہو گی پھر جی بھر کے باتیں کر لینا۔ یہ کہہ کر شان تو چلا گیا لیکن میں پھر کمرے میں آ کر سوچوں میں ڈوب گئی کہ میں کتنی خودغرض ہوں کہ میں اپنے مہمانوں کو ٹھیک طرح سے ٹائم نہیں دے پائی۔ صبح ہاتھ کے اشارے سے ہم سب نے انہیں ائرپورٹ پر الوداع کہا اور کچھ ہی دیر بعد ان کا جہاز آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ہوا ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم سب افسردہ چہروں سے گھر واپس لوٹ آئے۔ اسی دن شام کو ابو کو کال موصول ہوئی انکل نیامت کی کہ ہم سب خیریت سے اپنی منزل مقصود پر پہنچ چکے ہیں، باقی باتیں پھر بعد میں ہوں گی۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا اور میں نے بی ایس سی کرنے پر یونیورسٹی کو بھی خیرباد کہہ دیا تھا۔ اب تو مکمل گھر ہی رہنے لگی تھی۔ ایک دن میرے لئے کبھی نہ بھولنے والی ایک کال آئی، ابو کے موبائل پر جو کہ انکل نیامت کی تھی۔ انکل اور ابو کے ساتھ تھوڑی دیر تو حال احوال کا تبادلہ ہوتا رہا کہ کچھ ہی دیر بعد انکل بولے کہ بھابی راحیلہ سے تو بات کراؤ۔ جب امی نے موبائل پکڑا تو میں اس وقت سامنے کچن میں بیٹھی ابو کے لئے چائے بنا رہی تھی۔ میرے ذہن میں اچانک سوچوں نے گھیرا ڈال دیا کہ کہیں گل رخ تمہارے بارے میں تو کوئی باتیں وغیرہ نہیں چل رہیں۔ میں نے اسی لمحے اپنی

سوچوں سے جان چھڑائی اور سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا کہ گل رخ کو موت تو قبول ہے لیکن کسی اور کی ڈولی میں بیٹھنا گوارا نہیں ہے۔ میں اب صرف وقار کے لئے ہی جی رہی ہوں کیونکہ میں اس انسان کا ہاتھ کیسے چھوڑ سکتی تھی جس نے میرے کہنے پر اپنی مکمل زندگی کو بدل لیا تھا جو میری ہات بات پہ لبیک کہتا جو اپنے پیار میں گھر والوں سے بغاوت کر سکتا ہے تو میں کیوں نہ اس پر اپنی جان نچھاور کروں۔ میں اپنے راہ میں آنے والے ہر طوفان کا مرد بن کر مقابلہ کروں گی اور ہر حال میں اپنے پیار کو جیتوں گی۔ یہ دنیا جو ہمیشہ دو پریمیوں کے درمیان ٹانگ اڑاتی ہے، میں سب کچھ توڑ دوں گی اور اپنا پیار ضرور حاصل کروں گی لیکن تقدیر میری ان باتوں پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی کہ گل رخ جو اوپر والے کو منظور ہوتا ہے وہ ضرور ہو کر ہی رہتا ہے۔ میرے ساتھ بھی تقدیر نے کچھ اس طرح کا گھناؤنا کھیل کھیلا کہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ امی نے انکل کی کال سننے کے بعد موبائل ابو کو تھما دیا اور خود ابو کو جھوٹی تسلی دے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میں نے چائے کو دو کپوں میں ڈالا اور امی ابو کو علیحدہ علیحدہ کروں میں چائے دے دی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ امی کے کمرہ میں جب چائے لے کر گئی تو امی کی غصیلی نظریں مجھے کچھ پیغام ضرور دے رہی تھیں۔ میں خاموشی سے واپس آ گئی کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں سیدھی کچن میں آ گئی اور موبائل کو سائیلنٹ کر کے اپنے کمرہ میں مخصوص جگہ پر چھپا دیا لیکن میرے دل کی دھک دھک کی آواز مجھے یہ ضرور آگاہ کر رہی تھی کہ گل رخ آج دال میں صرف کالا کالا ہی نہیں ہے بلکہ دال پوری کی پوری کالی ہے، رب خیر ہی کرے۔

ابو نے جیسے ہی چائے ختم کی تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے موٹے موٹے شیشوں والی عینک ناک پر رکھتے ہوئے اپنی چھڑی کا سہارا لے کر لڑکھڑاتے ہوئے امی کو آواز دی کہ تصدق بیگم میں اپنے دوست خیر دین کے پاس اخبار پڑھنے بھی جا رہا ہوں اور اس کا حال احوال بھی کئی دنوں سے نہیں لیا میں آج دوپہر کا کھانا بھی اسی کے گھر سے ہی کھا کے آؤں گا تم میری فکر نہ کرنا، میں شام چار بجے تک گھر واپس آ جاؤں گا۔ اچھا ٹھیک ہے گل کے ابو تم جاؤ احتیاط سے آنا جانا او کے اللہ حافظ۔ ابو تو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے لیکن بعد کی قیامت جو مجھ پر گزرنی تھی وہ آ گئی کہ امی نے باہر کے گیٹ کی کنڈی لگا دی اور اپنے کمرے میں آ کر مجھے آواز دی کہ گل رخ یہ برتن اٹھا لو میرے کمرے سے۔ میں برتن اٹھانے امی کے کمرے میں چلی گئی جیسے ہی میں برتن اٹھانے کے لئے نیچے ہوئی تو وہ بہت بھاری جوتا جو پاپا کبھی کبھی پہنا کرتے تھے، امی کے چھپے ہاتھ میں تھا میری کمر میں پٹاخ کیا۔ چائے کے برتن میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے اور میں بھی وہیں گر گئی پھر مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ میرے جسم پر کہاں جوتے برس رہے ہیں۔ جب امی مار مار کے تھک گئیں تو پھر بولیں کہ بتا کمینی وہ کمینہ کون ہے جس کے ساتھ تو موبائل پہ گھنٹوں باتیں کرتی ہے۔ وہ کون ہے بے غیرت جس کے ساتھ تو پارکوں میں ملتی ہے۔ کیا ہماری پرورش کا یہی ایک صلہ رہ گیا تھا تیرے پاس ہمیں دینے کو اس سے پہلے کہ تو ہمیں زہر دے کر ختم ہی کر دیتی لیکن ہمیں یہ دن نہ دکھاتی۔ نہ ہم مر سکتے ہیں نہ ہم جی سکتے ہیں۔ میں نے تمہارے ابو کو کہا بھی تھا کہ اسے ابھی موبائل کا رسک نہ دو کہیں یہ کوئی چاند ہی نہ چڑھا دے، میری سوچ غلط نہیں نکلی تھی۔ ہمارے لاڈ پیار کا ضرور تم نے کوئی صلہ دینا تھا۔ اب ہم کہاں نہ چھپائیں ہمیں کس صلے میں تم نے رسوائی دی ہے۔ ہم نے کیا کمی چھوڑی ہے تمہاری پرورش میں۔ کیا ہماری عزت کا یہی بھرم رہ گیا تھا تیرے پاس بتاؤ جواب دو بولتی کیوں نہیں کمینی کیا زبان نہیں تمہارے منہ میں، بتاؤ وہ کون ہے کمینہ جس کے ساتھ تم باتیں کرتی ہو۔ کیا تمہارے بھائی کو یا تمہارے باپ کو پتہ چلا تو تمہیں زندہ چھوڑیں گے؟ کبھی نہیں آنے دو آج اپنے ابو کو تمہاری ناگنی جیسی حقیقت کو میں اس پر کھول دوں گی۔ دیکھو میری طرف امی نے میرے بالوں سے پکڑ کر میرا منہ اپنی طرف کیا کہ دیکھ تیرے کارناموں کی وجہ سے تیرے انکل آج ہم سے روٹھ گئے۔ اگر آج شان نے کہیں اور شادی کر لی ہے تو صرف تیری وجہ سے کی ہے۔ ہم آج اگر اپنوں کے سامنے بات کرنے کے قابل نہیں رہے تو صرف تیری وجہ سے۔ ہمارے خاندان میں آج تک کسی جوان لڑکی نے ایسی ناک نہیں کٹوائی جیسی تو نے کٹوائی ہے اور یہ بھی شکر کرو اپنے انکل کا جس نے تمہارے ابو سے بات نہیں اور پھر میں تو سب سے زیادہ شان کو کریڈٹ دیتی ہوں اس احسان کا جس نے سب کچھ دیکھ کر اور سن کر چپ سادھ لی۔ کسی کو کچھ بتایا ہی نہیں حالانکہ شان کی اس لڑکے سے فون پر بات بھی ہوئی ہے لیکن شان نے بجائے غصہ کرنے کے اور فساد پھیلانے کے صبر و تحمل اور خاموشی کو ہی ترجیح دی۔ یہی سلجھے ہوئے پڑھے لکھے اور عقلمند انسان کی بہت بڑی خوبی ہوتی ہے کہ وہ سب کام خاموشی سے نمٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تو مجھے فون پر پتہ چلا کہ تمہارے انکل کیوں اتنی جلدی اپنی فیملی کے ساتھ واپس چلے گئے بغیر ہی کوئی بات بتائے۔ تم نے ہماری عزت کے پرخچے جو اڑا رکھے ہیں۔ اسی لئے شان کو صدمہ پہنچا کہ آنکھوں دیکھی مکھی تو کوئی بھی نگل نہیں سکتا اور وہ بھی بڑا صدمہ اور دکھ لے کر انگلینڈ واپس چلے گئے۔ اب احسان مانو انکل کا اور شان بیٹے کا جنہوں نے تمہارے ابو اور تمہارے بھائی کبیر کو کچھ نہیں بتایا ورنہ آج تمہارے ٹکڑے ہو کر کب کی تمہاری گندی لاش دفن ہو چکی ہوتی بلکہ انہوں نے مجھ سے پہلے وعدہ لیا ہے کہ تصدق بھابی تم یہ بات ہمارے بھائی اور ہمارے بیٹے کبیر کو مت بتانا ان کی وہ قسم اور وہ وعدہ آڑے آ گیا ہے ورنہ میں ہی تیرا گلا دبا دیتی لیکن ایک بات یاد رکھو بیٹی جو اولاد والدین کو دکھ دیتی ہے وہ کبھی زندگی میں خوش نہیں رہ سکتی۔ جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ یہ گندی صورت میرے سامنے آئندہ کبھی نہ لانا ورنہ میں خود کو ختم کر دوں گی۔ جاؤ ساری زندگی ذلیل اور رسوا ہی رہو گی، آئی سے گیٹ آؤ۔ میں کچھ بھی نہ بولی روتی سسکتی ہوئی اپنے کمرے میں آ کر دروازہ لاک کر دیا اور اپنے بیڈ پر اپنی بے بسی پر جی بھر کے آنسو بہائے اور کچھ ہی دیر بعد میں نے موبائل نکال کر وقار کا نمبر ملایا۔ کال ریسیو ہوتے ہی میں لڑکھڑاتی آواز سے بولی کہ وقار صاحب کیا تمہاری کوئی آج سے دو تین ماہ پہلے میرے کزن شان سے کوئی کسی موضوع پر بات چیت ہوئی تھی۔ ہاں جی ضرور ہوئی تھی گل صاحبہ بس وہ پوچھ رہا تھا کہ وقار صاحب یہ گل صاحبہ سے کب سے تمہاری دوستی کا یا محبت کا چکر چل رہا ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ یہ کوئی ایک ڈیڑھ سال سے اور کیا تم گل سے محبت بھی کرتے ہو۔ جی میں کیا بتاؤں ہم محبت اس قدر آگے نکل گئے ہیں کہ اب موت بھی واپس نہیں لا سکتی۔ میں یہ باتیں سن کر غصے میں آ گئی کہ وقار تمہیں اس طرح کی باتیں میرے کزن سے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہاری ان باتوں کی وجہ سے تمہیں پتہ ہے مجھ پہ کیا بیت رہی ہے یا میری اس وقت کیا حالت ہوئی، کیا تم جان سکتے ہو اور اس نے تمہارا نمبر کہاں سے لیا ہے کیا تم خود اس سے مل چکے ہو۔ ارے نہیں گل جی میں ملا تو نہیں ہوں ہاں اس نے مجھے فون کر کے پولیس والوں طرح پوچھ گچھ ضرور کی ہے اور میں پھر میں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا کہ ہم محبت کرتے ہیں، گھنٹوں باتیں کرتے ہیں، پارکوں میں ملتے ہیں بلکہ ہم جلد ہی کوئی نیا کام بھی کرنے والے ہیں یعنی کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر آپ کے خاندان میں ایک نئی مثال قائم کرنے والے ہیں۔ ارے کبیر بھائی میری باتوں کا غصہ مت کرنا جناب تالی ایک ہاتھ سے تو نہیں بجتی ناں۔ میرا قصور مت نکالنا او کے اللہ حافظ۔ بس یہی دو چار باتیں ہوئی تھیں وقار نے جھجکتے ہوئے کہا۔ میں نے کہا کہ وقار آج تم ہوش میں تو وہ یہ باتیں بھلا اس سے کرنے کی تمہیں کیا ضرور تھی تو وقار قہقہہ لگا کر بولا۔ میں نے کہا وقار یہ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو تم کہیں اپنا ہوش و حواس تو نہیں کھو بیٹھے۔ وقار بولا نہیں گل جی میں آج ہی تو ہوش میں میں آیا ہوں۔ یہ سرٹیفکیٹ بھی آپ ہی کا عطا کردہ ہے واہ گل واہ تم اتنی جلدی بھول گئیں کہ

میں نے کسی غفرت کو دوستوں کے سامنے للکارا ہے اور وہ مجھے معاف کر دے گا؟ یقیناً یہ تمہاری بہت بڑی خطا تھی تمہاری بہت بڑی بھول تھی کہ تم میرے انتقام کی آگ کو خود ہی لگا کر خود ہی بھول گئیں۔ میری آواز رندھ سی گئی کہ وقار کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو اگر نہیں تو تم نے ہی مجھے پیار کے سپنے دکائے، تم نے قسمیں کھا کھا کر وعدے کئے اور کبھی نہ ٹوٹنے والے عہد و پیماں کئے۔ میرے سر کی قسمیں کھائیں مجھے تم ہی تو ان محبت کے راستوں پر لائے ہو میں تو انجان تھی کیا یہ سب دھوکہ تھا فریب تھا جھوٹا تھا فراڈ تھا دغابازی تھی میں نے روتے اور اور سسکتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے وقار زوردار قہقہہ لگا کر بولا کہ واہ گل کی بچی تم اس کو پیار سمجھتی رہی ہو حالانکہ میں تو آج تک اپنے انتقام کی آگ میں ہی لپٹا رہا ہوں بلکہ ایک کمی کا مجھے شدت سے انتظار تھا اور ہے کہ میں آج تک حوس کا جال تم پر بچھاتا رہا اگر ایک بار موقع دو تو بہت بڑی مہربانی ہوگی تاکہ وہ کمی بھی پوری ہو جائے۔ وقار کے اس قدر گھٹیا جملے کو پورا سنا ہی نہ تھا کہ میں نے اوپر نیچے دانتوں کو زور سے دباتے ہوئے غصے سے سرخ لال ہو کر موبائل کو زوردار آواز سے دیوار پر پٹاخ کیا۔ موبائل دیوار سے ٹکرا کر کئی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گیا لیکن موبائل کے ٹکڑے دوبارہ مل کر کبھی بھی میں دل کو نہیں جوڑ سکتے جو ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ موبائل تو اس جیسے بازار سے ایک نہیں سینکڑوں مل جائیں گے لیکن دل نہیں وہ چیز جو بازار سے مل جائے۔ میں نہ جانے کتنی دیر اپنی قسمت پر آنسو بہاتی رہی۔ سسکتی رہی تڑپتی رہی مجھے فوراً اپنی ماں کی دوپہر کے وقت کی بددعا یاد آنے لگی تو آنسو اور بھی زیادہ تیز ہو گئے۔

آج دو سال اس بات کو گزر چکے ہیں لیکن میری اپنی خطا کا زخم آج بھی میرے دل و دماغ میں تازہ ہے۔ نجمی بھائی تم خود ہی فیصلہ کرو کہ حوا کی بیٹی کس پہ اعتماد کرے۔ کیسے مرد ذات پر آنکھیں بند کرے۔

عجب شان سے نکلا تھا میرے جنم دن پر میرے دوستوں کا جلوس
کہ ہاتھوں میں پھول تھے اور آستینوں میں خنجر لئے ہوئے

نجمی بھائی میرا کہانی لکھوانے اور سنانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں تو اپنے کیئے کی اپنی خطا کی صورت میں سزا بھگت رہی ہوں لیکن کوئی اور میری بہن ان بہکاوؤں کے جال میں نہ آئے۔ ورنہ پھر میری طرح پچھتاوا ہی ان کے مقدر میں آئے گا۔

پیارے قارین کرام یہ گل رخ کی آپ بیتی کے چند الفاظ تھے جنہیں میں نے دن رات کی انتھک کوششوں سے جوڑ کر ایک کہانی کے روپ میں آپ سب کی بصارت کی نذر کی۔ آپ کی پسندیدگی کا اظہار آپ کے محبت سے لبریز خطوط اور ایس ایم ایس و کالز سے ہوتا رہتا ہے جس پر میں سبھی قارئین کا تہہ دل سے مشکور ہوں اور سب سے بڑھ کر شہزادہ صاحب کا ناقابل فراموش شفقتوں کا کہ آج مجھے جتنی بھی عزت و شہرت جواب عرض کے قارئین نے دی ہے وہ اس پیارے ڈائجسٹ جواب عرض کی بدولت ہے۔ ورنہ میں ایک خاکسار انسان اس قابل کہاں تھا۔ آئندہ بھی معیاری اور سبق آموز الفاظ کے ساتھ آپ سب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہوں گا لیکن آپ سب کی قیمتی رائے کے ساتھ۔

■

غزل

سارى دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب میں نے اک حماقت کی تھی
اس سے رازداں سمجھ کر بتایا تھا حال دل اپنا
پر اس شخص نے میری ذات سے بغاوت کی تھی
جب کسی کی یادوں نے آنکھوں کو بھگویا تھا میری
میں نے اک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی
اسکو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آ کے
اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے قیامت کی تھی
میرے اجڑنے کا سبب جب بھی کسی نے پوچھا تو
میں نے بس اتنا بتایا کہ محبت کی تھی

☆......آمنہ-راولپنڈی

غلام عباس ساغر کا انتخاب

غزل

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں سجا لے مجھ کو
میں ہوں تیرا تو نصیب اپنا بنا لے مجھ کو
میں جو کانٹا ہوں تو چل مجھ سے بچا کر دامن
میں ہوں گر پھول تو جوڑے میں سجا لے مجھ کو
مجھ سے تو پوچھنے آیا ہے وفا کے معنی
یہ تری سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو
میں کھلے در کے کسی گھر کا ہوں ساماں پیارے
تو دبے پاؤں کبھی آ کے چرا لے مجھ کو
کل کی بات اور ہے میں اب سارا ہوں یا نہ رہوں
جتنا جی چاہے ترا آج ستا لے مجھ کو
بادہ پھر بادہ ہے زہر بھی پی جاؤں
شرط یہ ہے کوئی بانہوں میں سنبھالے مجھ کو

غزل

کبھی کہا نہ کسی سے ترے فسانے کو
نہ جانے کیسے خبر ہو گئی زمانے کو
دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہیں جگہ نہ رہی میرے آشیانے کو
مری لحد پہ پتنگوں کا خون ہوتا ہے
حضور شمع نہ لایا کریں جلانے کو
سنا ہے غیر کی محفل میں تم نہ جاؤ گے
کہو تو آج سجا لوں غریب خانے کو
دبا کے قبر میں سب چل دیئے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو
اب آگے اس سے تمہارا ابھی نام آئے گا
جو حکم ہو تو یہیں چھوڑ دوں فسانے کو
ذرا بھی نہیں تم کو خو رسوائی
چلے ہو چاندنی شب میں انہیں بلانے کو

غزل

تیری صورت نگاہوں میں پھرتی رہے
عشق تیرا ستائے تو میں کیا کروں
کوئی اتنا تو آ کر بتا دے ہمیں
جب تیری یاد آئے تو میں کیا کروں
میں نے خاک نشیمن کو بوسے دیئے
اور کہہ کر یہ دل کو سمجھا لیا تو میں کیا کروں
میں نے مانگی تھی یہ سجدو میں دعا
میں جسے چاہتا ہوں وہ مجھ کو ملے
جو میرا فرض تا میں نے پورا کیا
اب خدا ہی نہ چاہے تو میں کیا کروں
نہ لگے جام پہ ہاتھ یہ شرط ہے
جائے جو میکدے کو وہ کم ظرف ہے
مجھ کو تہمت نہ دو میں شرابی نہیں
وہ نظر سے پلائے تو میں کیا کروں
عشق، ایمان دونوں میں تفریق ہے
پر انہی دونوں پہ میرا ایمان ہے
جو خدا روٹھ جائے تو سجدے کروں
گر صنم روٹھ جائے تو میں کیا کروں

غزل

غمزہ نہیں ہوتا کہ اشارہ نہیں ہوتا
آنکھ ان سے ملتی ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا
اللہ بچائے مرض عشق سے دل کو
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا
تشبیہ ترے چہرے کو کیا دوں گل تر سے
ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں آ ہوتا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

غزل

کبھی کتابوں میں پھول رکھنا
کبھی درختوں پہ نام لکھنا
ہمیں بھی ہے یاد آج تک
وہ نظر سے حرف سلام لکھنا
وہ چاند چہرے وہ بکی باتیں
سلگتے دن تھے مہکتی راتیں
وہ چھوٹے چھوٹے سے کاغذوں پر
محبتوں کے پیام لکھنا
گلاب چہروں سے دل لگانا
وہ چپکے چپکے نظر ملانا
وہ آرزوؤں کے خواب بننا
وہ قصہ ناتمام لکھنا
مرے نگر کی حسین فضاؤ
کہیں جو ان کا نشان پاؤ
تو پوچھنا یہ کہاں ہے
وہ کہاں ہے ان کا قیام لکھنا
گئی رتوں میں ساغر ہمارا
بس ایک ہی تو یہ مشغلہ تھا
کسی کے چہرے کو صبح کہنا
کسی کی زلفوں کو شام لکھنا

☆......غلام عباس ساغر

○

اُداس اُداس سی زندگی

......مجید احمد جائی-ملتان

ہم دونوں پیار کی راہوں میں بہت آگے نکل چکے تھے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ میرا ہمسفر میرے ساتھ رہ کر بھی کسی اور کا منتظر ہے، کسی اور کی راہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے پلک جھپکتے میں مجھے چھوڑ دیا اور کسی اور کی بن گئی۔ میرا پیار اس کے نزدیک کھیل اور تماشہ ہی رہا لیکن میں جانتا ہوں وہ ایک دن مجھے یاد کر کے رویا کرے گی اور ایسا ہی ہو رہا ہے......ایک سچی کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

13/اگست کی سہانی شام تھی، موسم نے ماحول کو چار چاند لگائے ہوئے تھے۔ صبح سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، دسمبر کا گمان ہوتا تھا۔ بارش کی رم جھم دل کے تار ہلا رہی تھی۔ پرانی یادیں دل کو بے تاب کر رہی تھیں۔ ہر طرف پھول بکھرے تھے۔ دن بھر فائلوں کی مغزماری سے جان چھڑا کر میں سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تا کہ اپنے روم میں جا کر آرام کر سکوں میرا اسل نمبر بجنے لگا۔ دیکھا تو انجان نمبر تھا۔ کون ہو سکتا ہے۔ ذہن میں خیال آیا۔ جواب عرض کا قاری ہو گا۔ جب کال او کے کی تو میرا وہم حقیقت میں بدل گیا۔ واقعی جواب عرض کا پرانا شیدائی تھا۔ سلام و دعا کے بعد پوچھنے لگا۔ مجید بھائی جی برادر عرض کر رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا آپ اپنا تعارف کروائیں گے۔ جی بھائی میں عبدالمجید چیچہ وطنی سے بول رہا ہوں۔ ویلکم دوست، آپ تو میرے ہم نام نکلے۔ حال احوال کے بعد اصل موضوع کی طرف آیا۔ بھائی جان آپ کی کہانی کڑوے بادام پڑھی دل منور ہو گیا۔ ویری گڈ برادر حوصلہ افزائی کا بہت شکریہ۔ یہ آپ کی محبتیں ہیں ورنہ بندہ ناچیز کچھ بھی نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ کچھ دیر بعد کہنے لگے بھائی جان میری کہانی جواب عرض میں لکھیں گے۔ جی بھائی کیوں نہیں۔ وہ تو ہے ہی دکھی لوگوں کے لئے آپ اپنی کہانی لکھ کر مجھے بھیج دیں ان شاء اللہ جواب عرض میں شائع ہو جائے گی۔ مجید بھائی میں زیادہ پڑھا لکھا ہوا نہیں ہوں لکھ نہیں سکتا۔ آپ کو سنا سکتا ہوں آپ مہربانی کر کے اسے لفظوں کا روپ دے دیں۔ میں چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کر سکا۔ ابھی کافی رات بیت گئی ہے۔ میں کام کی تھکن سے چور چور ہو چکا ہوں ایسا کرو صبح اپنی داستان سنا دینا۔ صبح کا وعدہ کرتے ہوئے رابطہ ٹوٹ گیا۔ کال ختم ہو چکی تھی۔ میں خیالوں میں غوطہ زن تھا۔ جب روم میں پہنچا تو میرے سبھی دوست خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ میں بھی لیٹ گیا لیکن نیند سے پرانی دشمنی ہے۔ کافی دیر یونہی سوچوں کی نگری میں گم رہا۔ جب نظر کلائی پر پہنچی رات کے دو بجنے کو تھے۔ لائٹ آف تھی میں نے پانی کے دو گھونٹ اندر انڈیلے اور زبردستی آنکھیں بند کر دیں۔ یہ میرا روز کا معمول تھا سونے کی جدوجہد میں رات کے دو تین بج ہی جاتے تھے۔ کبھی کبھار تو رات ستاروں کی نذر ہو جاتی۔ چاند میری بے بسی پر روتا۔ ستارے بھی مذاق اڑاتے تھے۔ خیر نیند کی دیوی مہربان ہوئی اور میں اس کی گود میں سر رکھ کر دور بہت دور سیر کرنے کو نکل گیا۔ آنکھ اس وقت کھلی جب میرا موبائل سر پکڑ کر رو رہا تھا۔ وہ بار بار مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا اور میری ایک عادت تھی زندگی

میں بھی میں نے موبائل آف نہیں کیا تھا کیونکہ زندگی میں کوئی لحہ کیسا آ جائے کچھ علم نہیں۔ کوئی میری وجہ سے پریشان ہو میں برداشت نہیں کرسکتا۔ ان دنوں تو موبائل زیادہ جوش میں تھا۔ دوستوں کی لمبی قطاریں تھیں ایس ایم ایس، مس کالز عروج پر تھیں۔ اچھے دوست یاد بھی کر لیتے تھے۔ زندگی خاص رفتار سے محوسفر تھی۔ موبائل اٹھایا اتو عبدالمجید کی کال تھی۔ لگتا تھا ساری رات اس نے جاگ کر گزاری ہے۔ اس کی روہانسی آواز اس بات کا ثبوت دے رہی تھی۔ سلام و دعا کے بعد گویا ہوا۔ بھائی جان میرا انتظار کرنا میں نو بجے آپ کو کال کر کے کہانی سناؤں گا۔ میں نے اقرار کرتے ہوئے ہاں میں جواب دیا۔ پھر رابطہ ختم ہو گیا کچھ دیر بستر پر بیٹھا رہا۔ اب نیند نے لوٹ کر کہاں آنا تھا۔ میں نہانے کی تیاری کرنے لگا۔ فریش ہو کر نیچے آفس میں آ گیا۔ آج sunday تھا اور ویسے بھی آزادی کا دن تھا ہر کوئی آزادی کی خوشیاں منا رہا تھا۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم چمک رہے تھے۔ نوجوانوں کا شور وغل عروج پر تھا۔ سوچوں کی نگری آباد کئے ہوئے تھے کہ پھر سے عبدالمجید کی کال آ گئی۔ میں واپس آیا اور کال او کے کی۔ اپنے آپ کو پہلے تیار کر چکا تھا بلکہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ سلام کے بعد اس نے اپنی کہانی اس طرح شروع کی۔ آیئے آپ کے گوش سماعت کرتے ہیں۔

مجید بھائی کہاں سے داستان زخم شروع کروں، زندگی دکھوں سے آباد رہتی ہے۔ اس کے بغیر اک اک پل صدیوں کے برابر گزرتا ہے۔ ہر طرف سے زخموں اور طنزوں کے تیر دِل کو چھلنی چھلنی کر دیتے ہیں۔ میرا نام عبدالمجید ہے میں چیچہ وطنی کا رہنے والا ہوں میرے چار بھائی ہیں۔ والد کو دنیا چھوڑے چھ سال گزر گئے ہیں۔ گھر میں سب سے بڑا میں ہوں۔ سبھی ذمہ داریاں میرے کندھوں پر ہیں، باقی سبھی بھائی چھوٹے ہیں۔ ایک بوڑھی ماں ہے اسی کا سایہ ہمارے سروں پر ہے۔ زندگی بسر ہو رہی ہے، بچپن کی شرارتیں کھیل کود آج بھی وہ دن یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتے ہیں۔

کاش کوئی بھی جوان نہ ہو یہ بچپن سدا رہتا تو کبھی غم نہ ہوتے۔ کوئی کسی کے لئے نہ روتا، کسی کے پیچھے زندگی برباد نہ کرتا۔ جب تھوڑا بڑا ہوا تو مجھے اسکول داخل کروایا گیا۔ میرے والدین کے خواب تھے کہ میرا بیٹا پڑھ لکھ کر ہمارے دکھوں کا مداوہ کرے گا لیکن خواب تو خواب ہوتے ہیں۔ یہ کب پورے ہوتے ہیں۔ جو انسان سوچتا ہے وہ کب پورا ہوتا ہے اور جو وہم وگمان میں نہیں ہوتا وہ مل جاتا ہے۔ چار سال اسکول میں دوستوں کی کمپنی ملی، شرارتیں کھیل کود، پڑھائی سب کچھ اچھا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ایسی ہوا چلی کہ سبھی خوشیاں اڑا کر لے گئی۔ زندگی خوشیوں سے روٹھ کر دکھوں کے حوالے ہو گئی، اس وقت میں پانچویں میں تھا کہ غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ میری دنیا ویران ہو گئی، میرے والد اس دنیا سے کنارہ کر گئے اور ہم روتے رہے، تڑپتے رہے، سسکتے رہے، جانے والے کب واپس پلٹتے ہیں آنسوؤں کے پانی سے جانے والے واپس لوٹ آتے تو دنیا کی رنگینی میں کمی نہ آتی۔ جانے والے تو زندگی کو موت کے حوالے کر کے میٹھی نیند بے فکر سو جاتے ہیں۔ ان کو کیا خبر ان کے جانے کے بعد اس کے چاہنے والوں پر کیا بیت رہی ہے۔ کوئی خوشی سے جدا ہی تو نہیں ہوتا زندگی کیسے کیسے مذاق کرتی ہے، کبھی پھولوں کے بستر پر نیند آ جاتی ہے تو کبھی پھولوں کے نرم و ملائم بستر پر آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ کس کو کیا دوش دیں جو قسمت میں ہوتا ہے وہی منظور خدا ہوتا ہے۔ انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے، اپنے ہاتھوں سے اپنے کو منوں مٹی تلے دفن کرتا ہے۔ نظام قدرت ہے جو عزیز ہوتے بچھڑتے بھی وہی ہیں۔

والد صاحب کی وفات کے بعد سبھی ذمہ داریاں میرے کندھوں پر آ پڑیں۔ گھر میں بڑا ہونے کے بعد بہن بھائیوں کی دیکھ بھال، امی جان کی کیئر، اپنی جنت کا خیال میرا فرض تھا۔ صرف وہی تو تھی جو مجھے حوصلہ دیتی تھی، مجھے پیار کرتی تھی۔ اپنی جنت کے پاس جاتے ہی میں سبھی غم بھول جاتا ہوں۔ میری جنت میرا ایمان ہے۔ اس کے بغیر میری زندگی ویران ہے۔ اس کے بغیر میری

زندگی میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ میں اب جب بھی بھٹکنے لگتا ہوں میری جنت مجھے سنبھال لیتی ہے۔ میری جنت میرا سب کچھ ہے۔ میں اب جب بھی تنہا ہوتا ہوں ماں کے پاس چلا آتا ہوں، میری زندگی میں سکون سا ہو جاتا ہے۔ اے خدا مجھے میری جنت کا سایہ سدا دینا، اس کی چھاؤں میں دھوکہ نہیں، فریب نہیں کوئی غرض نہیں۔ اگر اے خدا ایسا ہوا تو میں جیتے جی مر جاؤں گا۔ سبھی کی مائیں اس کی دعائیں ان کے ساتھ ساتھ ہوں۔ میری تعلیم ختم ہو گئی، سبھی دوستیاں دم توڑ گئیں، غموں کے صحراؤں میں کوئی میرا ساتھ دینے والا نہ تھا، کمزور کندھوں پر بہت بڑا بوجھ آ چکا تھا۔ گھریلو ذمہ داریاں اتنی بڑھیں کہ سبھی خوشیاں سبھی بہاریں سبھی شرارتیں روٹھ گئیں اور میں ایک مشین بن کر رہ گیا۔ میرا اک مقصد تھا اپنی جنت اپنے گھر والوں کو خوش دیکھنا، خوشیاں دینا میری زندگی کانٹوں کے سمندر میں ڈوبتی رہی۔ مجھے کوئی فکر نہیں تھی میں گھر والوں کو خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ اب سبھی اثاثہ، سبھی خوشیاں میرے گھر والے تھے مجھے ان کی دیکھ بھال کرنی تھی۔ میں نے تعلیم کو خیرباد کہہ دیا اور کام کی تلاش میں نکل پڑا۔ اتنی چھوٹی عمر میں کون کام دیتا، سڑکوں کی خاک چھانتا رہا، در در کی ٹھوکریں کھاتا رہا کسی نے کام پر نہ رکھا۔ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد مجھے ایک کوٹھی پر کام مل گیا۔ اس کے علاوہ میں کیا کر سکتا تھا۔ اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں میں خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے کام کرنے لگا۔ مجھے مہینے کے بعد کچھ رقم مل جاتی جس سے گھر کا خرچہ ہو جاتا تھا۔ میرے مالک بہت رحم دل اور اچھے انسان تھے انہوں نے مجھے تمام محبتیں دیں اور اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے لیکن پھر بھی نوکر نوکر ہی ہوتا ہے کبھی مالک کی برابری نہیں کر سکتا۔ میں گھر کی صفائی کرتا، بازار سے سبزی لے آتا، چائے وغیرہ تیار کر کے دیتا اور بچوں کو اسکول چھوڑ آتا۔ دن بھر ان کے گھر کام کرتا شام کے سائے ڈھلتے ہی گھر لوٹ آتا۔ زندگی کی گاڑی رفتہ رفتہ چل رہی تھی۔ زندگی کے کچھ غموں میں کمی ہوئی تھی۔ اس طرح دو سال گزر گئے۔ زندگی کی گاڑی ہچکولے کھاتی رہی۔ سفر چلتا رہا۔ قدم ڈگمگاتے رہے۔ میں گرتا رہا۔ سنبھلتا رہتا۔ بچپن سے جوانی کی دنیا میں داخل ہو گیا۔ میرے جذبات، احساسات، خواہشات ابھرنے لگے اللہ تعالیٰ نے خوبصورت حسین اور ہینڈسم بنایا تھا۔ کاش اوپر والا خوبصورتی کے ساتھ ساتھ مقدر بھی خوبصورت بنا دے۔ کسی کو غم نہ ہو۔ کوئی کسی کے لئے نہ ترسے، خدا کرے محبتیں عام ہو جائیں کوٹھی پر کام کرتے ہوئے تین سال ہو چکے تھے، میری اچھی خاصی واقفیت ہو چکی تھی۔ اب تو وہاں رہنے لگا۔

کوئی چہرہ مجھے کاپی کر رہا تھا لیکن میں بے خبر انجان اپنے کام میں مگن تھا۔ پھر زندگی نے تبدیلی اختیار کی۔ اس دن ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، موسم ترنم کر رہا تھا۔ ہر طرف خوشیوں کی بہاریں تھیں۔ کوٹھی کے سامنے والے گھر سے لڑکی چھت پر چڑھی ہوئی تھی شاید بارش انجوائے کر رہی تھی۔ ادھر بچوں کے ساتھ میں بھی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ موسم عاشقانہ تھا، دل مچ اٹھے، نظریں چار ہوئیں دل نے انگڑائی لی اور دل اس کا ہو کر رہ گیا۔ اس کی نظریں میرا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں بھی اسے دل بھر کر دیکھتا رہا۔ کھلی زلفیں چمکتا چہرہ شخصیت کو اور حسین بنا رہا تھا۔ خوبصورت جسامت اور خوبصورت ادائیں، میرے اندر بھی توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور میرے قدم دشوار کٹھن راستے پر چل نکلے جہاں صرف تنہائیاں رسوائیں مقدر بنتی ہیں۔ کہتے ہیں ناں محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے یہ وہ راز ہے جو دل کے تار ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ محبت کا کوئی دین بھرم نہیں ہوتا کس لمحے کس سے ہو جائے۔ یہ ذات پات، امیری غریبی کچھ بھی نہیں دیکھتی یہ تو محبوب کی دیوانی ہوتی ہے۔ نجانے کیوں لوگوں نے محبت جیسے پاکیزہ رشتہ کو بدنام کر دیا ہے اسے کھیل دل لگی سمجھ لیا ہے۔ مجھے بھی اس پری چہرے سے محبت ہو گئی تھی۔ اس چہرے کے بغیر میرے دن رات دشوار ہونے لگے۔ میری سوچوں، میرے خیالوں وخوابوں کا محور صرف اور صرف وہی چہرہ

تھا جب تک اسے دیکھ نہ لیتا۔ دل کو قرار نہ آتا اداسی میرا طواف کرتی رہتی تھی۔ اس کی ایک جھلک میرے لئے کافی تھی۔ دیدار یار کے لئے انسان جان تک کی بازی لگا دیتا ہے اور میرا صنم تو زیادہ دور نہیں تھا۔ صرف چند قدموں کا فاصلہ تھا۔ ہم دن میں ایک دوسرے کو کئی بار دیکھتے اور نظروں کی پیاس بجھاتے تھے۔ میرے مالک ان کے رشتے دار تھے میرا صنم کبھی کبھار کام کے سلسلے میں اس کے پاس آ جاتا تھا۔ اسی بہانے دیدار یار ہو جاتا۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ چلتا رہا ایک دوسرے کو دیکھ کر نظروں کی پیاس بجھ جاتی تھی۔ دل بے تاب کو قرار آتا۔ پھر ایک دن اس نے فولڈ کیا ہوا لیٹر مجھے لکھا جو کہ کسی بچے کے ہاتھوں مجھ تک پہنچایا گیا تھا۔ لیٹر کیا تھا میری روح کی تسکین تھی اس نے اظہار محبت کیا تھا جس کے چند الفاظ نذر کر رہا ہوں۔

سلام محبت۔ میرے دل کے راج کمار کیسے ہو آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کاغذ قلم کا سہارا لیا ہے۔ سوچا تھا کہ اظہار آپ کرتے آپ تو لڑکیوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ دل بیتاب کو کیسے تسلی دوں جو تیرے ہی گن گاتا رہتا ہے۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں تمہارے دل میں کیا ہے یہ خدا جانتا ہے اگر تمہارے دل میں میرے لئے ذرہ بھر بھی محبت ہے تو kindly جواب دو۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ دل توڑتے ہو یا دل میں بساتے ہو۔ یہ خیال رکھنا کہ تمہارے سینے میں بھی دل ہے میری محبت کا بھرم رکھنا اور میرا ہاتھ تھام لو۔ زندگی بھر محبت نبھاؤں گی۔ لیٹر کا جواب جلدی دینا انتظار کی سولی پر جان لٹکی ہوئی ہے، واپسی کی منتظر۔ فقط آپ کی دیوانی ایمان مجید

لیٹر پڑھ کر میں تو ہواؤں میں اڑنے لگا۔ کوئی مجھے اتنا چاہتا ہوگا، سوچا بھی نہ تھا۔ میں تو اپنی دنیا میں مگن تھا مجھ نادان کو کیا خبر پیار کیا ہوتا ہے۔ کیوں کرتے ہیں لوگ محبتیں آج ان سوالوں کا جواب مل گیا تھا۔ میں نے واپسی صرف اتنا لکھا۔

میری ایمان مجھے آپ کی محبت قبول ہے مجھے لکھنا نہیں آتا اس لئے صرف چند الفاظ لکھے۔ مجھے بھی چھوڑنا مت مرتے دم تک ساتھ نبھاؤں گا۔ فقط تیرا چاہنے والا عبدالمجید ایمان

چند لفظوں میں اپنے دل کے جذبات کاغذ پر بکھیر کر میں نے وہ لیٹر اسی لڑکے کے ہاتھوں ایمان تک پہنچا دیا۔ یہ ہماری محبت کی شروعات تھیں۔ وہ مجھے لیٹرز لکھتی رہتی لیکن میں جواب نہ دے سکتا تھا۔ اس کے لیٹرز کا جواب میں خود موقع پا کر ایمان کو جا کر دے دیتا۔ امیان نے میری بکھری زندگی میں رنگ بھر دیئے ہیں میں جو غموں کی کشتی کا سوار تھا بہاروں میں سیر کرنے لگا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ پیار کیا ہوتا ہے لیکن جب سے ایمان کا سنگم ہوا تھا میری زندگی کھل اٹھی تھی۔ پہلے پہل ہماری ملاقاتیں نظروں سے ہوتی تھیں پھر محبت کی شدت بڑھتی گئی اور ہم ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے کبھی وہ میرے پاس آ جاتی تو کبھی مجھے بہانے سے اپنے آنگن میں بلا لیتی تھی۔ اسی طرح دیدار یار ہوتا رہتا تھا۔ کلیاں کھلتی رہتی محبتیں بڑھتی گئیں۔

مجھے ایمان نے جاہل سے ایک اچھا انسان بنا دیا جب کبھی وہ اداس ہوتی مجھے اپنے گھر بلا لیتی۔ بہانہ یہ ہوتا تھا کہ میرے گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں آنٹی آپ عبدالمجید کو بھیج دو، یہ چائے اچھی بنا لیتا ہے۔ میری مالکن مجھے بھیج دیتی اور یوں میں ان کے کچن میں چائے بناتا اور وہ اپنی سہیلیوں کے ہمراہ بیٹھی باتیں کرتی اور نظریں میری طرف ہوتیں۔ میں بھی نگاہوں سے دیدار یار کرتا رہتا۔ ویسے بھی میں اچھے اچھے کھانے تیار کر لیتا تھا۔ چائے تو شاید میری جیسی کوئی قسمت والا بناتا ہوگا۔ میری ایمان مجھے کہتی سویٹ مجید چائے لا دو۔ جب چائے پیش کرتا تو ترنم سے آواز میں آہستہ آہستہ کہتی تھینکس مجید تو میرے دل میں خوشیوں کے پھول کھل اٹھتے تھے۔ اسی طرح جب میں بچوں کو اسکول چھوڑنے جاتا وہ بھی ساتھ ہو جاتی تھی۔ راستے میں ہماری خوب باتیں ہوتی تھیں۔ ایمان نے مجھے گندگی کے ڈھیر سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ میں بہت خوش

تھا۔ اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت انسان تصور کرنے لگا جب بھی اس کا دل اداس ہوتا مجھے اطلاع کر دیتی اور ہم کسی نہ کسی بہانے سے بازار چلے جاتے تھے وہاں سے پارک میں خوب باتیں ہوتیں گھر والوں کو دکھانے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز خرید لیتے ورنہ پارک میں ساتھ بیٹھے جینے مرنے کے عہد و پیمان ہوتے رہتے۔ زمانے سے ٹکرانے کی قسمیں، زندگی کی آخری سانس تک ساتھ نبھانے کے وعدے ہوتے اور یوں شام کے سائے ڈھلنے لگتے پیار کے دو پنچھی واپس اپنے گھونسلوں میں لوٹ آتے اور رات ایک دوسرے کی یادوں میں بسر ہوتی۔ صبح کا آغاز ایک دوسرے کے دیدار سے ہوتا پیار چیز ہی ایسی ہے۔ ہر چیز سے بے فکر ہو کر صرف اور صرف محبوب کا خیال ہوتا ہے وہ کیا کر رہا ہوگا کیا کھایا ہوگا یوں ہوگا ادھر ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

ایمان کو جواب عرض پڑھنے کا بہت شوق تھا میں بازار سے جواب عرض اسے خرید کر دیتا اسی طرح میں بھی جواب عرض کا قاری بن گیا۔ آج بھی میرے پاس بے شمار جواب عرض پڑے ہیں۔ ہم پیار کی راہوں میں چلتے چلتے بہت دور جا چکے تھے جہاں سے واپس لوٹنا ناممکن تھا۔ جب کبھی مجھے اپنے مالک کا خیال آتا۔ دل کانپ اٹھتا لیکن دوسرے لمحے ایمان کا پیار مجھے سہارا دیتا۔ اسی طرح دو سال کا عرصہ بیت گیا۔ پیار کے پریمی اپنی دنیا میں مگن تھے زندگی پھولوں کے بستر پر بسر کر رہے تھے۔ ہر دن عید اور ہر رات شب برأت ہوتی میں سبھی غم بھول گیا تھا۔ زندگی ویران کھنڈرات سے نکل کر چمن میں ڈیرے لا چکی تھی۔ ایمان کہتی مجید مر جاؤں گی لیکن کسی اور کی دلہن نہیں بنوں گی۔ میرے ہاتھوں پر صرف تیرے نام کی مہندی رچے گی تیری دلہن بنوں گی۔ میں کہتا ایمان مجھے ڈر لگتا ہے زمانے والے ہمارے پیار کو کبھی ملنے نہیں دیں گے۔ ایمان میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیتی۔ عبدالمجید کیسی باتیں کرتے ہو اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ میرا جینا مرنا تیرے ساتھ ہے کوئی ہمیں جدا نہیں کر سکتا۔ اک موت ہے جو ہم کو اس دنیا سے جدا کر سکتی ہے لیکن آخرت میں ہم پھر ایک ہو جائیں گے نہیں جان ایسی باتیں تجھے زیب نہیں دیتی۔ تو نے تو میری زندگی سنواری ہے تجھے کچھ ہو گیا تو میری زندگی اجڑ جائے گی۔ خدا کے لئے کبھی مجھ سے جدا نہ ہونا ساتھ اشکوں کی برسات شروع ہو جاتی اور میں اس میں بھیگتا جاتا۔ ایمان اپنے نرم و ملائم ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرتی اور کہتی سویٹ مجید مرد کبھی روتے نہیں بہادر بنو حوصلے بلند رکھو اگر تم ابھی سے دل چھوڑ بیٹھے تو زمانے والے ہم پر حاوی ہو جائیں گے ان کا مقابلہ کون کرے گا۔ ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے ہوئے زندگی کا سفر کٹ رہا تھا۔ ہم محبت کی راہوں میں چلتے چلتے بہت دور نکل گئے جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔

زندگی خوشیوں کی وادی میں محو سفر تھی کہ اک ظالم ہوا کا جھونکا آیا اور سبھی کچھ بکھر گیا سبھی وعدے ریت کی دیوار ثابت ہوئے سبھی قسمیں پل بھر میں ٹوٹ گئیں سارے سپنے بکھر گئے ارمانوں کا خون ہو گیا۔ زندگی پھر سے عذابوں کا شکار ہو گئی دکھوں کا سیلاب ایسا آیا کہ سنبھل نہ پایا اور میرا سب کچھ میری نظروں کے سامنے سب کچھ ختم ہو گیا۔ میرے چاہنے والے مجھے محبت کی راہوں میں لانے والے مجھ سے ناطہ توڑ گئے۔ جاگتی آنکھوں میں سپنے دکھانے والے سارے خواب ریزہ ریزہ کر گئے۔ آسمان کی بلندیوں پر پہنچنے والے منہ کے بل زمین پر آ گرے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے آغاز محبت میں لوگ ساتھ جینے مرنے کے وعدے کرتے ہیں پھر خود انہیں وعدوں کو توڑتے ہیں۔ دل بھی کوئی چیز ہوتا ہے کھلونا سمجھنے والے کیوں بھول جاتے ہیں کہ کھلونے ٹوٹ کر دوبارہ جڑ جاتے ہیں لیکن دلوں کو کون جوڑے۔ کوئی دلوں سے کھیلا جاتا ہے کاش محبتوں کے دعوے کرنے والے محبتوں میں وفا کرنا سیکھ جائیں۔ کسی کے دل سے کھیلنے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان کے سینے میں بھی دل ہے۔ ایمان تو نے کیا کیا مجھے پیار کرنا سکھایا اور پھر غموں کے حوالے کر دیا۔ ایمان کیوں؟ آخر کیوں کیا تو نے کچھ تو بتاؤ جان دل۔ ہوا یوں کہ مجنوں

کی گاڑی اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی کہ راستے میں بھٹک گئی کاغذی نوٹوں کی جھلک نے پیار کی گاڑی کو پنکچر کر دیا اور منزل پر پہنچنے سے پہلے تباہ برباد ہو گئی۔ وہی پرانی باتیں محبت کو دولت کے ترازو میں تولا گیا۔ امیری غریبی کی دیوار آ گئی۔ دلوں کو چھوڑ کر صورت اور دولت پر مرنے لگے کیا محبت یہی ہے اگر یہی ہے تو مجھے ایسی محبت سے نفرت ہے۔ اچانک ایمان مجھ سے دور ہونے لگی۔ جب کبھی وجہ پوچھتا تو ٹال مٹول کر جاتی راز آخر کب تک راز رہتا ہے ایک نہ ایک فاش ہو جاتا ہے ایمان کا جھوٹا پیار بھی منظر عام پر آ گیا۔ اس نے دولت کو ترجیح دی اور محبت کرنے والا دل توڑ دیا۔ اسے کوئی اور پسند آ گیا اب ایمان اسی کے گن گانے لگی اسی کے لئے جیتی مرتی۔ میں غموں کی نگری میں ڈوبتا گیا اور اپنی دنیا الگ آباد کر لی جہاں صرف اور صرف میری تنہائی تھی اور ایمان کی یادیں نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا ہوش۔ کبھی رو لیا کبھی مسکرا دیا لوگ ہنسنے لگے۔ طنز کے تیر دل چھلنی کرنے لگے جب اپنے پرائے ہوتے ہیں دلوں پر چھریاں تو چلتی ہیں صحراؤں میں گرم ریت پر چلنا پڑتا ہے۔

ایمان کے گھر والوں نے ایمان کی منگنی ایک ڈاکٹر کے ساتھ کر دی مجھے تب پتہ چلا جب میری دنیا اجڑ چکی تھی۔ میری مسکراتی زندگی بربادی کے کنارے جا ٹھہری۔ میری ایمان کسی اور کی ہو چکی تھی۔ ایمان یہ تو نے کیا کیا۔ کم از کم مجھے بتایا تو ہوتا جب اس بات کا علم مجھے ہوا تو دیوانگی کے عالم میں ایمان کے پاس جا پہنچا۔ آنسوؤں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا بے رحم ایمان نے ذرہ بھی رحم نہ کیا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ میں تو صرف تم سے دل لگی کر رہی تھی محبت تو میں اپنے ناصر سے کرتی تھی۔ ناصر ہی میرا سب کچھ ہے تم نے یہ کیسے سوچ لیا لوگوں کے برتن دھونے والا میرا شوہر کیسے بن سکتا ہے۔ لوگوں کے جوتے صاف کرنے والا میرا ہم سفر کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو صرف تمہیں پاگل بنا رہی تھی تم نے سچ سمجھا اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ناصر سے منگنی میری اپنی مرضی سے ہوئی ہے میں اسی کے لئے مرتی ہوں اسی کے لئے جیتی ہوں تم مجھے کیا دے سکتے ہو اس کے پاس دولت ہے شہرت ہے امیر ہے میں خوشبوؤں میں رقص کروں گی تم جیسے غریب اور نادار سے شادی کر کے میں نے گھٹ گھٹ کے مرنا ہے تم خود خوشبوؤں کے لئے ترسے ہو مجھے کیا خوشیاں دے سکو گے۔ اپنی اوقات میں رہ کر دل لگاؤ اور مجھے بھول جاؤ میں تمہارے لئے مر چکی ہوں۔ میں نہ تم سے پیار کرتی تھی اور نہ ہی کرتی ہوں۔ اشکوں کی بارش کے ساتھ میں نے جواب دیا۔

ایمان وہ وعدے وہ قسمیں جینے مرنے کے عہد و پیمان کہاں گئے تم تو مجید پاگل ہو وہ تو صرف دھوکہ تھا میں وقت گزاری کر رہی تھی۔ تم اسے پیار سمجھ بیٹھے اب میں کیا کروں چلے جاؤ یہاں سے ورنہ وہ حشر کروں گی۔ زمانے میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہو گے گٹ آؤٹ دور ہو جاؤ۔ میری نظروں سے آئندہ میرے سامنے مت آنا۔ طنز کے تیر کلیجہ چاک کرتے رہے میری محبت کا مذاق اڑایا گیا۔ میری محبت کو امیری غریبی کے ترازو میں تولا گیا میں ہار گیا اور ایمان جیت گئی۔ اس وقت نجانے مجھے کیا ہوا۔ میں وہاں اپنی ایمان کے آنگن میں گر پڑا۔ ہوش تب آیا جب ہسپتال میں تھا۔ اب اپنی فریاد کس کے پاس لے کر جاتا۔ میرے آنسو کون صاف کرتا۔ میری دنیا تو اجڑ چکی تھی جو نصیب میں تھا مل گیا تھا۔ شاید میں پیدا ہی رہا ہونے کے لئے ہوا تھا۔ تنہائیاں مقدر بن گئیں ایمان میرے جذبوں ارمانوں کا خون کر کے کسی اور کی ہو گئی۔

جس روز ایمان کی شادی تھی میں روتا رہا مجھے بھی مدعو کیا گیا میری مالکن نے مجھے کہا تھا مجید ایمان کی شادی ہے ان کے گھر میں کام کاج بہت ہے تم ادھر کام کرو گے۔ نوکری میں نخرے کب ہوتے ہیں دل پر پتھر رکھ کر ٹوٹے دل کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ کسی کو کیا خبر کہ خوشبوؤں کے سنگم میں کسی کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کسی کی دنیا لٹ رہی ہے۔ اپنے ہاتھوں اپنی محبت قربان کر رہا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے میری ایمان کسی

اور کی دلہن بن گئی اور میں خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہا شام ہو گئی۔ ایمان ہمیشہ کے لئے کسی اور کی ہو گئی اشکوں کی بارات سجائے میں سارا منظر دیکھتا رہا میری دنیا ویران و سنسان کر کے خود خوشبوؤں کے گلشن میں چلی گئی۔ کسی کی خوشیاں چھیننے والے ایک پل کے لئے سوچ لیں کے ہم کسی کی دنیا ویران تو نہیں کر رہے کاش ایمان ایک بار صرف ایک بار اس ٹوٹے دل کے بارے میں سوچا ہوتا۔

ایمان اپنے گھر خوش تھی اس کا خاوند امیر کبیر تھا اس کا اپنا ہسپتال تھا اسے کیا پتہ کہ لوگوں کی زندگیاں بچانے والا کسی کی زندگی چھین چکا ہے۔ ایمان محبتوں کو نیلام کر کے دولت کے جھولے میں جھول رہی تھی۔ شادی کو سات ماہ گزر گئے میری سوچوں امیدوں خوابوں کا محور ابھی تک ایمان ہی تھی اور جس سے محبت ہو جائے اس کی یادیں اس کی باتیں لمحہ لمحہ ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ میں ایمان کی یادوں میں گم صحراؤں میں بھٹکتا رہا۔ میں نے مالک کو کام چھوڑنے کے لئے کہا۔ وہ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے مجید اتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے ہو اب ہمیں چھوڑنا کیوں چاہتے ہو؟ ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو معاف کر دو لیکن میں اسے کیا کہتا کہ جس نگری میں دل ٹوٹ جائے ارمانوں کے خون کئے گئے ہوں خواب ریزہ ریزہ ہوئے ہوں زندگی بکھری بکھری سی ہو گئی ہے وہاں دل کو کیسے سکون ملے گا۔ خیر میں نے مالک کی رحمدلی، محبت دیکھتے ہوئے کام نہ چھوڑا۔ کئی دنوں کے بعد مجھے خبر ملی کہ ایمان ہسپتال میں ہے اس کی حالت غیر ہے میں دیوانگی کے عالم میں ہسپتال جا پہنچا جن کے دلوں کے رشتے ہوں وہ کیسے کسی کو درد میں دیکھ سکتے ہیں۔ جب وہاں پہنچا تو ایمان کے والدین اور بہن بھائی موجود تھے۔ ایمان کی حالت بہت خراب تھی وہ بیڈ پر بے ہوش پڑی تھی اسے خون کی ارشد ضرورت تھی لیکن خون کہیں سے بھی نہیں مل سکا۔ میں نے اپنا بلڈ چیک کرایا میرا بلڈ میچ ہو گیا۔ میں نے ایمان کی جان کے لئے بلڈ دیا میں چاہتا تھا میرے جسم سے خون کا قطرہ قطرہ نکال کر ایمان کو دے دیئے جائیں۔ یہ بے نام سی زندگی اگر میرے پیار کی جان بچا سکتی ہے تو مجھے اور کیا چاہئے۔

بلڈ دیتے ہی میں نے جواب عرض کا نیا شمارہ ایمان کے والدین کو دیا جو صرف ایمان کے لئے لے گیا تھا اور انہیں کہا کہ میرے بارے میں نہ بتانا کہ مجید آیا تھا پھر وہاں سے نکل آیا۔ میں زیادہ دیر وہاں نہیں رہنا چاہتا تھا انہوں نے مجھے بہت روکا لیکن میں کام کا بہانہ بنا کر چلا آیا۔ چند دنوں کے بعد خبر ملی کہ ایمان ٹھیک ہو گئی ہے اور واپس گھر آ چکی ہے۔ میں رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ آج میں خوش تھا میرا دل سکون کی وادیوں میں سیر کرنے لگا بہاریں میرا استقبال کرنے لگیں مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ جس صنم نے مجھے بیچ سمندر چھوڑ دیا تھا آج اس کی رگوں میں میرا خون دوڑ رہا ہے۔ میں محبت نہ پا کر بھی جیت گیا تھا اور ایمان محبت پا کر بھی ہار گئی تھی۔ ویسے بھی محبت صرف پا لینے کا نام نہیں ہے محبت تو روح کی غذا ہوتی ہے جب دو پریمی مل جائیں تو محبت دم توڑ جاتی ہے۔ رب کا شکر ہے میری محبت زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ کیا ہوا اگر آج زمانے والے مجھے طنز کے تیروں کی بارش میں نہلاتے رہتے ہیں میری ایمان خوش ہے اس کی رگوں میں عبدالمجید کا خون ہے۔ اس سے بڑھ کر مجھے کیا چاہئے۔ رب کی رضا پر راضی ہوں اور تنہا زندگی کی گاڑی صحراؤں میں دوڑا رہا ہوں۔ امی کہتی ہے تیری شادی کرتی ہوں میرا یہی جواب ہوتا ہے میری جنت میری پیاری ماں پہلے اپنے بہن بھائیوں کی شادی کروں گا۔ پھر دیکھیں گے امی کو کیا علم مجید کا دل تو کسی نے توڑ دیا ہے اب اس خالی پنجرے میں کون بسیرا کرے گا۔ سسکتی زندگی، تڑپتی روح کسی دن اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی تب سکون ہو گا۔ اب تو اک مقصد ہے زندگی ہے بہن بھائیوں کے گھر آباد کرنے ہیں۔ انہیں خوشیاں دینی ہیں اس کے بعد زندگی شام ہو جائے کوئی غم نہیں ہو گا۔ خدا مجھے میرے مقصد میں کامیاب کرے کرے۔

اب جب میری ایمان کو علم ہوا کہ ایمان تیری رگوں میں تیرے دیوانہ کا خون دوڑ رہا ہے اب وہ پچھتا رہی ہے رابطے کی کوشش کرتی رہی لیکن اسے کیا خبر کہ تیرا دیوانہ تیرا شہر چھوڑ چکا ہے اب کبھی بھی ملاقات نہ ہو سکی۔ ہاں ایمان عبدالمجید کبھی تیرے سامنے نہیں آئے گا تو نے خود ہی کہا تھا کہ میرے سامنے مت آنا جو تو نے مجھے شاعری کا شوق دیا تھا اور جو میں نے شاعری لکھی تھی وہی غزل تمہیں سنا رہا ہوں مجھے پتہ ہے تو ہر ماہ باقاعدگی سے جواب عرض پڑھتی ہے یہ غزل صرف تیرے لئے ہے۔

تیری سادگی بھی اک فریب ہے
بے درد وہ دن بہت یاد آتے ہیں
وہ تیری ہلکی سی تھینکس کہنا مجھے اچھا لگتا تھا
وہ تاش کے پتے کھیلنا مجھے اچھا لگتا تھا
جب چوری چوری اک دوسرے کو چائے پلانا
وہ ہلکا سا مجید کہنا مجھے اچھا لگتا تھا
تیرا چہرہ دیکھ کر میں کتنا خوش ہوا کرتا تھا
کاش اک بار سوچا ہوتا زخمی کے بارے میں
تیرا مجھ کو یار کہنا اچھا لگتا تھا
وہ تیرا کہنا مجید جان مجھے چائے چاہئے
تیرا ہلکے سے میرے لبوں کو چھونا اچھا لگتا تھا
وہ تیرا لوگوں کو کہنا کہ مجید میرا اتنا خیال رکھتا ہے
اب تیری پیاری سی تھینکس سننے کے لئے
دل میرا کتنا بے چین سا رہتا ہے
مجھے تیرا ہلکا سا تھینک کہنا اچھا لگتا تھا

ہاں تو قارئین یہ تھی عبدالمجید آف چیچہ وطنی کی داستان زندگی آپ کو کیسی لگی۔ اپنی تنقیدی تعریفی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔ آپ کی رائے میرے لئے اہم ہے۔ زندگی نے فرصت دی تو کسی نئے موضوع کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ اپنی دعاؤں بندہ ناچیز کو یاد رکھنا۔

☆☆

شام ہوگئی

تیری چوکھٹ پہ آ کے زندگی کی شام ہو گئی
تو نے بھی سمجھا کسی اجنبی کی شام ہو گئی
تمنا تو تھی تم سے گفتگو کرتے ایک پل
ہونٹ بھی نہ ہلا سکے زندگی کی شام ہو گئی
آئینہ خانے میں تیری تصویر سجا رکھی تھی
کسی کو دکھا بھی نہ سکے زندگی کی شام ہو گئی
دسمبر میں مل بیٹھ کبھی چائے پیتے لان میں
تمنا دل میں ہی رہی زندگی کی شام ہو گئی
وہ آخری پل میں تمہارا چراغ بجھا دینا
ادائیں بھی ادھوری رہیں زندگی کی شام ہو گئی
گھر سے نکلنا مجھے سوچتے ہوئے فقط
تمہارا لوٹ کے نہ آنا زندگی کی شام ہو گئی
اسے عمر بھر یاد رہے ہمارا انداز محبت رضا
اس کا ہمیں بھولنا زندگی کی شام ہو گئی

☆......اے ڈی ناز-ساہیوال

اپنوں کی چاہت

دریا میں اپنی قبر بنانے چلی گئی
میں ڈوبتے سورج کو بچانے چلی گئی
خواہش تو سب سے آگے جانے کی تھی مگر
جو گر پڑے تھے انہیں اٹھانے چلی گئی
اپنوں کی چاہت میں ملاوٹ تھی اس قدر کہ
تنگ آ کے میں دشمنوں کو منانے چلی گئی

☆......ثناء ماہ نور عرف شونوں- بہاولنگر

روشنی

☆ گناہ میں لذت ضرور ہے مگر سکون نہیں (بات الفاظ کی نہیں لہجے کی ہوتی ہے) ☆ کسی کے بارے میں برا مت سوچو ہو سکتا ہے کہ وہ خود کی نظر میں تم سے بہتر ہو۔ ☆ آدمی بیماری کے ڈر سے کھانا تو چھوڑ دیتا ہے مگر آخرات کے ڈر سے گناہ نہیں۔ (یا اللہ عزوجل ہمیں اپنی پسند کا بندہ بنا دے۔ آمین!) مرسلہ: محمد زبیر عطاری-لاہور

شہزاد سلطان کیف کی شاعری

ہونٹ تو ہلا دیتے

دیار غیر میں کیسے تجھے صدا دیتے
تو مل بھی جاتا تو آخر تجھے گنوا دیتے
تمہی نے ہم کو سنایا نہ اپنا دکھ ورنہ
دعا وہ کرتے کہ ہم آسمان ہلا دیتے
ہمیں یہ غم رہا اب کے وہ پکاریں گے
انہیں یہ ضد تھی کہ ہر بار ہم صدا دیتے
وہ تیرا غم تھا کہ تاثیر میرے لہجے کی
کہ جس کو حال سناتے اسے رلا دیتے
تمہیں بھلانا ہی اوّل تو دسترس میں نہیں
جو اختیار بھی ہوتا تو کیا بھلا دیتے
ہم اپنے بچوں سے کیسے کہیں کہ یہ گڑیا
ہمارے بس میں جو ہوتی تو ہم دلا دیتے
تمہاری یاد نے کوئی جواب ہی نہ دیا
مرے خیال کے آنسو رہے صدا دیتے
سماعتوں کو میں تا عمر کوستا سید
وہ کچھ نہ کہتے مگر ہونٹ تو ہلا دیتے

غزل

وہ خفا ہیں ہم سے تو خفا ہی رہنے دو
ہم کو ان کا گنہگار ہی رہنے دو
وہ سمجھتے ہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے ان کو
بات تو جھوٹ ہے مگر سچ ہی رہنے دو
مدتوں مانگی ہیں خدا سے خوشیاں اس کی
جو آتا ہے الزام ہم پہ تو یہ الزام ہی رہنے دو
شرط یہ ہے کہ میں بے وفا بنوں
خوشیوں میں ان کی مجھے بے وفا ہی رہنے دو
آئے گا وقت دکھائیں گے تم کو اپنی محبت
ابھی ہم کو بس خاموش ہی رہنے دو
میں اپنی وفاؤں کا اسے احساس کیسے دلاؤں
کیف وہ بے احساس ہے بے احساس ہی رہنے دو

انتظار یار

تمہیں جب ملیں کبھی فرصتیں مرے دل سے بوجھ اتار دے
میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دے
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں مرے خال وخد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو مرے سارے زنگ اتار دو
کسی اور کو مرے حال سے نہ غرض ہے کوئی نہ واسطہ
میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو
مری وحشتوں کو بڑھا دیا ہے جدائیوں کے عذاب نے
مرے دل پہ ہاتھ رکھو ذرا مری دھڑکنوں کو قرار دو
تمہیں صبح کیسی لگی کہو مری خواہشوں کے دیار کی
جو بھلی لگی تو یہیں رہو اسے چاہتوں سے نکھار دو
وہاں گھر میں کون ہے منتظر کہ فکر دیر سویر کی
بڑی مختصر سی یہ رات ہے کیف اسی چاند میں گزار دو

غزل

دل پر ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود سے بچھڑتے دیکھا
تجھ کو سوچا تو ہر اک سوچ میں خوشبو اتری
تجھ کو لکھا تو ہر ایک لفظ مہکتے دیکھا
یاد آ جائے تو قابو نہیں رہتا دل پر
ورنہ دنیا نے ہاں ہم کو تڑپتے دیکھا
تیری صورت کو فقط آنکھ نہیں ترسی ہے
راستوں کو بھی تیری یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لئے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات کہ تو نے مڑ کے نہیں دیکھا

ایس کیف کی ڈائری

جب رات کی ناگن ڈستی ہے
نس نس میں زہر اترتا ہے
جب چاند کی کرنیں تیزی سے
اس دل کو چیر کے آتی ہیں
جب آنکھ کے اندر ہی آنسو
زنجیروں میں بندھ جاتے ہیں
سب جذبوں پر چھا جاتے ہو
تب یاد بہت تم آتے ہو
جب درد کی جھانجر بجتی ہے
جب رقص غموں کا ہوتا ہے
خوابوں کی تال پہ سارے دکھ
وحشت کے ساز بجاتے ہیں
گاتے ہیں خواہش کی لے میں
مستی میں جھومتے جاتے ہیں
سب جذبوں پر چھا جاتے ہو
تب یاد بہت تم آتے ہو
تب یاد بہت تم آتے ہو
جب جب تم یاد آتے ہو
کیف سب کو بھلا دیتا ہے
پھر یاد میں تم ہی رہ جاتے ہو

☆......شہزاد سلطان کیف
الکویت

کیا کھویا کیا پایا

ماسٹر محمد رفیق راجہ۔تونسہ شریف

زندگی میں کبھی کبھی انسان سے کچھ فیصلے ایسے ہو جاتے ہیں جو پوری زندگی اس کے لئے پچھتاوا بن جاتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی اس نے پیار ومحبت کے دعوے کئے اور پھر کسی اور کی بن گئی۔ میں نے بھی کہیں اور شادی کر لی اور اب اس کو طلاق مل چکی ہے اور وہ پچھتا رہی ہے......ایک سچی کہانی

اس کہانی میں میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میری یہ کہانی سچی اور پہلی کہانی کا دوسرا حصہ ہے۔ جنہوں نے اگر میری پہلی کہانی نہیں پڑھی تو ان کے لئے مختصر شارٹ کٹ میں دوبارہ سنائے دیتا ہوں۔

میرے والدین بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ میری پرورش میرے بڑے بھائی اور بھابی نے کی۔ کچھ عرصہ میں بھائی کے ساتھ کراچی میں رہا پھر مستقل طور پر بھائی کی فیملی کے ساتھ پنجاب اپنے شہر آ گیا۔ یہاں آ کر مجھے کزن کی بیٹی سمیرا سے پیار ہو گیا۔ کچھ عرصہ ہمارا پیار خوش وخرم رہا لیکن کہتے ہیں عشق اور مشک دونوں نہیں چھپ سکتے۔ ہماری محبت کا بھی ظالم سماج کو پتہ چل گیا، ہم دونوں کو جدا کر دیا گیا۔ رشتہ مانگنے پر نوکری کا بہانہ کر کے ہمیں ٹال دیا گیا۔ میں نوکری کی تلاش میں سرگرداں رہا اور سمیرا میرے انتظار میں سولی پر لٹکے بیٹھی رہی۔......یہ تھا میری پہلی کہانی کا مختصر خلاصہ اب اس کا دوسرا اور آخری حصہ ملاحظہ کریں۔

میں سرکاری نوکری کے لئے دربدر ہر جگہ گیا۔ ملتان، ڈیرہ غازیخان، حتیٰ کہ لاہور تک میں نے انٹرویوز دیئے لیکن کہیں بھی کامیابی نہ مل سکی اور میں بالکل مایوس ہو گیا۔ ادھر سمیرا نے کافی میرا انتظار کیا لیکن میری طرف سے کوئی بھی خوشخبری اس کو نہ مل سکی۔ ہم مختلف رشتے داروں کی شادیوں میں ایک دوسرے کو ملتے رہے۔ سمیرا نے دو رشتوں کو میری وجہ سے ٹھکرا دیا۔ میں نے اپنی سکول کی جاب کو جاری رکھا اور تھوڑے پیسے بچا کر رکھتا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد سمیرا کے لئے ایک رشتہ آیا۔ لڑکا بڑی عمر کا تھا اور ملائشیا فورس میں ملازم تھا۔ اس کے گھر والوں نے بڑی عمر کا ہونے کے باوجود اسے قبول کر لیا۔ سمیرا اور میں بہت پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔ میں نے کاغذ قلم اٹھایا اور سمیرا کو خط لکھنا شروع کر دیا۔

جان سے پیاری سمیرا اسلام محبت! سمیرا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کے والدین آپ کا رشتہ طے کر چکے ہیں وہ بھی سرکاری نوکری کے عوض کیونکہ وہ لڑکا بلکہ میں تو اسے آدمی کہوں گا کیونکہ پینتیس یا چالیس سال کے بندے کو آدمی ہی کہا جاتا، وہ آپ کے قابل نہیں ہے۔ کہاں آپ سولہ سے اٹھارہ سال کی نوجوان حسین لڑکی اور کہاں وہ آدمی۔ یہ تو ایک سودا کیا جا رہا ہے پیار کو پیسوں میں تولا جا رہا ہے۔ میں آپ کو تین تجاویز لکھ رہا ہوں جو آپ کو اچھی لگیں اسے قبول کر لینا۔ پہلی تجویز اگر میرے ساتھ آنا چاہتی ہو تو میں اس کے لئے تمہارے پیار کی خاطر تیار ہوں۔ دوسری تجویز حالات کچھ بھی ہوں تم نے میرا ساتھ دینا ہے اور ہر رشتے سے انکار کر کے ثابت قدم رہ کر ڈٹے رہنا ہے اور میری نوکری لگنے تک میرا انتظار کرنا ہے۔ تیسری اور آخری تجویز یہ ہے کہ مجھے بھول جاؤ، پیار کو قربان کر دو اور دونوں ہمیشہ کے لئے جدا

ہو جائیں اور پیار کو امر کر جائیں۔ کیونکہ جو پیار میں امر ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ ہم اپنے دلوں پر پتھر رکھ خوشی سے جدا ہو جائیں اور محبت کو اس کی رسم کے مطابق قربان کر دیں اور اپنے آپ کو ظالم دنیا کے حوالے کر دیں اب آپ کو اختیار ہے جیسے چاہو اپنی نئی زندگی کا آغاز کرو۔ میں تین دن تک آپ کے خط کا انتظار کروں گا اگر آپ کا کوئی جواب آ گیا تو ٹھیک ورنہ پھر میں تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر خود سے سمجھوتہ کرلوں گا اور تین دن بعد میں مسجد میں دس دن کے لئے اعتکاف میں بیٹھ جاؤں گا اب جو چاہو تین دن میں فیصلہ کرلو میں اپنے بارے میں صرف یہی کہوں گا۔

رفاقتوں میں جینے والے خوش نصیب ہوتے ہیں
محبتوں میں مرنے والے بھی عجیب ہوتے ہیں
عظیم ہے ہماری داستان جانِ من
فاصلوں پر رہتے ہیں لیکن دل کے قریب ہیں

صرف آپ کا جانِ جگر راجو

تین دن تک سمیرا کا کوئی جواب نہ آیا اور میں سمجھ گیا کہ اس نے تیسری تجویز قبول کر لی ہے پھر میں دس دن کے لئے مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھ گیا۔ ان دنوں میں ماہ رمضان کا مقدس مہینہ چل رہا تھا اور میں ماہ رمضان کے آخری عشرے میں تقریباً ہر سال اعتکاف کے لئے بیٹھ جایا کرتا ہوں گیارہ مہینے گناہوں میں گزارنے کے بعد یہی ایک مہینہ ہوتا ہے جس میں انسان اپنے گناہوں کو رحمت کے پانی سے دھلوا سکتا ہے اس مہینے میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے اگر آپ ایک نماز پڑھیں گے تو آپ کو ستر نمازوں کا ثواب ملے گا لیکن اس مہینے میں نیت کا صاف ہونا ضروری ہے اگر دکھاوے کے لئے نیکی کی گئی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا کیونکہ اگر کوئی انسان اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کرے اور اس میں اس کی نیت دکھاوے کی ہو کہ لوگ مجھے سخی کہیں تو اس کی ساری نیکی ضائع ہو گئی۔ اگر خالص نیت سے ایک کھجور کا دانہ بھی اللہ کی راہ میں دے دیا تو اس کو اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو اس ماہ مقدس میں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ بندۂ ناچیز بھی انہی ثواب کی برکتوں کے لئے اپنے گناہوں کی پوٹلی کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے جو میں سال بھر اٹھائے پھرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کو حرام قرار دیا ہے لیکن نیکی میں حسد کرنا جائز ہے اور میں بھی کوشش کرتا ہوں۔ اس مہینے میں جتنا ہو سکے دوسروں سے نیکیوں کا حسد کرو۔ اس بابرکت مہینے میں جو شخص یا عورت خالص اللہ کی رضا کی خاطر آخری عشرے کے دس دن کا اعتکاف کرے تو حدیث شریف کے مطابق اسے دو عمرے اور دو حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب فرمائے اور بندۂ ناچیز کو ہمیشہ کے لئے اس کا عادی بنائے رکھے۔

ستائیسواں یا اٹھائیسواں روزہ تھا کہ مجھے مسجد میں پتہ چل گیا کہ سمیرا کی جمیل کے ساتھ منگنی کر دی گئی ہے۔ میں دل میں کافی ٹوٹ پھوٹ گیا اور میں کر بھی کیا سکتا تھا کیونکہ میں اعتکاف میں تھا، میں مسجد سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ پس میں نے اسے اپنے رب کا لکھا سمجھ کر سچے دل سے قبول کر لیا اور خدا سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور نئے جذبے اور ولولے سے جینے کا حوصلہ پیدا کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی دن رات عبادت کی وجہ سے میں نے خود کو بڑا ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ یہ فیصلے تو آسمانوں پر ہوتے ہیں۔ میں کون ہوتا ہوں ان کو توڑنے یا جوڑنے والا میں اپنے کیے پر کافی نادم ہوا۔ یہ تو پہلے میں ایسا کر رہا تھا جیسا کہ نعوذ باللہ خدا سے مطالبہ کر رہا ہوں میں کافی توبہ تائب ہوا اور اس رشتے کو اپنے لئے خدا کی طرف سے بہتری کا تحفہ سمجھ کر قبول کر لیا۔ وقت گزرتا گیا، ماہ رمضان ختم ہو گیا، عید آئی اور چلی گئی نہ سمیرا کی طرف سے کوئی پیغام آیا نہ میں نے کوئی کوشش کی۔ چھ مہینے کا عرصہ پتہ نہیں کیسے گزر گیا کچھ پتہ ہی نہ چلا۔ میں نے سکول کی جاب کو جاری رکھا اس عرصے میں سمیرا کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی جس دن اس کی رخصتی تھی اس دن میں بہت رویا اور دل کا سارا غبار نکال دیا اور یہ گانا بار بار سن کر روتا رہا۔

دل میرا توڑ گیا تو میں بُرا کیوں مانوں

اُسے حق ہے وہ جسے چاہے اُسے پیار کرے

میں نے شہلہ کے ذریعے آخری تحفہ لاکٹ کا سمیرا تک پہنچایا اور شہلہ کو سمیرا کی ایک تصویر کھینچ کر لانے کو کہا۔ کیمرہ دیتے ہوئے میں نے اسے کہا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ کیمرہ میرا ہے سمیرا کو بھی پتہ نہ لگے۔ سمیرا نے شام تک کیمرہ واپس کر دیا اور کہا۔ باقی لوگوں کی بھی مجھے مجبوری کے تحت تصویریں کھینچنی پڑیں۔ میں نے کہا۔ سمیرا کی تصویر ہے تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں رات ہی کو شہر سے تصویریں دھلوا لایا۔ میں نے سب تصویریں شہلہ کو واپس کر دیں۔ صرف ایک سمیرا کی تصویر اپنے پاس رکھ لی جس میں وہ دلہن بنی ہوئی تھی اور کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ اوپر سے اس نے میرا لاکٹ پہنا ہوا تھا، میں نے بے اختیاری میں سمیرا کی تصویر کو چوم لیا اور دو آنسو نکل کر میرے گالوں پر پھیل گئے جنہیں میں نے ہاتھوں سے تصویر پر مَل دیا۔

تیری یاد ستائے مجھے نیند نہ آئے
راتوں کو تڑپائے مجھے بے چین کر جائے

اب میری سچی محبت میرا پیار کسی اور کا ہو چکا تھا اور یہ ظالم دنیا جیت چکی تھی۔ پیار کی پائل کو محبت سے چھین کر زَر کے پاؤں میں ڈال دیا گیا تھا اور محبت تڑپتی رہ گئی لیکن ظالم سماج کو ذرا بھی ترس نہ آیا میرا پیار تو وہ جگنو کی روشنی تھی جس کی چمک میں حسن کی پریاں کھیلتی تھیں۔ اس جگنو کی روشنی اس بلبل کے نام تھی جو صرف اپنے محبوب جگنو کی روشنی کو اپنے سانسوں میں بسائے ہوئے تھی۔ اب جب اس بلبل کو اپنا آشیانہ مل گیا تھا تو وہ اس جگنو کو بھول گئی جو صرف اسی کی خاطر اپنی روشنی کو پھیلاتا تھا اب جگنو صرف اڑ رہا تھا لیکن اس کی روشنی ختم ہو گئی تھی وہ اندھیرے میں بھٹک رہا تھا اس کی منزل اس کا گھونسلہ اس کا گھرانہ کون سا ہے؟ ک وہ صبح سے نکلتا اور رات کو کبھی کسی پیڑ پر تو کبھی کسی پھول پر رات گزار دیتا، اسے تو یہ خبر بھی نہ تھی کہ جس پھول پر یہ بیٹھا ہے یہ نرم ملائم کوئی کلی ہے یا کانٹوں سے بھرا درخت ہے۔ دن گزرتے گئے راجو نے ہر ایک سے ناطہ توڑ لیا۔

مجھے بارہا تاروں سے یہ آواز آئی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا

سمیرا کی شادی کے بعد راجو کو چپ سی لگ گئی اس نے سکول کی جاب بھی چھوڑ دی اور تنہا تنہا رہنے لگا، کوئی بھی اس سے بات کرتا تو وہ چپ چاپ رہتا۔ اسے اپنا کوئی پتہ نہیں تھا اس کی شیو بڑھ گئی تھی وہ میلے کچیلے کپڑے پہنے کئی کئی دن نہاتا بھی نہ تھا اسے دنیا جہاں کا کوئی ہوش نہ تھا۔ ادھر سمیرا کی شادی نوکری والے آدمی سے کر دی گئی شاید اس نے بھی اپنے دل سے سمجھوتہ کر لیا تھا اس کا خاوند ملازم تھا۔ وہ کچھ دن کے لئے چھٹی لے کر آتا اور پھر چلا جاتا۔ اس طرح دن گزرتے گئے راجو کو اس کا بڑا بھائی لطیف ایک بار پھر کراچی لے گیا تاکہ اس کی یہ جنونی حالت ٹھیک ہو جائے۔ ایک سال کا عرصہ پتہ نہیں کیسے گزر گیا کسی کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ ہر کوئی اپنے کام میں مصروف عمل رہا۔ راجو کو اس کے بھائی نے ایک گارمنٹس فیکٹری میں کاریگر کے طور پر لگوا دیا۔ راجو نے درزی کا کام بچپن میں ٹیکنیکل کالج میں سیکھا ہوا تھا۔ بہرحال کام میں مشغول ہونے کے بعد راجو نے آہستہ آہستہ سمیرا کو اپنے ذہن سے کم کرنا شروع کر دیا۔

اس نے مانگی بھی تو ہم سے جدائی مانگی
اور ہم تھے کہ انکار بھی نہ کر سکے

یوں ایک وقت ایسا آیا کہ راجو نے مکمل طور پر سمیرا کو ذہن سے دل سے دماغ سے نکال دیا اور وہ کراچی کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ عرصہ دو سال کے بعد میں چھٹی پر پنجاب واپس آ گیا وہی گلیاں محلے مجھ سے پہچانے نہ گئے۔ مجھے ہر چیز بدلی بدلی نظر آئی یہاں گھر آ کر معلوم ہوا کہ میری بڑی بھتیجی شہلہ کی شادی کی تاریخ رکھی جا رہی ہے صرف میرا انتظار تھا میری آمد کے بعد دوسرے دن شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ میں نے رات کو شہلہ سے سمیرا کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ اس بے وفا نے تو کبھی بھولے سے بھی تمہارے متعلق نہیں پوچھا مجھے سمیرا سے ایسی توقع نہ تھی۔ شاید اسے اپنے نوکری والے میاں کا غرور تھا یا پھر اس نے خود ہی مجھے نظر انداز کر دیا

تھا یہ اللہ ہی بہتر جانتا تھا۔ مجھے دل میں سمیرا سے ایک نفرت سی ہو گئی میں ذہن سے تو پہلے ہی اسے نکال چکا تھا۔ اب دل سے بھی نکال دیا وہ باوفا سے بے وفا بن گئی تھی اوراس نے مجھے شاید بھلا دیا تھا۔

جدا میری منزل جدا تیری راہیں
ملیں گی نہ اب تیری میری نگاہیں

میں نہیں چاہتا تھا کہ سمیرا کا بسا بسایا گھر میری وجہ سے اجڑ جائے۔ میں نے ہمیشہ کے لئے اسے اپنے دل کے قبرستان میں دفن کر دیا کیونکہ شہلہ کی شادی والے دن دور سے میں نے سمیرا کو دیکھا تو اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ میرا دل کرچی کرچی ہو گیا اور میں شادی کا فنکشن چھوڑ کر باہر چلا گیا اور اسی باغ میں آ گیا جہاں کبھی محبت کے پھولوں کی مہک تھی اب وہاں اداسی کا سایہ تھا۔ میں نے اپنے دل کا غبار جی بھر کر نکالا اور خوب رویا میں نے سمیرا کی بے رُخی اور بے وفائی پر اسے دل میں کافی بددعائیں دیں۔

تم نے تو ظالم سنگدلی کی انتہا کر دی
تمہیں دیکھ کر ہم نے تو اپنی زندگی فدا کر دی
تمہیں چاہنے کا مجرم ٹھہرا تھا میں
تم نے تو پل پل مرنا میری سزا کر دی

میں نے اسے کہا جس طرح تو نے مجھ سے بے وفائی کی ہے تجھ سے بھی کوئی اسی طرح بے وفائی کرے پھر تجھے دل کے ٹوٹنے کا پتہ چلے گا۔ تین سال سے سینے سے لگائے سمیرا کی تصویر کو میں نے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور عہد کیا آئندہ اس سنگدل حسینہ کے لئے کبھی بھی نہ روؤں گا۔

ساتھ دل کے چلے نہ دل کو روکا ہم نے
جو اپنا تھا اسے ٹوٹ کر چاہا ہم نے
کٹی عمر ایک دھوکے میں اپنی ساری
کیا بتائیں کیا پایا کیا کھویا ہم نے

کچھ دن پنجاب میں رہ کر میں دوبارہ کراچی آ گیا یہاں آ کر میں نے خوب محنت کی، دن رات کام کیا اور دو سال بعد دوبارہ گھر والوں کے بار بار اصرار پر میں واپس پنجاب آ گیا۔ یہاں آ کر گھر والوں نے کہا۔ ہم نے تمہارے لئے ایک رشتہ دیکھا ہے اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو ہمیں بتاؤ ورنہ پھر اس رشتے کی بات آگے بڑھاتے ہیں۔ میری جو پسند تھی اس نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا اب کسی اور کے لئے دل کیا دھڑکتا پس میں نے بھابی سے کہا۔ جہاں آپ کا دل کرے اور آپ مطمئن ہوں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دو تین مرتبہ آنے جانے کے بعد لڑکی کا باپ مجھے دیکھنے کے لئے آیا میں اور میرا بڑا بھائی ان سے بڑے پرتپاک انداز میں ملے۔ ہم سے مل کر وہ کافی خوش ہوا اور آئندہ ہمیں اپنے گھر آنے کا کہہ کر چلا گیا ہم سب فیملی والے دو مرتبہ ان کے گھر گئے اور دو دفعہ وہ بھی مزید ہمارے گھر آئے۔ میری بات پکی ہو گئی لڑکی والوں نے میری تصویر مانگی جو بھائی نے ان کو دے دی۔ میں نے بھی بھابی سے کہا۔ آپ بھی ان سے لڑکی کی تصویر مانگیں۔ بھابی نے ان تک میرا پیغام پہنچایا لیکن لڑکی والوں نے معذرت کی اور کہا کہ لڑکی نے آج تک کوئی تصویر نہیں کھنچوائی۔ پس میں نے تجسس کو اہمیت دی اور دل میں کہا کہ بھابی لوگوں کی پسند میرے لئے ایک سرپرائز ہو گی۔

تیں جنوری 2006ء میری شادی کی تاریخ رکھ دی گئی کیونکہ میرا رشتہ غیروں میں ہو رہا تھا اس لئے یہاں نوکری کو اہمیت نہیں دی گئی بلکہ شخصیت برادری قوم اور تعلیم کو اہمیت دی گئی تھی۔ میری شادی میں ابھی ہفتہ باقی تھا کہ اچانک بارشیں شروع ہو گئیں۔ یہ مہینہ ویسے بھی شادیوں کا تھا ہر دوسرے دن کسی نہ کسی کی شادی ہو رہی تھی۔ شادی والوں کو بارش کی وجہ سے کافی مشکلات ہو رہی تھیں میری شادی میں تین دن رہ گئے تھے لیکن بارشوں کا سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ شادی شروع ہونے سے ایک دن پہلے میں اپنے سکول چلا گیا جسے چھوڑے مجھے کافی عرصہ ہو گیا تھا لیکن سب بچے مجھے پہچان گئے اور بڑے خوش ہوئے۔ میں نے سب بچوں سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں میری شادی پر بارش ختم ہو جائے۔ قاری باقر نے خصوصی طور پر دعا منگوائی اللہ تعالیٰ نے ننھے منے

ہاتھوں کی دعاؤں کو فوری طور پر قبول کر لیا اور رات سے بارش تھم گئی لیکن بادل بنے رہے۔ صبح سے شادی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مہمانوں کی آمد و رفت کا آغاز ہو گیا۔ شام تک جو بادل تھے وہ بھی ختم ہو گئے دوسرے دن مہندی کی رسم ادا کی گئی آج تیسرا دن تھا بارات کو شام چار بجے روانہ ہونا تھا چار کے پانچ بج گئے ابھی تک روانگی نہیں ہو سکی تھی۔ مزید آدھ گھنٹہ گزرنے کے بعد بارات روانہ ہوئی اور آدھے گھنٹے کے اندر ہم شہر پہنچ گئے۔ وہاں باقی رسمیں ادا کی گئیں اور پہلی بار میں نے اپنے ہونے والے جیون ساتھی کا دیدار کیا اس وقت تو وہ بھی کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ میرے دل نے چاہا کہ اسے ابھی اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں لیکن تھوڑے انتظار میں زیادہ مزہ ہوتا ہے۔ پس میں نے رات تک دل کو تسلی دی کہ پہلی نظر میں اتنا ہی کافی ہے باقی ابھی ساری رات ہے جتنا دل کرے دیدار کر لینا۔ ہماری عشاء کے بعد واپسی ہوئی جب گھر پہنچے تو بجلی گئی ہوئی تھی اور تھوڑے تھوڑے بادل دوبارہ اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ میں ابھی کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ کسی نے اطلاع دی کہ تمہیں باہر ڈاکٹر بلا رہے ہیں۔ میں حیران رہ گیا اس وقت کون سا ڈاکٹر آیا ہے۔ جب باہر آیا تو حیرانگی کے ساتھ خوشی ہوئی کہ میرے پڑھائے ہوئے بچوں کے والد اور ہسپتال کے بڑے ایم ایس ڈاکٹر شیر محمد کھوسہ صاحب اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھے ہیں۔ میں نے انہیں بڑے عزت و احترام سے بیٹھک میں بٹھایا اس وقت تو کسی چیز کا بندوبست بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ہمارے گاؤں میں آٹھ بجے کے بعد سب دکانیں بند ہو جاتی تھیں۔ بس اِکا دُکا کوئی ہوٹل کھلا رہتا تھا میرا کزن مہر محمد جلدی میں بس حلوہ اور چائے لے کر آیا جو ہم نے مہمانوں کو پیش کیا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہو رہی تھی کہ اتنی بڑی شخصیت کی ہم کوئی خاص خدمت نہ کر سکے اوپر سے بجلی نہ تھی بس لالٹین سے کام چلا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے باتوں میں بتایا کہ میری بیگم نے کہا کہ ہمارے بچوں کے استاد کی شادی ہے آپ ابھی جائیں کیونکہ دن کو آپ کو فرصت نہیں ہوتی آپ اسی وقت جائیں اور استاد صاحب کو ہم سب کی طرف سے یہ گفٹ دے دینا پھر ڈاکٹر صاحب نے مجھے وہ گفٹ دیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب اور ان کے بچوں کا بے حد شکریہ ادا کیا اور خاص کر میں اڈکٹر صاحب کی بیگم اور سکندر ہارون کی امی کا ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے ممنون رہوں گا جنہوں نے کئی مشکلات میں میری بڑی خندہ پیشانی سے مدد کی اور کبھی بھی اپنے احسان کو نہیں جتایا۔ آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر صاحب چلے گئے پھر میرا سب سے پرانا دوست عامر بھی آ گیا اس نے دیر سے آنے کی معذرت چاہی پھر مجھے نوٹوں سے بنا ہوا اتنا بڑا سہرا پہنایا کہ جو میرے پاؤں تک آ گیا اس نے میری بیگم کے لئے بھی ایک گفٹ پیش کیا۔ میں ڈاکٹر صاحب اور عامر کے خلوص کے ان تحفوں کو کبھی بھی نہ بھولوں گا۔ تھوڑے سے ٹائم کے بعد وہ بھی چلا گیا اور اتنے میں بجلی بھی آ گئی۔ اس شادی کی بھیڑ میں دو تین دفعہ میرا سامنا سمیرا سے ہوا وہ کافی اداس اور بجھی بجھی سی لگ رہی تھی، ایسے لگتا تھا کہ جیسے وہ مجھے کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن میں نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا کیونکہ میں اس کی بدنامی نہیں چاہتا تھا۔ اب تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا اب تو بات کرنے سے بھی ناحق بدنامی ہو جاتی تھی۔ پس ایک مرتبہ بالکل میرے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔ شادی مبارک ہو۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تو مجھے صاف اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے ہوئے نظر آئے۔ وہ شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن میں خیر مبارک کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر بھی وہ کئی دفعہ میرے آگے پیچھے آتی جاتی رہی لیکن میری بے رخی کی وجہ سے کچھ بھی زبان سے نہ بول سکی۔ بجلی کے آ جانے کے بعد سب لوگ آہستہ آہستہ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے اور میں اپنے کمرے میں دلہن کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے گھونگھٹ کیا ہوا تھا اور چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ میں نے منہ دکھلائی کے ایک ہزار روپے اپنے سارے سہرے اور عامر دوست کا گفٹ اور ڈاکٹر صاحب والا گفٹ یہ سب ان کی خدمت میں پیش کر دیا پھر کہیں جا کر اس نئے چاند

کا مکھڑا دیکھنا نصیب ہوا۔ میری سوچوں اور خیالات سے کہیں خوبصورت سرپرائز اور زندگی بھر کا تحفہ تھا میں نے خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے ایسا انمول خوبصورت انتخاب مجھ بدنصیب کے لئے چن کر رکھا ہوا تھا اور میں تھا کہ اس سے اپنی پسند کی جنگ لڑ رہا تھا۔ خدا کے ہر کام میں بہتری اور مصلحت ہوتی ہے لیکن ہم نادان لوگ سمجھتے نہیں اور جلد باز بن جاتے ہیں جو رزق شادی غمی اور اولاد ہمارے حصے کی لکھ دی گئی ہے وہ ہمیں مل کر رہے گی۔ اگر ہم صبر کریں تو ساتھ اجر بھی ملتا ہے۔ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

محرومیوں کے دور میں جان سے عزیز لوگ
ملتے تو ضرور ہیں مگر بے رُخی کے ساتھ

میں نے اس رات اپنے رب کا بے حد شکر ادا کیا کہ جس نے میرے لئے اس نازک اور مشکل دور میں بھی آسانی پیدا کر دی صبح ہوتے ہی دوبارہ سے بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں ایک بار پھر اپنے رب کے احسانوں کا دل میں شکر گزار ہوا کہ میری شادی تک بارش نہیں ہوئی۔ بارش کی وجہ سے دن میں کہیں بھی زیادہ جانا نہیں ہوا سارا دن گھر والوں اور دلہن کے ساتھ خوش گپیوں میں گزرا شام کو ہمارے محلے میں کسی اور شادی کی رخصتی تھی شام تک بارش کا سلسلہ زور پکڑ گیا۔ بارش کی وجہ سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا کچی زمین ہونے کی وجہ سے موٹر سائیکل اور کار کا راستہ ناممکن تھا۔ پیدل لوگ بڑی مشکل سے چل رہے تھے اب جس لڑکی کی رخصتی تھی اس لڑکی کے بھائیوں نے اسے کندھے پر بٹھا کر دولہا والوں کے گھر تک پہنچایا جب وہ ہمارے گھر کے پاس سے گزرے میری بیگم کافی ہنسی۔ میں نے کہا۔ شکر کرو ہماری شادی پر بارش رک گئی ورنہ خرچہ بھی ضائع جاتا اور شاید تمہیں بھی اونٹ یا گدھا گاڑی پر لانا پڑتا۔ اس بات پر سب گھر والوں نے ایک بڑا سا قہقہہ لگایا۔

دن گزرتے گئے میرے بڑے بھائی لطیف کی طبیعت بگڑتی گئی وہ دل کے بھی مریض تھے اور تھوڑی بہت سانس کی بھی تکلیف تھی۔ ہم لوگوں کو جو بھی کسی ڈاکٹر یا حکیم کا بتاتے ہم انہیں وہاں ضرور دکھاتے لیکن معاملہ الٹا ہوتا گیا یعنی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ہماری شادی کو سال کا عرصہ ہو گیا۔ بیگم امید سے ہو گئیں ایک دن اچانک ان کی طبیعت خراب ہو گئی ہم انہیں لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ پہلے ان کا الٹرا ساؤنڈ کرائیں الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے مطابق جڑواں بچے ہیں لڑکی اور لڑکا۔ ہم میاں بیوی دونوں بہت خوش ہوئے کیونکہ مجھے بیٹی کی خواہش تھی اور بیگم کو بیٹے کی تمنا تھی۔ خدا نے ہم دونوں کو راضی کر دیا۔ دونوں بچے نارمل کیس میں پیدا ہو گئے ہم نے نام پہلے سے ہی سوچے ہوئے تھے بیٹی کا نام کہکشاں اور بیٹے کا نام مزمل علی رکھ دیا گیا۔ سب لوگوں نے ہمارے ناموں کو بہت پسند کیا۔ ننھے منے مہمانوں کی آمد کے بعد ہمارے گھر میں کافی رونق ہو گئی۔ پہلے کسی کے بھی ہماری برادری میں جڑواں بچے نہیں تھے یہ پہلے بچے تھے ہر کوئی بڑی خواہش سے ان کو دیکھنے آ رہا تھا۔

بھائی کی طبیعت مسلسل خراب ہوتی جا رہی تھی۔ ایک دن ان کو شدید تکلیف ہو گئی ان کو ملتان نشتر ہسپتال لے جایا جا رہا تھا لیکن وہ راستے میں ہی فوت ہو گئے۔ ایک بہت بڑا سہارا ہمارے اوپر سے ختم ہو گیا کیونکہ جب ماں باپ فوت ہوئے تھے تو میں بہت چھوٹا تھا اور مجھے ان کے بچھڑنے کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ بھائی اور بھابی نے مجھے ماں باپ دونوں کا پیار دیا تھا آج جب بھائی مجھ سے جدا ہو گیا تو مجھے یوں لگا جیسے میرا باپ آج فوت ہوا ہے میری دعا ہے اللہ تعالٰی میرے ماں باپ اور بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اس صدمے کے بعد ہمارے گھر میں کچھ عرصہ افسردگی چھائی رہی پھر آہستہ آہستہ ہر کوئی اپنے کاموں میں مگن ہو گئے۔

وقت کا پہیہ چلتا رہا میں نے کراچی کو مکمل خیر آباد کہہ دیا اور مستقل طور پر اپنے شہر آ گیا یہاں آ کر میں نے اپنا سکول شہر میں کھولا جو کہ چند مہینوں میں بڑے سکولوں میں شمار ہونے لگا۔ میں نے تمام سٹاف اپنے شہر کا لگایا ہمارے سکول میں اتنی تعداد بڑھی کہ ہمیں داخلہ بند کا

بورڈ لگانا پڑا۔ سیکنڈ ٹائم میں بچے مجھ سے ٹیوشن پڑھنے لگے۔ وقت کے ساتھ میری بلدیہ میں ٹیوب ویل آپریٹر کی ملازمت لگ گئی یہ سرکاری نوکری ہے کچھ دن کے لئے کچا کھاتا رہتا ہے پھر یہ پیک ہو جاتی ہے۔ مجھے اللہ کی رحمت سے کسی چیز کی کمی نہیں آ ہے۔ تین نوکریاں کر رہا ہوں مجھے وہ وقت بھی نہیں بھولا جب میں ایک نوکری کے لئے ترستا تھا آج میں دوسرے لوگوں کو نوکریاں دے رہا ہوں، یہ سب میرے رب کی کرم نوازی ہے ورنہ میں تو اس قابل کبھی نہ تھا۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
میں اس کرم کے کہاں تھا قابل
یہ سب تیری ہی بندہ پروری ہے

چند دن ہوئے دوسرا بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے والد کے نام پر حیدر علی رکھا ہے۔ ماشاءاللہ سے میرے دو گلاب جیسے بیٹے اور ایک چنبیلی جیسی ننھی منی بیٹی ہے۔ ہمارا ایک مکمل خوشحال گھرانہ ہے سب بہت خوش ہیں۔ وہ جو دولت کے اور نوکری کے پجاری تھے پہلے بھی پریشان تھے اب اور زیادہ فکرمند اور صدمے سے دوچار ہیں کیونکہ سمیرا کو طلاق ہو چکی ہے اور وہ ماں باپ کے گھر تنہائی اور بے چارگی کی زندگی گزار رہی ہے۔ میری شادی کے موقع پر اس کی خاوند سے تھوڑی بہت اَن بن تھی جو مزید بڑھتی چلی گئی کئی بار وہ میکے روٹھ کر آئی لیکن ہر بار سسرال والے اسے منا لے گئے آخر تنگ آ کر انہوں نے کہا۔ جب تیرا خاوند چھٹی پر آئے تو تم یہاں آ جایا کرنا جب وہ چلا جائے تم بھی میکے چلی جانا اس طرح جھگڑے سے تو نجات ملی رہے گی۔ کچھ عرصہ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا آخرکار کب تک وہ لوگ یہ تماشا برداشت کرتے رہتے ایک مرتبہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ نوبت مار پیٹ تک پہنچ گئی اور غصے میں آ کر سمیرا کے خاوند نے اسے طلاق دے دی۔ شاید وہ چاہتی بھی یہی تھی ورنہ ہر لڑکی شادی کے بعد اپنا گھر بسانے کی کوشش کرتی ہے اور سسرال والوں کا ہر ظلم و ستم سہتی رہتی ہے لیکن یہاں معاملہ الٹا تھا۔ سسرال والوں کو یہ نخرے دکھا رہی ہے اور بسے بسائے گھر کو اجاڑ رہی تھی۔ پتہ نہیں یہ کیا چاہتی تھی اپنے ماں باپ سے بدلہ لے رہی تھی، خاوند میں کوئی نقص تھا یا کوئی پسند آ گیا تھا یا پھر دوبارہ سے یہ مردہ محبت کو جگانا چاہتی تھی اس کا کسی کو کوئی علم نہیں تھا۔ طلاق کے بعد وہ ماں باپ کے گھر آ گئی تھی۔ شادی کے بعد سے اب تک اسے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی وہ ماں باپ کے گھر خوش و خرم رہنے لگی جیسے اس کے لئے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ بہت عرصہ ہونے والا ہے میری سمیرا سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ مجھے اس سے ملنے کا کوئی شوق ہے۔ بچپن میں جو ہوا وہ جوانی کے جوش میں ہو گیا میں اب اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بہت خوش ہوں۔

دن اسی طرح خوشی خوشی گزر رہے تھے کہ حادثاتی طور پر میرا آمنا سامنا شاہین سے ہو گیا شاہین میرے محلے میں رہتی تھی، کئی دفعہ میں نے اسے اپنے گھر آتے جاتے دیکھا تھا لیکن کبھی غور نہیں کیا تھا۔ یہ گرمیوں کی چھٹی کے دن تھے اتوار کا تھا ہمارے سکول سے بھی چھٹی تھی کیونکہ میرا پرائیویٹ سکول تھا اور ابھی ہم نے چھٹیاں نہیں کی تھیں میں ناشتہ کر کے ٹی وی دیکھ رہا تھا اچانک شاہین کا والد ٹی وی اٹھا کر ہمارے گھر آ گیا اور بولا۔ بیٹا شاہین نے پتہ نہیں اسے کیا کیا ہے کہ صبح سے یہ چل نہیں رہا۔ اس وقت اچانک شاہین بھی ہمارے گھر آ گئی میں نے اس سے پوچھا کیا ہوا ہے اسے؟ تو اس نے مجھ سے نظریں ملا کر کہا۔ میں نے تو اس کی انٹینے والی ڈبی ٹھیک کرنے کی کوشش کی ہے اب پتہ نہیں اسے کیا ہوا ہے میں نے مسکرا کر اسے کہا۔ کوئی مسئلہ نہیں ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے اپنے ٹی وی کی ڈبی ان کے ٹی وی میں لگائی تو وہ صاف چلنے لگا تو میں نے شاہین اور اس کے والد سے کہا۔ دیکھو ٹھیک چل رہا ہے تو اس کے والد نے شکریے کے ساتھ پوچھا۔ اس کی کیا چیز خراب ہے۔ میں نے انہیں کہا ڈبی خرید لائیں میں آپ کو سیٹ کر دوں گا۔ وہ بازار چلا گیا، شاہین بار بار چپکے چپکے سے مجھے دیکھ رہی تھی جب میں اس کو دیکھتا تو وہ نظریں جھکا لیتی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا والد آ گیا میں نے ان کا ٹی وی سیٹ کر دیا جاتے

ہوئے شاہین نے شکر گذار نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر وہ دونوں چلے گئے لیکن اس کی آنکھوں کی تپش مجھے اپنے چہرے پر کافی دیر تک محسوس ہوتی رہی۔

دل کے وارڈ میں ایک مریضہ شفٹ ہوئی ہے
کیا ہر ایک کے لئے اس کی ایسی لفٹ ہوئی ہے

شاہین میں پتہ نہیں کیا ایسی کشش تھی کہ میں اس کی طرف کھنچتا چلا گیا اور مجھے ایسے معلوم ہونے لگا کہ میں دوبارہ سے عشق میں مبتلا ہو چکا ہوں میں خود حیران تھا کہ یہ مجھے کیا ہونے لگا ہے۔ میرے بچے ہیں، بیوی ہے پھر یہ کیا ہونے لگا ہے۔ عشق تو چنگاری کی طرح ہوتا ہے ایک چنگاری سے پورے جسم میں آگ لگ جاتی ہے میرا خود یہی حال ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے دل میں ایک عجیب سی ہلچل محسوس ہونے لگی میں نہ چاہتے ہوئے بھی بہانے بہانے سے شاہین کے گھر جانے لگا۔ شاہین نے ہر دفعہ مسکراہٹ اور کھلتے مسکراتے چہرے سے استقبال کیا۔ وہ بھی ہمارے گھر پہلے سے زیادہ آنے لگی۔ جب وہ ہمارے گھر آتی تو مجھے بہت اچھا لگتا اور دل کرتا کہ سارا دن میں اس کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہوں، مجھے اس کی کیفیت کا پتہ نہیں تھا لیکن اس کے انداز و اطوار سے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آگ اس طرف بھی بھڑک رہی ہے لیکن ابھی تک ہم دونوں میں سے کسی نے بھی پہل نہیں کی تھی۔

ان دنوں اس کی امی بہن اور بھائی حیدر آباد سندھ چھٹیوں پر اپنی خالہ کے گھر گئے ہوئے تھے شاہین اور اس کا ابو گھر پر تھے میرے بار بار آنے جانے کو شاہین نے بھی محسوس کر لیا اور اظہار کے طور پر وہ مجھ سے پیار محبت کے موضوع پر باتیں کرنے لگی اس نے مجھے ڈائری بھی دکھائی جو اس نے عشق پیار اور محبت کے اشعار سے لکھی ہوئی تھی وہ ڈائری پرانی ہو چکی تھی۔ میں نے اسے کہا میں آپ کو کل نئی ڈائری لا دوں گا تو پہلے اس نے انکار کر دیا لیکن میرے بار بار اصرار پر اس نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

دوسرے دن سکول ٹائم کے بعد میں نے ایک اچھی سی خوبصورت ڈائری اور ایک چھوٹا سا گفٹ خریدا جس میں چین انگوٹھی وغیرہ کے ساتھ پورا سیٹ جیولری کا تھا اس کے ساتھ میں نے ایک چھوٹا سا خط لکھا جس کی تحریر یوں تھی۔

میرے انجان اور بے خبر دوست سلام الفت! —

"تجھے دیکھا نہ تھا کوئی آرزو نہ تھی...... دیکھا تجھے تو تیرے طلبگار بن گئے" — شاہین صاحبہ جب سے تمہیں غور سے دیکھا ہے اس دن سے آپ سے بات کرنے کو بے قرار ہوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کی طرف کھنچتا چلا جا رہا ہوں — "یہ تبسم یہ ناز یہ ادائیں اور نگاہیں...... تم ہی بتاؤ آخر کیوں نہ تمہیں چاہیں" — میں نے محسوس کیا ہے اور آپ کی عادات و حرکات سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ضرور مجھ میں انٹرسٹ ہیں اور اس پیار کا جواب اقرار میں دیں گی، انتظار رہے گا۔ والسلام راجو — "باغ میں باغیچہ بیچ میں انگور...... خط کا جواب دینا ضرور"۔

شام تک میں نے وہ تحفہ شاہین تک پہنچا دیا۔

دوسرے دن جب میں سکول جانے لگا تو ہلکی سی آواز میں نے اپنے نام کی سنی وہ شاہین تھی اور اپنے دروازے پر کھڑی مجھے بلا رہی تھی۔ میں خوشی بھرے انداز میں اس تک پہنچا اس نے جلدی میں ایک شاپر میرے ہاتھوں میں تھمایا اور میرے ہاتھوں کو دبا کر اندر چلی گئی۔ میں خوشی خوشی سکول کے راستے سے ہٹ کر ایک ویرانے میں چلا گیا پھر میں نے شاپر کو کھولا تو اس میں ایک چھوٹا سا ڈبہ پیک کیا ہوا تھا میں نے پیکنگ کو کھولا تو اس میں ایک خوبصورت پرفیوم تھا اور خوشبوؤں میں مہکا ہوا ایک خط تھا جو کچھ یوں تھا۔

میرے ہم دم میرے جانم میرے دوست! —

"عمر بھر کرتے رہے محبت سے انکار...... تمہاری ایک جھلک دیکھی تو ہو گیا پیار" — سلام محبت! آپ کا محبت نامہ ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ بھی ہماری طرح پیار محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں، ہم تو پہلی نظر میں آپ کو دل دے بیٹھے ہیں اور آپ کے لئے بے قرار ہیں حقیقت یہ ہے کہ میں ایک دکھی اور غمزدہ لڑکی ہوں میرے محبوب نے پیار میں مجھے دھوکا دیا ہے اور مجھے درمیان میں چھوڑ کر کسی اور کو اپنا لیا ہے اور مجھے تڑپتا ہوا چھوڑ گیا ہے

میں اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکی ہوں اور میرا دل کرچی کرچی ہو چکا ہے مجھے پیار محبت سے نفرت ہو چکی تھی لیکن جب سے آپ مجھے نظر آئے تو میری سوئی محبت پھر سے جاگ اٹھی ہے اور میں خوش خوش رہنے لگی ہوں، مجھے چاروں طرف بہار ہی بہار نظر آنے لگی ہے۔ مجھے پتہ ہے آپ شادی شدہ ہیں لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے صرف ایک اچھے مخلص اور سچے دوست کی تلاش تھی اور وہ مجھے آپ مل چکے ہیں کیونکہ ایک سچا دوست ہی ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھتا ہے۔ دوستی تو وہ انمول تحفہ ہے جسے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ محنت اور جدو جہد کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے حصول کے لئے چند الفاظ اور سچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوستی اس کانچ کے ٹکڑے کی مانند ہے جسے محبت کی آنچ پر رکھ کر جس سمت چاہیں موڑ لیں۔ دوست یاد رکھو عورت کسی سے محبت نہیں کرتی لیکن جب کرتی ہے تو اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ سچی محبت ہمیشہ دلوں کو جوڑتی ہے محبت انسانیت کا دوسرا نام ہے۔ ہم اپنے دوست سے ہر وہ بات کہہ سکتے ہیں جو کسی اپنے سے نہیں کہہ سکتے۔ سچا دوست ہمیشہ اپنے دوست کے دکھ درد میں ساتھ دیتا ہے میں زندگی کے ہر موڑ پر تمہارا بھرپور ساتھ دوں گی اور ثابت کر دکھاؤں گی وفادار دوست کتنی وفا کرتا ہے اور کتنا ساتھ دیتا ہے میں یہ بھی جانتی ہوں تم شادی شدہ ہو لیکن میرے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ بیوی کا پیار تم سے جسم کا ہے اور میرا پیار تم سے روح کا ہوگا۔ مجھے ٹھکرانا نہیں ورنہ میں کرچی کرچی ہو کر ٹوٹ جاؤں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے میں ایک اچھے دوست کی طرح تمہارا ہمیشہ ساتھ دوں گی اگر میری شادی ہو بھی گئی تو آزما کر دیکھ لینا شاہین ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی رہے گی۔ مجھے اب اس خط کا کوئی جواب نہ دینا بلکہ میں اپنا فون نمبر تمہیں بھیج رہی ہوں اس پر مجھ سے بات کرنا اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا کیونکہ اب تم کسی کی ضرورت ہو — "میرے خون میں گھلی ہوئی تیری خوشبوؤں کی بہار ہے...... میری زندگی کوئی پھول ہے جسے تو نے آ کے کھلا دیا...... تو دور رہ کر بھی میرے پاس ہے تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے...... یہ عجب یقین ہے جو تو نے میرے روز و شب کو دلا دیا" —

تمہاری مخلص دوست شاہین۔

میں شاہین کا دل افروز خط پڑھ کر حیرت کی بلندیوں پر پہنچ گیا کہ کوئی کسی کے بارے میں اتنے احساسات اور جذبات رکھتا ہے۔ میں نے ہمیشہ لڑکیوں کو ناقص العقل قرار دیا ہے لیکن شاہین کی باتوں نے مجھے اس بات کو رد کرنے پر مجبور کر دیا، اب تو میں مزید شاہین کے سحر میں مبتلا ہو گیا۔

اس کے چمکیلے سیاہ بال جو پورے چہرے پر خوبصورت لگتے تھے اور ایسی حسین ہیئر کٹنگ تھی کہ سامنے کے بال اچھل اچھل کر جب چہرے اور ماتھے پر چھاتے تو ایسا لگتا جیسے چاند بادل کی بدلیوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس کے رخسار گولڈن سیب کی طرح گلابی، دانت انار اور موتیوں کی طرح چھوٹے اور چمکدار اور اوپر سے اس کا ہلکا سا تبسم کرنا جس سے اس کے ایک گال پر چھوٹا سا ڈمپل ہو جاتا جو کہ اس کے گالوں کو مزید جاذب نظر بنا دیتا، اس کی کالی کالی نشیلی سمندر جیسی آنکھیں اگر ان میں کوئی ڈوب جاتا تو پھر نکلنا ناممکن تھا اور جسم ایسا درمیانہ نہ موٹا نہ پتلا بلکہ متوازن جسم جیسے خدا نے صرف اسے پیار رکنے کے لئے بنایا ہو۔ اچانک جیسے ہی میرے موبائل کی گھنٹی بجی تو میں شاہین کے تصور سے باہر آ گیا۔ میرے سکول سے فون تھا انہوں نے پوچھا اتنی دیر کر دی ہے خیر ہے۔ میں نے کہا۔ ضروری کام ہو گیا ہے بس پہنچ رہا ہوں۔ میں نے شاہین کا نمبر ملایا تو اس کی مٹھاس بھری آواز ہیلو کی صورت میں میرے کانوں سے ٹکرائی۔ کون؟ میں نے کہا راجو۔ تھوڑی سی ہیلو ہائے کے بعد ہم دونوں بہت بے تکلیف ہو گئے اور خوب جی بھر کر پیار و محبت کی باتیں کیں اور کل دوبارہ فون کرنے کا وعدہ کر کے موبائل بند کر دیا۔ اب روزانہ فون پر گھنٹوں باتیں ہوتی ہیں ہم پیار محبت سے لے کر دنیا کی ہر بات ہر موضوع پر گفتگو کرتے ہیں اور خوب انجوائے کرتے ہیں۔ ہم اچھے دوستوں کے علاوہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے زیادہ ساتھی ہیں اور ہر مشکل میں ایک دوسرے کی

بھر پور مدد کی ہے۔ ایک اچھے اور سچے دوستوں کی طرح ہم نے کئی عہد و پیمان باندھے ہیں اور ایک دو ملاقات میں ہم نے خوب جی بھر کر ایک دوسرے سے پیار کیا ہے۔ پورا ایک سال ہونے کو ہے شاہین سے میری سچی دوستی خلوص کے ساتھ جاری ہے۔ اس نے میری ہر مشکل میں بھر پور خلوص سے مدد کی اور ہر دکھ تکلیف میں بھر پور حوصلہ دیا ہے اور اس نے واقعی اپنی بات کو سچ کر دکھایا ہے جو اس نے اپنے پہلے خط میں لکھی تھی کہ وفادار دوست کتنی وفا کرتا ہے اور کتنا ساتھ دیتا ہے اور واقعی شاہین نے ثابت کر دکھایا کہ وہ وفا کی پتلی ہے۔ ہم دونوں آج بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

میں نے اپنی بیوی بچوں کو ہر طرح سے خیال رکھا ہوا ہے اور زندگی کی ہر طرح کی آسائش انہیں فراہم کی ہے میری بیوی کو مجھ سے کوئی شکوہ نہیں ہے ہم ہر کام مل جل کر کرتے ہیں اور ایک کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ سمیرا اور اس کا باپ آج بھی پچھتا رہے ہیں کیونکہ نوکری ہی خوشحالی کی ضمانت نہیں ہوتی بلکہ دو دلوں کی خوشی ہی میں سب سے بڑی خوشحالی ہے۔ آج جب وہ مجھے خوشحال دیکھتے ہیں اور اپنی بیٹی کو اجڑا ہوا دیکھتے ہیں تو بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ سمیرا کا باپ تو شرمندگی کی وجہ سے مجھ سے نظریں ملا کر بات نہیں کرتا لیکن میں ہمیشہ ان سے خندہ پیشانی سے ملتا ہوں۔ ہم دونوں میاں بیوی کئی دفعہ ان لوگوں کے گھر گئے ہیں لیکن ہر دفعہ ہم نے ان کو دکھ غم اور کرب میں دیکھا ہے۔ ہم سے بظاہر تو وہ ہنستے مسکراتے ملتے ہیں لیکن ان کا چہرہ صاف بتاتا ہے کہ یہ لوگ اوپر سے کچھ نظر آ رہے ہیں اندر سے کچھ اور ہیں۔ حقیقت میں ان کا کچھ نہیں بچ گیا خدا نے اس جہاں میں بھی ان سے بدلہ لے لیا ہے اور اگلے جہاں تو کچھ اور ہی حساب کتاب ہوگا۔ سمیرا کو طلاق ہوگئی، اس کی چھوٹی بہن گھر چھوڑ کر کسی کے ساتھ بھاگ گئی، اس کی بھابی کو شادی کو کئی سال ہو چکے ہیں لیکن وہ اولاد جیسی نعمت سے محروم ہے۔ سمیرا کے چھوٹے بھائی نے شادی کے بعد ان کا گھر چھوڑ دیا ہے، سمیرا کے باپ کی ایکسیڈنٹ میں ٹانگ ٹوٹ گئی اور اب وہ لنگڑا کر چلتا ہے، ماں ہے تو وہ ہر وقت بیمار رہتی ہے۔ یہ تھا ان لوگوں کا انجام جنہوں نے نوکری اور پیسے کو سب کچھ جانا۔ شاید میرے لئے یہ بہتری تھی کہ میری شادی سمیرا سے نہیں ہوئی کیا پتہ اس کے مقدر میں طلاق ہوتی اور مجھ سے یہ غلطی یہ خطا ہو جاتی تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر پاتا میری تمام لوگوں سے گذارش ہے کہ محض نوکری دولت زمین زر کو سب کچھ نہ سمجھو بلکہ جہاں دو دل پیار کرتے ہوں وہیں ان کے پیار کو جیون ساتھی کے روپ میں بدل دو پھر دیکھو کیسی کیسی خوشحالی ہر طرف پھیلے گی اور پیار کرنے والوں کی دعائیں آپ کو اس جہان میں بھی اور آخرت میں بھی سرخرو کریں گی۔

مجھے تو سمیرا نہ مل سکی قارئین آپ یہ ظلم کبھی کسی کے ساتھ نہ کران ورنہ بسے بسائے گھر اجڑ جائیں گے۔ میں کبھی سوچتا ہوں سمیرا نے ایسا کیوں کیا؟ میری خاطر یا ماں باپ سے بدلہ لینے کی خاطر یا کسی اور کی خاطر...... بہر حال اس نے جو کیا میرے خیال میں غلط کیا۔ شادی کے بعد تو کچھ بھی ممکن نہ تھا پھر پتہ نہیں اس نے ایسا رسک کیوں لیا؟ اس نے اور اس کے ماں باپ نے غرور کیا جس کی انہیں سزا مل گئی، میں نے صبر کیا اور مجھے اس کا اجر مل گیا۔

محبت فریاد کرتی ہے محبت پار کرتی ہے
محبت آباد کرتی ہے محبت برباد کرتی ہے

میں نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہو سکا آپ تمام پڑھنے والوں سے گذارش ہے مجھے بتائیں کہ باوفا کون رہا میں یعنی راجو، سمیرا، شاہین یا میری بیگم۔ اب فیصلہ آپ کریں میں آپ کی عدالت میں رجوع کرتا ہوں کہ کس نے کتنی وفا نبھائی ہے۔ میں آپ تمام کی قیمتی آراء کا آنکھیں بچھائے اور پلکیں سجائے منتظر رہوں گا۔ والسلام!

ہر کامیابی پہ آپ کا نام ہو گا
آپ کے ہر قدم پہ دنیا کا سلام ہو گا
مشکلوں کا سامنا ہمت سے کرنا
دیکھنا ایک دن وقت بھی آپ کا غلام ہو گا

◻◻◻

گلدستہ

ہمیں ضرورت ہے

میرا دماغ غموں کا کرنٹ لگنے سے فیوز ہو گیا ہے۔ دل پر کسی نے غلط کرنٹ لگایا ہے جس کی وجہ سے دل جل گیا غموں کا گرم اور یادوں کا ٹھنڈا کرنٹ لگنے سے دل جل کر خاکستر ہو گیا۔ جسم میں یادوں کا کرنٹ ابھی باقی ہے جو جسم کو جلا رہا ہے۔ آنکھوں کا ٹرانسفارمر بھی لیک کرتا ہے جس کی وجہ سے تیل کم ہوتا جا رہا ہے دھڑکنوں کا فیوز اڑ چکا ہے اور ارمانوں کے کھمبے گر چکے ہیں۔ جس کی تاریں دل کے آس پاس گری ہیں۔ محکمہ برقیات سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان تمام چیزوں کا رابطہ بحال کرنے میں ماہر ہو۔ میری پرابلم یہ ہے کہ دل کی بجلی نہ ہونے کی صورت میں بھی میں یادوں کے بل کی ادائیگی مسلسل کر رہا ہوں ان تمام چیزوں کا رابطہ پھر سے بحال کرنے والے شخص کو اس کام کی دوگنی قیمت دی جائے گی۔

خورشید زھیب۔ تکیال

اہم معلومات

☆ دنیا میں سب سے زیادہ تاریخ یونان کی لکھی گئی۔

☆ برصغیر کے پہلے وائس چانسلر کا نام لارڈ کینگ ہے جو 1858ء میں آیا۔

☆ برصغیر میں کل بارہ گورنر اور آٹھ وائسرائے آئے۔

☆ امریکہ کا سب سے پہلا صدر جارج واشنگٹن تھا۔

☆ امریکہ کے صدروں میں سب سے کم عمر صدر جان این کینڈی ہیں۔

☆ سیاسی شہرت حاصل کرنے سے پہلے ہٹلر آرٹسٹ تھا۔

☆ لکھنو کی شام اور بنارس کی صبح بہت مشہور ہیں۔

☆ او گروپ کا خون سب انسانوں کو دیا جاتا ہے۔

☆ انسانی جسم کا عام درجہ حرارت 98.4 فارن ہیٹ ہوتا ہے۔

ایم مشتاق صدیقی۔ کلر سیداں

خوشیوں کے پھول

انسان اپنے لئے تو سارے جہاں کی خوشیاں، محبت اور خلوص مانگتا ہے لیکن دوسروں کے لئے اس کے پاس نفرت اور بغض کا تحفہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ان نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے جس پودے کو سینچا جائے اس کا پھل ملتا ہے کڑوے پودے سے کڑوا پھل اور میٹھے پودے سے میٹھا پھل انتخاب تمہارے ہاتھ میں ہے دوسروں کے لئے خوشیوں کے دروازے کھول دو۔ اور پھر اپنی روح میں جھانک کر دیکھنا وہی خوشیاں تمہارے اندر مسرت کے پھول بن کر برس رہی ہوں گی۔

رزاق انجم ادیب۔ میانچنوں

اقوال زریں

☆ دوست وہ ہے جو تمہیں اس وقت پسند کرے جب تم کچھ بھی نہ ہو۔

☆ یہ غلط ہے کہ وقت گزر جاتا ہے بلکہ وقت ٹھہرا رہتا ہے ہم گزر جاتے ہیں۔

☆ کسی کے چہرے پہ مت جاؤ کیونکہ وہ ایک بند کتاب کی مانند ہے۔

☆ ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے اور انسان کی قیمت اس کی خوبیاں ہیں۔

☆ آنسوؤں کو بہہ جانے دو ۔کیونکہ یہ غموں کو مایوسیوں میں تبدیل ہونے سے روکتے ہیں۔

☆ انسان کی ہر خواہش پوری ہونا ناممکن ہے کیونکہ ہر پھول کی پتیاں بکھر جاتی ہیں۔

☆ دوست وہ ہوتا ہے جو خوشی کو زیادہ اور غم کو کم کرے۔
☆ دوست کو نصیحت تنہائی میں اور تعریف سب کے سامنے کرو۔
☆ ہر ہاتھ ملانے والا دوست نہیں ہوتا۔
☆ وفا مانگے نہیں ملتی۔
☆ جو انسان دوسرے انسان کو خوش کر دے اللہ تعالیٰ اسے محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔
☆ زندگی میں وہ راہیں اپناؤ جہاں سے کچھ حاصل کر سکو۔
☆ موت ایک ایسا دروازہ ہے جس میں سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔

نثار حسین نوابی، بلاموزہ

محبت کیا ہے؟

☆ محبت خدائی ہے۔
☆ محبت جدائی ہے۔
☆ محبت رسوائی ہے۔
☆ محبت نیند غائب کرنے کا نام ہے۔
☆ محبت تڑپانے کا نام ہے۔
☆ محبت جلانے کا نام ہے۔
☆ محبت آگ اور ٹھنڈک کا نام ہے۔
☆ محبت تنہائی کا نام ہے۔
☆ محبت جلاتی ہے۔
☆ محبت تڑپاتی ہے۔
☆ محبت ہنساتی ہے۔
☆ محبت رلاتی ہے۔
☆ محبت تم سے محبت کرو تو خدا سے کرو جو اپنے محبوب کو پاس بلاتا ہے۔

نثار حسین نوابی، آزاد کشمیر

سنگ دل تیرے لیے

نام خون سے لکھ کر مٹا دیتا ہوں محبوب کا
بڑا پاک دامن ہے کہیں بدنام نہ ہو جائے
بڑا مضبوط دل رکھتے تھے خدا کی قسم
تیری محبت نے بنا دیا کانچ کی طرح
ہم کیوں یقین کریں کسی کی وفا کا مانی
اک محبوب بنایا تھا وہ بھی بدل گیا ہوا کی طرح
بے وفا تیرا ہر دکھ اور ستم سہا نہیں جاتا
ہمیں تم سے کتنا پیار ہے کہا نہیں جاتا

عمران حسین مانی، شکریلہ شریف

کبھی تم سامنے ہوتے ہو کبھی یہ جام
تیرے لئے ہم پیتے ہیں شراب سر عام
لوگوں کو کیا معلوم میں تجھے کتنا چاہتا ہوں
لوگ کہتے ہیں مانی تو ہے بڑا بدنام
تیرے بغیر ہم جی نہیں سکتے کیا کریں
ہمیں ستانے کے بغیر بھی ہیں کوئی تیرا کام
کتنی بار تم سے کہنا چاہتا تھا حال دل
مگر ہر بار ہو جاتا ہوں میں ناکام
مگر کیا کریں ہم اس کے بغیر جی نہیں سکتے مانی
معلوم نہیں کیوں ظالم ہم سے لے رہا ہے انتقام

عمران حسین مانی، شکریلہ شریف

اے جان محبوب یوں میرے سامنے آیا نہ کرو
میرے جیسے پروانے کو یوں ستایا نہ کرو
تم تو چلے جاتے ہو گھر اپنے
ہم کو یوں دیوانہ نہ بنایا کرو
تیری محبت کا میں کب سے طلب گار ہوں
تو کسی اور کی باتوں میں آیا نہ کرو
میں تو تم سے پیار کرتا ہوں ہر کسی سے بڑھ کر
اے میری جان میری باتوں کا برا منایا نہ کر
اب جا چھوڑ دے اس بے وفا کو مانی
اس بے وفا کے آگے دامن بچھایا نہ کرو

عمران حسین مانی، شکریلہ شریف

تیرے آنے کی امید پر اپنا گھر سجا رکھا ہے
اس گھر کے درمیان ایک اسٹیج بنا رکھا ہے
اس اسٹیج کو دیکھتے ہیں صبح و شام
اس اسٹیج نے مجھے پاگل بنا رکھا ہے
تو ملے گا ہم کو اس کا کچھ پتہ نہیں
مگر ہم نے اپنا سر سجدہ روا رکھا ہے
اسٹیج کرتے عمر گزر جائے گی مانی
اس لئے تیری یادوں میں دل قربان کر رکھا ہے

عمران حسین مانی، شکریلہ شریف

تیرے آنے سے

جب تم سے ملے ہو'
میری دنیا ہی بدل گئی ہے......
اب تو سارے موسم' ساری رتیں تمہارے دم سے ہیں' تم ہنستے ہو تو یوں لگتا ہے' جیسے ہر طرف پیار ہی پیار ہے۔ تم اُداس ہوتے ہو تو میری زندگی پہ خزاں سی چھا جاتی ہے۔ تمہارے سنگ نے میرا ہر غم بھلا دیا ہے۔ اب تمہارا ساتھ چھوٹا تو جینا محال ہوگا۔ زندگی بے رنگ اور بے کیف ہوگی۔

غزل قمر۔ مسہ کسوال

بے بسی

ہر روز اپنے آپ سے
یہ عہد کرتی ہوں
دل کی وہ بات
جو برسوں سے میں کہہ نہ پائی
آج اس سے کہہ دوں گی
لیکن جب بھی
وہ سامنے آتا ہے......
ہر اک بات بھول جاتی ہوں
یاد رہتا ہے تو صرف اتنا
کہ......
چپ چاپ بیٹھے بیٹھے
اُسے تکتے رہنا......

غزل قمر۔ مسہ کسوال

نشیب وفراز

کہتے ہیں کہ زندگی نشیب و فراز کا نام ہے ناہموار ڈھلوان، دشوار، کٹھن راستوں کا انسانی زندگی سے گہرا لگاؤ ہے کچھ لوگ ان تمام مشکلات سے نکل کر شاہراہ زندگی پر چل پڑتے ہیں اور کچھ میری طرح ان بڑے بڑے پہاڑوں دشوار گزار راستوں اور زندگی کی مصیبتوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں ان کو آگے اور پیچھے پہاڑ ہی پہاڑ نظر آتے ہیں بالآخر انسان پہاڑوں سے دوستی کر لیتا ہے ان کی ہر ایک چیز اچھی اور بھلی لگتی ہے ان پر سبز درخت ہوا کے چلنے سے ایک خوبصورت سا ساز پیدا کرتے ہیں جن سے انسان کو عجیب سی خوشی حاصل ہوتی ہے آج میں بھی ایک ایسے پہاڑ پر بیٹھا ہوں جس کی بلندی تقریباً دس ہزار فٹ ہے اس پر تقریباً 4 فٹ تک برف جمی ہوئی ہے جس نے اس کی بلندی میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور ہاتھ میں ماہ ستمبر کا جواب عرض ہے اور دل ہی دل میں خیال آ رہا کہ محترم شہزادہ عالمگیر کتنے عظیم انسان ہیں کہ ہر کسی کے دکھ میں برابر کے شریک کسی کی بھی حوصلہ شکنی نہیں کرتے جو کوئی بھی ان کے ساتھ دوستی کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے اس کو ویل کم کہتے ہیں ان خیالات کے آتے ہی کاغذ قلم اٹھایا اور حاضری دینے آ گئے۔

امجد، آزاد کشمیر

ایک پیام

جب سے تم نے میرا ساتھ چھوڑا ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے پریشان اور بے تاب رہا ہوں پل پل تنہا رہے ہیں کبھی تنہائی کے عالم میں تیری یادوں سے کھیلتے رہے کبھی بے درد زمانے کے زخم ملے ہیں کبھی بے رحم لوگوں سے نفرتوں کے تحفے ملے ہیں کبھی کھلونوں کی طرح پھر اچانک وہ ٹوٹ جاتے خوابوں کی طرح اب زندگی کتنی پرسکون ہے تم سے بچھڑنے کے بعد کہ ہم اپنے ننھے دوستوں کے ساتھ کتنے خوش ہیں ہم دوست درد نے ہمیں اپنے آغوش سے باہر جانے نہ دیا۔ پیارے دوست دکھ نے کبھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ ہم تنہا ہیں یہ دوست ہمارے ساتھ ہمسفر بن کے رہتے ہیں کبھی درد نے ہمارے لب پر لایا تمہارا نام کبھی دوست دکھ نے ہمیں مجبور کیا تو ہم کیسے بھول جاتے ہیں کہ جو تیرے بچھڑنے سے مجھے جو دوست ملے ہیں وہ تیری طرح بے وفا نہیں ہیں جو مجھے چھوڑ جائیں وہ تو میری زندگی کے ہمسفر ہیں میں کبھی اپنے دوستوں کے ساتھ ہنستا ہوں اور

کبھی روتا ہوں یار ہمارا یہی ہے
حال ہمارا رب سے سوال ہے تم
جہاں کہیں رہو سدا خوش رہو
آمین۔

ماسٹر رضا محمد اداس،
بلوچستان

تین دوست

ایک دفعہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ایک شخص کے تین دوست تھے جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے اپنے تینوں دوستوں سے کہا کہ میرے دوست اب تم مجھے کیا کام دو گے تو ایک دوست نے کہا کہ تمہارے مرنے کے بعد تم کو اچھے کپڑے کفن پہنائیں گے اچھی خوشبو اور اچھی طرح نہائیں دفنائیں گے۔ دوسرے دوست نے کہا کہ میں تم کو اچھی قبر میں دفناؤں گا تمہاری قبر کو باہر کی طرف سجائیں گے اور تیسرے دوست نے کہا میں تمہارے ساتھ قبر میں آ جاؤنگا اور تمام حساب و کتاب کا جواب خود دونگا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے وہ تینوں دوست کون تھے پہلا دوست ان کا دولت تھا دوسرا دوست اس کے اپنے رشتہ دار اور اپنے ماں باپ تھے اور تیسرا دوست اس کے اپنے اعمال تھے اب سوچنا یہ ہے کہ ان میں سے کونسا دوست اچھا ہے۔

ماسٹر رضا محمد اداس،
بلوچستان

اک ناکام آرزو

میں کسی کے شانے پر سر رکھ کر
جی بھر کر رونا چاہتا ہوں
اپنے سارے زخموں کو
میں دھونا چاہتا ہوں
نہیں سو پایا جو کبھی
ایسی گہری نیند سونا چاہتا ہوں
کاش......
اک بار ایسا ہو......

اقبال بھٹی۔ لاهور

بے اختیار

تمہیں، صرف تمہیں
جسم و جاں کی آخری حدوں
تک چاہا ہے......
اس قدر، کہ نہ حساب ہے نہ
شمار ہے......
میں تیرے معاملے میں بے
اختیار ہوں......

غزل قمر۔ مسه کسوال

ٹھیک ہوں

میں نے سوچا تھا
آج آپ آئیں گے تو رو دوں گی
آپ پوچھیں گے
تو سب حال کہہ دوں گی
کہہ دوں گی کہ کتنے سے سوئی نہیں
وہ کونسی بھول ہے جو ہوئی نہیں
کتاب فریج میں شیلف میں گلاس
رکھا
پیر کا دن تھا خط میں جمعرات لکھا
سہیلی سے شکوہ کرنا تھا اسے سپاس
لکھا
ٹی وی پر گیت تھا اذان نہیں
میں نے چونک کر آنچل سر پر رکھا
کیا حال کر دیا ہے میرا،
مجھے کس کام کا نہ رکھا
اور......
جب آپ نے آکر پوچھا
کیا حال ہے؟
تو میں اتنا ہی کہہ سکی......
ٹھیک ہوں، ٹھیک ہوں......

غزل قمر۔ مسه کسوال

انمول موتی

اپنا راز کسی کو مت بتاؤ سچا دوست کسی ہیرے سے کم نہیں۔
محبت کی کشتی میں پہلا سوراخ شک کا ہوتا ہے۔
کسی کے بارے میں برا نہ سوچو ہوسکتا ہے وہ تم سے اچھا ہو۔
سمندر کی تعریف کرو مگر خود کنارے پر ہی رہو۔
جس سے محبت کی جائے اس کے سامنے ندامت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔
اپنی خوشی منانے سے پہلے دوسروں کے غموں کا خیال کرو۔
غم ایک ایسا پرندہ ہے جو انسان کا خون پی کر زندہ رہتا ہے۔

دُکھ درد ہمارے

''دکھ درد ہمارے'' کالم کے لئے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈز کی کاپی بھی ارسال کریں۔ ''دکھ درد ہمارے'' کالم کے لئے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو ''دکھ درد ہمارے'' کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط ضائع کر دیتے ہیں۔......ایڈیٹر

☆......میں جب سے پیدا ہوئی ہوں دکھ بھی میرے ساتھ ہی پیدا ہوئے تھے اور آج بھی میرا ساتھ نبھاہ رہے ہیں۔ میں ان دکھوں سے لڑتے لڑتے اس دنیا سے چلی جاؤں گی شاید یہ دکھ میرا پیچھا پھر بھی نہیں چھوڑیں گے۔ میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئی تھی اور ایک غریب آدمی سے میری شادی ہو گئی۔ میرے پانچ بچے ہیں اور شوہر ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔ میں خود محنت کر کے بچوں کی پرورش کر رہی ہوں اور شوہر کی دوائی وغیرہ پوری کر رہی ہوں۔ میرے اتنے دکھ ہیں کہ اگر بیان کرنے لگوں تو جواب عرض کے صفحات کم پڑ جائیں گے۔ دعا کریں کے اللہ تعالیٰ میری مشکلات آسان کرے۔ (صدف ناز)

☆...... میں ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے میں پیدا ہوئی تھی۔ ابھی بچپن سے جوانی میں قدم رکھا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو ہمارے گھر میں غربت نے ڈیرے جما لئے اور ماں نے لوگوں کے گھروں میں کام کر ہمیں یعنی ہم تین بہن بھائیوں کی پرورش کرتی رہیں اور ہمیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ میں ایف اے تو کر لیا مگر آگے پڑھائی کے اخراجات پورے نہیں ہوتے تھے اس لئے میں نے ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کر لی۔ اس فرم کا مالک تو انتہائی شریف آدمی تھا مگر وہاں کا منیجر انتہائی خبیث قسم کا آدمی تھا۔ اس نے میرے ساتھ ہمدردی کے بہانے مجھے لوٹ لیا اور کہیں کا نہ چھوڑا۔ اب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں اسی دکھ کی وجہ سے میں نے جاب بھی چھوڑ دی ہے اور شادی بھی نہیں کروں گی۔ (آصفہ کنول)

☆......میں انتہائی دکھ سے لکھ رہی ہوں کہ میرے ماں باپ اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں۔ اب باپ تو کمانے کے لائق نہیں رہا اور ماں بھی ٹی بی مریضہ ہے میں ایک پرائیویٹ آفس میں کام کر کے اپنا اور اپنے والدین کا پیٹ پال رہی ہوں اور بڑی مشکل سے ان کی دوائیاں پوری کرتی ہوں۔ میں کوئی اتنی زیادہ پڑھی لکھی بھی نہیں ہوں کہ کسی اچھی جاب پر لگ جاؤں۔ آپ سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کوئی اچھا وسیلہ بنا کر بھیج دے۔ (نورین اسلم)

☆......میری زندگی کے دکھ اتنے ہیں کہ میں کون کون سا دکھ آپ کے سامنے پیش کروں۔ اب مجھے دکھ میں رہنے کا مزہ سا آنے لگا ہے جیسے یہ دکھ اگر نہ ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی میں کوئی ہلچل ہی نہیں ہوئی۔ میں ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ تھا مگر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میری زندگی کی بازی ہی الٹ گئی۔ میرا اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار تھا اور خاصی کمائی ہو جاتی تھی کہ ایک دن کرنا ایسا ہوا کہ میرے گودام کو آگ لگ گئی اور میرا سارا مال تباہ ہو گی اور مجھے خاصا نقصان اٹھانا پڑھا۔ کچھ کمپنیوں سے میں نے ادھار مال لیا ہوا تھا ان لوگوں نے مطالبات شروع کر دیئے اور میں نے اپنا گھر گاڑی سب کچھ بیچ دیا تب بھی پیسے پورے نہیں ہوئے انہی سوچوں میں مجھے بلڈ کینسر ہو اور میری بیوی بھی کچھ عرصہ پہلے میرا ساتھ چھوڑ کر اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئی ہے اور دو بچے تھے جن کی شادیاں ہو چکی تھیں وہ اپنی بیویوں کو لے کر الگ ہو گئے اور میں دکھوں کے لئے اکیلا در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان دکھوں سے نجات دے اور میری آخرت آسان ہو جائے۔ (محمد ذیشان اکرم-حیدر آباد)

☆......میں ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ اپنے بچوں کے لئے روزی بھی نہیں کما سکتا۔ دردِ دل رکھنے والے حضرات سے میری اپیل کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ میری مشکلات آسان کرے۔ (محمد افضال امجد-کوٹ امن والا)

رشتے ناطے

"رشتے ناطے کالم کے لئے ہر ماہ بہت سے رشتے وصول ہو رہے ہیں۔ جو خواتین و حضرات اپنے رشتے فوری شائع کروانا چاہیں وہ اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی بھی ارسال کریں۔ رشتے ناطے کالم میں اپنے رشتے شائع کرانے کے لئے اپنے خطوں کے رشتے ارسال کرتے وقت اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی ضرور ارسال کریں۔ جن رشتوں کے ہمراہ شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی نہیں ہوگی وہ رشتے شائع نہیں کیے جائیں گے۔......ایڈیٹر

☆...... امریکہ میں مقیم میرے ایک دوست کو اپنی بیٹی کے لئے ایک رشتہ چاہئے جس کا تعلق پاکستان کے کسی بھی شہر لیکن لاہور کا ہو تو زیادہ بہتر ہے اور تعلیم کم از کم ایف اے ہو۔ چاہے غریب گھرانہ ہو اور عزت کرنے والے لوگ ہوں۔ ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ وہ اس کو امریکہ میں سیٹ کروائیں گے۔ بس لڑکا شریف ہو اور عزت کرنا جانتا ہو۔ (محمد اکمل۔ گجرات)

☆...... بی اے پاس میری سہیلی کے لئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکا خوبصورت، سلجھا، شریف اور تعلیم کم از کم بی اے ہو۔ میری سہیلی طلاق یافتہ ہے۔ اچھی پڑھی لکھی فیملی ہے وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے جیسی فیملی مل جائے۔ غریب فیملی بھی ہو تو کوئی بات نہیں مگر عزت کرنے والے لوگ ہونے چاہئیں جو عزت کرنا اور کروانا جانتے ہوں۔ وہ لڑکے کو کاروبار بھی کروا سکتے ہیں۔ ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ (عائشہ قندیل۔ فیصل آباد)

☆...... میرا تعلق ایک اچھی اور پڑھی لکھی فیملی سے ہے۔ میری بیوی فوت ہو چکی ہے اور میرا ایک بچہ ہے۔ میرا اپنا کاروبار ہے، اپنا گھر گاڑی اور اچھا کھانا پینا ہے اور گھر میں اللہ دی ہوئی ہر نعمت ہے۔ میں چونکہ اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہوں اور اپنے بچے کو ٹائم نہیں دے پاتا اس لئے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی پڑھی لکھی اور سلجھی ہو جو کہ میرے بچے اور گھر کو سنبھال سکے چاہے طلاق یافتہ ہو۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں بس اچھے لوگ ہونے چاہئیں جو دوسرے کی عزت کا پاس رکھتے ہوں۔ (ریاض حسین۔ اسلام آباد)

☆...... میں ایک بہت بڑا زمیندار ہوں اور میرا تعلق آرائیں برادری سے ہے۔ میری زمینداری بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے اور اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے کمی ہے تو صرف ایک گھر کو سنبھالنے والی کی۔ کوئی ایسی لڑکی چاہئے جو میرے گھر کو سنبھال سکے اور مجھ سے بہت زیادہ پیار کرے۔ لڑکی پڑھی لکھی اور سلجھے خاندان سے ہونی چاہئے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں صرف لڑکی چاہئے۔ خواہشمند لڑکیاں یا ان کے وارثان رابطہ کریں۔ (چودھری الطاف احمد۔ سرگودھا)

☆...... ایک پڑھی لکھی اور بہت زیادہ امیر فیملی کی ایک خوبصورت اور انتہائی شریف لڑکی کے لئے ایک خوبصورت اور پڑھے لکھے نوجوان کا رشتہ درکار ہے جس کی تعلیم کم از کم ایف اے ہو۔ لڑکا شریف اور عزت کرنے والا ہو۔ لڑکی کے نام کافی جائداد ہے جو شادی کے بعد اسے مل جائے گی۔ ذات برادری کی کوئی پابندی نہیں۔ خواہشمند حضرات خود یا ان کے والدین رابطہ کریں۔ (محمد امجد ریاض۔ ملتان)

☆...... میں نے زمانے میں بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ میری شادی ہوئی تو بیوی کچھ صحیح کردار نہیں تھی اور بہت زیادہ چالاک قسم کی عورت تھی۔ یہ شادی صرف تین ماہ تک چلی اور طلاق ہو گئی۔ پھر دوسری شادی ہوئی اور تقریباً ایک سال بعد وہ بھی فوت ہو گئی۔ اب میں اپنے آپ کو بہت زیادہ اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ اس اکیلے پن کو دور کرنے کے لئے اب میں دوبارہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی شریف اور پیار کرنے والی ہونی چاہئے۔ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے صرف لڑکی چاہئے۔ خواہشمند لڑکیاں یا ان کے والدین رابطہ کریں۔ (عبداللطیف کمبوہ۔ سیالکوٹ روڈ ڈسکہ)

میری زندگی کی ڈائری

سردار اقبال کی ڈائری سے

ہر کوئی اپنی ڈائری میں کچھ نہ کچھ لکھتا ہے کوئی محبت کے بارے میں لکھتا ہے کوئی جدائی کے بارے میں لکھتا ہے لیکن محبت بھی کیا چیز ہے جو انسان کو کبھی دکھ دیتی ہے تو کبھی سکھ کیا یہی محبت ہے جو انسان کی زندگی میں ہر وقت زخم دیتی ہیں محبت انسان زندگی ختم ہو جاتی ہے کہ محبت قربانی مانگتی ہے جب محبت قربانی مانگتی ہے تو پہلے ہی سوچ لینا چاہیے لڑکی ہو یا لڑکا بعد میں دونوں سے ایک کی زندگی ختم ہو جاتی ہے کہ میں نے قربانی دی ہے۔

سردار اقبال خان۔ رحیم یار خان

محسن کی ڈائری سے

دوستو محبت ایک ایسا انمول تحفہ ہے جسے نہ تو خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی فروخت کیا جا سکتا ہے محبت جو سچے دل اور جذبے سے کی جائے حقیقت میں عبادت ہے محبت کا اصل مفہوم قربانی ہے یہ لینے کا نام نہیں بلکہ پاس سے دینے کا نام ہے ضروری تو نہیں کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں وہ ہمیں مل جائے محبت آپس میں خوشیوں کے پھول بانٹتی ہے لیکن اسی محبت کا ایک دوسرا رخ بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب دو دیوانے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں تو ان پر ایک ایک لمحہ بھاری ہوتا ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے کے لئے قیدی پرندوں کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں۔

محسن۔ ملکوال

محسن بشیر کی ڈائری سے

محبت میں رسوائی بھی ہے محبت میں ہے وہ جو کہ بادشاہوں کو گداگر بنا دیتی ہے محبت نے ہی فرہاد کو پہاڑوں کے درمیان سے دریا نکالنے کا مشورہ دیا تھا محبت نے یہ سسی کو ویران اور گرم صحراؤں میں بھٹکنے پر مجبور کیا تھا محبت ہی وہ جذبہ تھا جس نے مجنوں کو دربدر کی بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا تھا محبت نے ہی ہیر کو زہر پینے پر مجبور کیا تھا دوستو یہ محبت کے ان سچے عاشقوں کے قصے ہیں جنہوں نے اس میدان میں قدم رکھا تھا ہمیں بھی محبت سچے دل اور سچے جذبے سے کرنی چاہیے کسی کو بھی دھوکہ نہیں دینا چاہیے اللہ ہمیں سچے دل سے محبت اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی عنایت فرمائے آمین۔

عظمت وقاص محسن۔ ملکوال

پرنس کی ڈائری سے

ہائے رے زندگی تو نے مجھے کیا دیا ہے۔ میرے سب سکون اور چین چھین کر اس کے بدلے میں تو نے مجھے صرف تڑپ بے قراری اور بے وفائی دی ہے کیا اس دنیا میں دل لگانے والوں کا کیا یہی حال ہوتا ہے تو نے اکثر مجھے کامیابی کے قریب لا کر شکست سے ہمکنار کیا ہے اب تو مجھے ہر کامیابی کے پیچھے بھی ناکامی ہی نظر آتی ہے آخر کیوں تو میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہے تو بھی اس کی طرح بے وفا ہے۔

پرنس مرتضیٰ حسین بلوچ۔ ملکوال

کریم اللہ کی ڈائری سے

کبھی کبھی تنہا بیٹھ کر یہ سوچنے لگتا ہوں کہ آخر میری زندگی کس کام کی ہے آخر اس دنیا نے مجھے کیا دیا جو یہ مجھ سے وہی چیز چھیننا چاہتی ہے میں نے جس کو جان سے بڑھکر پیار دیا وہ بھی مجھے تنہا چھوڑ رہی ہے پھر مجھے اس سے کوئی شکوہ نہیں ہے اپنے دل پر پتھر رکھ کر میں نے اس کے نام کو لبوں کی بجائے دل ہی میں دفن کرلیا ہے یہ سوچ کر ہونٹوں پر اس کا نام آتے آتے وہ کبھی بھی بدنام ہو سکتی ہے میں نے اسے رسوا کرنے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی۔ وہ میری محبت، میری خلوص اور میری وفا کی قیمت صرف اور صرف بے وفائی میں دیتی ہے کیا میری پاکیزہ محبت کا یہ صلہ ملتا ہے اس نے بس مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ تنہائیاں میری مقدر بن گئی ہیں۔ اب میں بے وفائی کے زہر خود پیالے میں بھرتا ہوں اور خود ہی پیتا ہوں۔ اب صرف تنہائیاں میرے ساتھ ہیں اور یہ تنہائیاں اس بے وفا سے سو مرتبہ بہتر ہیں جو میرے ساتھ چھوڑنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اب ان تنہائیوں سے اس وقت جان چھوٹے گی جب سانسوں کا رشتہ روح سے چھوٹے گا۔

کریم اللہ خان، چترال

بھٹی کی ڈائری سے

خوشاب سے پنڈی تک چھ گھنٹے کا تھکا دینے والے سفر کے دوران میری تمام تر سوچوں پر تم ہی نے قبضہ جمائے رکھا اور تمہارا خوبصورت چہرہ کچھ اس طرح سے میری آنکھوں میں سمایا کہ آدھی رات بیتنے کے میری آنکھوں میں نیند کا ایک سایہ بھی نہ لہرا سکا اور تم خود گواہ ہو اس بات کی کہ اس دوران جتنی بار بھی تم سے نگاہیں ملیں مجھے پلکیں جھپکنا تک یاد نہ رہا اب جبکہ یہ ایک رات کا سفر ختم ہوئے بھی بہت دن گزر چکے ہیں مگر بے شمار سا دکھ بھرا ہوا ہے اور سن لو میں ایک نہایت ہی کمزور سا آدمی ہوں کبھی بھی اپنے من کے دکھ کو آنکھوں کے راستے بہہ جانے سے نہیں روک سکا آج بھی میری آنکھیں شدت غم سے بوجھل ہو رہی ہیں لیکن تم پریشان مت ہونا کیونکہ جن دکھوں کی سوغاتوں سے میں نے دامن بھر لیا ہے وہ تمہارے عطا کردہ قطعی نہیں ہیں بلکہ تم سے مشابہ ایک اور نہایت ہی محبوب ہستی ہے کہ جیسے ایک مدت گزری دیکھا بھی نہیں لیکن یہ اس کا پیار ہی تو ہے جو ابھی تک میری دھڑکنوں کو رواں اور زندہ رکھے ہوئے ہے تمہاری مانند اس کے چہرے پر ہلکی سی اداسی اور سنجیدگی ہمہ وقت چھائی رہتی تھی وہ ایک محروم اور مجبور دل کی پہلی اور آخری آس تھی مگر تم کون ہو کہ جس نے میرے دل میں چھپے جدائیوں اور نارسائیوں کے دکھ ہرے کر دیئے نیواعوان کے پورے سفر کے دوران تمہارا خاموش رہنا اور تمہاری آنکھوں کا بولتے رہنا یاد آئے گا یہ ایک بات کہ نہ میں تمہاری آنکھوں کے پیغام سمجھ سکا اور نہ پڑھ سکا۔

ربنواز بھٹی، سرگودھا

شہزاد محمد کی ڈائری سے

جب میں اپنی ڈائری کے اوراق پلٹتا ہوں تو مجھے زندگی میں خوشیاں کم اور غم زیادہ نظر آتے ہیں لیکن پھر بھی میں خدا کا ہر دم شکر ادا کرتا ہوں اور خوشگوار امیدوں کا سہارا لیکر ہر آنے والے دن کو پرمسرت اور اچھا گزارنے کے لئے تیار ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں۔

زندگی ہے بحر غم گر
زندگی امید بھی ہے
اس جہان رنگ وبو میں
خوشیوں کی نوید بھی ہے

شہزاد محمد خان، کراچی

عامر حسین کی ڈائری سے

میرے پیارے بہن بھائیو اور دوستو دوسروں سے شکوہ مت کیا کرو آپ لوگ خود میں جھانکو اور دیکھو کہ تم کیسے ہو اور خود اس طرح بن کر رہو کہ دوسرے تم کو پانے کی تمنا کرے بقول شاعر

ایسے رہا کرو کہ لوگ آرزو کریں تمہاری
ایسا چلن چلو کہ زمانہ مثال دے

دوسروں سے شکوے اور گلے مت کیا کرو اور میرے دوستو ایسے الفاظ استعمال نہ کیا کرو جن سے دوسروں کو کوئی دکھ ہو ہمیشہ کوشش کرو کہ دوسروں کو اپنی ذات سے خوشیاں دیں تاکہ غم

یہ بھی کوئی انداز گفتگو ہے صنم
کہ جب بھی کرو دل دکھانے کی بات کرو

اور میرے بھائیو اور دوستو آپ لڑکیوں سے قلمی دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو اگر آپ کو کوئی لڑکا لڑکی بن کر بیوقوف بنا رہا ہو تو پھر کیا کرو گے اس لئے میرے بھائیوں لڑکیوں سے قلمی دوستی نہ کیا کرو آپ کے گھر میں بھی ماں بہن ہوتی ہیں سوری ویری سوری اگر میرے یہ الفاظ آپکو دکھ دیں تو میں معذرت کرلیتا ہوں۔

عامر حسین، کوٹنریلہ

شاہدہ قیوم کی ڈائری سے

دکھ دینے والی چیزیں وہی ہوتی ہیں جو خوشی کیلئے ترسا دیتی ہیں دکھ دینے والی تمہاری یاد ہوتی ہے جب تم شدت سے یاد آتے ہو میرے ہمسفر مگر تم خود آ نہیں سکتے دکھ دینے والی تمہاری آنکھیں ہوتی تھیں جب وہ میرے جدائی میں اداس ہو جایا کرتیں تھیں اور مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا دکھ دینے والی تمہاری میٹھی باتیں ہوتی تھیں مجھے اس وقت یاد آتی ہیں جب تم بہت دور خاموش دنیا میں چلے گئے ہو دکھ دینے والی تمہاری نشانیاں ہیں میں ان کو چھوتی ہوں ان کو دیکھتی ہوں تو میری آنکھیں لہو برساتی ہیں اور تم مجھے یاد آتے ہو دکھ دینے والی وہ جواب ہوتے ہیں جب تم آ کر خوابوں میں مجھے بے چین کرتے ہو اور جب آنکھ کھلتی ہے تو بہت دور چلے جاتے ہو اور میں تمام رات بیقراری میں گزار دیتی ہوں اور تم یاد آتے ہو۔ دکھ دینے والے تم جیسے لوگ ہوتے ہیں جو ہم کو ڈھیروں روگ دے کر خود ہماری زندگی سے دھیرے سے نکل جاتے ہیں تب تم بہت یاد آتے ہو دکھ دینے والا تمہارا پیار ہوتا ہے جو بڑھا کر خود جدا ہو جاتے ہو دکھ دینے والے غم ہوتے ہو میرے ہمسفر ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھا کر بیچ منجدھار چھوڑ جاتے ہو بہت دکھ ہوتا ہے اس اجڑے دیار کو ان خالی کمروں کو اس سنسان گھر کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔

تیری یاد کی اجڑی بستی میں تنہائی کی گہری راتوں میں
اک دیپ ابھی تک روشن ہے اک زخم ابھی تک گہرا ہے

شاہدہ قیوم، جہلم

پرنس ارشاد کی ڈائری سے

آج سرراہ چلتے چلتے اک
آشنا اجنبی نے
یوں شناسائی سے دیکھا کہ
جیسے وہ مجھے
پہچانتا تھا میرے اندر کا
کرب جانتا تھا
اس نے آنکھوں سے کئی
احوال پوچھے
میری گزری ہوئی رتوں کے
بارے میں
کئے جان لیوا سوال پوچھے
اور میں چپ تھا شاید یہی
میرا دکھ تھا

پرنس ارشاد علی، سندھ

ایف ایس کی ڈائری سے

میں بلاتی ہوں تمہیں اک لمحے کیلئے آجا
میرا سپنا بلاتا ہے اک سانس بن کر آجا
میرا دل بلاتا ہے دھڑکن بن کر آجا
میں بلاتی ہوں تمہیں اک شام بن کر آجا
کتنا بلاتی ہوں اک دن کیلئے آجا
اگر تو آئے گا تو میرے دل میں بہت ہی خوشی ہوگی
اگر چاہے تو خوش دیکھنا تو اس خوشی کیلئے آجا
دل تڑپ رہا ہے دھڑکن تیز ہو رہی ہے

دل رو رہا ہے دھڑکن کی تیز رفتاری کو
روکنے کیلئے آ جا
آنکھیں ترس گئی ہیں تجھے دیکھنے کیلئے
آنسو لہو بن کر برس رہے ہیں
ان آنکھوں کو نہ تڑپاؤ آنسوؤں کی
برسات کو بند کرنے کیلئے آ جا
تیرے بارے میں سوچوں میں گم ہو جاتی
ہوں ہر وقت یاد
تیری یاد نے جان جلائی ہے ان سوچوں کو
مٹانے آ جا
میرے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں میری
بانہیں ترس گئی ہیں
ان بانہوں کو سہارا دینے ہونٹوں کو تر کر
نے کیلئے آ جا
تیری باتیں سننے کو کان ترس رہے ہیں
میرے ہنسنے کو بھی
تیری اک ہنسی نے مار ڈالا تو باتیں کرنے
کیلئے آ جا
تیری خوشبو میرے کپڑوں میں سما سی گئی
ہے اتنی اچھی خوشبو
تجھے اس خوشبو کی قسم ایم کے اس خوشبو کیلئے
آ جا
تیرا اٹھلانا یاد آتا ہے تیرا گلے ملنا یاد آتا ہے
تجھے میری قسم صرف گلے ملنے کیلئے آ جا
تیرے پیار کی پیاسی ہو اس پیار نے مارا
جان
جانو پلیز اس پیار کی پیاس بجھانے کیلئے آ
جا

ایف ایف ایس، وندر بلوچستان

امجد کی ڈائری سے

میری ڈائری یوں تو بڑی درد ناک ہے مگر ساقی کی جدائی اس خون سے رنگیں صفحہ ہے جو نہیں مٹ سکتا ہے نہ ہی میں اس کو بھلا سکتا ہوں یہ میری زندگی ہے اسی سے ڈائری کی ابتداء اور انتہا ہے۔

محمد امجد، کبیر والا

طاہر سالم کی ڈائری سے

زندگی کیا ہے، آج میں اپنی زندگی سے شکوہ کر رہا ہوں کیا میری زندگی میں خوشی نہیں ہے کیا میری زندگی میں غم ہی غم ہے کیا میں اپنی ساری زندگی میں غموں سے گزار دوں کیا مجھے ایک دن کی خوشی نہیں ملے گی۔ کیا زندگی خود چار دن کی ہے اگر مجھے ایک دن کی زندگی نہیں ملے گی تو مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے پیدا ہونیکے بعد مجھے کیوں موت نہیں دیتے کیا میرے مقدر میں خوشی نہیں لکھی ہے۔

قارئین میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے موت دے اس زندگی میں، میری اس زندگی کا مقصد کیا ہے اس بے وفا زندگی میں کیا کریں کیونکہ زندگی خود بے وفا ہے کیا میری زندگی بس ایسی ہے اور دوسروں کی زندگی ایسی نہیں ہے میں ہر انسان کو دیکھتا ہوں وہ اپنی زندگی میں خوش ہے میں اپنی زندگی میں کیوں خوش نہیں ہوں۔ ہر ایک کی زندگی میں خوشی ہی خوشی ہے میری زندگی میں غم ہی غم ہے

طاہر سالم بلوچ، کیچ مکران

گوپانگ کی ڈائری سے

میری زندگی کی ڈائری ان دوستوں کے نام ہے جو محبت کرتے ہیں مگر جواب میں انہیں محبت نہیں ملتی اور پھر وہ انتہائی قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے یہ درست ہے کہ دلی محبت صرف ایک سے ہوتی ہے مگر کسی ایک انسان کے نہ ملنے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی ہے زندگی بہت وسیع ہے کسی ایک انسان کے نہ ملنے سے زندگی کی رونقیں ختم نہیں ہوتیں محبت تو قربانی کا نام ہے اور ایسے بھی محبت کو رشتے میں بدلنے سے محبت ختم ہو جاتی ہے محبت تو خوشی کا نام ہے جو دوسروں کے حصول کے لئے کہی جائے۔

انور علی گوپانگ، ٹنڈو الہ یار

گوپانگ کی ڈائری سے

محبت ایک خوبصورت لفظ ہے جس کی ہر ایک نے اپنے نقطہ نظر سے تعریف کی ہے لیکن میری نظر میں محبت ایک ایسا لازوال تعلق اور رشتہ ہے جس کی کوئی حد یا کنارہ نہیں ہے محبت خود ایک رشتہ ہے جو کہ روحانیت کا رشتہ ہے مگر

جب ہم اس رشتے کو انسانی رشتے میں بدلنا چاہتے ہیں تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے محبت کو روحانیت تک ہونے دیں تو اس کی خوشبو اس کی مٹھاس اور اس کے احساس کو نہ صرف تاحیات محسوس کر سکتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی یہ رشتہ قائم رہتا ہے اور یہی اس کی پائیداری کی مثال ہے لیکن افسوس ہم اس روحانی رشتے کو جسمانی رشتہ بنانا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ رشتے داری میں بدل جائے تو پھر یہ محبت قائم نہیں رہتی پھول اپنی ہی جگہ اچھا لگتا ہے لیکن جب ہم اس کو حاصل کر لیتے ہیں تو پھر وہ مرجھا جاتا ہے اس لیے اگر محبت کو سدا قائم رکھنا ہے سدا اس کی خوشبو کو محسوس کرنا ہے تو پھر اس کو حاصل کرنے کی ضد چھوڑ دیں۔

انور علی گوپانگ، سندھ

محمد علی کی ڈائری سے

میری ڈائری کا یہ کسی کا شعر ہے۔

تو نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا
دور تک تنہائیوں کا سلسلہ رہ جائے گا
درد کی ساری تہیں اور سارے گزرے
راستے
سب دھنواں ہو جائیں گے اک واقعہ رہ
جائے گا
یوں بھی ہوگا وہ مجھے دل سے بھلا دے گا
مگر
یہ بھی ہوگا خود اسی میں اک خدا رہ جائے گا
دائرے افکار کے اقدار کی سرگوشیاں
یہ اگر ٹوٹے کبھی تو فاصلہ رہ جائے گا

کبھی کسی بیوفا کی یادوں میں آنکھوں سے آنسو کی رم جھم جاری ہو جاتی ہے میں سوچتا ہوں اس بیوفا دنیا میں کوئی کسی کا ساتھی نہیں جس سے اپنا دکھ درد بتائے کہ دل کا گرد و غبار ہلکا ہو۔

محمد علی، سانگھڑ

آکاش کی ڈائری سے

ڈیئر کرن، آپ کی یاد ہر وقت دل میں رہتی ہے کیا کروں جتنا بھولنا چاہتا ہوں اتنی تم یاد آتی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سے محبت ہو گئی ہے اور رہے گی آپ نے تو میرے ساتھ مذاق کیا تھا اور میرے ساتھ محبت کا ڈھونگ رچایا تھا لیکن واللہ ہم نے آپ کے ساتھ سچی محبت کی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میں اپنے ہی پہلو میں ایک آستینی سپنی پال رہا ہوں جو مجھے ایک دن پیار کے دھوکے میں ڈس لے گی لیکن یاد رکھنا جو کسی کی زندگی تباہ کرتا ہے اس کے ساتھ دھوکہ بازی کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ایک دن ایسا ہی ہوتا ہے یہ کہاوت تو آپ نے سن رکھی ہوگی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، کرن جان میں تم سے تمام زندگی محبت کرتا رہوں گا لیکن یہ بات الگ ہے کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا کرن جان میں تو ایسا انسان ہوں کہ اپنے پیار میں روئی کے ذرے کے برابر بھی کسی کی چاہت برداشت نہیں کر سکتا لیکن آپ نے میری محبت کے ساتھ ساتھ کتنے اور لڑکوں کی زندگی کو تباہ و برباد کیا اس کا علم شاید آپ کو بھی ہوگا اگر نہیں ہے تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا تو اس کے ساتھ ہی سب باتیں آپ پر عیاں ہو جائیں گی اور ہاں کرن جان تم نے مجھ کو سمجھا ہی کب تھا کرن جان تم کو حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا تم کو تو میں پلک جھپکنے سے پہلے ہی حاصل کر لیتا لیکن کیا کرتا ایسی لڑکی کو جس میں میری چاہت نہ ہو میرے جیسی محبت نہ ہو۔ میرے جیسی تڑپ نہ ہو اور میرے جیسی بے قرار نہ ہو میرے جیسی محبت نہ ہو ایک خالی جسم لیکر میں اس کا کیا کرتا۔ لیکن سویٹ کرن جان یہ مت بھولنا کہ میں نے تم کو حاصل نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا بلکہ اب بھی میں آپ کو اسی طرح چاہتا رہوں گا جس طرح پہلے چاہتا تھا جب تک میری زندگی کی سانسیں چل رہی ہیں کرن جان صرف تم سے محبت کرتا ہوں میں صرف تمہیں ہی چاہوں گا کرن جان میں نے صرف اور صرف تمہاری روح سے محبت کی ہے۔

غزل

جسے اپنا سمجھا وہ مجھے بھلا دیتے ہیں
کیوں مجھے اپنی نظروں سے گرا دیتے ہیں
سدا خوش رہے جہاں میں میرے دوست تو
ہم ہر لمحہ تجھے جینے کی دعا دیتے ہیں
جلاتے ہیں ہم اپنی ناکام آرزوؤں کے چراغ
ان چراغوں کو بےدرد ہوا کے جھونکے بجھا دیتے ہیں
کیوں تڑپاتے ہو تم نظروں سے دور ہوتے
ٹھیس اٹھتی ہے دل سے مگر ہم مسکرا دیتے ہیں
ہم نے جسے دل و جاں سے عزیز سمجھا جاوید
ہماری وفاؤں کی وہ ہمیں سزا دیتے ہیں
.... محمد اسلم جاوید-فیصل آباد

غزل

جب گزر جائے گی بہار تو کیا کرو گے
یاد آئے گا میرا پیار تو کیا کرو گے
ستاتے ہو ایسے جیسے اجنبی ہوں میں
جب روٹھے گا تم سے یار تو کیا کرو گے
اپناؤ گے کسی اور کو مجھے تنہا چھوڑ کر
اسے نہ ہوگا تم سے پیار تو کیا کرو گے
آخر لوٹ آؤ گے تم میری راہوں میں
پھر ملے گا نہ پہلا سا پیار تو کیا کرو گے
ابھی تو ہنستے ہو میری وفاؤں پر خضر
پھر رونا بھی ہوگا بے کار تو کیا کرو گے
.... خضر اخلاق-بلّی ڈڈیال

بہت سوچا ہے لیکن......

جذبات کو احساسات کو ہٹا کر بہت سوچا ہے
لیکن پھر بھی نتیجہ یہ نکلا کہ تجھے بہت چاہا ہے
تو نے کیا کچھ نہیں کیا میرے ساتھ اے بے وفا
لیکن پھر بھی میری ذات نے تجھ ہی کو سراہا بہت ہے
کچھ تو نے بھی وفا نہ کی ہم سے صنم
کچھ زمانے نے بھی ہم کو ڈبویا بہت ہے
اب آگے نہ ہم کو مزید دکھ دے ساجن
کہ پہلے بھی تو نے ہم کو ستایا بہت ہے
اس دل نے ہزار کوشش کی بھلانے کی تجھ کو
لیکن پھر بھی تجھ کو یاد کیا بہت ہے
تم تو چند لمحوں کو ہی ملے تھے راحتی کو
پھر ساری عمر تجھ کو کھویا بہت ہے
بلقیس ریاض عرف راحتی-135 این بی

غزل

موسم تھا بے مثال تمہیں سوچتے رہے
اوڑھے تھے غم کی مثال تمہیں سوچتے رہے
جس میں تمہارے لمس کی خوشبو ہے آج بھی
دیکھا جو وہ رومال تمہیں سوچتے رہے
ہر عکس میری آنکھ کے شیشے میں آ گیا
یادوں کا تھا کمال تمہیں سوچتے رہے
اس مطلبی جہان میں تم سا نہیں ملا
جینا ہوا محال تمہیں سوچتے رہے
دیکھا تھا کال جو باغ میں کلیوں کا روپ رنگ
اے حسن بے مثال تمہیں سوچتے رہے
ہوتا نہیں ہے اب کوئی بھی چاہتوں کے بیچ
پڑ جاتے یوں نہ کال تمہیں سوچتے رہے
ہے کون جس کی مثل ہے کلیوں کا بانکپن
اٹھا جو یہ سوال تمہیں سوچتے رہے
تو کیا گیا کہ خود سے بھی ہم اجنبی ہوئے
گزرے یوں ماہ و سال تمہیں سوچتے رہے
.... محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا

سنو تم بہت یاد آتے ہو

سنو! تم بہت یاد آتے ہو...... دل میں بس کے دھڑکن بن جاتے ہو...... سنو! ذرا یہ بارش دیکھو...... تم پانی بن کر اکثر ان آنکھوں میں اتر جاتے ہو...... سنو! یہ فیصلہ کیسا جو کبھی مٹ نہیں پاتا...... تم دور ہو لیکن اکثر پاس رہتے ہو...... سنو! تم بہت یاد آتے ہو...... ہاں بہت یاد آتے ہو

.. محمد اویس مشتاق-شاہدرہ، لاہور

غزل

دل کے خالی آنگن میں وہ رقص کرتے لہرائے
جھوم جھوم کے دوشیزہ بہت پیت کے نغمے گائے
روپ سروپ انوکھا اس کا مفت میں جان جلائے
بھولے سے بھی ہاتھ لگے تو شرم سے یہ مرجھائے
پیڑ وہ جن کے نیچے ہم تم چین کبھی تھے پاتے
آج مجھے تو ڈسنے لگے ہیں ان پیڑوں کے سائے
کیا یہ ممکن ہے وہ آفتاب ایسا بھی کچھ کر دے
اپنی زلف کے نرم پلنگ پہ صرف مجھے سلائے
.... محمد آفتاب شاد-دوکوہہ

قطعہ

کس نے بھڑکایا احساس کا یہ انگارہ
کس کی آواز تیری یاد دلانے آئی
زندگی روٹھ گئی مجھ سے چھڑا کر دامن
مر چکا میں تو یہ مجھ کو منانے آئی
قمر اٹھ کے چلے مرگ مفاجات میں جب
ساری دنیا ہی تیرا جشن منانے آئی
.... محمد ہارون قمر یح پور ہزارہ

تم خفا ہو

تم خفا کیوں ہو...... تمہیں مجھ سے گلہ کیا ہے...... اچانک بے رخی اتنی؟...... بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟...... مناؤں کس طرح تم کو؟...... مجھے اتنا تو بتلا دو...... اگر اب ہو سکے تم سے...... تو یہ احسان فرما دو...... میری منزل محبت ہے...... مجھے منزل پہ پہنچا دو...... تمہاری آنکھ میں آنسو...... مجھے اچھے نہیں لگتے...... تمہارے نرم ہونٹوں پہ...... گلے اچھے نہیں لگتے...... تمہارے مسکرانے سے...... میرا دل مسکراتا ہے...... تمہارے روٹھ جانے سے...... میرا دل ٹوٹ جاتا ہے...... میری مانو اگر...... تم مجھ سے روٹھا نہ کرو ......تم مجھ سے روٹھا نہ کرو

.... عمران انجم راہی-ستہ پانی

غزل

اگر تم مل جاتے تو اور کیا چاہتے دوست
تمہیں زندگی کہا ہے تم ہی میری زندگی ہو
بس اس سوچ سے چھپائے رکھا ہے درد دل
جو تمہیں بتا دیں اور تمہارے چہرے پہ شرمندگی ہو
ہم جانتے تو ہیں تم میرے نہیں ہو
تم ہمدردی کرتے ہو تو پھر کیوں یہ زندگی ہو
تم بی غیروں کی طرح نفرت کرتے ہو
تو زندگی مجھے راس نہیں آتی
ہر لمحہ موت کا انتظار رہتا ہے
موت بھی لگی مجھ کو آتی نہیں
.... جنید اقبال-اٹک

غزل

اس کی نظروں کا کمال نہ پوچھ
اب جو ہوا ہے میرا حال نہ پوچھ
ہو گی اس کے سامنے زباں بند میری
پھر کیا کیا اس نے مجھ سے سوال نہ پوچھ
ملتا ہے مجھے ہر روز خواب میں وہ
اسے ہے میرا کتنا خیال نہ پوچھ
تیرے سنگ جو گزرا وقت معلوم نہیں
جدائی میں جو گزری وہ رات نہ پوچھ
تاجر ہو میں محبت کا مگر
ہوا کس طرح کنگال نہ پوچھ
.... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

غزل

وہ جو دل میں تیرا مقام ہے
کسی اور کو وہ دیا نہیں
وہ جو رشتہ تجھ سے بن گیا ہے
کسی اور سے وہ بنا نہیں
وہ جو پیار صرف تجھ سے ہی ہوا ہے
وہ کسی اور سے ہوا نہیں
وہ جو راز تجھ سے کہہ دیا
کسی اور کو وہ کہا نہیں
وہ جو سیکھا تیری ذات سے
کسی اور سے وہ ملا نہیں
تو بسا ہے جس طرح آنکھوں میں
کوئی اور ایسا بسا نہیں
تو ہوا ہے جتنا قریب سے قریب تر
کوئی اور اتنا قریب ہوا نہیں
تیرا نام ہے لکھا جس طرح دل میں
ایسا نام کسی کا لکھا نہیں
رئیس صدام حسین ساحل-ستی خان بیلہ

تم کو کیا

تنہائیوں میں گزر جائے زندگی تو کیا
جل کر ہم اگر مر جائیں تو کیا
تو نے تو گھر بنا لیا اپنا
ہمارا سب کچھ جل جائے تو کیا
تیری یادیں ہیں میرے پاس
اگر تو نہیں تو کیا
ایک نشانی دی تھی تم نے قلم
وہ قلم آج بھی میرے پاس ہے
وہ تیرے نام کے سوا کچھ بھی نہیں لکھتی ہے
میں اب اس میں سیاہی ڈالوں یا اپنا خون
تم کو اس سے کیا
لکھ رہا ہوں درد دل کس کو
اچھا لگے یا نہ لگے تنہا
تم کو اس سے کیا
یہ آنکھیں تیری جدائی میں آنسو
نکلے یا خون اب تم کو کیا
تنہا تو تنہا ہے تنہا ہی رہے گا
دنیا والو تم کو تنہا سے کیا
..... امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میرپور خاص

غزل

عارضہ دل کو دل کی صدا یاد آئی
زخم جگر نے جب ہوا تو خدا کی یاد آئی
اداسی میں ڈوبی شام ٹپکتے اشک
رقص سماں میں اس بے وفا کی یاد آئی
زخم جگر جب ناسور بن گئے میرے یارو
تب مجھے زخموں کی یاد آئی
محو سفر ہوا خاردار چٹانوں کے ہمراہ
تب اک چہرے سے آشنا کی یاد آئی
کپکپاتے ہونٹ بھیگی پلکیں آنسو سے چہرہ

کیسے وقت نزع دیوانے کو خلا یاد آئی
روٹھنا مسنانا بحث گرار یہ سلسلے ختم علی نواز
آج پھر کہوں مجھے میری اماں کی یاد آئی
.... علی نواز مزاری-گھوٹکی

داستانِ غم

انگڑائی پر انگڑائی لیتی ہے رات جدائی کی
تم کیا سمجھو تم کیا جانو بات میری تنہائی کی
کون سیاہی گھول رہا تھا وقت کے بہتے دریا میں
میں نے آنکھ جھکی دیکھی ہے آج کسی ہرجائی کی
ٹوٹ گئے سیال نگینے پھوٹ بہے رخساروں پر
دیکھ میرا ساتھ نہ دینا بات ہے رسوائی کی
وصل کی رات نہ جانے کیوں اصرار تھا ان کو جانے پر
وقت سے پہلے ڈوب گئے تاروں نے بڑی دانائی کی
اڑتے اڑتے آس کا پنچھی دور افق ڈوب
روتے روتے بیٹھ گئی آواز کسی سودائی کی
.... بابر سوانسی-سوانس

چن تے تارے

لے سکدا تے آساناں توں
میں چن تے تارے لے آندہ
تہاڈے آنڑ تے میں باغاں دے
پھل کلیاں سارے لے آندہ
سمندراں چوں چنڑ کے سیپ تیرے لئی
میں کنے ہار بنا دیندا
اس دنیا تے میں تہاڈے لئی
اک جنت دا کھار بنا دیندا
دریا سمندراں جھیلاں دے
اَج سب کنارے لے آندہ
تہاڈے اونڑ تے میں باغاں دے
پھل کلیاں سارے لے آندہ
اَج ساری دنیا توں سونڑے
تُسی دویں مینوں نظر آندے
کھر آ کے میرے فضل ڈکھی
فیر کدی نہ لپنڑے کھر جاندے
تہاڈی چاہت دے میں رج رج کے
دل کدے نظارے لے آندہ
تہاڈے آنڑ تے میں باغاں دے
پھل کلیاں سارے لے آندہ
تہاڈے آنڑ تے رب دی رحمت دی
اَج میرے کھر وچ آئی اے
میرے دِل دے ہر اِک کونے وچ
اَج وجدی پئی شہنائی اے
دِل کدرا سونڑے رب کولوں
ایہہ لمحے اُدھارے لے آندہ
تہاڈے آنڑ تے میں باغاں دے
پھل کلیاں سارے لے آندہ
لے سکدا تے آساناں ٹوں
میں چن تے تارے لے آندہ
...... الطاف حسین ڈکھی-کھڈورہ

غزل

بڑی بے ترتیب دھڑکن ہے
کبھی اپنی بزم میں بلاؤ ہمیں
ترستے ہیں کان تیری آواز کو
محبت کا کوئی گیت سناؤ ہمیں
ہوئے خشک ہونٹ پیاس سے
کبھی کوئی جام پلاؤ ہمیں
ترس گئی ہیں آنکھیں سونے کو
اپنی زلفوں کی چھایا میں سلاؤ ہمیں
اب کر دو تم بھی اظہار محبت
دیکھو ایسے نہ رلاؤ ہمیں
میں روٹھوں تجھ سے جو کبھی
تڑپ کر تم بھی مناؤ ہمیں
تڑپ رہے ہیں تیری محبت میں
دیکھو آنسوؤں میں نہ بہاؤ ہمیں
سنگ غیروں کے ہوتے ہو اکثر
اے اس طرح نہ جلاؤ ہمیں
رقیبوں سے اس طرح نہ کراؤ ظلم
اچھا ہے اپنے ہاتھوں سے صبر میں سلاؤ ہمیں
اتنے ستم مت ڈھاؤ اے جانِ ظفر
اب دے کر صدا پاس بلاؤ ہمیں
.... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

غزل

آپ سے پیار نہ کرتے تو اچھا تھا
مغموم دل کو نہ تڑپاتے تو اچھا تھا
تم ملے ہی شاید مجھ کو بچھڑنے کے لئے
محبت کر کے پچھتا رہے ہیں نہ کرتے تو اچھا تھا
تمہاری جدائی تو جلاتی ہے میری زندگی
آپ سے ملاقات ہی نہ ہوتی تو اچھا تھا
سپنے کب سچ ہوئے دیکھ ہماری نادانی کو
سپنوں پر یقین نہ کرتے تو اچھا تھا
غم تو پہلے ہی کم تھے پرنس کی زندگی میں
مگر محبت کا غم نہ لیتے تو اچھا تھا
.... پرنس عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھہ

غزل

کبھی نظریں ملانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی نظریں چرانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کسی نے آنکھ کھولی تو سونے کی نگری میں
کسی کو گھر بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کالی سیاہ راتیں اک پل کی لگتی ہیں
کبھی اک پل بیتانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کھلا گھر کا دروازہ تو سامنے تھی منزل
کبھی منزل کے آنے میں زمانے بیت جاتے ہیں
اک پل میں ٹوٹ جاتے ہیں عمر بھر کے رشتے ہادی
وہ رشتے جو بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
.... حماد ظفر ہادی-گوجرہ

غزل

خوشبو کے ہاتھ پھول کا پیغام رہ گیا
یہ دل کا سلسلہ بھی سر عام رہ گیا
کہتے ہیں جس نے چاند کو دیکھا تھا پہلی بار
وہ شخص اپنے دل کو تو بس تھام رہ گیا
آنکھوں کو موند لینا تھا ہم کو بھی اس گھڑی
جب سے سنا ہے اس کا گھر دو گام رہ گیا
اے شب نوید دینی تھی تجھ کو سحر کی اور
کیوں تیرے ہاتھ سے بھی یہی کام رہ گیا
جب وصل کو مٹا دیا تو نے ہوا تو پھر
کیوں ریت پر فراق کا یہ نام رہ گیا
یوں زندگی کا کام ادھورا رہا بتولؔ
کچھ صبح رہ گیا تھا تو کچھ شام رہ گیا
(فاخرہ بتول). محمد افضل جواد-کالاباغ

تم کیسی ہو

اس نے پوچھا تم کیسی ہو
بدلیں یا پہلے جیسی ہو
روپ وہی انداز وہی
یا اب اس میں کوئی کمی ہے
ہجر کا کچھ احساس تو ہو گا
کوئی تمہارے پاس تو ہو گا
میں بچھڑا یہ مجبوری تھی
کب منظور مجھے دوری تھی
میں نے کہا آواز تمہاری
روح کا رتہ کب ٹوٹا ہے
آج بھی ہے ہمزاد ہماری
میرے ہو سب سے کہتی ہوں
یادوں میں کھوئی رہتی ہوں
آنکھ سے جو آنسو بہتے ہیں
تم کو خبر ہے کیا کہتے ہیں
پھول وفا کے کھل جائیں گے
اک دن ہم پھر مل جائیں گے
.... شہناز مجید-میرپور ماتھیلو

تنہائی کے درد

کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
دل میں غم کے پھول نہ کھلتے
ہونٹوں پر فریاد نہ ہوتی
تنہائی کے درد نہ ملتے
اپنی ہستی بار نہ ہوتی
مرنے کا ارمان نہ ہوتا
سانس بھی ایک تلوار نہ ہوتی
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
آج اتنے مجبور نہ ہوتے
سب لوگوں سے الفت کرتے
اور خدا سے دور نہ ہوتے
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
.... زبیر گل اعوان-ٹوپی شہر

غزل

گلاب ہاتھ میں ہو آنکھ میں ستارہ ہو
کوئی وجود محبت کا اتارا ہو
میں گہرے پانی کی اس رو میں بہتی رہوں
جزیرہ ہو کہ مقابل کوئی کنارہ ہو
کوئی خبر اسے دیکھ لیں مل لیں
یہ کب کہا تھا کہ وہ خوش بدن ہمارا ہو
قصور ہو تو ہمارے حساب میں لکھ جائے
محبتوں میں جو احسان ہو تمہارا ہو
یہ اتنی رات گئے کون دستکیں دے رہا ہے
کہیں ہوا کا ہی اس نے نہ روپ دھارا ہو
شکیل تو کہے تو در کہکشاں بھی چھوڑ آئیں
مسافروں کو اگر چاند کا اشارہ ہو
میں اپنے حصے کے دکھ جس کے نام کر ڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح پیارا ہو
اگر وجود میں امنگ ہے تو وصل بھی ہے
میں چاہے نظم کا ٹکڑا اور وہ نثر پارہ ہو
ایم اکرام الحسن حنیف-فورٹ عباس

غزل

دل کی چوکھٹ پہ جو اک دیپ جلا رکھا ہے
تیرے لوٹ آنے کا امکان سجا رکھا ہے
روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسین لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے
تم جسے روتا ہوا چھوڑ گئے تھے اک دن
ہم نے اس شم کو سینے سے لگا رکھا ہے
مجھ کو کل شام سے وہ یاد بہت آنے لگا
دل نے مدت سے جو اک شخص بھلا رکھا ہے
آخری بار جو آیا تھا میرے نام وہی
میں نے اس خط کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
.... ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

غزل

جب یاد ماضی کر کے رویا کرو گے تم
نہ نیند آئے گی نہ سویا کرو گے تم
اس وقت میری یاد تمہیں بہت ستائے گی
جب کسی سے آنکھ ملایا کرو گے تم
تڑپے دل اور آہ بھی نہ نکلے زباں سے
چھپ چھپ آنسو بہایا کرو گے تم
جذبات میں آ کر تم نے جلا دیں میری یادیں
اب کس طرح جی کو بہلایا کرو گے تم
موت تو برحق ہے جدا کر کے چھوڑے گی سانول
وعدہ کرو میری قبر پہ آیا کرو گے تم
...... ایم خالد محمود سانول-مروٹ

پاک فوج کے نام

سلام ارضِ وطن کے پاسبانو! سلام
منزل عشق و جنوں کے تخت جانو! سلام

غازیان بدر کے زندہ نشانو! سلام
سرزمین پاک کے فوجی جوانو! سلام
تم سے سیکھے کوئی اس دنیا میں جینے کا چلن
دل کی دھڑکن میں تمہاری ہے شہادت کی لگن
زندگی کی عظمتوں کے رازدانو! سلام
ہے شہادت ہی کے دم سے ابتدا اسلام کی
ہے شہیدوں کے لہو سے ہی بنا اسلام کی
حق تو یہ ہے، ہے شہادت انتہا اسلام کی
اے حیاتِ جاوداں کے ترجمانو! سلام
ہو سدا سینہ سپر حق و صداقت کے لئے
سربکف ہو ملک و ملت کی حفاظت کے لئے
تم کو فطرت نے چُنا ہے اس سعادت کے لئے
امتحان زندگی کے کامرانو! سلام
ہے تمہارے دم سے قائم آبرو اسلاف کی
فوج پاک حال ہے انہی اوصاف کی
غازیان صف شکن کی شمسی یہ بات ہے انصاف کی
اے زمین آرزو کے آسمانو! سلام

...... سید مبارک علی شمسی - قائم پور

غزل

مجھے مٹی کے گھر بنانے کا شوق تھا
اسے آشیاں گرانے کا شوق تھا
میں خود سے روٹھ جاتا ہوں اکثر اس لئے
مجھے روٹھے ہوئے لوگ منانے کا شوق تھا
اسے وعدوں کی پاسداری پسند نہ تھی
لیکن مجھے وعدے نبھانے کا شوق تھا
میں مصروف تھا تنہائیوں کی تلاش میں
لیکن اسے لوگوں سے ملنے ملانے کا شوق تھا
وہ بے وفا تھا اس میں حیرت کی بات نہیں
مجھے بھی بے وفا سے دل لگانے کا شوق تھا

...... محمد نعیم دانش سہو - تاندلیانوالہ

غزل

آنکھ برسی ہے ترے نام پہ ساون کی طرح
جسم سلگا ہے تری یاد میں ایندھن کی طرح
لوریاں دی ہیں کسی قرب کی خواہش نے مجھے
کچھ جوانی کے دن بھی گزرے ہیں بچپن کی طرح
اس بلندی سے تو نے مجھے نوازا کیوں تھا
گر کے میں ٹوٹ گیا کانچ کے برتن کی طرح
مجھ سے ملتے ہوئے یہ بات بھی سوچی ہوتی
میں ترے دل میں سما سکتا ہوں دھڑکن کی طرح
منتظر ہے کسی مخصوص سی آہٹ کی طرح
زندگی بیٹھی ہے دہلیز پہ برہن کی طرح
نہ کوئی رہ اجلی، نہ شبستاں میں جلا
ٹمٹماتا ہوں چراغ سرِ مدفن کی طرح

...... محمد عمران بٹ - ڈھوک ڈل

غزل

کوئی وقت پرانا یاد آیا پھر دور سہانا یاد آیا
اور چلک سی ان دیواروں پہ کچھ لکھ کر جانا یاد آیا
تیرا ملنا نیم کی چھاؤں میں اور سر رکھ دینا کندھے پر
میرا یہ کہنا کوئی دیکھ نہ لے تیرا وہ گھبرانا یاد آیا
ایسا بھی تو اکثر ہوتا تھا میں تجھ کو چھوڑنے جاتا تھا
بارش کی بھیگی راتوں میں تیرا ہاتھ ہلانا یاد آیا
وہ وقت گیا بیتے لمحے اب ہر جانب تنہائی ہے
بس ایک ہی منظر آنکھوں میں تیرا چھوڑ کے جانا یاد آیا

..... ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ - جعفر آباد

غزل

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے
سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے
ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانہ ہے
رونے کو نہیں کوئی ہنسنے کو زمانہ ہے
شاعر ہوں میں شاعر میرا ہی زمانہ ہے
فطرت مرا آئینہ قدرت مرا شانہ ہے
کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق کے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے
آنکھوں میں نمی سی ہے چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں
نازک سی نگاہوں میں نازک سا فسانہ ہے
یا وہ تھے خفا ہم سے یا ہم ہیں خفا ان سے
کل ان کا زمانہ تھا، آج اپنا زمانہ ہے
یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
آنسو تو بہت سے ہیں آنکھوں میں جگر، لیکن
بندھ جائے سو موتی ہے رہ جائے سو دانہ ہے

انتخاب: ..... عائشہ لیلیٰ - کوٹ رادھا کشن

بہت سوچا ہے لیکن......

جذبات کو، احساسات کو بتا کر بہت سوچا ہے
لیکن پھر بھی نتیجہ یہ نکلا کہ تجھے بہت چاہا ہے
تو نے کیا کچھ نہیں کیا میرے ساتھ اے بے وفا
لیکن پر بھی میری ذات نے تجھ ہی کو سراہا بہت ہے
کچھ تو نے بھی وفا نہ کی ہم سے صنم
کچھ زمانے نے بھی ہم کو ڈبویا بہت ہے
اب آگے نہ ہم کو مزید دکھ دے ساجن
کہ پہلے بھی تو نے ہم کو ستایا بہت ہے
اس دل نے ہزار کوشش کی بھلانے کی تجھ کو
لیکن پھر بھی تجھ کو یاد کیا بہت ہے
تم تو چند لمحوں کو ہی ملے تھے راحتی کو
پھر ساری عمر تجھ کو کھویا بہت ہے

.... بالتیس ریاض عرف راحتی

اعتراف

بھولتا کون ہے...... وقت کے گھاؤ کو......
ہجر کے تند طوفان کو...... بے یقین ہر لہر
میں...... وصل کے خواب کی ڈوبتی ناؤ کو
......بھولتا کون ہے...... اپنے قاتل کے
قاتل خد و خال کو...... دکھ اٹھاتے دنوں
اور مہ و سال کو...... بھولتا کون ہے...... عمر
کی شاخ پر کھلنے والی اک اوّلین شام کو
...... بے سبب جو لگا ہے اس الزام کو
......پھر ترے نام کو...... بھولتا کون ہے

.... مس صبا

زخمی لمحے

یہ سال بھی بیت گیا
کچھ بیتی یادیں خواب لئے
کچھ کلیاں چند گلاب لئے
کچھ انکھڑیاں پر آب لئے
کچھ اجلے دن کالی راتیں
کچھ سچے دکھ جھوٹی باتیں
کچھ تپتی راتیں، کچھ برساتیں
کسی یار عزیز کا دکھ پیارا
کسی چھت پر امیدوں کا تارا
جس پہ ہنستا تھا جگ سارا
اس شاعر نے جو حرف لکھے
اس میں میری یاد کے سائے تھے
وہ لوگ بھی آخر لوٹ گئے
جو صدیوں پار سے آئے تھے
ان ہنستے بستے لوگوں نے
میرے سارے دکھ اپنائے تھے
پھر بھی میں نے یاد کی مٹی میں
زخمی لمحے دفنائے تھے

.... کنول - بھلوال

غزل

محبت و ہوس کے اسیر ہم بھی نہیں
غلط نہ جان اتنے حقیر ہم بھی نہیں
نہیں ہو تم بھی قیامت کی تند و تیز ہوا
کسی کے نقش قدم کی لکیر ہم بھی نہیں
ہماری ڈوبتی نبضوں سے زندگی نہ مانگ
سخی تو ہیں مگر اتنے امیر ہم بھی نہیں
ہمیں مٹا دے ہماری انا کو قتل نہ کر
چوعظہ بے خرد ہی سہی بے ضمیر ہم بھی نہیں

.... میاں شکیل چوعظہ - خان پور

اچھا لگتا ہے

وہ تیرا خفا ہونا مجھے نہ بتانا...... اچھا لگتا ہے، بہت اچھا لگتا ہے...... پھر مجھے نظر انداز کرنا...... اور دوسروں سے بے تکان باتیں کرنا...... اچھا لگتا ہے

.... محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

غزل

کرنا پڑا رات دن تنہا سفر مجھے
منزل پہ پہنچ کے بھی ملا نہ اجر مجھے
شوق وصل میں چلے تھے ہم بے سر و ساماں
راہیں تلخ ہوں گی، یہ نہ تھی خبر مجھے
ناکام ہو گئے ہیں، میرے سب چارہ گر
زخم ہی دل کو، لگے ہیں اس قدر مجھے
انہی کی ہیں نوازشیں، دامن جو تار ہے
اب سب ٹھکرا رہے ہیں رفوگر مجھے
میرا پر بہار چمن، خزاں کی نظر ظاہر
کسی بدنظر کی، لگ چکی نظر مجھے

.... ماسٹر طاہر محمود انجم - نارووال

ویلکم

رات کا پچھلا پہر ہے
ماتمی ملبوس اوڑھے ہے
درد کی اُن وادیوں سے
وحشتوں کے راستے سے
لڑکھڑاتی ڈگمگاتی بال کھولے
بین کرتی چاندنی کو ساتھ لے کر
میری جانب چل پڑی ہے
آ رہی ہے آ رہی ہے تیری یاد

.... محمد لقمان اعوان - سرپا تقوالہ

دسمبر

وہ لمحے...... سوچ کی دہلیز پر ٹھہرے ہیں...... دسمبر کے مہینے میں...... ہزاروں سال پہلے جب تیرے وعدے کے ہونٹوں نے...... مری آنکھوں سے بہتی زندگی کے ہاتھ چومے تھے...... تم نے خوابوں کے ساہرے اور اشکوں کے ستارے رکھ دیتے تھے...... اور ہوا کو اپنی چاہت کی حفاظت کا اشارہ کر دیا تھا...... ہوا کی خنکیوں میں اب بھی تیری نرم باتیں...... آہٹوں کا جال بنتی ہیں...... سماعت اب بھی تیرے قہقہوں کا شور سنتی ہیں...... خیال اب تک تیری انگلیوں سے...... میرے دل کے سرخ آنسو پونچھتا ہے...... نگاہیں برف کے پھیلے چمکتے کینوس پر جابجا...... تیری رفاقت کی ضرورت پینٹ کرتی ہیں...... ٹھٹھرتے پانیوں کے تن پہ بکھری دھوپ...... تیری ہجر روتی ہے...... کہاں ہوتی ہے تو...... محبت کی سلگتی رہ گزاروں کے کناروں پر...... دسمبر اب بھی تیرا منتظر ہے!

.... محمد آفتاب شاد - دوکوٹہ

غزل

پتھر ہے تیرے ہاتھ میں یا کوئی پھول ہے
جب تو قبول ہے تیرا سب کچھ قبول ہے
پھر تو نے دے دیا ہے نیا فاصلہ مجھے
سر پر ابھی تو پچھلی مسافت کی دھول ہے
تو دل پہ بوجھ لے کے ملاقات کو نہ آ
اس جرم میں تو جدائی قبول ہے
تو یار ہے تو اتنی کڑی گفتگو نہ کر

تیرا اصول ہے تو میرا بھی اصول ہے
لفظوں کی آبرو کو گنواؤ نہ یوں جانی
جو مانتا نہیں اس سے کہنا فضول ہے
.... محمد جنید جانی-پشاور

غزل

بدلتی رُت کا اشارہ دیکھتے ہیں
اب کیسے گزارا ہو گا یہ دیکھتے ہیں
محبت کی یہ رسم بھی کتنی عجیب ہے
جانے والے پلٹ کے دوبارہ دیکھتے ہیں
ڈوبنے والے ڈوبنے سے ذرا پہلے
اک امید پہ کنارہ دیکھتے ہیں
کیا محبت ہمیں بھی راس آئے گی
آؤ اپنا اپنا ستارہ دیکھتے ہیں
.... جنید اقبال-اٹک

خوشی اور یادیں

خوشی سے آیا تھا بے غم بن کر آیا تھا
تیری چاہت سے بڑھ کر تم سے دل لگایا تھا
محسوس ہوتا ہے پیار تیرا تیرے جانے کے بعد
جان یہ سوچنا کہ میں تمہیں بھول آیا تھا
کچھ رات کی گہرائی میں تیری یاد آتی ہے دل
تم سے دل لگایا تھا اور تیرا پیار بھی ساتھ لایا تھا
محبت میں تنہائی مل جایا کرتی ہے جان
اس بات میں سارے ڈر بھول جایا تھا
ہر وقت تیری یاد میں گزر جاتا ہے محبت
رات کو خوابوں میں تمہیں دل میں بسایا تھا
نہ غم کبھی تھے اور نہ کبھی غم میں آیا تھا
آج تیری یاد میں ہر غم یاد آیا تھا
...... امجد وکی کوروٹانہ-لکڑیانوالہ

قطعہ

زندگی میں سوچا نہ تھا کہ
ایسے نبھی دن آئیں گے
جنہیں ہم ٹوٹ کر چاہیں گے
وہ ہم سے جدا ہو جائیں گے
یوں تو دکھ ہر زندگی میں تقدیر کا حصہ ہیں دوست
یہ گمان نہ تھا کہ ہمارے لئے
دکھ اتنے زیادہ ہو جائیں گے
وہ دوست میرا ہمیشہ بہاروں سی زندگی گزارے
اس کی ہر خوشی کے لئے ہم بھی
تمام عمر دعائیں کرتے جائیں گے
.... نور خان ٹمن

تیری یادیں

تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
بے سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
ضبط کا حوصلہ بڑھا لینا
آنسوؤں کو کہیں چھپا لینا
کانپتی ڈوبتی صداؤں کو چپ کی
چادر سے ڈھانپ کر رکھنا
بے سبب بھی کبھی کبھی ہنسنا
جب بھی بات ہو کوئی تلخی کی
موضوع گفتگو بدل دینا
بے سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
...... محمد حنیف عابد دکھی-خان پور

غزل

ہم سے ملتے رہا کرو اداس کیا نہ کرو
تم بن دل نہیں لگتا بے پرواہ تباہ نہ کرو
اگر ہم سے تم سچا پیار کرتے ہو صنم
تو کسی اور سے نظریں ملایا نہ کرو
میں تو اب اداس اداس رہتا ہوں اکثر
بے وفا یوں خوابوں میں آیا نہ کرو
بلندی میں اڑتے پرندے بھی کہتے ہیں مجھ سے
کسی کے ہجر میں نیندیں اڑایا نہ کرو
نقاب کرتا ہے تو ہوش والوں سے کرو
ہم مدہوش ہیں ہم سے پردہ کیا نہ کرو
میرے دوست ناز اب تو لوٹ آ
دیکھ میری حالت ہے کیا اتنا درد دیا نہ کرو
.... ایم سلیم ناز-خانیوال

قطعہ

کبھی دل کا نگر آباد کر کے دیکھنا
کبھی مسرتوں سے دل آزاد کر کے دیکھنا
انمول ہو جائے گا زمانے میں تو بھی
آنکھوں پر حیا کا پردہ کر کے دیکھنا
ملیں گی راحتیں تمام عمر تم کو
اک بار ہمیں بھی آزما کر دیکھنا
.... عابد رشید-ڈھوک مغل

غزل

آپ سے پیار نہ کرتے تو اچھا تھا
معصوم دل کو نہ تڑپاتے تو اچھا تھا
تم ملے ہی شاید مجھ سے بچھڑنے کے لئے
محبت کر کے پچھتا رہے ہیں نہ کرتے تو اچھا تھا
تمہاری جدائی تو جلاتی ہے میری زندگی
آپ سے ملاقات ہی نہ ہوتی تو اچھا تھا
سپنے کب سچ ہوئے دیکھو ہماری نادانی کو
سپنوں پہ یقین نہ کرتے تو اچھا تھا
غم تو پہلے ہی کم نہ تھے ثالث کی زندگی میں
مگر محبت کا غم نہ دیکھتے تو اچھا تھا
.... راجہ ثالث سبحانی چڑ بوتی

چپکے چپکے رولینا

یہ دنیا ظالم دنیا ہے، یہ بات بہت پھیلائے گی
تم سامنے سب کے چپ رہنا
اور چپکے چپکے رو لینا
جب بارش چہرہ دھو ڈالے
اور اشک بے بندھن لگتے ہوں
وہ لمحہ ہرگز مت کھونا اور چپکے چپکے رولینا
جب سینہ غم سے بوجھل ہو اور یاد کسی کی آتی ہو
تب کمرے میں بند ہو جانا
اور چپکے چپکے رو لینا
جب آنکھیں بھیگی ہو جائیں
اور یادیں میری بھر آئیں
پھر خود کو دھوکہ مت دینا اور چپکے چپکے رولینا
...... عمران انجم راہی-ستہ پانی

تم بن

تم بن جیسا جائے کیسے
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے لمبے ہوئے دن
آ جاؤ لوٹ کے تم
یہ دل کہہ رہا ہے
پھر شام تنہائی جاگی
پھر جاں نکلنے لگی ہے
آ جاؤ لوٹ کے تم یہ دل کہہ رہا ہے
اس دلی میں یادوں کے میلے ہیں
تم بن ہم بہت اکیلے ہیں
کیا کیا نہ چاہا ہے دل نے
کیا کیا نہ سپنے سجائے
کیا کیا نہ سوچا تھا ہم نے
کیا کیا ارمان جگائے
اس دل سے طوفان گزرتے ہیں
تم بن ہم جیتے نہ مرتے ہیں
آ جاؤ لوٹ کے تم یہ دل کہہ رہا ہے
تم بن جیا جائے کیسے، کیسے جیا جائے تم بن
.... خرم شہزاد سحر-لیہ

غزل

تو مجھے جان سے بھی پیارا ہے
سو ترا ہر ستم گوارا ہے
سوچتا ہوں کہ سنگ باری میں
یہ مجھے پھول کس نے مارا ہے
زندگی جانتی ہے اچھی طرح
میں نے کیسے اسے گزارا ہے
یہ بتائے گا آنے والا وقت
کون جیتا ہے، کون ہارا ہے
سخت حالات میں مجھے صابر
صرف اُس ذات کا سہارا ہے
.... فیض اللہ مجاور-بخی سرور شریف

دنیا

ایسی بھی محبت کی سزا دیتی ہے دنیا
مر جائیں تو جینے کی دعا دیتی ہے دنیا
ہم کون سے مومن تھے جو الزام نہ سہتے
پتھر کو بھگوان بنا دیتی ہے دنیا
یہ زخم محبت کے ہیں دکھانا نہ کسی کو
لا کر سر بازار سجا دیتی ہے دنیا
قسمت پہ کرو ناز نہ اتنا بھی فقیرو!
ہاتھوں کی لکیروں کو مٹا دیتی ہے دنیا
مرنے کے لئے کرتی ہے مجبور تو لیکن
جینے کے طریقے بھی سکھا دیتی ہے دنیا
. ملک افضل ساگر-گاؤں ڈھاباں

غزل

ان فاصلوں کی فکر میں کیوں کروں بھلا
بہت دور رہ کر بھی میرے پاس ہے کوئی
اس سوچ میں ڈوبا ہے بہت دیر سے میرا دل
کیا اس کے دل میں بھی ایسا احساس ہے کوئی
اس کی نظروں سے ہی بنا میری سانسوں کا تسلسل
اس طرح میری زندگی کی آس ہے کوئی
اس کا جو پوچا ہے تو بس اتنا جان لوں
بہت خاص بہت خاص بہت خاص ہے کوئی
محسن جو جا رہا ہے تو یہ بھی اسے کہنا
اس کے بنا اس شہر میں اداس ہے کوئی
.... ثانیہ کنول-کراچی

غزل

میری قبر پہ ضرور آیا کرنا
مگر شرط ہے آنسو نہ بہایا کرنا
تکلیف ہو گی روح کو آنسو تیرے دیکھ کر
روح بھی روئے گی میری روح کو نہ جلایا کرنا
تیرے خوابوں میں آیا کروں گا ضرور
کبھی یاد کر کے میری محبت کو آزمایا کرنا
میری قبر پے پھولوں کو مت بچھانا
میری قبر پے اپنی محبت کا سایا کرنا
میری دعا ہے تیرا گھر خوشیوں کا گہوارا ہو
تم خوشی کی ہر محفل میں جایا کرنا
میری یادوں میں مت کھونا
اپنے ہمسفر کی آغوش میں سو جایا کرنا
کبھی رو کر مت پکارنا مجھے
کیونکہ میں نے وہاں سے واپس نہیں آیا کرنا
.... قیصر اعجاز مغل-بھاوال

عادت ہے ہمیں

بارش میں بھیگ جانے کی عادت ہے ہمیں
اکثر انہیں جگانے کی عادت ہے ہمیں
ہم ہیں راہی ہم سے بازی لڑانے کی کوشش نہ کرنا
ورنہ پچھتاؤ گے جیت جانے کی عادت ہے ہمیں
ہاں دل سے دل مل گیا تو کوئی بات ہی نہیں
مگر خود کو پوری سمجھا لینا کیونکہ
آنکھوں سے گرانے کی عادت ہے ہمیں
ویسے بھی ہمراز ہم سے بچھڑ گیا ابرار
پھر بھی سیوا کرنا ان کی عادت ہے ہمیں
... عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

کشور کرن کی ذاتی شاعری

غزل

میری خوشیاں صنم لے لو غم میرے نام ہی لکھ دو
کوئی تو خاص ملنے اک ایسی شام ہی لکھ دو
پڑھے گا کون اب میرے ان بے ترتیب شعروں کو
تم کوئی تو ایسا ان میں اک نام ہی لکھ دو
محبوب کی آنکھوں سے پی کر جو مدہوش کرتا ہے
جو میں بھی پی لوں تیرے لئے کوئی ایسا نام ہی لکھ دو
محبت مار دیتی ہے دلوں کی خاص نفرت کو
میں تجھ کو جیت نہ پائی مجھے ناکام ہی لکھ دو
وہ وعدے توڑ دیئے سارے جو میں نے تم سے کرنے تھے
مجھے تم سے جو کہنا تھا کوئی پیغام ہی لکھ دو
کرن یہ سب نہ کر پاؤ تو میرے لئے اتنا ہی کر دینا
میری تمام محبتوں سے انکار کا انعام ہی لکھ دو

غزل

تعبیریں نہیں ملتیں میرے خواب میں زیادہ
میں اک وہ کہانی ہوں جس کے باب ہیں زیادہ
جسے کوئی نہ پڑھ سکے وہ تحریر ہے میری
تقدیر میں لکھے میرے حساب ہیں زیادہ
اگر کوئی خوش ہے اپنی مستی میں مجھے کیا؟
مجھے تو اپنے دکھوں پہ ناز ہے زیادہ
دل تو چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے دکھ لے لوں کرن
غم سہنے کی ابھی مجھ میں تاب ہے زیادہ

غزل

ہم اپنی ہی کشتی کو کنارے پر لگا کے آ گئے
آنکھوں میں یار کے سپنے سجا کے آ گئے
گلیوں میں یار کی ہمیں کوئی ڈھونڈ نہ پایا
ہم اس کے دل میں اپنا گھر بنا کے آ گئے
دل پھولوں میں لپیٹ کر نذرانہ دے دیا
ان پھولوں کی بھی قیمت بڑھا کے آ گئے
چاند سے چاندنی تاروں سے ضیاء مانگ کر
اس کے لئے راتوں کو سجا کے آ گئے
جو خار اس کی راہ میں تھے پلکوں سے چن لئے
وہ پلکیں ہی کرن راہ میں بچھا کے آ گئے

غزل

اجرت بڑھا کے کیوں تم نے اپنے پیار کی
نہ دیکھی مجبوری تم نے اپنے یار کی
میرے حالات ہی مجھ کو تم سے دور رکھتے ہیں
کبھی توہین نہیں کرتے ہم اپنے وقار کی
ہمیں حالات نے گھیرا ہے تمہیں شہرت مبارک ہو
ہم بات وہی کرتے ہیں جو ہو اپنے معیار کی
اب تو مجھے ہر شہر ویران سا لگتا ہے
ویرانیاں میرے دل میں ہیں مت چھیڑو بات پیار کی
لکھ ہی ڈالی تم نے کرن درد کی داستان اپنی
میری میت بھی رہے گی منتظر تیرے انتظار کی

یہ چاند بھی تیرے جیسا ہے

جب رات چاندنی ہوتی ہے
میں کھڑکی میں اکثر بیٹھتی ہوں
اور چاند سے باتیں کرتی ہوں
مجھے سب دیوانی کہتے ہیں
میں سب سے یونہی الجھتی ہوں
یہ چاند میرا اک ساتھی ہے
میری راتیں اکثر اس کے ساتھ
باتوں میں گزر جاتی ہیں
یہ مجھ کو اچھا لگتا ہے
یہ بالکل تیرے جیسا ہے

تیرے جیسے نام ہزاروں ہیں

اس کے ہاتھوں پہ جب نام دیکھا اپنا
ہاتھ کو چوم کر پھر میں نے اس سے پوچھا
کیا سچ میں کرتے ہو پیار مجھے
تو وہ حیرت سے بولا
کیوں اتنا تم گھبراتے ہو
کیوں اپنا دل تڑپاتے ہو
میں نے دل سے تجھ کو بھلا ڈالا
ہاتھوں سے تجھے مٹا ڈالا
نہ پیچھے میرے آیا کرو
نہ آ کر مجھے ستایا کرو
تیرے جیسے نام ہزاروں ہیں
تیرے جیسے نام ہزاروں ہیں

قطعات

یہ رنگ برنگی تتلیاں دل میں اترتی ہیں
کاجل لگا کے آنکھوں میں دل لوٹ لیتی ہیں
کوئی بہت دل والا ہو تو ہار جاتا ہے
بہاروں کے بنا بھی یہ بہار لگتی ہے
پیاروں کے بنا بھی یہ بہار لگتی ہے
کوئی پکڑے ہاتھوں میں اڑنے کے قابل نہیں رہتی
اسی کے ہاتھوں پہ اپنا رنگ چھوڑ جاتی ہیں

.....کشور کرن
چتوکی

اے آر راحیلہ منظر کی شاعری

یہ زندگی

تیرے ساتھ کٹے یہ زندگی یا...... تیرے بنا کٹے یہ زندگی...... جینا تو ہر حال میں ہو گا...... سکھ میں بسر ہو یا...... دکھ میں کٹے یہ زندگی...... مسکرانا تو ہر حال میں ہو گا ...... تو تھام کر چلے ہاتھ میرا یا...... چھوڑ دے بیچ سفر میں ...... بچھڑنا تو ہر حال میں ہو گا...... ڈالی پر سوکھ جائے پھول یا ...... توڑ کر مسل دے کوئی ...... مرجھانا تو ہر حال میں ہو گا...... تمہیں دیکھ کر بہے یہ آنکھیں یا...... برسیں تیری یاد میں ...... رونا تو ہر حال میں ہو گا...... تیرے ساتھ کٹے یہ زندگی یا...... تیرے بنا کٹے یہ زندگی...... جینا تو ہر حال میں ہو گا۔

کبھی سوچا نہ تھا

محبت میں یہ دن بھی آئیں گے کبھی سوچا نہ تھا
نگاہیں اس کو دیکھنے کے لئے ترسیں گی کبھی سوچا نہ تھا
اک مدت ہو گئی اس سے بات کئے ہوئے
ترسیں گے اس کی آواز سننے کو کبھی سوچا نہ تھا
وہ سامنے آتے ہیں اب تو اجنبی کی طرح
وہ یوں چرائیں گے ہم سے نظریں کبھی سوچا نہ تھا
ہم تمہیں کبھی بھول نہ پائیں گے وہ کہتے تھے ہم سے
اور پل میں بھلا دیں گے ہمیں کبھی سوچا نہ تھا
کیا تھا وعدہ اس نے ہمیں ہمیشہ ہنسانے کا
اور وہ یوں ہمیں رلائے گا کبھی سوچا نہ تھا
ہم تمہیں بھول کر بھی بھول نہیں پائے
تم ہمیں بھول جاؤ گے یوں کبھی سوچا نہ تھا

تمہیں نہیں معلوم

اس قدر تمہیں چاہتے ہیں جیسے
کوئی مرتا ہوا انسان زندگی کو چاہے
اس قدر تمہیں چاہتے ہیں جیسے
ماہتاب بے انت سمندر کو چاہے
جیسے سورج کی پہلی کرن
سیپ کے دل میں اترے
اس قدر تمہیں چاہتے ہیں جیسے
پھول ترسے شبنم کی پہلی بوند کو
جیسے اندھیری رات میں اجالے کی لو
جیسے چاند چاہے چاندنی کو
اس قدر تمہیں چاہتے ہیں جیسے
اپنی جان سے بڑھ کر
میری آنکھوں مین صرف تم ہو
میری یادوں میں صرف تم ہو
میری سوچوں کا محور صرف تم ہو
میری سانسوں میں خوشبو تیری
میری باتوں میں صرف تم ہو
بن گئے ہو تم اس دل کی دھڑکن
میری نیندوں سے ہو کر
میرے خوابوں میں صرف تم ہو
اس قدر تمہیں چاہتے ہیں
میرے خواب میرے پیار کی گواہی دیں گے

تم آئے ہو

اکثر آنکھیں بند کر کے جب تمہیں سوچتی ہوں ...... تو یوں محسوس ہوتا ہے...... تم پاس ہو بہت پاس ...... اس دل کی دھڑکنوں کے ...... جب ہوا دھیرے سے آ کر...... میرے کان میں سرگوشی کرتی ہے...... میرے دل کے تاروں کو چھیڑ جاتی ہے...... جب ہوا چپکے سے ...... میرا آنچ اڑاتا ہے...... تو مجھے لگتا ہے...... جیسے تم ہو...... تو میں جھٹ سے آنکھیں کھول دیتی ہوں ...... جب تم پاس نہیں ہوتے...... تو تیری قسم...... میں ٹوٹ کر بکھر جاتی ہوں...... یہ آنکھیں بھر آتی ہیں...... دل چپکے چپکے روتا ہے...... سنگ بیتے ہر لمحے کو یاد کرتا ہے...... پھر سوچتی ہوں آنکھیں بند کر کے ...... یہ صرف میرا وہم ہے...... تم نہ کبھی آئے تھے نہ آؤ گے ...... لیکن پھر ہر آہٹ پہ مجھے یہ لگتا ہے...... جیسے تم آئے ہو

قطعہ

وہ جس کے پیار میں ہم نے دنیا کو بھلا رکھا ہے
اے کاش کہ وہ ہمیں یاد کرتا ہو گا
تھام کر چلے جس کا ہاتھ ہم وہ کبھی ہمارا نہ تھا
ٹوٹ کر چاہا جسے ہم نے وہ کبھی ہمارا نہ تھا
دے دیتی یہ جاں بھی تمہیں اک بار کہا تو ہوتا
مانگا جیسے ہر دعا میں ہم نے وہ کبھی ہمارا نہ تھا

......اے آر راحیلہ منظر
جھمرہ سٹی

نئی شاعرہ ماریہ چوہدری کی شاعری

غزل

اپنی خاموش زندگی میں بلانا مجھ کو
اپنےحسین خواب کی تصویر بنانا مجھ کو
میں جو پوچھوں تمہارا حال دل
تو اپنی ہر دھڑکن کی آواز سنانا مجھ کو
میں جو کبھی روٹھ جاؤں تم سے اگر
تو بہت پیار سے منانا مجھ کو
جو کبھی ہو دل میں حسرت تمہاری کوئی
اپنی ہر حسرت بتانا مجھ کو
جو ہو تم زندگی میں تنہا کسی پل
اپنی پیاری سی آواز سے بلانا مجھ کو

غزل

دل کے لٹ جانے کا اظہار ضروری تو نہیں
یہ تماشا سر بازار ضروری تو نہیں
مجھے تھا عشق تیری روح سے اور اب بھی ہے
جسم سے ہو کوئی سروکار ضروری تو نہیں
میں تم کو ٹوٹ کے چاہوں یہ تو میری فطرت ہے
تو بھی ہو میرا طلبگار ضروری تو نہیں
اے ستم گر ذرا جھانک میری آنکھوں میں
زبان سے پیار کا اظہار ضروری تو نہیں

قطعہ

کبھی نہ ہاتھوں سے ہاتھ چھوٹے خیال رکھنا
کبھی نا چاہت کا مان ٹوٹے خیال رکھنا
جو ہو محبت تو رنجشوں سے گریز کرنا
کسی کا نازک دل نہ ٹوٹے خیال رکھنا
بچا کے رکھنا محبت کو رہزانوں سے
وفا کی دولت جفا نہ لوٹے خیال رکھنا

غزل

ہو چکا اب کسی کا وہ
کبھی میری زندگی تھا وہ
کون بھلاتا ہے پہلی محبت
میری ساری خوشی تھا وہ
پھولوں کی طرح مسکراتا تھا وہ
میرے ہونٹوں کی ہنسی تھا وہ
بعد برسوں دیکھا تھا اُسے
آج بھی اتنا ہی حسین تھا وہ
زندگی جس کے نام کر دی اے دوست!
لوگ کہتے ہیں اجنبی تھا وہ

غزل

کتنی اذیت سے اس نے مجھ کو بھلایا ہو گا
میری یادوں نے اُسے خوب رُلایا ہو گا
بات بے بات آنکھیں اُس کی بھی چھلکی ہوں گی
اُس نے چہرے کو بازوؤں میں چھپایا ہو گا
سوچا ہو گا دن میں کئی بار مجھے
نام ہاتھ پر لکھ لکھ کر مٹایا ہو گا
جہاں اُس نے میرا ذکر سنا ہو گا کسی سے
اُس کی آنکھوں میں کوئی آنسو تو آیا ہو گا
رات کے بھیگنے تک نیند نہ آئی ہو گی
اُس نے کیسے تکیے کو بھی سینے سے لگایا ہو گا

غزل

برا نہ مان اگر تجھ کو پیار کرتا ہوں
گناہ ایسا کون سا میں یار کرتا ہوں
تو کتنے پیار کے قابل ہے کیا خبر مجھ کو
کہ میں تو جتنا بھی ممکن ہے پیار کرتا ہوں
دنیا سے اتنی محبت نہیں ہے شاید اے دوست!
مگر ایک انسان کو میں بہت پیار کرتا ہوں

غزل

اے خدا جب بھی تیرا آسمان دیکھتی ہوں
اس میں بسا ایک جہان دیکھتی ہوں
نجانے کتنے ہی جہانوں کی سیر کرتی ہوں
کھول کر جب تیرا قرآن دیکھتی ہوں
احسان کتنا ہے بندوں پہ تیرا
جب بھی سورۃ رحمٰن دیکھتی ہوں
تو تو کہتا ہے کہ رگ جاں سے بھی قریب ہوں میں
پھر پریشان کیوں آج کا انسان دیکھتی ہوں
اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا اے دوست!
تجھ پہ میں اُس کی رحمت کا نشان دیکھتی ہوں

غزل

جانے انجانے میں اُس سے رفاقت ہو گئی
دوستی کرنے چلے اور اس سے چاہت ہو گئی
وہ نہ ہو تو میں خود سے الجھتی رہتی ہوں
کیا کروں مجھے اس کی عادت ہو گئی
میں اپنے وجود میں اُس تلاش کرتی ہوں
مجھے اُس سے اس قدر محبت ہو گئی

......ماریہ چوہدری
شیخوپورہ

□※□

نئی شاعرہ نیلم شہزادی کی شاعری

یاد

جب یونہی کبھی بیٹھے بیٹھے
کچھ یاد اچانک آ جائے
ہر بات سے دل نے زار سا ہو
ہر چیز سے دل گھبرا جائے
کرنا بھی مجھے کچھ اور ہی ہو
کچھ اور ہی مجھ سے ہو جائے
کچھ اور ہی سوچوں میں دل میں
کچھ اور لبوں پر آ جائے
ایسے ہی کسی اک لمحے میں
چپکے سے کبھی خاموشی میں
کچھ پھول اچانک کھل جائے
کچھ بیتے لمحے یاد آئے
تب یاد بہت تم آتے ہو

چلا گیا......!

آیا تھا زندگی میں آ کر چلا گیا
وہ شخص میرا آسیاہ گرا کر چلا گیا
کہتا تھا خوشیاں بیچ کر خریدوں گا تیرے غم
عمر بھر کا غم میری زندگی کو لگا کر چلا گیا
کبھی جو لکھتا تھا ہواؤں میں میرا نام
اب اپنے دل سے میرا نقش مٹا کر چلا گیا
دنیا کی رونقوں میں کبھی جو ہمسفر رہا
صحراؤں کے رستے پہ مجھے لگا کر چلا گیا
لاتا تھا چمن سے چن کے میرے لئے وہ پھول
اب کانٹے میرے رستے میں بچھا کر چلا گیا
وہ بیچ کر میری وفاؤں کو سر عام
غیروں میں اپنی قیمت بڑھا کر چلا گیا
سوچا تھا سنائیں گے اُسے داستان دل
وہ میری ہی زندگی کا افسانہ سنا کر چلا گیا

دسمبر

ہمارے حال پہ رویا دسمبر
وہ دیکھو ٹوٹ کر برسا دسمبر
گزر جاتا ہے سارا سال یوں تو
نہیں کٹتا مگر تنہا دسمبر
بھلا بارش سے کیا سیراب ہو گا
تمہارے وصال کا پیاسا دسمبر
وہ کب بچھڑا نہیں اب یاد لیکن
بس اتنا علم ہے کہ تھا دسمبر
یوں پلکیں بھیگی رہتی ہے ایسے
میری آنکھوں میں آ ٹھہرا دسمبر
جمع پونجی یہی ہے عمر بھر کی نیلم
میری تنہائی اور میرا دسمبر

شکایتیں

عجب تقاضے ہیں چاہتوں کے
بڑی کٹھن یہ مسافتیں ہیں
میں جس کی راہوں میں بچھ گئی ہوں
اُسی کو مجھ سے شکایتیں ہیں
شکایتیں سب بجا ہیں لیکن
میں اُس کو کیسے یقین دلاؤں
جو مجھ کو جان سے عزیز تر ہے
اُسے بھلاؤں تو مر نہ جاؤں
میں اس خاموشی کے امتحاں میں
کہاں کہاں سے گزر گئی ہوں
اُسے خبر بھی نہیں ہے شاید
میں دھیرے دھیرے بکھر گئی ہوں

غزلیات

کبھی زد میں اُس کی ہو گئی
کبھی دل نے اُس کو گنوا دیا
اسی کشمکش میں رہے ہم
اُس نے یاد رکھنا بھی بھلا دیا
کبھی بے بسی میں ہنس دیا
کبھی ہنسی نے ہم کو رُلا دیا
کبھی پھول سے رہی دوستی
کبھی ہاتھ غیر سے ملا دیا
کبھی کسی کو اپنا نہ کر سکے
کبھی خود کو سب کا بنا دیا

○

تم تو بچھڑ گئے مگر سپنے وہی ہیں
موسم بدل گئے مگر منظر وہی رہے
ہوتی رہیں سرگوشیاں تنہائیوں کے ساتھ
لہریں بدل گئیں مگر ساحل وہ ہی رہے
کچھ ایسے تقدیر نے فیصلے کئے
دعائیں بدل گئی مگر دامن وہی رہے
ہم چاہ کر بھی عمر بھر ناشاد رہے
عمر بیت گئی مگر جذبے وہی رہے
کیا ہوا جو اس فضا کے انسان بدل گئے نیلم
ہم بھی وہی رہے اور تم بھی وہی رہے

......نیلم شہزادی
گجرات

ہردلعزیز شاعرہ آمنہ کا تازہ کلام

غزل

اُسے کہہ دو وہ میرا ہے بیگانہ ہو نہیں سکتا
بہت نایاب ہے اس جیا زمانہ ہو نہیں سکتا
تمہارے ساتھ جو گزرا وہ موسم یاد آتا ہے
تمہارے بعد کوئی موسم سہانا ہو نہیں سکتا
چھپانے سے نہیں چھپتا دکھاوے سے نہیں دکھتا
یہ آتش عشق ہے اس میں بہانہ ہو نہیں سکتا
تو دل پہ نقش ہو جائے نگاہوں میں سما جائے
کہ اس دل میں کسی کا پھر سے آئینہ ہو نہیں سکتا
بہت ہیں چاہنے والے تیرے ہم نے سنا ہے پر
کوئی بھی دوسرا ہم سا دیوانہ ہو نہیں سکتا

غزل

غم و دکھ کے یہ اشارے تم نہ سمجھو گے
جو دن ہم نے تمہارے بن گزارے تم نہ سمجھو گے
تمہیں کیسے بتائیں تم ہمارے واسطے کیا ہو
سمندر کی کہانی میں کنارے تم کیا سمجھو گے
بس اتنا جان لو اک شخص سے ہم نے محبت کی ہے
ہمارے ٹوٹنے کا کھیل پیارے تم نہ سمجھو گے
ہزاروں مشکلوں سے کھیل کر بھی جیتنے والے
یہ آخر کس جگہ پر آ کے ہارے آمنہ تم نہ سمجھو گے

غزل

تمہارے خواب سجانے میں لطف آتا ہے
کہ اپنا آپ جلنے میں لطف آتا ہے
خدا سے اپنے لئے مانگتی ہوں جب تجھے
مجھے ہاتھ اٹھانے میں لطف آتا ہے
تیری یاد میں بس جاگتے رہیں شب بھر
خود اپنی نیند چرانے میں لطف آتا ہے
تیری ذات سے ہے بے پناہ پیار مجھے
تمہارے ناز اٹھانے میں لطف آتا ہے

غزل

محبت کے سفر میں کوئی بھی رستہ نہیں دیتا
زمین واقف نہیں رہتی فلک سایہ نہیں دیتا
خوشی اور دکھ کے موسم سب کے اپنے اپنے ہوتے ہیں
کسی کو اپنے حصے کا کوئی لمحہ نہیں دیتا
اداسی جس کے دل میں ہو اسی کی نیند اڑتی ہے
کسی کو اپنی آنکھوں سے کوئی سپنا نہیں دیتا
اٹھانا خود ہی پڑتا ہے تھکا ٹوٹا بدن اپنا آمنہ
کہ جب تک سانسیں چلتی ہیں کوئی کندھا نہیں دیتا

غزل

یونہی اداس ہے دل بے قرار تھوڑی ہے
مجھے کسی کا کوئی انتظار تھوڑی ہے
منظر ملا کے بھی تم سے گلہ کروں کیسے
تمہارے دل پہ میرا اختیار تھوڑی ہے
مجھے بھی نیند نہ آئے اُسے بھی چین نہ ہو
ہمارے بیچ بھلا اتنا پیار تھوڑی ہے
خزاں ہی ڈھونڈتی رہتی ہے در بدر مجھ کو
میری تلاش میں پاگل بہار تھوڑی ہے
نجانے کون یہاں اپنا کے چھوڑ جائے آمنہ
یہاں کسی کا کوئی اعتبار تھوڑی ہے

غزل

جن راہوں پہ اک عمر تیرے ساتھ رہی ہوں
کچھ روز سے وہ رستے سنسان بہت ہیں
مل جاؤ کبھی لوٹ کے پھر آؤں نہ شاید
کمزور ہوں میں راہ میں طوفان بہت ہیں
اک تم ہی نہیں میری جدائی میں پریشان
ہم بھی تو تیری چاہت میں ویران بہت ہیں
اک ترکِ وفا پہ میں اسے کیسے بھلا دوں آمنہ
مجھ پر ابھی اُس شخص کے احسان بہت ہیں
بھر آئیں نہ آنکھیں تو میں اک بات بتاؤں
اب تجھ سے بچھڑ جانے کا امکان بہت ہے

غزل

خزاں رسیدہ چمن میں بہار مشکل ہے
تمہارے بعد کہیں اعتبار مشکل ہے
کسی سے اس لئے دشوار ہے خفا ہونا
منانے آئے گا ہم کو بھی یار مشکل ہے
عجب رازِ جنون تھا جو میرے دل پہ کھلا
تیری گلی میں بھی آ کر قرار مشکل ہے
ہمارا کون ہے اہل وفا کی بستی میں
ہمیں ملے گا کوئی غمگسار مشکل ہے
کہاں چلی ہو محبت خریدنے آمنہ
بغیر سود کے ملنا ادھار مشکل ہے

کاش! تم سمجھ پاتے

کاش! تم سمجھ پاتے کتنا چاہا ہے تم کو
کتنا پوجا ہے تم کو کس قدر محبت ہے
کس قدر ضرورت ہے کاش! تم سمجھ پاتے
جان یہ تمہاری ہے ہر خوشی تمہاری ہے

✍......آمنہ
راولپنڈی

حاجرہ غفور کی نئی شاعری

غزل

اپنی خاموش زندگی میں بلانا مجھ کو
اپنے حسین خواب کی تصویر بنانا مجھ کو
میں جو پوچھوں تمہارا حال دل
تو اپنی ہر دھڑکن کی آواز سنانا مجھ کو
میں جو کبھی روٹھ جاؤں تم سے اکثر
تو بہت پیار سے منانا مجھ کو
جو کبھی ہو دل میں حسرت تمہارے
بے جھجک اپنی ہر حسرت بتانا مجھ کو
جو ہو جاؤ زندگی میں تنہا کسی پل
اپنی پیار بھری آواز سے بلانا مجھ کو

غزل

ستارہ ہماری قسمت کا اس سے ملتا ہی نہیں
وہ کیسے ہوتا ہمارا ایسا کبھی ہوا ہی نہیں
ہم نے اپنی ہر خوشی دوسروں میں بانٹ دی
کسی نے ہمیں کیا دیا یہ کبھی سوچا نہیں
باتوں باتوں میں محبت اس قدر بڑھ گئی
اسے اب بھول جائیں کیسے اتنا حوصلہ نہیں
ہر کسی نے ہمیں مطلب تک پیار کیا
کوئی ہم سفر بن کر ساتھ چلا ہی نہیں
ہر کوئی میری چاہت کو مذاق سمجھتا رہا
دل ہی میں درد کتنا کوئی سمجھا ہی نہیں

اپنا مزاج

کبھی اشک آنکھوں میں آ گئے
نہ چھپا سکے نہ بتا سکے
وہ جو راز تھا کھل گیا
کوئی بات بھی نہ چھپا سکے
نہ وفا رہی نہ جفا رہی
اس کی یاد کا جو چراغ تھا
نہ جلا سکے نہ بجھا سکے
کوئی زور خود پہ رہا نہیں
کوئی بس بھی اس پہ چلا نہ سکے
اسے دیکھتے ہی رہے دور تک
مگر ہاتھ تک نہ ہلا سکے
نہیں اس میں اس کی خطا کوئی
نہ نصیب کا کوئی دوش تھا
یہ ہمارا اپنا مزاج تھا
کہ کسی طرح بھی نہ نبھاہ سکے

تیری یاد

یادوں میں تیری یاد تھی کیا یاد تھا؟
کچھ یاد نہیں تیری یاد میں
سب بھول گئے کچھ بھول گئے
کچھ یاد نہیں
بس یاد ہو تم صرف یاد ہو تم
کیوں یاد ہو تم کچھ یاد نہیں

گلاب کی کلی

کتنے معصوم ہیں
سپنے میرے اور تمہارے
چاہت اور محبت ہے ان میں ایسی
کہکشاں ہے سجا ہوا ہے اک گھر ہے
خوشیاں اور امیدیں ہیں
تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی آرزو
کتنے معصوم ہیں سپنے میرے اور تمہارے
چھوٹا سا اک آنگن
جس میں بچے کھیلیں
تم میرے بالوں میں پھول سجاؤ
میں تمہارے کالر میں گلاب کی کلی اٹھاؤں
کتنے معصوم ہیں سپنے میرے اور تمہارے

ذرا سی

زندگی ملی ذرا سی تھی
کچھ اس میں کمی ذرا سی تھی
وہ روز بروز ہوتا گیا پاس میرے
لیکن پھر بھی دوری ذرا سی تھی
چاند جگتا جگتا سو بھی گیا
رات ابھی بیتی ذرا سی تھی
قصور اس کا بھی نہیں
میری تو مرضی ذرا سی تھی
محبت تو اس نے زمانے سے کی
جو میری ہنسی ذرا سی تھی

قطعہ

نام نہ لو اس محبت کا
محبت تو ہم بھی کر چکے ہیں
لوگ کہتے ہیں محبت زندگی ہے
میری جاں پر ہم تو کب کے مر چکے ہیں

✍......حاجرہ غفور
لیہ

□✻□

آ

اُس جیسا کوئی منافق نہیں قتیل
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا
☆ .... منیر احمد کھوسہ-ملتان جیل

آج سوچا جواب کیا بھیجوں
آپ جیسے لوگوں کو خطاب کیا بھیجوں
کوئی اور بھول ہو تو مجھے معلوم نہیں
جو خود گلاب ہو اسے گلاب کیا بھیجوں
☆ .... فیاض بابا-کراچی

آ جاؤ لوٹ کے پھر سے اُن راہوں پر بلال
جن پر ہم ملے تھے صرف چار دنوں کے لئے
☆ .... محمد عمیر مظہر سی-تبکیاں

آنکھوں میں تیرے کچھ ارمان چھوڑ جائیں گے
زندگی میں تیرے کچھ نشاں چھوڑ جائیں گے
تیری دنیا سے صرف کفن لے کے جائیں گے
نرائن تیرے لئے سارا جہان چھوڑ جائیں گے
☆ .... سید ہمراز نرائن-مظفر آباد

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک پڑیں
آنسو کسی کی یاد کے اتنے قریب تھے
☆ - عاشق حسین طاہر-منڈی نونانوالی

آفتاب ہے تیرا رخ اس پہ نقاب نہ اوڑھا کرو
دین روشنی کا طلبگار ہے اندھیروں میں نہ چھوڑا کرو
☆ .... دین محمد بگٹی-کراچی

ا

انگوٹھی ٹوٹ جائے گی
ٹکڑے اپنے پاس رکھوں گا
سب کی تصویروں کو پھاڑ دوں گا
آپ کی تصویر کو موبائل میں سجاؤں گا
☆ .... عبدالرشید بزنجو-گڈانی

اُس سے پہلے تھی اسیری بھی رہائی جیسی
اب کے آزادی میں ہے حال اسیروں جیسا
اس کو گنوا کے ہیں حسرت خسارے اب تک
وہ جو اک شخص تھا میرے ساتھ ہیروں جیسا
☆ ..... نثار احمد حسرت-نور جمال شالی

اگر وہ ہم سے پوچھ لیں کہ کس بات کا غم ہے
تو پھر کس بات کا غم ہے اگر وہ پوچھ لیں
☆ .... ظفر اقبال دردی-پاکپتن

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو میں تجھے پاؤں ہاروں تو میں تیری
☆ .... ثوبیہ کنول-جوہر آباد

اگر وہ جان جاتا میری بے تابی کا سبب
تو مجھے اس سے نہیں اسے مجھ سے محبت ہوتی
☆ .... اللہ دتہ بے درد

اس نے ہم کو دیکھا تو خود کو
چھا لیا نہ جانے لوگوں نے
اس کو کیا کیا سکھا دیا گھر بھی
اس نے بنایا تو مسجد کے سامنے
اس کی یاد نے ہم کو نمازی بنا دیا
☆ ..... عبدالرحمٰن جھولے والا-ملتان

انسان حرم میں بھی جا کر انسان نہ بن سکا
پتھر جو بت کدے میں تھے بھگوان بن گئے
☆ .... ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر نہ کر اتنا ناز
قسمت تو ان کی بھی ہوتی ہے جن کے ہاتھ نہیں ہوتے
☆ .... سمیع اللہ-ساہیوال

اس کی زلف و رخ کا دھیان ہے شام و سحر مجھ کو
نہ مطلب کفر سے ہے اور نہ ہے کچھ کام ایمان سے
☆ .... عابد رشید-راولپنڈی

اے بادِ صباء جا کر دنیا ان سے سلام میرا
اور یہ کہنا کہ کوئی تیری یاد میں تڑپتا ہے کوئی
☆ ..... ذوالفقار علی سانول-ملک وال

ان کی یاد سے غافل ہوں بھی تو کیسے ناز
آنکھ بند ہے تو خواب ان کا آنکھ کھلی ہے تو خیال ان کا
☆ .... مجاہد ناز عباسی-سنجر پور

اے کاش اک نظر میں وہ پڑھ لے میری غزل شاہین
جس کے خیال نے مجھے شاعر بنا دیا
☆ -- جی این شاہین مری-ڈیرہ اللہ یار

اک جنبش سے رخسار کو آنکھ کے قریب لا
اپنی اس ادا سے میری زندگی داؤ پر لگا گیا
اس کی نیم شوخ آنکھوں نے لوٹا اجنبی میخانے میں
وہ الٹا میری معصوم آنکھوں پر الزام لگا گیا
☆ .... ڈاکٹر ناز نین اقبال-لاہو

ب

بے وفا کی بے وفائی منا کر آیا ہوں
خط اس کا پانی میں بہا کر آیا ہوں
کوئی پڑھ نہ لے اس بے وفا کے وعدوں کو
اس لئے پانی میں بھی آگ لگا کر آیا ہوں
☆ .... جنید اقبال-اٹک

باغوں میں اب تو پھول کھل رہے ہیں لوٹ آؤ
بچھڑے ہوئے ساتھی اب مل رہے ہیں لوٹ آؤ
☆ --- سیف الرحمٰن زخمی-متابر شریف

بادشاہی اگر مل جاتی کچھ دنوں کی ایوب
تو اس شہر میں تیری تصویر کے سکے چلا کرتے
☆ ...... ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ-اوستا محمد

بچھڑے ہوئے ملیں گے اگر قسمت نے ملا دیا
خدا اس کا بھلا کرے جس نے ہمیں جدا کیا

☆ -- محمد آفتاب شاد-کوسٹ ملک دوکوٹہ

بچھڑتے رہے کچھ اس طرح ہم بے وفا کے ساتھ
کہ جیسے خشک پتہ اڑتا ہے ہوا کے ساتھ
☆ .... خان افسر خلا کسار-دنیا پور

بہت اٹھائے تھے جس کے ناز ہم نے زمانے میں
رضا ہم کو تنہا دیکھ کر وہ رستہ بدل گیا
☆ .... اے ڈی ناز-ساہیوال

پ

پھر اس کی یاد میں دل بے قرار ہے گیلانی
بچھڑ کے جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی
☆ سید احمد رزاق عظیم گیلانی-ضلع باغ

پیار کو بدنما کر دیا دولت کی چمک نے
مگر لوگو روح کو خوشنمائی دکھائی پھولوں کی مہک نے
☆ .... ندیم الرحمٰن-کامرہ

پھولوں کی خوشبو سے بھی محبت کی مہک زیادہ ہے
ہم آپ کو زندگی میں کبھی نہیں چھوڑیں گے وعدہ ہے
☆ سوکھل اللہ دتہ عرف عاصمہ-حافظ آباد

ت

تیری نیم کش نگاہیں تیرا زیر لب تبسم
یونہی اک ادائے مستی یونہی اک فریب سادہ
☆ .... شعیب شیرازی-جوہر آباد

تم نے جس دن کے لئے اپنے جگر چاک کئے
سو برس بعد سہی دن تو وہ آیا آخر
☆ .... صادق سکندر بلوچ-تربت

تیری پھول سی جوانی دنیا میں غم نہ کمائے
مجھ کو بہت یاد آنے والی تو سدا مسکرائے
☆ .... سلیمان خان-آمان کوٹ

تو نے ہی سوار کیا تھا محبت کی کشتی پے تبسم
اب نظریں نہ چرا مجھے ڈوبتا دیکھ کر
☆ .... عالمگیر تبسم-گوجرانوالہ

تجھ سے لفظوں کا نہیں سانسوں کا رشتہ ہے
تو میری روح میں بستی ہے خوشبو کی طرح
☆ .... ارمان سنگم-فیصل آباد

تنہائی میں جو چومتا ہے میرے نام کے حروف فراز
محفل میں وہ شخص میری طرف دیکھتا بھی نہیں
☆ .... مریز بشیر گوندل-گوجرہ

تھک سا گیا ہے اب میری چاہتوں کا وجود
اب کوئی اچھا بھی لگے تو ہم اظہار نہیں کرتے
☆ .... نرگس ناز-سکھر

تم کیا جانو شائی ہم نے کس کس غم پر پردہ ڈالا ہے
کتنے درد سمیٹ کر لوگ ہونٹوں پر آئی ہے ہنسی
☆ .... فاروق احمد شائی-چکوال

تمہارے شہر کا موسم بڑا سہانا لگے
میں اک شام چرا لوں گر برا نہ لگے
☆ .... محمد ہارون قمر تبیج پور ہزارہ

تم ہم پہ کس قدر ظلم کرتے رہے
اور پھر ہم تھے کہ تجھے یاد کرتے رہے
نہ ہی تو ملا اور نہ تجھے بھول گئے
بے وفا تم نکلے اور شکوے ہم خدا سے کرتے رہے
☆ .... پرنس مظفر شاہ-پشاور

ج

جو دیکھتے تھے تمہارے راہ آج سب فضول گئے
دل لگانے کی عادت تھی اس کو جدا ہوئے تو بول گئے
☆ ...... عبدالمجید عطاری-فیصل آباد

جیتے ہیں تو کوئی حال تک نہیں پوچھتا طلعت
مرتے ہیں تو دنیا کندھوں پے اٹھا لیتی ہے
☆ .... کاشف گلونہ-بنوں

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ
☆ .... شبیر حیدر واصف-خوشاب

چ

چلو محبت کی بے خودی کے حسین خلوت کدے میں بیٹھیں
عجب مصروفیت رہے گی نہ غیر ہو گا نہ یاد ہو گا
☆ ...... فیض اللہ مجاور-دربار سخی سرور

چبھتے ہوئے کانٹوں سے میری ہمسفری ہے
زخموں سے مرے جسم کی ہر شاخ ہری ہے
ہر روز نکلتا ہے نیا درد کا سورج
بے چین ستاروں سے ہر اک رات بھری ہے
☆ ..... محمد خادم خٹک-ڈیرہ مراد جمالی

چند لمحوں کی جدائی میں بکھر گیا دانش
کیسے گزر گیا اس نے سال پوچھا ہے
☆ .... نعیم دانش سہو-تاندلیانوالہ

چمن میں رکھتے ہیں کانٹے بھی اک مقام اے دوست
فقط گلوں ہی سے گلشن کی آبرو تو نہیں
☆ ..... ڈاکٹر اورنگزیب بھٹی-گجرات

چلے جانے دو اس بے وفا کو کسی غیر کی بانہوں میں شاہد
جو اتنی چاہت کے بعد بھی میرا نہ ہوا وہ کسی اور کا کیا ہو گا
☆ .... شاہد اقبال خٹک-کرک

خ

خوش جو رہنا ہو زندگی میں تمہیں
دل کسی سے ساجد کبھی لگانا نہیں
☆ .... ساجد حسین-ڈڈیال

خودی کو کر بلند اتنا کہ تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
☆ .... فیاض احمد-مظفر گڑھ

د

دوست تو رخصت ہو جاتے ہیں
پر دوستی کے پل ہمیشہ یاد آتے ہیں
بھول جانا تو انسان کی فطرت ہے
پر کچھ دوست یادوں میں بس جاتے ہیں
☆ .... غلام عباس جتوئی-راجن پور

دیکھ کر کفن سے چہرہ میرا لوگ کہیں گے
لگتا ہے کہ سویا ہے کسی کا انتظار کرتے کرتے
☆ .... ساجد حسن-شاہ جمال

دیکھ تجھے کتنا چاہا ہے کبھی غور تو کر
ہم تو ایسے کبھی اپنے طلبگار نہ تھے

☆---------- محمد اسحاق انجم-کنگن پور
دل کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی
پیار ہو جائے تو صورت نہیں دیکھی جاتی
اک تبسم میں دو عالم کو نچھاور کر دوں
مال اچھا ہو تو قیمت نہیں دیکھی جاتی
☆---------- محمد افضل اعوان-گوجرہ

ذ

ذوق جنوں کی حدیں گزر جانے دو
وہ سمٹنے آئے بکھر جانے دو
ابھی دسترس میں ہیں تو احساس نہیں
ان کو رو رو کر پکاریں گے ہمیں مر جانے دو
☆------ خان افسر الیس ساقی-مانسہرہ

ر

رفاقتیں بھی زنجیر پا نہیں ہوتیں
نہ چل سکو تو بچھڑ جاؤ دوستوں کی طرح
☆------ مدد حسین بلوچ-عارف والہ

ز

زندگی تمہاری ایسے گزرے
زندگی میں کوئی غم نہ ہو
ہمیشہ مسکراتے رہو تم
آنکھیں تمہاری کبھی نم نہ ہو
☆---------- اے آر راحیلہ منظر
زخمی دل کو دیکھ کر مسکراؤ نہیں دوستو!
اپنوں کے تیر نے مجھے گھائل کیا ہے
☆---------- تیمور زخمی-راولپنڈی

س

سانسوں کا ٹوٹ جانا تو عام سی بات ہے فراز
جہاں اپنے بدل جائیں موت اُس کو کہتے ہیں
☆---------- محمد وسیم ارشد-جڑانوالہ

ش

شام سورج کو ڈھلنا سکھا دیتی ہے
شمع پروانے کو جلنا سکھا دیتی ہے
گرنے والے کو تکلیف تو ہوتی ہے
مگر ٹھوکر انسان کو چلنا سکھا دیتی ہے
☆--- سید اظہر حسین شاہ-گاؤں چنیر

ق

قطرہ شبنم کی طرح اڑ جائیں گے گل سے کشور
اک یاد سی رہ جائے گی گلشن میں ہماری
☆-------- میاں شکیل کشور-خان پور

ک

کون اپنا تھا کس پہ عنایت کرتے
ہم کو حسرت رہی ہم بھی محبت کرتے
تم نے سمجھ ہی نہیں اس قابل ورنہ
تم سے محبت نہیں تمہاری عبادت کرتے
☆-------- محمد فہیم احمد-رحیم یار خان
کچھ بدنصیبیاں مقدر میں ملی ہیں
کوئی موت سے بھی بڑی سزا دے گیا
عمر بھر کرتے رہے ہم جن سے وفائیں
جاتے جاتے وہی ہم کو بے وفا کہہ گیا
☆------ مجاہد ناز عباسی-رحیم یار خان
کون تیری چاہت کا فسانہ سمجھے گا اس دور میں ساقی
یہاں تو لوگ اپنی ضرورت کو محبت کہتے ہیں
☆---------- یاسر ساقی-لساں نواب
کبھی کبھی یوں لگتا ہے کہ دنیا میں کوئی نہیں باقی
کبھی خواب ہیں ادھورے کوئی سپنا نہیں باقی
مگر جب سے تیری محبت ملی ہے سب کچھ مل گیا
زندگی میں اب کسی چیز کی ضرورت نہیں باقی
☆---------- عمر دراز ساحر-ذاکر آباد
کیا ہوا جو تم مجھے بھول گئے سفیان
ڈوبتی ہوئی کشتی کو ملاح بھی چھوڑ دیتا ہے
☆---- محمد سفیان-منڈی بہاؤالدین
کون کہتا ہے نفرتوں میں درد ہے محسن
کچھ محبتیں بھی بڑی اذیت ناک ہوتی ہیں
☆---------- عبدالصمد گبول-کراچی
کسی کی خاطر محبت کی انتہا کر دو
پر اتنی بھی نہیں کہ اسے خدا کر دو
مت چاہو کسی کو اتنا بھی
کہ اپنی ہو وفاؤں سے اسے بے وفا کر دو
☆- رانا وارث اشرف عطاری-وزیر آباد
کہاں سے یہ غریب آرزو مجھ کو یہاں لایا
جسے میں پوجتا تھا آج تک وہ نکلا اک سایہ
☆---- ساگر گلزار کنول-فورٹ عباس

گ

گاؤں والوں کی طرح سکون سے سویا ہوتا
کتنا اچھا تھا میں اک دیوانہ ہوتا
میری دستار میں ہیروں کی جھالر ہوتی
میں بھی تیرے گلے کا ہار ہوتا
☆--------- محمد اقبال رحمن-سیکھی بالا

م

میں تو فنا ہو گیا نقاب میں اس کی آنکھیں دیکھ کر
نہ جانے کیسے وہ شخص آئینہ دیکھتا ہو گا
☆--------- حماد ظفر بادی-گوجرہ
مجھے الجھا رہنے دو زمانے کی طرح
میں تیری زلف نہیں جو سنور جاؤں گا
☆--------- شیراز خان-کراچی
میں عاشق ہوں عاشقی میں چور ہونا چاہتا ہوں
تنہا ہوں تنہائی میں گم ہونا چاہتا ہوں
اک بار آ کے مجھ سے مل
میں تمہاری آنکھ میں ڈوب جانا چاہتا ہوں
☆--------- امداد علی گبول-گھوٹکی
مجھ سے روٹھ کر کہاں جاؤ گے
زندگی میں نہ سہی پرانے دل میں مجھے ہی پاؤ گے
جاؤ گے جب میرے پیار کی حقیقت کو
سمجھ پاؤ گے جب ہمیں اپنی زندگی سے رخصت پاؤ گے

پسندیدہ اشعار

☆---------- آئمہ غلام رسول-گجرات
میں قابل نفرت ہوں تو چھوڑ دے مجھے دوست
تو مجھ سے دکھاوے والی محبت نہ کیا کر
☆---------- ضیافت علی-کوٹلی
میرے دل میں آج کیا ہے تو کہے تو میں بتا دوں
تیری زلفیں پھر سنواروں تیری مانگ پھر سجا دوں
☆---------- نوید احمد-لاہور
مت کرنا اعتبار اس دنیا میں کسی پہ ناز
اکثر وہ ہی دھوکا دیتے ہیں جن کو ٹوٹ کے چاہا جائے
☆---- ایس علی ناز-منڈی بہاؤالدین
میں تو ٹوٹا ہوا پتھر ہوں میری اوقات ہی کیا
پھول پاؤں سے مسل دیتے ہیں تیرے شہر کے لوگ
☆---------- زوہیب اختر-بہاول نگر
میری ذات میں اک ایسا شخص بھی ہے وصی
وہ میری پوری زندگی ہے اور میں اس کا اک لمحہ بھی نہیں
☆-------- ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ
مجھے بھول جانے والے شکریہ
مگر دعا ہے تیری زندگی ہمیشہ شاد ہو
☆---------- الٰہی بخش غمشاد-تربت
میری خوشی کی خاطر خود کو سنبھال رکھنا
اس نے کہا تھا مجھ سے اپنا خیال رکھنا
وہ کہہ رہا تھا شاید کچھ نہ بتا سکوں میں
میرے سامنے نہ کوئی مشکل سوال رکھنا
☆------ خالد فاروقی آسی-فیصل آباد

ن

نام محمد سے خوشبو وفا آتی ہے
ان کے روضے سے امتی امتی کی صدا آتی ہے
جب بھی بیٹھتے ہیں ہم مدینے کی گلیوں میں
ایسا لگتا ہے کہ جنت سے ہوا آتی ہے
☆-------- ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال
نام تو لکھ دوں تیرا اگر پھر خیال آتا ہے
معصوم صنم ہے کہیں بدنام نہ ہو جائے
☆---------- رانا بابر علی ناز-لاہور
نہ سلام چاہیے نہ مبارک باد کا پیغام چاہیے
ہوش اڑ جائے لبوں کو ایسا جام چاہیے
☆---------- امین مراد انصاری-کراچی

و

وقت ملے تو رشتوں کی کتاب کھول کے دیکھنا
دوستی ہر رشتے سے لاجواب ہوتی ہے
☆---- عمران زمان شاہین-ساہیوال
وہ لاکھ پتھر دل ہی سہی مگر ہمارا بھی دعویٰ ہے کہ
جسے ہمارے لب چھو لیں وہ پتھر بول اٹھتے ہیں
☆ محمد عباس جانی اے ایس-ساہیوال
وفا کی تلاش میں ہم اس قدر بھٹکتے رہے ابرار
وفا تو مل ہی گئی پر ہم اس قابل نہ تھے
☆---------- عبدالوحید ابرار-آوادان
وہ مجھ سے بچھڑ کر اب تک رویا نہیں محسن
کوئی تو ہے ہمدرد اس کا جو اسے رونے نہیں دیتا
☆-- ملک عرفان-چک 9 ب عبدالحکیم
ورق ورق پر تیری عبادت تیرا فسانہ تیری حکایت
کتاب ہستی جہاں سے کھولی ادھر تیری ہی محبت کا باب نکلا
☆---- حافظ فیاض احمد کنول-دیپالپور
وہ شخص ہی تصور کچھ ایسا تھا جو دل میں بسایا نہ گیا
شاعری جس کے نام سے شروع کی وہ اپنا بنایا نہ گیا
☆--- تصور علی حسرت کھوکھر-اگو چک

ہ

ہزار لوگوں میں بیٹھا تھا پر جدا سا تھا
وہ چڑھتے چاند کی بکھی ہوئی ادا سا تھا
وہ مجھے چھوڑ گیا کسی اور کی خاطر سمیع
خدا کے بعد میرے لئے جو خدا سا تھا
☆-- سمیع اللہ سمعی-ڈیرہ اسماعیل خان
ہر پل تم کو یاد کروں گا
تیری یاد سے دل آباد کروں گا
جس دن تم آزاد کو بھلا دو گی
اس دن زندگی کو آزاد کروں گا
☆------ محمد اسماعیل آزاد-گھر بوتنگ
ہم مر بھی گئے تو ہماری یادیں تم سے وفا کریں گی
یہ مت سمجھنا کہ ہم نے تمہیں چاہا تھا صرف چھوڑ دینے کیلئے
☆---------- کرن خان-ٹھٹھہ قریشی
ہر کسی کے ہونٹوں کو نہ چوما کر نذیر
بے وفا لوگ ہونٹوں پر بھی زہر لگا دیتے ہیں
☆--- نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد
ہم سے کیا پوچھتے ہو بے وفائی کی انتہا یارو!
وہ ہم سے پیار سیکھتا رہا کسی اور کے لئے
☆--- وسیم عباس فراز-منڈی کنگن پور
ہمیں شکوہ نہیں کسی سے اپنے بھول جانے کا عاصی
ہم اس قابل ہی کہاں تھے کہ کسی کو یاد رہ جاتے
☆-------- محمد سلیم عاصی-حاصل پور

ی

یارب تلاش کروں تو ان کو کس طرح کروں
جو کرتے ہیں وفا کے بدلے وفا ہر ایک سے
☆-- آفتاب احمد عباسی-سعودی عرب
یادوں کے دیپ جلاتا ہوں
پھر آنسوؤں سے ان کو بجھاتا ہوں
جب تمہاری وفا یاد آئے سانول
تو تمہاری تصویر سینے سے لگاتا ہوں
☆---------- آصف سانول-بہاولنگر
یہ دنیا اہل دنیا کو وسیع معلوم ہوتی ہے
نظر والوں کو یہ اجڑی سی معلوم ہوتی ہے
یہ کس نے کر دیا ہے دوستوں سے مجھ کو بیگانہ
مجھے اب دوستی بھی دشمنی معلوم ہوتی ہے
☆---------- حبیب اللہ-سکردو
یہ بے وفا زندگی بھی تمہارے نام کرتے ہیں اداس
سنا ہے بے وفا کی بے وفا سے خوب بنتی ہے
☆-------- منظور اکبر اداس-جھنگ

◆::◆

پسندیدہ اشعار

آپ کی زندگی میں چاند کون ہے؟

میری زندگی کا چاند این ہے۔ (پرنس عبدالرحمٰن گجر- گاؤں نین لانجھہ)

میری زندگی کا چاند کبھی ایس آر تھی جو منڈی بہاؤالدین میں ہوا کرتی تھی۔ (محمد خان انجم-دیپالپور)

میری زندگی کا چاند میرے ماں باپ میرے استاد محترم جنہوں نے میری زندگی کو چمکایا سلام ان سب کو۔ (اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ)

میری زندگی کا چاند AG ہے۔ وہ دن میں سورج کی طرح میری زندگی میں روشن ہے اور رات کو چاند کی طرح۔ (محمد افضل اعوان- گوجرہ)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے اگر میں اپنی ماں کو چاند نہ بناؤں تو میں اپنی توہین سمجھوں گا۔ (عبدالصمد ایس کے-کراچی)

میری زندگی کا چاند میرے تمام دوست ہیں جو اگر ہنستے مسکراتے رہیں تو میں خوش وخرم رہتا ہوں۔ (مدحسین بلوچ-عارف والہ)

میری زندگی کا چاند کوئی تو ہوگا جو مجھے دھیرے دھیرے پیار سکھائے گا۔ (سمیع اللہ سمعی- دری خیل)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے۔ یاسر ساقی-مانسہرہ)

میری زندگی کا چاند میرے سارے دوست ہیں میں اپنے سارے دوستوں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (محمد خادم جنگ- ڈیرہ مراد جمالی)

میری زندگی کا چاند بیسٹ آف ناز ہے۔ (کاشف کلونہ-بنوں)

میری زندگی کا چاند ایس ہے۔ جس نے مجھے پیار کی اہمیت اور پیار کرنا سکھایا۔ (تنہا امداد علی گبول- گھوٹکی)

میری زندگی کا چاند اک ماں ہی تو ہے اب تک جس کو دیکھوں تو سکون ملتا ہے۔ (محمد اقبال رحمٰن- سہیکی بالا)

میری زندگی کا چاند شاہ زیب خان جوئیہ ہے۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

میری زندگی کا چاند صرف اور صرف میرے خوابوں کی رانی ایس ہے۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے جس کی ممتا کی چھاؤں میں خوش وخرم رہتا ہوں۔ (حماد ظفر ہادی- منڈی بہاؤالدین)

میری زندگی کا چاند میرا بیٹا اور میری ہمسفر T اور میرے ماں باپ اور بہن بھائی ہیں۔ (حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی)

میری زندگی کا چاند میرے والدین اور میرا پیارا وطن پاکستان اور جواب عرض ہیں۔ میں ان تینوں سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میری زندگی کا چاند ایک ہی ہے ایس جان لیکن رہتا نظروں سے دور ہے۔ (آصف سانول- چشتیاں)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند کوئی تھا۔ (محمد اسماعیل آزاد- گھر بونگ)

میری زندگی کا چاند صرف اور صرف میری بہن شبانہ ہے۔ جس نے انجانے میں مجھے اتنا پیار دیا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ (محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ)

میری زندگی کا چاند صرف S ہے کیوں کہ میں اُن سے حد سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ (اختر بیوس- تلہ گنگ)

میری زندگی کا چاند میری S ہے کیونکہ میں اس سے سچا پیار کرتا ہوں۔ (ارمان سنگم-فیصل آباد)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے، میں اک پل بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس کی دعائیں ہر پل میرے ساتھ ہیں۔ (عمران فنا- بلوچستان)

میری زندگی کا چاند میری ایک بیسٹ فرینڈ ہے جس کے ساتھ میں بہت خوش ہوا کرتی تھی۔ (نرگس ناز- سکھر)

میری زندگی کا چاند پہلے ماں باپ بہن بھائی پھر جان تمنا۔ (محمد ارسلان احمد دکھی شانی- ڈھوک مراد)

میری زندگی کا چاند ایک لڑکی ہے جس سے میں بہت محبت کرتا ہوں۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو- سرگودھا)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے اور مجھ سے بہت پیر کرتی ہے اور میں بھی اپنی ماں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ (ملک محمد افضل طاہر- لاہور)

میری زندگی کا چاند میری ماں میری زندگی تمنا میری ماں۔ (محمد لقمان اعوان-سریانوالہ)

میری زندگی کا چاند میں خود ہوں کیونکہ جب تک میں زندہ رہوں گا میری پیاری ماں کی دعائیں میرا دیتی رہیں گی اور دیتی ہیں۔ (رئیس علی حیدر- خان بیلہ)

میری زندگی کا چاند میرے گھر والے ہیں جن کے بغیر میری زندگی کچھ بھی نہیں۔ (صائمہ-مرید)

میری زندگی کا چاند میرے والدین تھے اور ایک بھائی جو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ (سردار اقبال خان-سردار گڑھ)

میری زندگی کا چاند میری کزنز F کراچی، A پنڈی اور R فیصل آباد ہیں۔ (ذیشان دیوانہ-فیصل آباد)

میری زندگی کا چاند ایک بے وفا لڑکی تھی جس سے میں بہت پیار کرتا ہوں۔ (اظہر سیف دکھی- سلھکیی)

میری زندگی کا چاند فی الحال تو کوئی نہیں ہے۔ (تنویر خالد- دو کوٹہ)

میری زندگی کا چاند میرے گھر والے ہیں، ان سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ (غلام شبیر پرنس- لالیاں)

میری زندگی کا چاند میری منگیتر S ہے۔ (ذوالفقار علی سانول- ملک وال)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے، ماں کے سوا کچھ نہیں۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

میری زندگی کا چاند S ہے اس کے لئے مجھے لکھ کر انہیں محفوظ کر لو۔ (عبدالصمد SK گبول-کراچی)

میری زندگی کا چاند وہ سب جن کے بنا میں رہ نہیں سکتا خدا ان سب کو سلامت رکھے۔ (ظفر نور- اوباوڑہ)

میری زندگی کا چاند جو ساری دنیا کے لوگوں کا ہے ساری ساری رات اس کی طرف دیکھتے گزر جاتی ہے اور اللہ کے اس چاند کے سوا کوئی اور چاند نہیں ہے۔ (محمد افضل اعوان- گوجرہ)

میری زندگی کا چاند میرے والدین ہیں جنہوں نے مجھے اتنے پیار سے پالا۔ (ندیم اقبال قریشی- بھر یارود)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند میری جوریہ اور حماد۔ (نیلم شہزادی- فتہ بھنڈ)

میری زندگی کا چاند میری مسکنا بھتیجی ہے جس معصوم شرارتوں سے ہماری زندگی میں خوشیاں بھر دی ہیں۔ (کھوکھر ندیم شوکت- کلر سیداں)

میری زندگی کا چاند میرے بیتے ہوئے بچپن کے سہانے دن ہیں۔ (کھوکھر ندیم-شاہ باغ)

میری زندگی کا چاند میرا پیار ہے، خدا کرے میرا چاند ہمیشہ چمکتا رہے۔ (نورین شاہد- کچہ موڑ)

میری زندگی کا چاند اول تو میرے والدین اور گھر والے ہیں، دوسرے تمام قارئین کرام اور جواب عرض کا پورا سٹاف۔ (عبدالرشید بزنجو-گذانی)

میری زندگی کا چاند S ہے۔ کاش! وہ ناراض نہ ہو جائے میری باتوں پہ۔ (محمد خادم جنگ- ڈیرہ مراد جمالی)

میری زندگی کا چاند ایم رحیم یار خان ہے کیونکہ وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے۔ (رئیس صدام ساحل- سٹی خان بیلہ)

میری زندگی کا چاند F ہے میں اس کو بہت پیار کرتی ہوں۔ (صائقہ- گجرات)

○

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن افسوس کہ پشاور کا جنید جانی مجھ سے دوستی نہیں کرتا صرف میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے اور مجھے بہت یاد آتا ہے۔ (پرنس مظفر شاہ-پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک اچھا دوست ہوں اور ان شاء اللہ اور زندگی بھر اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا رہوں گا۔ (آفتاب احمد عباسی-سعودی عرب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر میں بہت ہی غریب ہوں دل کا نہیں پیسوں سے غریب ہوں میں جس سے میں ادوستی کرتا ہوں۔ (خان افسر ساقی ایس-مانسہرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہو سکتا ہوں کیونکہ میرے دوست یہی کہتے ہیں کہ تم بہت اچھے ہو مگر مجھے یقین نہیں آتا یہ تو ان کی مہربانی ہے جو مجھے اچھا دوست مانتے ہیں۔ (ایم شفیع تنہا-امرہ خورد)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں نے اپنی دوستی میں اپنے دل کی سب سے پسندیدہ چیز اپنے دوست پہ قربان کر دی، اپنی زندگی دوستوں کے نام کرتا ہوں۔ (یاسر ساقی-لساں نواب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یا نہیں جو مجھ سے ملتا ہے وہ دوبارہ مجھ سے ملنے کی حسرت کرتا ہے میرے دل میں سب سے دوستوں کے لئے محبت ہی محبت ہے۔ (الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

میں واقعی ایک اچھا دوست اگر انسان کو اچھا دوست مل جائے تو انسان خود اچھا دوست بن جاتا ہے۔ (محمد اشرف زخمی دل-بچیکی)

میں واقعی ایک اچھا دوست بنوں گا مجھے جواب عرض کی معرفت اچھے دوستوں کی تلاش ہے جو ہمیشہ ساتھ دیں۔ (محمد وسیم ارشد-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور میری دعا ہے اللہ پاک میرے دوستوں کو خوش رکھے۔ (ضیافت علی-کوٹلی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اچھا دوست دے اور تمام قارئین کو دوستی کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ (میاں شکیل کشور-خان پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست شاید اس لئے میرے تمام دوست مجھ سے رابطہ کرتے ہیں میری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی بھی دوست ناراض نہ ہو، باقی میرے بارے میں بہتر وہی جانتے ہیں۔ (عابد رشید-روات)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس کا جو مجھے اچھے برے کی تمیز سکھائے جو مجھے نیکی کی راہ بتائے برے کاموں سے روکے اور نماز پڑھنے کی تلقین کرے۔ (سمیع اللہ شمعی-دری خیل)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میرے دوستوں کو مجھ پر کوئی شک نہیں وہ میری دوستی پر بہت فخر کرتے ہیں۔ (محمد خادم جتک-ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، پر میں جس دوست پہ حد سے زیادہ یقین کرتا ہوں وہ دغا ضرور کرتے ہیں شاید میرا نصیب ایسا ہے۔ (امداد علی گبول-گھوٹکی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے سب دوست مجھے اچھا دوست کہتے ہیں۔ (شاعر اشفاق دکھی-دوکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست ہوں اگر میں اچھا دوست ہوتا تو لوگ مجھے دھوکہ نہیں دیتے شاید ہم دوستی کے قابل ہی نہیں۔ (محمد اسماعیل آزاد-گھربونگ)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو دوسرے لوگ بتا سکتے ہیں میں ان کو اچھا لگتا ہوں بہتر تو خدا پاک جانتا ہے کون اچھا ہے کون برا ہے۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں نے آج تک اپنے دوستوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ میرے دوست بہتر رائے دے سکتے ہیں۔ (کاشف گلونہ-بنوں وولن ملز)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں باوفا اور اچھا انسان ہوں اور سچا دوست بننے کی کوشش کروں گا۔ (مولانا عبدالغفور نقشبندی کیلانی-حافظ آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس بارے میں میرے دوست ہی بہتر جانتے ہیں کہ میں ان کے لئے کیسا دوست ہوں، اچھا یا بُرا۔ (حافظ شفیق عاجز-کوٹلی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں ایک اچھا ہوں ہوں کیونکہ میں اپنے دوستوں سے کبھی ناراض نہیں ہوا۔ (عمران بلوچ-ماموں کانجن)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں دوستوں کے حق میں کتنا اچھا ہوں اس کی کئی مثالیں میرے پاس موجود ہیں۔ (محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست شاید میرے دوستوں کا پیار انہی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے میں ایک اچھا دوست ہوں۔ (محمد عارف بروہی-حب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ میرے دوست ہی بہتر جانتے ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر ان کے لئے جو مخلص اور پاکیزہ محبت سے سرشار ہوں جن کے دل میں لالچ نہ ہو۔ (عاشق حسین طاہر-منڈی نونا نوالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن مجھے کوئی دوست اچھا سمجھتا نہیں میں اچھا بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ (محمد عباس جانی اے ایس- چک نمبر 75/19-L)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو میرے دوستوں سے پتہ چلے گا کیونکہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ (رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اس کالم کا فیصلہ میں اپنے اچھے دوستوں پر چھوڑتا ہوں، میں جتنا بھی بولوں میں اچھا ہوں کوئی نہ کوئی ابجیکشن لگا سکتا ہے باقی میں اچھا اور سچا دوست ہوں۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں، میرے دوست ہی جانتے ہیں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ (عارف حسین-جام پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں اپنے دوستوں سے جو بھی وعدہ کیا سولی پہ بھی چڑھ کر اس وعدے کو پورا کیا۔ (آصف سانول-چشتیاں)

میں واقعی ایک اچھا دوست تو نہیں کیا کروں مجھے کوئی دوست بناتا ہی نہیں شاید میں دوستی کے قابل نہیں۔ (محمد حسین تنہا-دوبیر بالا)

میں واقعی ایک اچھا دوست شاید میں اچھا ہوں اس لئے بہت سارے لوگ مجھے کال کرتے رہتے ہیں۔ (ایم وائی سجا-جدہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس بات کا فیصلہ میرے دوست کی ہی کر سکتے ہیں۔ (حماد ظفر بادی- منڈی بہاؤالدین)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں، مجھے پتہ ہے میں ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ لڑ کر پھر مناتا خود ہوں۔ (ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں اپنے دوستوں کو کبھی ناراض نہیں کرتا بلکہ میں انہیں رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ (رئیس ارشد-خان بیلہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس کی مثال لوگوں کے سامنے ہے ہر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے ہر کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، آپ میرے ساتھ دوستی کریں بہت ہی تب پتہ چلے گا کہ میں کیسا دوست ہوں، اچھا یا بُرا۔ (آفتاب احمد چوہدری-اسلام آباد)

▼■▼

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی دکھ نہ دیکھی ہو جیسے آج تک کسی غم نے مجھے چھوا تک نہیں ہو۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران)

میری رائے میں دو پل کی خوشی دے کر عمر بھر کے لئے تنہا کر دیا غم ملے ہیں مگر خوشی کبھی نہیں ملی، جب بھی ملا غم نے پھر رلایا۔ عید کے دن خون کے آنسو رویا ہوں خوشی کہاں۔ (ایم اسماعیل آزاد-گھر بونگ)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو انسان اپنا غم بھول جاتا ہے مگر ایسا نہیں ہونا چاہئے خوشی کے ساتھ غم کو بھی یاد کرنا چاہئے پھر خوشی کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ (یاسر ساقی- لساں نواب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی معنی ہے تو انسان پھول کی طرح خوشی ہو جاتا ہے خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ (محمد اشرف زخمی دل-بچیکی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کو یہ زندگی جنت لگنے لگتی ہے جیسے وہ بہاروں کی رت میں ہو اور ہر طرف خوشیاں ہوں۔

(سمیع اللہ سمعی-دری خیل)

میری رائے میں جدوں دکھ ملے سی اوودوں اے خوشی تاں ممیں نال سی پر جے اج خوشی نہ ساڈے ویہڑے پیر رکھیا اے تے غم تے نال ای نیں ساڈے نال تاں غم ای چنگے نیں۔ (محمد خاں انجم-دیپالپور)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی ملے تو انسان کو بہت اچھا لگتا ہے مگر جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو وہ اپنے رب کو بھول جاتا ہے، کیوں؟ (تنہا امداد علی گبول-گھوٹکی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے پر آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں پھر خدا پاک کا شکر ادا کرتا ہوں، عبادت کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی ملتی ہیت و بہت اچھا لگتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے ہم نئی دنیا میں آ گئے ہوں۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میری رائے میں غم کی بھی ایک حد ہے حد میں رہ جائے تو اچھا لگتا ہے مگر اگر ایسا ہو جائے کہ کوئی مر جائے اور اس کو درد کا ٹیکہ لگایا جائے تو فائدہ نئں اس کا۔ (محمد افضل اعوان-گجرہ)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے انسان اپنے سب دکھ بھول کر زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین)

میری رائے میں زندگی بھی عجیب ہی رنگ بں نظر آنا شروع ہوتی ہے انسان یہ مجھتا ہے کہ مجھے سب کچھ مل گیا ہے اس مشینی دور میں خوشی نصیب والوں کو ملتی ہے ہر کسی کو نہیں۔ (مریز بشیر گوندل-گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اتنی خوشی مجھ کو ہوتی ہے کہ خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور جسم میں خوشی کی ہلچل مل جاتی ہے اور انسان خش خوشی رہتا ہے۔ (ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو انسان غم بھول جاتا ہے خواہ وہ غم عارضی ہو تو کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو انسان زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ (زاہد عباس-دیپالپور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی میرا مقدر اور غم میری زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ غم کے بعد خوشی ایسے لگتی ہے جیسے صحرا میں کسی پیاسے کو پانی مل جائے جیسے برسوں کا بچھڑا محبوب مل جائے۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میری رائے میں زندگی بہت خوبصورت لگنے لگتی ہے جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے صدیوں ویران صحرا میں جل تھل ہو گئی ہو۔ (آتش گورمانی-مظفر گڑھ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے سے انسان غم بھول جاتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے غم ملے ہی نہیں ہیں اگر خوشی کے بعد غم ملے تو بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ (سپاہی ملک طیب اعوان-کھیری شریف)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو میں سارے غم بھول کر خوشی کو بہت انجوائے کرتا ہوں۔ کاشف گلونہ-بنوں وولن ملز)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے تپتے ہوئے صحرا میں پیاس سے نڈھال انسان کے سامنے اچانک ٹھنڈے پانی کا چشمہ آ جائے۔ (عبدالباسط بابو-انورہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی مقدر والوں کو ہی ملا کرتی ہے میں ان دنوں میں بہت پریشان ہوں۔ (حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو زندگی میں بہار آ جاتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے قید سے رہائی ملی ہو۔ (عمران خاں بلوچ-ماموں کانجن)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو زیادہ خوش نہیں ہونا چاہئے کیونکہ غم اور خوشی اپنے وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس لئے ہر حال میں خوش رہ کر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ (ظفر اقبال دردی-پاک پتن)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی لیکن کچھ غم ایسے بھی ہوتے ہیں جو مرتے دم تک انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ (محمد فہیم احمد-رحیم یار خان)

میری رائے میں جب خوشی ملتی ہے تو انسان خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ خوشیاں زیادہ دیر ساتھ نہیں دیتیں کیونکہ یہ تو عارضی ہوتی ہیں۔ (کرن خان-ٹھٹھہ قریشی)

میری رائے میں زندگی میں خوشی کی بجائے غم زیادہ ہوتے ہیں ہر انسان اپنے غم میں رو رہا ہے خوشی ایک ایسا قدرتی تحفہ ہے اگر کسی کو مل جائے تو وہ سارے غم بھول جاتے ہیں۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان بہت اچھا فیل کرتا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے سارے غم ختم ہو گئے ہوں۔ (سید عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے زندگی میں رونق آ جاتی ہے خوشی میں انسان بہت خوبصورت لگتا ہے۔ (غلام عباس جتوئی-محمد پور دیوان)

میری رائے میں جب جواب عرض لاہور میں میرے تمام کالم شامل نہیں ہوتے تو میں بہت غمگین اور مایوس ہوتا ہو اور جب جواب عرض میں میرے کالم شامل ہو جاتے تو مجھے خوشی ملتی ہے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری-پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ میں ابھی ابھی ہی اس دنیا میں آیا ہوں، وہ سب غم بھول جاتا ہے۔ (محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو زندگی کے دنوں میں اک نیا جذبہ پیدا ہوتا ہے غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میری رائے میں ایسا لگتا ہے جیسے کبھی غم آیا ہی نہ ہو، غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اچھا لگتا ہے۔ (اشفاق احمد-139)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اکثر غم بھول جاتے ہیں مگر کچھ غم اور دل کے روگ ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کی زندگی میں اسے خون کے آنسو رونے پہ مجبور کرتی ہے۔ (عاشق حسین طاہر- منڈی نونا نوالی)

***
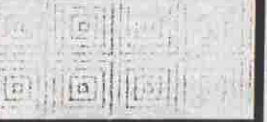
مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے احسن ریاض فرام قادر آباد سے جو مجھے بہت کم mis کرتا ہے لیکن میں اسے بہت مس کرتا ہوں۔ (حماد ظفر ہادی-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوستوں کے اخلاق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، دوست کے گھر کے چور بن جاتے ہیں۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

مجھے شکوہ ہے ایسے لڑکوں سے جو دوستی کر کے چھوڑ دیتے ہیں صرف ٹائم پاس کرنے کے لئے دوستی کرتے ہیں۔ (عابد رشید-رِوات)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے کیونکہ وہ میری غزلیں کیوں شائع کرتے پلیز ایسا مت کرو۔ (محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو نماز نہیں پڑھتے۔ (نثار احمد حسرت-نور جمالی)

مجھے شکوہ ہے ہمارے اپنوں سے کہ وہ ہم سے پیار نہیں کرتے۔ (راحیلہ منظر)

مجھے شکوہ ہے رائٹر عبدالرشید بزنجو سے آج کل نئے دوستوں کو دیکھ کر اور ہم جیسے پرانے دوست کو بھول چکے ہیں۔ (عبدالوحید ابرار-بلوچستان)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کے ساتھ بھی بے وفائی کرتے ہیں اور اسے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ (یاسر ساقی-لساں نواب)

مجھے شکوہ ہے حسین لوگوں سے جو دلوں کے ساتھ کھلونوں کی طرح کھیلتے ہیں۔ (مدد حسین بلوچ-عارفوالہ)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو ایک سے بات کر کے کئی لڑکوں کو دھوکہ دیتے ہیں تو وہ کئی لڑکیوں سے دھوکہ کیوں دیتے۔ (اقبال رحمٰن-سہیکی بالا)

مجھے شکوہ ہے آمنہ راولپنڈی سے کہ وہ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہی۔ (پرنس مظفر شاہ-پشاور)

مجھے شکوہ نہیں ایک التجا ہے خدا کے واسطے اپنی ماں کی جھوٹی قسم مت کھاؤ۔ (محمد اسماعیل آزاد-گھربونگ)

مجھے شکوہ ہے بھیا شہزادہ سے جو میرے کوپن سارے نہیں شائع کرتے۔ (آصف سانول-چشتیاں)

مجھے شکوہ ہے ان بھائیوں اور بہنوں سے جو مجھے ٹینشن دیتے ہیں اور بار بار مجھے ستاتے ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو دوستی کے لئے لکھ دیتے ہیں لیکن رابطہ نہیں کرتے۔ (محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھیا سے کہ وہ میری کہانی اور کوپن شائع نہیں کرتے۔ (حافظ محمد شفیق-کوٹلی)

مجھے شکوہ ہے ان قارئین سے جو دوستی کا اشتہار تو دیتے ہیں لیکن کسی خط کا جواب نہیں دیتے۔ (مزمل حسین صدا-سووال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے جنہوں نے اشتہار ''دکھ درد ہمارے'' کا کالم بند کر دیا۔ (سید عارف شاہ-جہلم)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے جنہوں نے میری شاعری اور تصویر شائع نہیں کی۔ (امداد علی گبول-گھوٹکی)

مجھے شکوہ ہے آر سے تو بے وفا نکلی۔ آر تم نے ایسا کیوں کیا؟ (ساگر گلزار کنول-فورٹ عباس)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کا بھرم نہیں رکھتے۔ (ممریز بشیر ثمر گوندل-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے والدین کو چھوڑ کر اپنی بیوی

کے ساتھ رہتے ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے سانوں تے کسے نال گلہ کرن دا ویلا ای نئیں لبھدا۔ (محمد خاں انجم-دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو خفا ہو کر جواب عرض کو پڑھنا اور لکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ (محمد خورشید اجبی-گاؤں مالکین)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی کے نام پر دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ غلام شبیر سحر-بھلوال)

مجھے شکوہ ہے این فیصل آباد سے کہ فون پر کافی دعوے کئے مگر اب نہ بات کرتی ہے نہ میسج کا جواب دیتی ہے۔ (عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی شروع کر کے پھر دوستوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ (آفتاب احمد چودھری-اسلام آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کیونکہ میں نے ہر کسی پہ بھروسہ کیا ہر کسی کو اپنا سمجھا لیکن آج تک کسی نے مجھے اپنا نہیں سمجھا۔ (بے وفا ایم زیڈ اے-کراچی)

مجھے شکوہ ہے مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں جو ملا قسمت جو نہ ملا اس میں بہتری ہو گی۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

مجھے شکوہ ہے S سے کہ تم نے مجھ سے ناطہ توڑ دیا۔ (محمد اسماعیل آزاد-کھرکوہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے دلِ نادان پر۔ ہم نے سیکھا ہی نہیں شکوہ شکایت کرنا شاید...... زخم کیسا بھی سینے میں چھپا لیتے ہیں احباب کا شکوہ کیا کرنا...... خود ظاہر باطن ایک نہیں لب اوپر ہنستا ہے دل اندر روتا ہے۔ (جی این شاہین مری-ڈیرہ اللہ یار)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے کہ انہوں نے میری زندگی کی ڈائری کبھی شائع نہیں کی۔ (میاں شکیل-خان پور)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان H سے جو ہر وقت روٹی رہتی ہے۔ (رئیس ارشد-خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (ایس سلمٰی گلاب-ہری پور)

مجھے شکوہ ہے S سے جو بڑی بے رحم سنگدل ہرجائی پتھر دل۔ (ثمر اعجاز گوندل-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے محمد اشرف زخمی دل بچیکی، ملک افضل ساگر ڈھاباں خورد، ایم اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، فریاد علی جٹ تھوتھاں کلاں، صدا حسین صدا کیلا سکے کہ میسج کا جواب نہیں دیتے۔ (تصور علی حسرت کھوکھر-اگوچک)

مجھے شکوہ ہے مس صبا کلر سیداں سے کہ دو ماہ سے غائب ہے پلیز آپ کے کوپن، کالم، کہانی بہت شوق سے پڑھتا ہوں آپ لکھا کرو۔ (تیمور زخمی-گلیام)

مجھے شکوہ ہے A سے کہ اس نے میرے خط کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی مجھ سے رابطہ کیا۔ (عمرالدین گبول-کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنی قسمت سے اس نے کہاں لا کے مجھے کھڑا کر دیا ہے جہاں صرف دکھ ہی دکھ ہیں۔ (غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم)

مجھے شکوہ ہے میرے کسی اپنے سے وہ مجھے انتظار کی وادیوں میں تنہا چھوڑ گیا ہے۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے وہ دوستی کر کے بھول جاتے ہیں۔ (محمد سلطان-فورٹ عباس)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست آ کاش سے وہ میرا فون بہت کم سنتا ہے۔ (عباس علی گجر-چکسواری)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں اتنی افسردہ کیوں رہتی ہوں۔ (سیدہ شاہد-فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کی قدر کرنا نہیں جانتے۔ (دکھی اظہر سیف-سکھیکی منڈی)

مجھے شکوہ ہے سیف الرحمٰن زخمی سے کہ وہ مجھ سے بہت کم رابطہ کرتے ہیں۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے R سے کہ وہ مجھے بھول چکی ہے۔ (ایم وکیل عامر-ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکوں سے جو لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں۔ (غلام عباس جتوئی-محمد پور)

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

B نامعلوم مقام کے نام
جب توڑ دیا رشتہ تیری زلف و ادا سے
اب لہراتی پھرے بل کھاتی پھرے اپنی بلا سے
خضر حیات بلوچ-میاں چنوں

A اور G کے نام
کوئی حرف تسلی کوئی دلاسہ بھی نہیں ہے
اس بھرے شہر میں کوئی اور شناسا بھی نہیں ہے
کبھی لگتا ہے کہ میں اس کی روح میں ہوں شامل
کبھی لگتا ہے وہ میرا ذرا سا بھی نہیں ہے
شہزاد سلطان کیف-الکویت

S، کراچی کے نام
مقدر کے کھیل بڑے پیارے ہوتے ہیں دین
اگر تم سے نہیں ملتے تو بچھڑتے کس سے
دین محمد بگٹی-کراچی

مختار جگنو، اسلام آباد کے نام
میری کوئی خطا تو ثابت کر
اگر برا ہوں تو برا ثابت کر
تیری محبت پانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا میں نے
میں بے وفا سہی تو اپنی وفا ثابت کر
پرنس مظفر شاہ-پشاور

N، ڈی جی خان کے نام
وہ ہمیں چاہتے تھے جان سے بھی زیادہ
ہم بھی مرنے لگے ان پہ کمان کی طرح
وہ رو رو کر کہتا تھا مجھے نہ چھوڑنا
ان کو اپنا سمجھا ہے خاندان سے زیادہ
ملک کامران علی-بھلانی

شریف، گیلے وال کے نام

جہاں سوال کے بدلے سوال ہوتا ہے
وہاں محبتوں کا زوال ہوتا ہے
کسی کو اپنا بنانا ہنر ہی سہی
کسی کا بن کے رہنا کمال ہوتا ہے
ایم اکرام الحسن حنیف-فورٹ عباس

حیدر یعقوب مہری، جڑانوالہ کے نام
جب ہم چلے تھے تو تنہا تھے سنی
پھر تم ملے، غم ملے اور ایک قافلہ سا بن گیا
رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس

دوستوں کے نام
ہم کھو گئے تو شہر میں ڈھونڈا کرو گے تم
ہر اک کو روک روک کے پوچھا کرو گے تم
ہم تو جا رہے ہیں اس گلستان کو چھوڑ کر
ہم کو یاد کر کر کے رویا کرو گے تم
خالد فاروق آسی-فیصل آباد

فیصل کمہار، چک 9ب عبدالحکیم کے نام
ملنے کی غرض ہو تو چلے آتے ہیں
اپنوں کی طرح کچھ لوگ
دل بھر جائے تو حال پوچھنا
بھی گوارا نہیں کرتے
مظہر عباس تنہا-چک 9ب عبدالحکیم

این، زیارت کے نام
ہاتھوں میں لکیر نہیں تھی ہماری انہیں پانے کی
چیر دیا ہاتھ کو ایک لکیر نینا کو بنانے کی
عبدالرشید بزنجو-گڈانی

R، میاں چنوں کے نام
دوست دوست نہیں دل کی دعا ہوتا ہے
محسوس تب ہوتا ہے جب جدا ہوتا ہے
بنا دوست جینا ایک سزا ہوتا ہے
اگر دوست ہو تم جیسا تو دعا ہوتا ہے
ایم وکیل عامر جٹ-ساہیوال

ایس ناز حنف علی، ہری پور کے نام
کیوں چپکے سے اتر جاتے ہیں وہ لوگ دل میں
جن لوگوں سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے
گلشن ناز-ٹھٹھہ قریشی

منڈی بہاؤالدین کے مقیم کسی اپنے کے نام
کم سن ہو نادان ہو کھو دو گے دل میرا
تمہارے لئے ہی رکھا ہے لے لینا جوان ہو کر
حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین

اپنی پارو، لالہ موسیٰ کے نام
پارو! پاس آؤ اک التجا سن لو
پیار ہے تم سے بے پناہ سن لو
پارو! اک تم ہی کو تو خدا سے مانگا ہے
جب بھی مانگی کوئی دعا سن لو
صدا حسین صدا-کیلا سکے

ایس، کراچی کے نام
اک تبسم کسی کا مل جاتا
ہم بھی سرمایہ دار ہو جاتے
ڈاکٹر زاہد جاوید-وہاڑی

تمام قارئین کے نام
حسرت نہ رہ جائے ارمان بن کر
نیا سال آیا ہے پھر مہمان بن کر
محمد اسماعیل آزاد ملتی-کھرکوہ

ایمان احمد کے نام

مہربان کتنی ہیں تیری یادیں مجھ پر
روز آ جاتی ہیں آنگن میں اجالا کرنے
مجید احمد جائی-ملتان

A، لاہور کے نام
سدا دور رہو غم کی پرچھائیوں سے
سامنا نہ ہو کبھی تنہائیوں سے
میرا ارمان ہے ہر خواب پورا ہو آپ کا
یہی دعا ہے دل کی گہرائیوں سے
سید عارف شاہ-جہلم

میڈم R، سدھر کے نام
رات بھر ہم سے خفا رہی نیند دیر تک
یاد آتی رہی مست ادا دیر تک
شب تنہائی میں اشکوں کا سہارا لے کر
دعا ہم نے مانگی تیرے ملنے کی دیر تک
فاروق احمد شانی جان-چکوال

مدثر سعید تبسم، گاؤں ماری کے نام
ٹوٹ نہ جائے بھرم ہونٹ ہلاؤں کیسے
حال جیسا بھی ہے تم کو سناؤں کیسے
پھول ہوتا تو تیرے در پر سجا بھی رہتا
زخم لے کر تیری دہلیز پہ آؤں کیسے
نائلہ رخسار-دھیر کوٹ

شاہد سلیم، کچہ موڑ کے نام
عقل کو سوگ مار دیتے ہیں
عشق کو لوگ مار دیتے ہیں
نورین آدمی خود تو نہیں مرتا
بے وفا لوگ مار دیتے ہیں
نورین شاہد-کچہ موڑ

عبدالرؤف کمبوہ، حاصل پور کے نام
رب نہ کرے کبھی آپ کو خوشیوں کی کمی ہو
آپ کے قدموں تلے پھولوں کی زمین ہو
آنسو نہ ہوں کبھی آپ کی آنکھوں میں
اگر ہوں تو وہ بھی آنکھوں میں خوشیوں کی نمی ہو
ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور

این، سکھر کے نام
ہم رات کی تنہائی میں آواز دیا کرتے ہیں
ستاروں سے آپ کا ذکر کیا کرتے ہیں
آپ بات کرو یا نہ کرو
ہم پھر بھی آپ کو یاد کیا کرتے ہیں
علی نواز مزاری-گھونکی

این، ساہیوال کے نام
تم نے تو پھر بھی سیکھ لیا زمانے کے ساتھ جینا
ہم تو کچھ بھی نہ کر کے تم سے محبت کے سوا
محمد سلیم عاصی-حاصل پور

رئیس ارشد، سعودیہ کے نام
دامن دل سے مٹ جاتیں یاد کے جگنو ارشد
کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں ہم چاہ کر بھلا نہیں سکتے
رئیس صدام حسین ساحل-سٹی خان بیلہ

K، ملتان کے نام
وہ محبتوں کے سودے بھی عجیب کرتا ہے فراز
بس مسکراتا ہے اور دل خرید لیتا ہے
مبشر حسین-ہیڈ بکائنی

ایس، شہداد پور کے نام
انداز اے وفا اسے نہیں کہتے
دور اپنوں سے نہیں رہتے
گر کرتے وفا میرے ہم دم
تو ہمارے آنسو یوں نہ بہتے
ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

ثناماہ نور، بہاولنگر کے نام
کتنا معصوم تھا وہ شخص ارمان
جو روز میرے مرنے کی دعا کرتا تھا
ارمان سنگم-فیصل آباد

کسی اپنے کے نام
کاش کسی اداس موسم میں میری آنکھوں پر وہ
ہاتھ رکھ دے اپنے اور ہنستے ہوئے کہہ دے
بوجھ لو تو ہم تمہارے اور نہ بوجھو تو تم ہمارے
عمران انجم راہی-ستہ پانی

اپنوں کے نام
جس گھر کی اینٹ اینٹ پہ لکھا تھا مرا نام
اس گھر میں مجھے غیروں کی وجہ سے کوئی پہچانتا نہیں
محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوٹہ

ایمان احمد، پیار نگر کے نام
اتنی شدت سے آنسوؤں میں پہلے کبھی نہ تھی ایمان
دیکھا تیرا غضب کو تو سر عام رو دیئے
ساری عمر تکلیف دیتا رہا یہی سوال ایمان
وفا کرنے والے ہمیشہ اکیلے کیوں رہ جاتے ہیں
مجید احمد جائی-ملتان

کسی اپنے کے نام
تمام عمر کی وابستگی کی خواہش تھی
یہ کب کہا تھا میرا شہر چھوڑ جاتے وہ
میرے بھی من کے دریچوں میں بند ہو جائے
میرے افق پہ اگر چاند بن کے آتے وہ
محمد اقبال رحمن-سہیکی بالا

عائشہ عارف، نارووال کے نام
سالگرہ کے حسین لمحوں میں ......
جب ......تم موم بتیاں روشن کرو
......تو اتنا ضرور سوچ لینا ...... انہیں
گل کرنے سے پہلے ...... کہ دور کوئی
ہے جو تمہارے نام کے دیئے جلا رہا
ہے ...... 3 دسمبر پیاری دوست
سالگرہ مبارک
صندل-گوجرانوالہ

کسی اپنے کے نام
میری کہانی میرا حصہ تم ہو
میری سانس میری دنیا تم ہو
تمہیں کیسے بھلا دوں دل سے میری گل
میری تو ہر سانس کا حصہ تم ہو
محمد شہباز گل-گوجرانوالہ

جمیل فدا خیر پوری، خیر پور میرس کے نام
تجھے فرصت کہاں ہم غریبوں سے ملنے کی
وہ تو عارف ہے جو ہر وقت ہم سے ملنے کی حسرت کرتا ہے
عارف حسین لغاری-جام پور

جے، پاکپتن کے نام
زبان پہ تم میرے اعتبار نہیں کرتے
ہم ذکر محبت سر بازار نہیں کرتے
ڈرتا ہے بزنجو کا دل تیری رسوائی سے
اے جان اور تم سوچتی ہو کہ تم سے پیار نہیں کرتے
عبدالرشید بزنجو-گڈانی

پیارے جواب عرض کے نام
تیری وجہ سے میرے لئے دوستوں کی قطار لگی ہے
ورنہ اس ناچیز کو اپنے شہر کے لوگ تک جانتے نہیں
عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

کسی چھوٹے کے نام
ملنے کی طرح مجھ سے وہ پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے ملا جس سے مقدر نہیں ملتا
پرنس مظفر شاہ-پشاور

شہزادہ عالمگیر کے نام
اپنی یادوں کے چراغ ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
امین مراد انصاری-کراچی

کسی دوست کے نام
نکل کے گھر سے کبھی میرے راستوں میں آ
بکھر کے میری طرح تو مسافتوں میں آ
تیری تلاش میں جانے کب سے پھرتا ہوں میں
میں تھک چکا ہوں تو اب میری آہٹوں میں آ
محمد عمیر مظہر سی-تبکیاں

سوادخان، جنگ کے نام
تیری محبت میری پہچان ہے
تیری خوشی میرا ارمان ہے
کچھ بھی نہیں میری زندگی
تیری دوستی ہی میری جان ہے
محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی

شہزادہ عالمگیر، لاہور کے نام
آنکھوں سے میری اس لئے لالی نہیں جاتی
یادوں سے کوئی رات شہزادہ خالی نہیں جاتی
سنان سحر آڑھتی، چوک اعظم، لیہ

سب دوستوں کے نام
دوستی کر کے کسی کو دھوکا مت دینا
دوستوں کو آنسوؤں کا تحفہ مت دینا
کوئی روئے تم کا یاد کر کے زندگی میں کبھی
کسی کو ایسا موقعہ مت دینا
اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ

ملک محمد افضل طاہر، لاہور کے نام
ملک آسماں میں بے عدد ستارے اور بھی ہیں
اک ہم ہی نہیں اس دنیا میں دکھ درد کے مارے اور بھی ہیں
محمد محسن ساغر-عارفوالہ

محمد شبیر ڈھکو، ساہیوال کے نام
دوستی کر کے کسی کو دھوکہ مت دینا
دوستوں کو آنسوؤں کا تحفہ مت دینا
کوئی روئے آپ کو یاد کر کے
زندگی میں کسی کو ایسا موقعہ مت دینا
ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال

نامعلوم گوجر خان کے نام
یوں تو ہر لمحہ تیری یاد کا بوجھل گزرا
دل کو محسوس ہوئی تیری کمی شام کے بعد
ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

بے وفا ایس، جام پور کے نام
تنہائی نے تنہائی میں تنہا میرا ساتھ دیا
میں تنہائی کو تنہائی میں تنہا کیسے چھوڑ سکتا ہوں
غلام عباس، محمد پور دیوان

رسول شاہ آر، پشاور کے نام
یار بن، دلدار بن، دل کے تالے کھول دے
یا تو میرا محبوب بن جا، یا دل لگانا چھوڑ دے
بشیر سانول-مانسہرہ

کسی اپنے کے نام
تم اک مہکا مہکا سا احساس ہو کیف
تمہاری یادیں صحرا میں برستی پھوار کی مانند
عبدالمالک کیف-سنجر پور

شہزادہ عالمگیر کے نام
رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا
نرگس ناز-سکھر

نعیم اختر جان، فیصل آباد کے نام
کبھی کبھی تیری یادوں کے پر سکون لمحے
قسم خدا کی بہت بے قرار کرتے ہیں
شہزاد سلطان کیف-الکویت

الیف، فیصل آباد کے نام
زندگی کا کیا مزہ جوانی کے بغیر
محبت کا کیا مزہ فاطمہ کے بغیر
سمندر پر کھڑا اس سوچ میں گم ہوں

کہ مچھلی مر جاتی ہے پانی کے بغیر
علی نواز مزاری-گھوٹکی

نوجوانوں کے نام
وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب ہو جس کا بے داغ ضرب ہو کاری
شفیق اقبال-کرک

مس ایس، آزاد کشمیر کے نام
نفرت کی آگ کو محبت کے لہو سے بجھا دینا فطرت ہے میری
ہم وہ دیوانے ہیں جنہیں کسی کی نفرت سے بھی پیار ہے
شوکت علی وفا-ماہی چوک

ایس کے نام، جہلم کے نام
جاتے ہوئے لوگوں کو کون روک سکتا ہے
یہ تو وہ اندھیرے ہیں جو صبح
ہونے سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں
جانے سے پہلے اتنا سوچ لینا اے ایس
ہم جیسے لوگ تم کو ساری زندگی نہیں ملیں گے
عدنان حیدر-جہلم

محمد ہارون قمر سیج پور کے نام
لکھا پردیس قسمت میں وطن کی یاد کیا کرنا
جہاں بے درد حاکم ہوں وہاں فریاد کیا کرنا
خرم ہارون پردیسی-دوبئی

الیف، ہری پوری کے نام
تیرے خیالوں سے فرصت نہیں ملتی
اک پل کے لئے فرحت نہیں ملتی
یوں تو سب کچھ میرے پاس ہے
بس دیکھنے کو اب کی آپ کی صورت نہیں ملتی
خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

RAS، موضع چھٹہ کے نام
چاہا تھا جس کو روح کی گہرائیوں کے ساتھ
زندہ ہوں اپنی ذات کی تنہائیوں کے ساتھ
روکا نہیں اس کو بچھڑتے وقت بھی
اپنی وفا پہ ناز تھا سچائیوں کے ساتھ
رخسانہ آفتاب-موضع چھٹہ

K، پتوکی کے نام
آپ نے انداز محبت دیکھا ہے انداز وفا نہیں
پنجرے کھول بھی دو تو کچھ پنچھی جایا نہیں کرتے
تنویر خالد-دوکوٹہ

K، ملتان کے نام
ملنے کی دل میں اک آس رکھنا
کبھی نہ خود کو میری جان اداس رکھنا
خوشی ملے گی اک روز بارش کی طرح
ان آنکھوں میں تھوڑی سی پیاس رکھنا
محمد زبیر شاہد-ملتان

ARS، نور شاہ کے نام
سچی بات کا اے جگر اقرار کرتا ہوں
تمہیں کیا معلوم میں کتنا پیار کرتا ہوں
تم نے کہا تھا دو دن کے اندر لوٹ آؤں گا
نہ لوٹا میں اب بھی تیرا بے دردی سے انتظار کرتا ہوں
مظہر علی کھچی-ساہیوال

جے ایس، پیر محل کے نام
دل توڑ دیا اب زہر بھی پلا دینا
کفن نہ ملا تو اپنا دوپٹہ ہی اوڑھا دینا
کوئی پوچھے تجھ سے کہ مرض کیا تھی
تو نظریں جھکا کے محبت بتا دینا
اظہر سیف دکھی-سکھیکی

ہشام چیمہ، جدہ کے نام
اچھا نہیں لگتا کوئی ہم نام تیرا
کوئی تم سا ہو پھر نام بھی رکھے
ایم وائی سچا، جدہ

میاں شکیل کشور، خان پور کے نام
تیری سانسوں میں گلابوں کی جھلک لگتی ہے
حسن جس رنگ میں ہو تیری جھلک لگتی ہے
شام ہوتے ہی نگاہوں میں اتر آتے ہو
دل کی دھڑکن تیرے پیروں کی دھمک لگتی ہے
کے ایس، آر پی

زیڈ ناز، کیچ مکران کے نام
روک سکتے ہو تو روک لو آنسوؤں کو
ایسا نہ ہو کہ ڈوب جاؤں تم کو خبر نہ ہو
نہ تول میری محبت کو دولت کی نظر سے
یہ کسی فقیر کی دی ہوئی نیک دعا ہے
الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران

A، چارسدہ کے نام
کسی کی یاد میں اتنا اداس نہ ہوا کر یاسر
لوگ نصیب سے ملتے ہیں اداسیوں سے نہیں
یاسر ساقی-مانسہرہ

میری جان ایس، گوجرانوالہ کے نام
تو میری ہے تیرا نام کوئی اور نہ لے
ان بھیگی پلکوں کا کام کوئی اور نہ لے
کچھ اس لئے وفا نے تیرا ہاتھ نہ چھوڑوں
کہ تو گر گئی تو تم کو تھام کوئی اور نہ لے
مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

نثار احمد حسرت کے نام
تمہارے پاس رہنے کے لئے جگہ نہیں ہے کیا
جو ہر رات میری آنکھوں میں اتر آتے ہو
نازیہ-منڈی بہاؤالدین

شہزادہ عالمگیر کے نام
وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
شعیب شیرازی-جوہر آباد

ماں سے پیار کا اظہار

✽...... بدقسمت انسان ہوتا ہے جو اپنی ماں کی دعا سے محروم ہو۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

✽...... ماں اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام ہے، اس عظیم نعمت پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ (عابد رشید-راولپنڈی)

✽...... ماں کی قدر کرو کیونکہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ (محمد خادم خٹک-ڈیرہ مراد جمالی)

✽...... اگر تم دنیا میں عزت اور برتری چاہتے ہو تو ماں کی حقیقی قدر کرو تاکہ آپ دنیا میں سرخرو ہوسکو۔ (مدد حسین بلوچ-عارفوالہ)

✽...... ماں دنیا کی وہ عظیم ہستی ہے جو اپنی مثال آپ ہے جس کی دعا ستر ولیوں سے پہلے قبول ہوتی ہے۔ (مزمل حسین صدا-کسووال)

✽...... میری ماں میرے لئے خوشیوں کی بہار ہے، میں اس کے دم سے جی رہا ہوں۔ (خان افسر الیس ساقی)

✽...... جب کبھی ماں گھر سے کہیں جاتی ہے تو گھر کی تمام رونقیں بھی اپنے ساتھ لے جاتی ہے، واپس آ جانے سے گھر میں پیار آ جاتا ہے۔ (عمر دراز بادشاہ)

✽...... اے میری پیاری ماں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا کیونکہ آپ مجھے بہت یاد آتی ہو، آپ کے لئے ہی یہ میری زندگی ہے۔ (سمیع اللہ سمعی-دری خیل)

✽...... ماں تو وہ ہستی ہے تیرے ایک ہی اشارے سے جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ-بلوچستان)

✽...... ماں وہ عظیم ہستی ہے جس کے قدموں میں جنت جیسی انمول چیز کو رکھ دیا ہے۔ (یاسر ساقی-لسان نواب)

✽...... میری ماں تو میرے لئے ایک جنت ہے کیونکہ جب تک میں اپنی ماں کے پاس رہتا ہوں مجھے کی خوشبو آتی رہتی ہے۔ (اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ)

✽...... ماں ٹھنڈی چھاؤں ہے۔ (پرنس مظفر شاہ-پشاور)

✽...... ماں سے پیار کے اظہار کے لئے دنیا بھر کے الفاظ ناکافی ہیں۔ (محمد خا انجم-دیپالپور)

✽...... ماں جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے اللہ اس کی چھاؤں میں رکھے اور یہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم دائم رہے۔ (مدد حسین بلوچ-عارفوالہ)

✽...... اے ماں تم ہی ہو جو میرے ہر دکھ درد کی شفا کی دعا کرتی ہو۔ (محمد اسماعیل آزاد بلتی-گھر بونگ)

✽...... اے لوگو ماں کی قدر کرو، ماں کی قدر ہم سے پوچھو جن کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ چکا ہے۔ (آصف سانول-چشتیاں)

✽...... میری ماں حسین ماؤں میں شمار ہوتی ہے۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں میرے گھر کی روشنی ہے اگر ماں نہیں تو گھر میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ (محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ)

✽...... ممی تو جب بھی کوئی دعا کرے، میرا رب تجھے وہ عطا کرے، تیری جھولی خوشیوں سے بھری رہے، اے کاش اس بیٹے کی دعا قبول خدا کرے۔ (محمد عارف بروہی-حب)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میں خدا سے دعا کرتا ہوں میری ماں کو خوشیاں نصیب کریں اور لمبی عمر دے۔ (عبدالصمد SK کبول-کراچی)

✽...... ماں دنیا کا عظیم رشتہ ہے۔ (مجاہد ناز-سنجر پور)

✽...... مجھے اپنی ماں سے بہت بہت پیار ہے اور میں اسے اپنی زندگی کی ہر خوشی دینا چاہتا ہوں کیوں کہ ماں نعمت ہے۔ (امداد علی گبول-جدوار)

✽...... ماں اندھیروں کی روشنی ہے، غموں میں خوشی کا باعث ہے اس کی محبت سے یہ جہاں آباد ہے۔ ماں ایک عظیم ترہستی ہے۔ (مزمل حسین صدا-کسووال)

✽...... مائے نی مائے آویں گی کیہڑی رتے کیوں سونہیں بیابان اندر ماں لوٹ ہن گھرانوں۔ (اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی)

✽...... میری ماں میں بھی آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں جیسے مجھے آپ سے پیار ہے آپ کو بھی اپنی ماں سے پیار تھا ان کا حال ہی میں دنیا سے چلے جانا آپ کے لئے صدمے کا باعث ہے۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

✽...... ماں ایک عظیم سلطنت ہے ماں کے بغیر گھر قبرستان ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے ماں کی بددعا سے دوزخ ہے اللہ میری ماں کو سلامت رکھے۔ (محمد رمضان شاہ---خانیوال)

✽...... ماں کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے خدا سے دعا ہے کہ تمام قارئین کی مائیں سلامت رہیں تاقیامت ماں تجھے سلام۔ (اشرف زخمی دل-بچیکی)

✽...... ماں بہت عظیم ہستی ہے پلیز ماں کی قدر کرو ایسا نہ ہو کہ وقت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور بعد میں پچھتاؤ۔ (غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم)

✽...... ماں کی دعا سے میں نوکری کر رہا ہوں ورنہ میرا مقصد کوئی اور تھا۔ (ملک کامران علی-بھلائی)

✽...... ماں وہ پھول ہے جس کی خوشبو کبھی کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ (جاوید اقبال جاوید-اچکرہ)

✽...... ماں رحمت ہے ماں کی گود کی ٹھنڈک جنت کی ہوا ہے جنت نام ہے سکون کا تو ماں کی گود میں سکون ملتا ہے۔ (معاویہ عنبر-ہڑپہ)

✽...... ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔ یااللہ مجھے اپنی ماں کا فرمانبردار بنا میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (ذکاء اللہ گوندل-سرگودھا)

✽...... میں اپنی ماں کو بہت پیار کرتا ہوں دور ہونے کی وجہ سے مجھے اپنی ماں کی بہت یاد آتی۔ (خضر علی-اٹک)

✽...... ماں وہ پھول ہے جس کی خوشبو سے پورا گھر معطر رہتا ہے۔ ماں خدا کی عظیم نعمت ہے جس کے ایک سیکنڈ کا بدلہ بھی ہم نہیں دے سکتے۔ (اسدالرحمٰن بھنگو-شورکوٹ)

✽...... میری سب قارئین سے التماس ہے کہ میری ماں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (مظہر نذیر-کیوائی)

✽...... ماں دنیا کی ایک نعمت ہے یہ گلاب کا پھول ہے ہے یہ بہار کی ٹھنڈی ہوا ہے۔ (محمد جنید جانی-پشاور)

✽...... اگر چاہتے ہو سدا مسکرانا بھی اپنی ماں کا دل مت دکھانا۔ کرو اپنی ماں کی ہمیشہ غلامی، نوکر بنے گا تمہارا زمانہ۔ غصہ نہ کرنا اپنی ماں سے، محبت سے ماں کو بلانا۔ خوشی سے ہر بات ماں کی مانو، جنت میں بنے گا تیرا ٹھکانہ۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

✽...... ماں کا پیار پھول کی خوشبو ہے جس کو جو کوئی بھی سونگھتا ہے خوش ہو جاتا ہے۔ اس طرح ماں کا پیار بھی ہے جو کوئی ماں کا پیار پاتا ہے خوش ہوتا ہے۔ (عمر دراز ساحر-ذاکر آباد)

✽...... میری ماں بہت پیاری ہے۔ آئی لو یو ماں۔ تو سدا سلامت رہے تیرے ہی دم سے جہان میں خوشیاں ہیں۔ (غلام مرتضیٰ تبسم-کسووال)

✽...... ماں ایک ایسی ہستی ہے جس کے بغیر ساری کائنات نامکمل ہے۔ (نثار احمد حسرت-نور جمال شمالی)

✽...... میری ماں میری جنت ہے جب میرا یہاں سے کھوئی رٹہ تبادلہ ہوا تو میری ماں بہت روئی کیونکہ میں گھر سے دور ہو گیا ہوں۔ اللہ میری ماں کو تاقیامت سلامت رکھے۔ (حافظ شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی آزاد کشمیر)

✽...... میری ماں دنیا کی خوبصورت ماؤں میں شمار ہے۔ میری ماں کی وجہ سے آج میں اس دھرتی میں آنکھ کھولی۔ میری ماں کی دعائیں

میرے ساتھ ہیں۔ (محمد ذیشان سعید-ٹوبہ ٹیک سنگھ)

✽...... ماں کا رشتہ سب سے عظیم ہوتا ہے کیونکہ ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے۔ میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ وہ مجھے بہت نیک دعائیں دیتی ہے۔ (محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی)

✽...... مجھے اپنی امی سے بہت پیار ہے میری ماں بہت بیمار رہتی ہے میں دوستوں سے التجا ہے کہ میری ماں کی صحت یابی کے لئے دعا کیا کریں۔ (کرن خان-ٹھٹھہ قریشی)

✽...... ہمیں اپنی زندگی کا اولین فرض ماں باپ کی خدمت اور نماز کے بعد ان کی تندرستی اور ہم پر سایہ قائم رہے۔ نوید احمد-لاہور)

✽...... مجھے پیار ہے کانٹوں سے کیونکہ پھول تو جدا ہوتے ہی مرجھا جاتے ہیں مجھے پیار ہے اس ہستی سے جنت بھی جس کے پاؤں تلے ہے۔ وہ ماں ہے۔ (مزمل فراز-کسووال)

✽...... ہر بندے کی پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے اگر ماں زہراؓ جیسی ہو تو بچے حسینؓ جیسے۔ اگر ماں میسونہ جیسی ہو تو بچے یزید جیسے ہوتے ہیں۔ آج کی ہر عورت سیرت زہراؓ کو اپنائے ۔ (ختیار احد یر عسکری-ڈیرہ اسماعیل خان)

✽...... ماں کی گود ہی دنیا کا سب سے گھنا شجر ہے جس کی چھاؤں میں سکون کی نیند آتی ہے۔ (حماد ظفر ہادی-گوجرہ)

✽...... میں جب تک رات کو سونے سے پہلے اپنی ماں کے پاؤں نہیں دبا لیتا مجھے نیند نہیں آتی اور میں اکثر اپنی ماں کے پاس ہی سو جاتا ہوں۔ (محمد خان انجم-دیپالپور)

✽...... میری اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کی ماؤں کا سایہ ہم پر قائم رہے اللہ ہماری عمریں بھی ہماری ماؤں کو لگا دے۔ (اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی)

✽...... ماں اک ایسی ہستی ہے جس کی تعریف میں بندہ ناچیز تو کیا سارا عالم بھی بیان نہیں کر سکتا۔ (عالمگیر-گوجرانوالہ)

✽...... ماں ایک عظیم ہستی ہے جس کا کوئی بھی ثانی نہیں ہے۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میر پور خاص)

✽...... میری ماں بہت پیار کرنے والی تھی مگر بہت کم ہمارے ساتھ رہی، میں بہت زیادہ کمی محسوس کرتا ہوں۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو-کراچی)

✽...... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں فوت ہو گئی تو خدا نے کہا۔ اے موسیٰ! اب کوہ طور پر آتے وقت احتیاط سے آیا کرو۔ عرض کی۔ یا اللہ کیوں؟ فرمایا کہ اب تیری ماں تیرے پیچھے دعا کرنے والی نہیں ہے۔ (رائے جاوید-فورٹ عباس)

✽...... میں ایک کامیاب انسان ہوں اور جو کچھ بھی ہوں صرف ماں کی دعا سے ہوں آپ لوگ بھی صرف ماں کی دعا لو کامیاب بن جاؤ گے۔ (اکرام الحسن حنیف-فوٹ عباس)

✽...... ماں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے لہٰذا ماں کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو، ماں کی دعا لے کر اپنے لئے دنیا اور آخرت میں جنت کماؤ۔ (محمد عرفان اکرم-فوٹ عباس)

✽...... میری ماں بہت ہی پیار کرنے والی ہے اس کی دعائیں ہی مجھے تھامے رکھتی ہیں۔ (محمد افضل جواد-کالا باغ)

✽...... ماں سے پیار کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے کیونکہ اسلام نے ماں کو بہت عالی شان مرتبے دیئے ہیں۔ (رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس)

✽...... مجھے اپنی ماں کے بغیر ایک پل بھی چین نہیں ملتا۔ (مصطفیٰ گل-کراچی)

✽...... ماں دنیا کی عظیم ترین ہستی ہے اللہ تعالیٰ نے ماں کو ایسا مقام عطا کیا ہے کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر دعا کو فوراً قبول کرتا ہے، ہمیں ماں سے دعا لینی چاہئے۔ (چوہدری محمد شمریز-راجہ چک)

✽...... میں ایک دل ہوں میری دھڑکن میری ماں ہے۔ (ڈاکٹر رئیس شاد-جہلم)

✽...... میں اپنے والدین سے بہت پیار کرتا ہوں آج زندگی میں جو کچھ ملا وہ میری ماں کی دعا ہے۔ (عمران علی بشیر-پھول نگر)

✽...... اے میری ماں آپ پر خوشیوں کی برسات ہو، آپ کا ہر پل خوشی میں گزرے، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر دلی مراد پوری کرے۔ (سمیع اللہ سمی-دری خیل)

✽...... لفظ ماں کے سامنے جہاں الفاظ کنجوسی کرتے ہیں وہاں دنیا کی ہر محبت ماند پر جاتی ہے، مختصر اتنا ماں ماں ہے، ماں کے بغیر یہ جہاں ویران ہے۔ (قمر تسلیم)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، جیسے ہی میں ڈیوٹی سے فارغ ہوتا ہوں تو اپنی ماں کو فون کرتا ہوں۔ (الفت علی بلوچ)

✽...... میری ماں دنیا کی سب سے اچھی ماں ہے اللہ اس کو لمبی عمر عطا کرے۔ (عمران فنا-حب ڈیم)

✽...... ماں قدرت کا وہ انمول تحفہ ہے جس کی جتنی بھی خدمت کی جائے کم ہے۔ (ایم آصف سہو-گگو منڈی)

✽...... ماں کا پیار ایک سمندر ہے جس کی گہرائی کو ماپنے کے لئے سائنس دان کوئی آلہ ایجاد نہ کر سکے۔ (واصف علی آرائیں-بھریار وڈ)

✽...... میری ماں بہت ہی اچھی ہے میرا ہر طرح کا خیال رکھتی ہے۔ (پینٹر جانی-اسلام آباد)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، آج میں جو کچھ ہوں اپنی ماں کی دعاؤں سے ہوں۔ (عبدالصمد SK-کراچی)

✽...... ماں کسی دولت ہیرے سونے سے کم نہیں ہے اس دنیا میں وہی انسان دولت مند ہے جس کی ماں زندہ ہے۔ (بے وفا ایم زیڈ اے-کراچی)

✽...... میری ماں مجھے بہت یاد آتی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جگہ عطا کرے۔ (عبدالستار انجم-قصور)

✽...... میری پیاری ماں میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں، اس دنیا میں صرف تو ہی میرے لئے جنت ہے۔ (رئیس ارشد)

✽...... ماں سے پیار کا اظہار میں کس طرح کروں میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔ (عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھہ)

✽...... ماں کے چہرے کی طرف دیکھنا خوش ہو کر، ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔ (ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ)

✽...... ماں ایک ایسی الفت ہے جو چاہنے سے نہیں نہ چاہنے سے ختم ہوتی ہے۔ (ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

✽...... ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے، ماں کی قدر کرو اور جنت میں جگہ بناؤ۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں میرے لئے جنت ہے۔ (زبیر ایس-میلسی)

✽...... میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے، میری اللہ سے دعا ہے کہ میری ماں کو قیامت تک سلامت رکھنا۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور)

✽...... ماں پھولوں کی مہک، چاند کی چاندنی، ماں کی واحد ہستی ہے جس سے سچے دل سے پیار ملتا ہے۔ (افتخار حسین مجنوں تریکو-سکردو)

✽...... مجھے میری ماں سے بہت پیار ہے، اللہ تعالیٰ میری ماں کا سایہ ہمیشہ میرے اوپر قائم رکھے۔ (کنول تنہا-بھکر)

✽...... ماں کے بغیر زندگی ادھوری ہے اگر دوستو! زندگی کو سمجھنا ہے تو ماں کے قدموں کو چومو۔ (دین محمد بگٹی-کراچی)

✽...... میری ماں میرا سب کچھ ہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ (عکاس احمد-حضرو، اٹک)

✽...... اے اللہ میری ماں کو تا روز محشر سلامت رکھ اور میری عمر میری ماں کو دے دے۔ (الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

✽...... ماں سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو ماں کی قدر کرو۔ (محمد ندیم قاسمی-جھنگ صدر)

✽...... میری امی جان میری زندگی ہیں، میں اپنی امی جان سے بہت پیار کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میری امی کا سایہ قیامت تک میرے سر پہ قائم رہے۔ (ایم خالد محمود سانول-مروٹ)

○✽○

*...... میری ماں میری جنت ہے، خدا کرے کہ آپ کا سایہ سلامت رہے۔ (ظفر نور-اوباوڑہ)

*...... ماں کے نافرمان کو جنت تو کیا جہنم بھی نہیں ملے گی۔ (ایم وائی سچا-جدہ)

*...... دوستو ماں کی قدر کرو، ماں ہے تو سب کچھ ہے، ماں نہیں تو کچھ نہیں۔ (عارف حسین-جام پور)

*...... ماں دنیا کی وہ عظیم ہستی ہے جسے اگر پیار سے دیکھ لیا جائے تو پھر بھی نیکیاں ملتی ہیں۔ (حماد ظفر ہادی-گوجرہ)

*...... ماں سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں اگر تم دنیا میں عزت اور برتری چاہتے ہو تو ماں کی قدر کرو۔ (محمد عباس جانی AS- چک نمبر 75/12L)

*...... میری ماں بہت پیاری تھی بہت پیار کرتی تھی مگر زندگی نے وفا نہ کی میں ماں کو بہت زیادہ یاد کرتا ہوں۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

*...... کاش! میری ماں ہوتی میں بھی اس عید کو خوشیوں کی طرح مناتا۔ (محمد لقمان اعوان-شیخوپورہ)

*...... ممی جب میں آپ کو اپنی کسی خوشی میں خوش دیکھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ جیون کی ساری خوشیاں میری جھولی میں سمٹ آئی ہوں۔ (محمد عارف-حب)

*...... میری ماں اس وقت بہت بیمار ہے جواب عرض کے قارئین سے گذارش ہے میری والدہ کی صحت کے لئے دعا کریں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

*...... مجھے وہ لفظ ہی نہیں مل رہے جو میری ماں سے میرے پیار کا اظہار کر سکیں، سو میں ان جذبوں کو بے لفظ ہی رہنے دیتا ہوں۔ (ندیم احمد ساحر-حیدر آباد)

*...... او پیاری سویٹ سی میری ماں تیری عظمت پہ لاکھوں سلام۔ (حافظ شفیق-کوٹلی)

*...... ماں دل کا چین اور سکون ہوتی ہے۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

*...... میری جان سے پیاری ماں میرا ہر پل خیال رکھنے والی ماں میری دعا ہے اللہ آپ کو میرے سر کے بالوں کے برابر زندگی عطا فرمائے۔ (سلطانی-آزاد کشمیر)

*...... ماں جنت ہے، جب بچے ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں انہیں جنت مل جاتی ہے۔ (مولانا عبدالغفور نقشبندی-حافظ آباد)

*...... کوئی پھلاں دا سہرا ہووے، ماواں بھاجوں لوکو کالا اندھیرا ہووے۔ (محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا)

*...... ماں خوشی ہے، ماں سکون ہے، ماں عبادت ہے، ماں دولت ہے، ماں شفقت ہے۔ (فنکار شیراز زمان پشاوری-پشاور)

*...... ماں یہ دنیا چھوڑ کر چلی گئی اب ہمارا باپ بھی ہمیں روتے ہوئے چھوڑ گئے ہیں، اب ہماری زندگی دکھوں میں بیتے گی۔ (امجد وکی کوروٹانہ-لکڑیانوالہ)

*...... ماں قدرت کا وہ حسین اور انمول تحفہ ہے جو زندگی میں صرف ایک بار ملتا ہے اس لئے اپنے والدین کی خدمت کریں ابھی وقت ہے۔ (محمد حسین تنہا-کوہستان)

*...... ماں ہر گھر میں پھول ہوتا ہے، جس گھر میں ماں نہیں ہوتی وہ گھر ویران ہے۔ (سپاہی ملک طیب اعوان-کھیری)

*...... مجھے اپنی ماں سے بے پناہ عقیدت ہے، میں رات کے دو بجے بھی گھر آؤں تو میری ماں میرے لئے جاگ رہی ہوتی ہے۔ (آتش گورمانی-مظفر گڑھ)

*...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں بعض دفعہ غصے میں نہ جانے اس سے کیا کچھ کہہ جاتا ہوں اور بعد میں مجھے پچھتاوا ہوتا ہے۔ (زاہد عباس-دیپالپور)

*...... مجھے ماں سے بے حد پیار ہے مگر ماں اس وقت دنیا میں نہیں ہے، ماں کی کمی محسوس کرتا ہوں۔ (اشفاق دکھی-دوکوٹہ)

*...... میری ماں سدا سلامت رہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (فیاض احمد-مظفر گڑھ)

*...... ماں وہ پاک ہستی ہے جس نے نبی، رسول، پیغمبر، صحابی، ولی، غوث، قطب، ابدال پیدا کئے مگر ہم کیا ہیں یہ بتا نہیں سکتے۔ سوری! (محمد افضل اعوان-گوجرہ) *

میں واقعی ایک اچھا دوست خدا بہتر جانتا ہے کون اچھا ہے، ویسے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں کسی کو غم نہ دوں۔ (نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ (حافظ فیاض احمد کنول-دیپالپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست فون پر جتنے بھی جواب عرض کے فرینڈ ہیں وہ اچھا ہی کہتے ہیں۔ (سراج خان-کرک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں اپنے دوستوں کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں، میرے لئے دوستی ہی سب کچھ ہے۔ (رانا بابر علی ناز-چوہنگ، لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست دوست کا تب پتہ چلتا ہے کہ اپنے دوستوں کے ساتھ وہ دھوکا نہ کرے، دوست وہی اچھا ہے کہ اس کے دوست اس کی صفت کریں۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ میرے پیارے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (منظور اکبر اداس-جھنگ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ اگر مجھے دوست کہے کہ تم میرے لئے دنیا چھوڑ دو تو میں تیار ہوں۔ اسلام کی حدود میں رہ کر کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ (شبیر حیدر واصف-حب پور سیداں)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں واقعی اچھا دوست ہوں، اپنے آپ کو برا کون کہے گا۔ (امین مراد انصاری-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہو سکتا ہوں اگر میری وجہ سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ (خالد فاروق آسی-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست مجھے اپنے آپ پر فخر ہے کہ میں نے کسی سے آج تک بے وفائی نہیں کی اور نہ ہی کروں گا۔ ان شاء اللہ! (اشفاق احمد دکھی-دوکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، جواب عرض کے قارئین مجھ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں ہر کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے ہر کوئی میری تعریف کرتا ہے۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں یہ تو تب پتہ چلے گا جب کوئی آزمائے گا۔ (مظہر عباس تنہا-چک 9ب عبدالحکیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (غلام شبیر سحر-مین بازار بھلوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں اس کا تو پتہ دوستوں سے ہی چلتا ہے کیونکہ اپنے منہ سے تو ہر کوئی میاں مٹھو بنتا ہے۔ پتہ تب چلتا ہے جب کوئی دوسرا آپ کے بارے میں کہے۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں مگر میرے ساتھ کسی نے وفا نہیں کی (ثمر اعجاز مریز بشیر گوندل-گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو مجھ کو معلوم نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں اچھا دوست ہوں یا نہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (عبدالصمد ایس کے گبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور مخلص دوست کی تلاش میں ہوں۔ (ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میں تو نہیں بتا سکتا میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (رائے جاوید-فورٹ عباس)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے سب دوست اچھے ہیں، میرے ساتھ مخلص ہیں میں ہی غلط ہوں جو آج تک میں ان کا اچھا دوست ثابت نہیں ہو پایا۔ (زاہد عباس-دیپالپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں، میرے اچھے دوست مجھے غلط سمجھ کر چھوڑ جاتے ہیں۔ (آتش گورمانی-مظفر گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں نے جس سے بھی پیار کیا اسے دل سے چاہا اسی کے ساتھ وفا کی ہے لیکن ہمیں تو درد زمانے نے صرف بے وفائی ہی دی ہے۔ (سپاہی ملک طیب اعوان-کھیری شریف) ☆
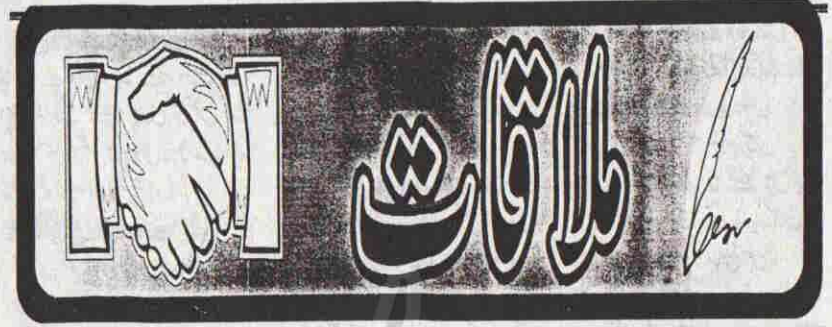
حافظ فیاض احمد کنول

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب کا مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: سکنہ بہاول داس، ڈاک خانہ خاص، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

ریاض احمد

عمر: 41 سال
تعلیم:
مشغلے: محبوب کو یاد کرتے رہنا، لکھنا پڑھنا
پتہ: باغبانپورہ، تحصیل لاہور کینٹ، ضلع لاہور

ملک عبدالرحمان ساحل

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت عمران کریانہ سٹور، پرانا کارخانہ، ناز سینما روڈ، محلہ شریف پورہ، خان پور، ضلع رحیم یار خان

محمد عمران بٹ

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: رسائل پڑھنا لکھنا
پتہ: ڈھوک ڈل، ڈاک خانہ پتھیہ داہیمال، تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم

سید نادر علی شاہ فراق

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، اخبار پڑھنا، چھوٹوں سے پیار کرنا
پتہ: معرفت ریحان میڈیکل سٹور، کالج روڈ، شاہ پور جاکر، ضلع سانگھڑ

مدثر سعید تبسم

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: گاؤں ماڑی، تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک

واصف علی آرائیں

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، دکھی لوگوں سے ہمدردی کرنا
پتہ: سندھ ڈینٹل کلینک اینڈ آپٹیکل، بھریا روڈ، ضلع نوشہرو فیروز

بشیر سانول

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: لساں نواب، ضلع مانسہرہ

جنید اقبال

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: بیڈ منٹن اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: محلہ خانگی نزد حبیب بینک نور بخشی، تحصیل و ضلع اٹک

رابعہ نعمان کیانی

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کوٹلی لیپاں، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع سوہاوہ

ملک محمد طاہر

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

مظہر عباس تنہا

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک نمبر 9 ب عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

غلام مصطفیٰ عرف موجو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل شاہ پور صدر، ضلع سرگودھا

ساجد علی زاہد سیال

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: موضع کابلی، ڈاک خانہ رجانہ P/S من، تحصیل و ضلع جھنگ

مختیار احمد چنڈور

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: یونین بک سینٹر، جلہ جیم، تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

جواد احمد آکاش

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، کتابیں پڑھنا
پتہ: ساجد موبائل اینڈ ریپئرنگ شاپ، نزد حبیب بینک مکھڈ روڈ جنڈ، تحصیل و ضلع اٹک

محمد اشرف زخمی دل

عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: جانے والوں کا انتظار کرنا
پتہ: ننکانہ صاحب

عبدالصمام

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: شہر جنڈ، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

محمد محسن ساغر

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: گلی نمبر 3، شاہنواز کالونی، عارف والا، ضلع پاک پتن شریف

محمد حسن اقبال للقادری

عمر: 60 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: صوتیاتی و بصریاتی علم کی روشنی میں عوام الناس کے مسائل کا حل تلاش کرنا
پتہ: 223 ستلج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

ملک ظفر منشی

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، دوستی کرنا
پتہ: عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

مصطفیٰ گل بلوچ
عمر:17 سال
تعلیم:
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گلی نمبر 1، جامع مسجد روڈ، جا کیواڑہ، لیاری، کراچی

نوید اقبال
عمر:18 سال
تعلیم:
مشغلہ: لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: بمقام جھنڈوں، ڈاک خانہ گھسیٹ پور، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

عبدالرشید بزنجو
عمر:28 سال
تعلیم:
مشغلہ: ہر انسان سے محبت کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، ڈاک خانہ شیخ آباد، تحصیل گڈانی، ضلع اٹک

فنکار شیر زمان پشاوری
عمر:32 سال
تعلیم:
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، پرانی پاکستانی فلمیں دیکھنا
پتہ: محلہ توحید کالونی نمبر 1، شاہین مسلم ٹاؤن، پشاور شہر

ایم وکیل عامر جٹ
عمر:20 سال
تعلیم:
مشغلہ: خدمت خلق کرنا
پتہ: چک نمبر 152/9L، تحصیل وضلع ساہیوال

سید محسن رضا
عمر:21 سال
تعلیم:
مشغلہ: دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: محلہ صادق آباد، کھاریاں روڈ، نزد نیو غلہ منڈی جالپور جٹاں، ضلع گجرات

محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ
عمر:46 سال
تعلیم:
مشغلہ: صوبہ ہزارہ والوں سے دوستی کرنا
پتہ: معرفت بابو ارشاد سبزی والا، گاؤں سیج پور، ڈاک خانہ لساں نواب، تحصیل وضلع مانسہرہ

فیصل حیات
عمر:17 سال
تعلیم:
مشغلہ: بچوں سے پیار کرنا، دوستی کرنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9ب، عبدالحکیم

محمد حمزہ
عمر:14 سال
تعلیم:
مشغلہ: دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9ب عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

عبدالوحید ابرار بلوچ
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتہ: ضلع آواران نوندڑہ، بلوچستان

ندیم جان گوپانگ
عمر:19 سال
تعلیم:
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: سونا پی سی او، علی آباد روڈ، اوستہ محمد، ضلع جعفر آباد

محمد شعیب مجبور
عمر:21 سال
تعلیم:
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: نزد گورنمنٹ ہائی سکول، بگن کورم ایجنسی، پارہ چنار، ڈاک خانہ ٹل

اللہ دتہ بے درد
عمر: سال
تعلیم:
مشغلہ: صرف جواب عرض رائٹر
پتہ: ذوالفقار کالونی، پھلروان، بھلوال

امجد وکی کوروٹانہ
عمر:26 سال
تعلیم:
مشغلہ: بے وفا لوگوں سے نفرت کرنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سکھیکی منڈی، ضلع حافظ آباد

عالمگیر تبسم
عمر:20 سال
تعلیم:
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا
پتہ: رکھ گیگرانوالی، جھنگی نزد جامع مسجد شہیداں والی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل وضلع گوجرانوالہ

نوید احمد
عمر:52 سال
تعلیم:
مشغلہ: مطالعہ، ایس ایم ایس، فونک دوستی
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 2191، لاہور جی پی او

مدثر علی مدثر
عمر:23 سال
تعلیم:
مشغلہ: اچھے دوستوں سے بے پناہ محبت کرنا
پتہ: معرفت حاجی خادم الیکٹریشن ورکس، اگوکی چک، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ

محمد ذیشان سعید
عمر:22 سال
تعلیم:
مشغلہ: قلمی و فونک دوستی کرنا
پتہ: نزد چمنی شاہ روڈ، محلہ کوہ نور کالونی، گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

معاویہ عنبر
عمر:20 سال
تعلیم:
مشغلہ: حقائق کا اصلی شکل میں مطالعہ کرنا
پتہ: موضع احمد بگھیلا، چاہ طریقیاں والا کھوہ، ڈاک خانہ داوڑہ بالا نزد ہڑپہ شہر تحصیل وضلع ساہیوال
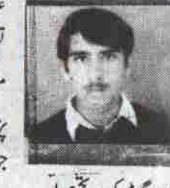
خضر علی ملک
عمر:22 سال
تعلیم:
مشغلہ: اپنی بیٹی کو یاد کرنا
پتہ: ڈاک خانہ و بمقام گنڈاکس، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

ساجد اعوان ساجد
عمر:24 سال
تعلیم:
مشغلہ: تنہائی پسند، اچھے دوست کی تلاش
پتہ: سرینا انڈسٹری، 22 کلومیٹر شیخوپورہ روڈ، قلعہ ستار شاہ، شیخوپورہ

سعید احمد عرف مزمل فراز
عمر:21 سال
تعلیم:
مشغلہ: دوستوں کی پکچر اکٹھی کرنا اور خدمت خلق کرنا
پتہ: چک نمبر L 5/14، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

محمد خاں انجم
عمر: سال
تعلیم:
مشغلہ: صرف اپنے غموں کو شاعری میں ڈھالنا
پتہ: معرفت ڈاکٹر بابر علی شاہ لدھے وال، پوسٹ آفس بصیر پور، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

محمد شوکت
عمر: سال
تعلیم:
مشغلہ: کتابیں پڑھنا خصوصاً جواب عرض
پتہ: گاؤں بونیرا، پوسٹ آفس کالج دوراہا، تحصیل وضلع مانسہرہ ہزارہ ڈویژن

عمران علی شیر انصاری
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے اچھے دوست بنانا
پتہ: محلّہ مدینہ کالونی، نزد ایک مینار والی مسجد، بھائی پھیرو

نبیل احمد گبول
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ سیدھاوے، ڈاک خانہ مرادمیمن گوٹھ، شہر کراچی

ریاض احمد زیڈ لُوکا
عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 28 گ ب، ڈاک خانہ شامردا چک، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

اعجاز حسین
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: بنی خان گڑھ، ڈاک خانہ بستی درگھ، تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

رانا عمران
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: سب سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 11/8AR، ڈاک خانہ میاں چنوں، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

افتخار حسین مجنوں تریکو
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: تریکو، ڈاک خانہ ڈمبوداس، تحصیل ردندو، ضلع ملتستان

عبدالصمد ایس کے گبول
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ، شہر کراچی، ضلع ملیر

محمد وکیل بنگالی
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: پورا دن ایس ایم ایس کرنا
پتہ: کوارٹر نمبر F-9، ورکار کالونی، ڈاک خانہ مطلی، تحصیل کنری، ضلع ٹھٹھہ

ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: گوٹھ ذوالفقار آباد باری شاخ، اوستا محمد، ضلع جعفر آباد

سردار محمد اقبال خان مستوئی
عمر: 29 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سردار گڑھ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

شواز اللہ آرمانی خٹک
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ ترخہ کہوئی، تحصیل و ضلع کرک

محمد سرفراز زیاض بھٹی
عمر: 06-05-1997
تعلیم:
مشغلے: سماجی کام کرنا، جواب عرض پڑھنا، دوستی کرنا
پتہ: کشمیری کالونی، مٹھن کوٹ، ضلع راجن پور

سہیل آصف
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 129/RB، رنبھوال، تحصیل چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد

میاں محمد عرف دکھی
عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: بمقام میروی چوک نوشہرہ، ڈاک خانہ نوشہرہ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

محمد عظیم علی پردیسی
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: مکان نمبر 850، محلّہ ڈھب والا، قلعہ دیدار سنگھ

امین مراد انصاری
عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس کرنا
پتہ: 33- سنگل سٹوری، ایریا 5/F، لال مارکیٹ، نیو کراچی

نثار احمد حسرت
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا اور جواب کے لئے لکھنا
پتہ: نور جمال شمالی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

ریاض احمد
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: نئے دوست بنانا
پتہ: ڈاک خانہ رحیم آباد، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

چوہدری نثار احمد
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ بینی
پتہ: گھت، ڈاک خانہ گڑھی دوپٹہ، تحصیل و ضلع مظفر آباد، آزاد کشمیر

ظہیر عباس انجم
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 69/F فتح، ڈاک خانہ 71/F فتح، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولپور

محمد طیب کنول
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی
پتہ: معرفت ظفر اصغر ٹینٹ فیکٹری، 21 کلومیٹر فیروزپور روڈ، لاہور

عبداللہ خان
عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: مکان نمبر 190، سیکٹر نمبر 4، محلّہ انورہ، کھلابٹ، ٹاؤن شپ

شاہد اقبال خٹک
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا دوست کی تلاش
پتہ: گاؤں مرکی خیل SK، ڈاک خانہ جندری، تحصیل و ضلع کرک

قربان علی ایری
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری لکھنا اور شاعری پڑھنا
پتہ: غلام رسول بنگلزئی سائیکل ورکس، بھاگ شہر، ضلع بولان

دوست محمد خان وٹو

عمر: سامنے ہوں
تعلیم:
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: پاک ٹیلر، لتی لال روڈ، لیہ

اللہ دتہ بے درد

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: میٹرک
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: عسکری 14 سیکٹر، سٹریٹ 16، ہاؤس نمبر 487، راولپنڈی

ملک عاشق حسین

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: بی اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: موضع مسا سندیلہ، پی او ہیڈ بکائنی، تحصیل جتوئی، ضلع مظفر گڑھ

مجید احمد جائی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: ملتانی چاہ جائی والہ، موضع بلی والہ، مین بہاولپور روڈ، تحصیل وضلع ملتان

انتظار حسین ساقی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: چک نمبر 594 گ ب، باسی کھچیاں بھٹیاں، ڈاک خانہ تاندلیانوالہ، تحصیل وضلع فیصل آباد

ایم جاوید نسیم چوہدری

عمر: 42 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: 9 عبداللہ پور، فیصل آباد

احمد مجتبیٰ دکھی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: تحصیل عیسیٰ خیل، پوسٹ آفس کالا باغ، مین بازار کالاباغ، ضلع میانوالی

ایم مجاہد چاند

عمر: 30 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: ہاشم ٹیلرز، گلی نمبر 5، مین بازار نمبر 3، رضا آباد، فیصل آباد

شیخ اللہ دتہ

عمر: 25 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: پنڈی بھٹیاں، ضلع حافظ آباد

جبرائیل آفریدی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: ناصر آباد

ایم خالد محمود سانول

عمر: 25 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

بشیر سانول

عمر: 21 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش کرنا
پتہ: ضلع راولپنڈی، تحصیل ٹیکسلہ، واہ کینٹ

ماہ اگست 2011ء

......ابھی ماہ اگست میرے سامنے ہے۔ اپنے نام کے ساتھ رانی وہ تم ہو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی بعد میں بہت سارے لوگوں کی کال بھی آئی مجھے پتہ ہے جواب عرض کے دوست میرے ساتھ بہت پیار کرتے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں جو آپ سب کا شکریہ ادا کروں۔ باقی خالد سانول، شہزاد سلطان کیف، آمنہ راولپنڈی، اے آر راحیلہ، صدا حسین صدا، الطاف حسین دکھی آپ سب تو کمال کے لوگ ہو اللہ تعالیٰ آپ سب کو دولت ایمان سے مالا مال کرے۔ باقی جو نئے دوست لکھ رہے ہیں خدا ان کے قلم میں محبت پیار کی طاقت بخشے۔

..................ایم وائی سچا- جدہ

ماہ ستمبر 2011ء

......اس وقت ماہ ستمبر کا جواب عرض میں نے مکمل پڑھ لیا ہے۔ اسلامی صفحہ بہت ہی اچھا رہا اور آپ کا ذاتی صفحہ بھی ہر بار کی طرح اس بار بھی بہت ہی اچھا تھا۔ شاعری میں اس بار اپنی شاعری بھی پڑھنے کو ملی میں آپ کا اس بار بھی بہت مشکور ہوں اور تمام شاعروں بالخصوص کشور کرن، انتظار حسین ساقی، ثناء ماہ نور، اے ناز بلوچ، آمنہ راولپنڈی، بھائی جمیل فدا، بھائی شہزادہ سلطان کیف، ایم افضل جواد اور جبرائیل آفریدی کالا باغ، مشال سنگنی گوجر خان، بھائی رب نواز بھٹی صاحب، ڈاکٹر رئیس اقبال جہلم اور میری سب سے پیاری بہناں اے آر راحیلہ جھمرہ سٹی نے بہت کمال کی شاعری پیش کی سب چھوٹے بڑے شاعروں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں لیکن آئینہ روبرو میں میری پیاری بہن راحیلہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تنہا نہیں ہوں کچھ گلے شکوے کرنا تو بہنوں کا بہت اچھا لگتا ہے۔ بھیا شہزادہ صاحب میری شاعری میں ماہ ستمبر میں غلط نمبر شائع ہوا ہے کمپوزنگ کی چھوٹی سی غلطی سے لیکن پلیز بھیا جی اس بار درست نمبر شائع کر دینا۔ میں اپنے تمام چاہنے والوں کو اور تمام جواب عرض کے اپنے دکھی بہن بھائیوں کو محبت اور چاہتوں بھرا اسلام پیش کرتا ہوں۔

..................احمد مجتبیٰ دکھی- کالا باغ

......ماہ ستمبر 2011ء کا بہت جلد مل گیا۔ ابھی اگست کی یادیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ ستمبر کا جواب عرض مل گیا۔ عید کی آمد آمد تھی۔ ماہ رمضان کی برکتیں لوٹ رہے تھے۔ جب جواب عرض ملا تو خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔ ٹائٹل بہت بیوٹی فل تھا۔ انڈین اداکارائیں دونوں طرف براجمان تھیں۔ کاش کبھی پاکستانی تصویریں لگ جائیں۔ خیر اسلامی صفحہ پا کر دل خوشی سے منور ہو گیا۔ کم سہی لیکن کچھ ملا تو سہی۔ اس کے بعد ذاتی صفحہ پڑھنے کو ملا بہت شکریہ شہزادہ عالمگیر صاحب جو آپ ہمیں اپنا حال دل سناتے ہیں۔ نئے لوگوں کی شاعری بہت عمدہ تھی جن میرے بہترین دوست احمد مجتبیٰ کالا باغ، انتظار حسین ساقی فیصل آباد، جمیل فدا خیر پوری نمایاں تھے۔ باقی آصفہ راولپنڈی، ثناء ماہ نور اور کشور کرن کی شاعری بھی زبردست رہی۔ انتظار حسین ساقی صاحب کبھی اپنی شاعری کی بک تو عنایت کیجئے۔ اس دفعہ جواب عرض نے عید

کی خوشیاں دوبالا کردیں۔ میرے کافی دوستوں کی سٹوریاں اور شاعری اول تھی۔ غزلیات سے فراغت کے بعد کہانیوں کی وادیوں میں غوطہ زن ہوا تو سب سے پہلے اقراء لاہور کی سٹوری ادھوری زندگی شاندار رہی میری طرف سے مبارک باد لیجئے۔ خزاں کے بعد احمد نجمی دکھی میاں نوالی میرے پیارے کیا نام کے ساتھ دکھی لکھنا ضروری ہوتا ہے، کیوں دل جلاتے ہو؟ جنت رو رہی ہے انتظار حسین ساقی بیسٹ آف گریٹ یار میری طرف سے پھولوں کے گلدن قبول کیجئے۔ مجبوریوں کے زخم صدا حسین صدا کیلا سکے بہت خوب دوست ہو سکے تو رابطہ کرنا۔ قصور کس کا زبیدہ خان ملتان میرے شہر کے ہیرے کہاں گم ہیں ہمیں بھی اپنی لسٹ میں شامل حال کرلیں۔ اللہ دتہ بے درد آخری خط لے کر جلوہ گر تھے بھائی جان کہاں گم ہو جاتے ہو نمبر تو آن رکھا کرو۔ تیرے پیار میں فرید اللہ تنہا خٹک کرک گریٹ ویری نائس۔ محبت بین کرتی ہے شازیہ وقاص بہت خوب لکھا آپ نے۔ ایم اشفاق بٹ ودہ لے کر شامل نگری تھے آپ کی آمد خوب رہی۔

✍ .... مجید احمد جائی۔ ملتان

ماہ اکتوبر 2011ء

✉...... ”غم کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے...... جانے والے تو پھر نہیں لوٹ کر آنے والے...... کتنی بے کیف سی رہ جاتی ہے دل کی بستی...... کتنے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے“۔ جس ہستی کے نام سے ہم لیٹر کی ابتدا کیا کرتے تھے آج لیٹر لکھتے ہوئے بہت عجیب لگ رہا ہے۔ یہ خبر جب میری دوست کشور کرن نے بتائی تو پتہ نہیں ہم کتنی دیر ان کی دکھ بھری باتوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ ہمیں خبر تک نہ ہوئی کہ وہ ہم کو کب چھوڑ کر چلے گئے۔ ہم آپ کی لمبی زندگی کی دعا کرتے رہ گئے اور آپ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ ہمارا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت اعلیٰ مقام دے اور آپ کی بخشش کرے اور آپ کے اہل خانہ اور ہم سب کو یہ شدید صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین!۔ اکتوبر کا شمارہ ہر ماہ کی طرح بہت خوبصورت تھا۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، شازیہ وقاص، کنول، عائشہ کرن، کرن نواب شاہ، اعجاز احمد، الیس امتیاز احمد، نادیہ حسن اور باقی سب کی بہت ہی اچھی شاعری تھی۔ آپ سب کو ہماری طرف سے مبارک باد۔ کہانیوں میں کشور کرن قسمت مجھ سے روٹھ گئی بہت دکھ بھری اور عجیب سٹوری تھی لکھنے کا انداز بھی بہت اچھا تھا۔ ریاض احمد باغبانپورہ آپ کی کہانی بہت بیسٹ تھی۔ محمد لقمان اعوان صاحب یادیں زندگی کا سہارا بے حد دکھی اور بہترین سٹوری تھی۔ آپ کے لکھنے کا انداز بھی اچھا تھا۔ نادیہ حسن وہ ملا جو کبھی اپنا نہ تھا آپ کی سٹوری مختصر اور ویری گڈ تھی تقدیر کے کھیل جمیلہ اختر واہ کینٹ بہت زیادہ دلچسپ کہانی تھی آپ کی۔ ضدی لڑکی ملک عمیر ناز، برباد محبت مشال گوجر خان اور جس کی اس شمارے میں کہانیاں تھیں سب کی سب بہت اچھی تھیں۔ باقی سب سلسلے بہت اچھے تھے اور جن دوستوں کو ہماری تحریریں اور ہماری شاعری اچھی لگی ان سب کا بہت بہت شکریہ۔

✍ .... نرگس ناز۔ سکھر

✉...... ماہ اکتوبر کا جواب عرض میں مکمل طور پر پڑھا چکا ہوں باقی شہزادہ عالمگیر صاحب مجھے جواب عرض پڑھتے اور لکھتے عرصہ پندرہ سال ہو گیا ہے میں ایک دکھوں کا مارا ہوا ہوں۔ باقی شہزادہ صاحب میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کیا آپ اپنے ایک فین کو ملاقات کا ٹائم دے سکتے ہیں۔ ضرور بتائیں باقی میں نے دو دفعہ ابھرتے ہوئے شاعر میں غزلیں بھیجیں مگر آپ نے شائع نہیں کیں۔ میں نے ایک بات اور نوٹ کی ہے وہ یہ ہے کہ جو جواب عرض کے مشہور رائٹر ہیں ان کی تحریریں دھڑا دھڑ لگ رہی ہیں اور لڑکیوں کی تحریریں بھی جلد شائع ہو جاتی ہیں اور ایک ایک لڑکی

کی بہت بہت تحریریں نظر آتی ہیں۔ شہزادہ بھائی آپ سے گذارش ہے کہ آپ سب قارئین کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا کریں۔

✍ .... محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ

دردِ غم نمبر ماہ نومبر 2011ء

✉...... اس وقت میں ماہ نومبر کا جواب عرض مکمل پڑھ چکا ہوں۔ نومبر کے ”جواب عرض“ میں میری صرف ایک غزل شائع ہوئی ہے۔ شہزادہ صاحب ابھرتے ہوئے شاعروں میں دو دفعہ غزلیں بھیجی ہیں اور ابھی تک انتظار میں ہوں۔ کہانیوں میں جو کہانی اچھی لگی ان میں قبولیت کا گھڑی ایم نجمی کالا باغ، پردہ جناب ریاض حسین شاہد نے سب کو آئینہ دکھایا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہی الفاظ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یہ ایک اچھی کوشش ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک باد قبول فرمائیں۔ باقی کہانیوں میں حاجرہ غفور لیہ کی کہانی اب کوئی غم نہیں بھی ایک سبق آموز کہانی تھی جو کہ بہت پسند آئی، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی کی کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ دردِ غم انتظار حسین ساقی، وفا کی سزا کرن ریاض لاہور ان سب کی کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں ان سب کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو باقی ”جواب عرض“ کو چھوڑنے کے لئے میرے اوپر بڑا دباؤ ہے مگر میں جواب عرض کو چھوڑ نہیں سکتا۔ باقی اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا دیا ہے اور میں اب اپنے بیٹے کے سہارے جینا چاہتا ہوں لیکن یہ دنیا کسی غریب کو جینے نہیں دیتی اور آخر میں ”جواب عرض“ کے سب بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ میرے بیٹے کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لمبی زندگی دے۔ آمین! اور آخر میں دعا گو ہوں کہ ”جواب عرض“ یونہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔

✍ .... محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ

✉...... ماہ نومبر کا رسالہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہیا در پورا پڑھ چکا ہوں اور پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ نومبر کا شمارہ زبردست نہیں تھا دو تین کہانیاں پرانی تھیں اور باقی کہانیاں بھی دلچسپ نہیں تھیں۔ کچھ رائٹرز نے تو بالکل فضول کہانیاں لکھی تھیں جو کہ پڑھتے ہوئے بالکل مزہ نہیں آیا تاہم شعر و شاعری بتہ اچھی تھی خطوط کا سلسلہ اچھا تھا اور گلدستہ اچھا رہا کچھ کالم شائع نہیں ہو رہے ان کو دوبارہ شروع کیا جائے مثلاً مختصر اشتہارات، رشتے ناطے اور دکھ درد ہمارے۔ جبرائیل آفریدی، الطاف دکھی، اللہ دتہ بے درد اور سرفراز کشمیری رابطہ رکھنے کا بہت بہت شکریہ۔

✍ .... پرنس مظفر شاہ۔ پشاور

✉...... اللہ آپ کو اپنے باپ شہزادہ عالمگیر صاحب کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ پاک شہزادہ عالمگیر صاحب کی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین! یقین جانئے ہمیں شہزادہ صاحب کی جدائی کا سن کر دلی صدمہ ہوا ہے۔ یقین ہی نہیں ہوتا تھا کہ شہزادہ صاحب کی وفات ہو چکی ہے لیکن بھائی اس دنیا میں جو بھی آیا ہے جانے ہی کے لئے آیا ہے۔ اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ سب کو، تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!۔ باقی ماہ نومبر کا شمارہ دردِ غم نمبر واقعی ہم سب کے لئے ایک بہت بڑا غم لے کر آیا جن دوستوں نے میری کاوشوں خزاں کے بعد ماہ ستمبر میں اور قبولیت کی گھڑی نومبر میں پڑھ کر میری تحریروں کو سراہا ان کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔

✍ .... احمد نجمی دکھی۔ کالا باغ

✉...... نومبر کا شمارہ دردِ غم نمبر میرے ہاتھوں میں ہے کافی اچھا ہے لیکن جواب عرض کا کوئی جواب نہیں۔ مجھے جواب

عرض پڑھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے اور دکھ درد ختم ہو جاتے ہیں۔ ذاتی صفحہ تو جواب عرض کی زینت بنا ہوا ہے۔ ایسے لگتا ہے ذاتی صفحہ جیسے جواب عرض کے ماتھے پر جھومر ہو۔ شہزادہ صاحب آپ نے میرے تمام خطوط شائع کئے ہیں آپ تمام قارئین کے لئے گویا ایک مسیحا ہو۔ لوگ تو جواب عرض کو پوجتے ہیں اور میں تو اس کا پرانا قائل ہوں۔ نومبر کے شمارہ میں سٹوریز کافی اچھی تھی جن میں الجھے رشتے کشور صاحبہ، سنگدل باپ حکیم جاوید، میرا کیسا امتحان ماریہ جی، پردہ ریاض صاحب اور بھی کافی اچھی ثابت ہوئیں۔ میں ان لکھاریوں کا شکر گذار ہوں جو کہ اتنی محنت لگن اور ایک نیا رنگ چڑھا کر جواب عرض کو پذیرائی دیتے ہیں۔

.... فیض اللہ فیض۔ دربار کچی سرور

......ماہ نومبر پیارا رسالہ جلد ہی مل گیا۔ اس بار بھی ذاتی صفحہ بہت ہی اچھا تھا اس کے بعد خوبصورت، شاعروں میں کشور کرن، صدا حسین صدا، ایم خالد محمود سانول، احمد دکھی، ساگر گلزار کنول، بشیر سانول اور ساجد اعوان ان سب کی اور باقی کی بھی شاعری اچھی بہت ہی اچھی لگی۔ اس کے بعد کہانیوں میں کشور کرن، احمد دکھی اللہ دتہ بے درد، شازیہ وقاص، ماریہ الماس، حاجرہ غفور اور اس کے بعد نینا ٹھگ لیں گے انتظار حسین ساقی کی سٹور بہت ہی اچھی لگی۔ مگر اس بار خالد محمود سانول اور صدا حسین صدا کی کوئی سٹوری نہیں آئی جس کی وجہ سے ہر ماہ بے چینی کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ باقی سب کی بھی سٹوری اچھی لگی۔ میری سب رائٹرز سے یہی خواہش ہے کہ آپ ہر بار اسی طرح سٹوری لکھتے رہیں۔

.... راجہ کامران کمانڈو۔ کسووال

......ماہ نومبر کا شمارہ دردغم میں نے کوئٹہ سٹیشن سے لیا۔ ابی تک مکمل نہیں پڑھا۔ آٹھ ماہ بعد آپ کی بزم میں حاضری دے رہا ہوں تھوڑا بزی تھا جس کی وجہ سے حاضری نہ دینے پر معافی چاہتا ہوں۔ اب آتے ہیں ابھرتے شاعروں کی طرف تو سب سے پہلے اے آر راحیلہ صاحبہ کی شاعری اچھی ہے۔ بندے کا پڑھنے کو من کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایم خالد محمود سانول کی شاعری بھی اچھی ہوتی ہے۔ آپ دونوں کی شاعری کا کوئی جواب نہیں۔ کہانیاں ساری اچھی تھیں۔

.... فخر سانول۔ کانوی

......ماہنامہ جواب عرض نومبر 2011ء دردغم نمبر کی صورت میں ہم تک پہنچا سارا کھنگال ڈالا مگر اپنی تحریر نہ دیکھ کر ہمیشہ کی طرح مایوسی ہوئی۔ بہت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے جواب عرض سے لکھنے کی شروعات کی تھی مگر اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی ہماری کچھ تحریروں کے سوائے کوئی خاص تحریر شائع نہ ہوئی۔ کچھ سال اسی وجہ سے احتجاجاً جواب عرض میں لکھنا بند کر دیا اور اب جبکہ ہمارا نام مختلف اخبارات و رسائل میں چھپنے لگا ہے ہم نے سوچا اب ٹرائی کرتے ہیں اور یوں پانچ چھ مہینے پہلے خط لکھ دیا۔ وہ شائع ہوا اس کے بعد ہم مسلسل لکھ رہے ہیں۔ یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ ایسے سلسلے ہیں جن میں سالوں سے ایک جیسی تحریریں دوسرے ناموں سے شائع ہو رہی ہیں لکھنے والوں کا حلقہ بہت بڑھ گیا ہے۔ جیسے پسندیدہ اشعار، ماں سے پیار کا اظہار، ملاقات کو تو بند ہی کر دیں اس کی جگہ کبھی کبھی کسی ایک کا تعارف شائع کریں اور مجھے شکوہ ہے بھی پلیز بند کر دیں۔ نئے سال سے نئے سلسلے شروع کر دیں تو بہتر رہے گا۔

.... عبدالمالک کیف۔ صادق آباد

......ماہ نومبر کا جواب عرض جلد پا کر بہت خوشی محسوس ہوئی اس مرتبہ سٹوریاں بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ سب سے زیادہ بیسٹ سٹوری نئے رائٹر انتظار حسین ساقی کی سٹوری دردغم تھی اور دوسری سٹوریاں الجھے رشتے سنگدل باپ، میرا یہ کیسا امتحان ہے بھی اچھی سٹوریوں میں شامل تھیں۔ اس مرتبہ جواب عرض میں زیادہ تر نئے رائٹرز کی

سٹوریاں شامل تھیں۔ کشور کرن کی شاعری بھی دل کو لگی۔ غزلوں پر انہوں نے کافی محنت کی ہوئی تھی۔ ابھرتے ہوئے شاعروں کی غزلیں پڑھ کر میں بھی بہت زیادہ غزلیں بھجتا ہوں تا کہ میں بھی ابھرتے ہوئے شاعروں میں شامل ہو سکوں۔ جواب عرض میں اپنی تحریریں دیکھ کر حد درجہ خوشی ملتی ہے اور میری یہ خوشیاں دوبالا تب ہوں گی جب میں ابھرتے ہوئے شاعروں میں اپنی تحریریں شامل کرا سکوں گا۔

.... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

......ماہ نومبر کا شمارہ دردغم نمبر میرے ہاتھوں کی زینت بنا ہے ٹائٹل پہ حسینہ واقعی بے مثال ہے۔ بھیا جی آپ سے بہت شکایتیں ہیں آپ پہلے تو میری تحریروں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں اور اگر کچھ شائع بھی کرتے ہیں وہ بھی کانٹ چھانٹ کر۔ بتایئے ایسا ناروا سلوک کیوں؟ کہانیوں میں الجھے رشتے کشور پتوکی، سنگدل باپ حکیم جاوید، میرا یہ کیسا امتحان ماریہ الیاس گجرات، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، دردغم انتظار ساقی اور محبت زندہ باد مس صائقہ آزاد کشمیر کی سٹوریاں واقعی منفرد اور لاجواب تھیں۔ مس آمنہ جی سٹوری لکھتے وقت کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش کیا کریں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں مس کشور کرن، مس صائمہ، ساجد اعوان ساجد، سید ہمراز نرائن اور ساگر گلزار کنول کی شاعری بہترین تھی۔ مس صائمہ آزاد کشمر اچھی شاعری کرنے پر مبارک ہو آپ کو دل کی گہرائیوں سے۔

.... عمران انجم راہی۔ تتہ پانی

......ماہ نومبر کے شمارے کو پاکستانی گیٹ جڑانوالہ میں مہکتے ہوئے پایا تو فوراً خرید لیا کیونکہ سر جی سارا مہینہ اسی کے انتظار میں گزر جاتا ہے۔ ستمبر کے ناول میں اقراء باجی کی سٹوری ادھوری زندگی بہت زیادہ پسند آئی۔ شہزادہ جی میں اداسی کی زندگی گزار رہا ہوں پلیز مجھے جواب عرض سے منسلک کر کے سکون قلب عطا فرمائیں۔ آخر میں اپنے پسندیدہ رائٹرز ریاض احمد، جمیلہ اختر اور ایم جاوید نسیم کو پیار اور محبت بھرا سلام۔

.... عمر دراز امن بادشاہ۔ 377 گ ب

دوستی نمبر ماہ دسمبر 2011ء

......ماہ دسمبر 2011ء کا ماہنامہ جواب عرض دوستی نمبر کے روپ میں ملا مگر پہلے ہی صفحات پر دنیائے ادب کے درخشندہ ستارے شہزادہ عالمگیر کی ناگہانی خبر نے دہلا کر رکھ دیا...... کیا واقعی شہزادہ عالمگیر صاحب انتقال کر گئے ہیں...... ان للہ وانا الیہ راجعون...... بے شک مرنا میراث آدم ہے جو انسان اس دنیا فانی میں آیا ہے اس نے ایک دن یہاں سے کوچ کر جانا ہے مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی یادیں زندگی کے ہر موڑ پر تڑپاتی رہتی ہیں...... شہزادہ عالمگیر صاحب بھی ایک ہمہ گیر عظیم شخصیت کے مالک تھے اور دکھی دلوں کے مسیحا تھے انہوں نے جب 1978ء میں جواب عرض نکالا تو مارکیٹ میں بہت سے میگزین کا عروج تھا لیکن انہوں نے دن رات محنت کر کے جواب عرض کو ایک ادبی شہ پارہ بنا دیا جس کا ادب کی دنیا میں ایک منفرد قسم کا معیار ہے۔ ان کا ذاتی صفحہ جس میں وہ اپنے مہین سے مہین جذبات کا بڑی خوش اسلوبی سے ذکر کر جاتے تھے دکھی دل ذاتی صفحہ پڑھ کر فرحت و شادمانی محسوس کرتے تھے۔ یہ صدی جو شہزادہ عالمگیر جیسے دکھی دلوں کے مسیحا کے لئے اجل کا پیغام لے کر آئی ہے۔ رب کریم شہزادہ عالمگیر کو غریق رحمت کرے اور لواحقین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین! آپ کے غم میں شریک۔

.... دوست محمد خان وٹو۔ لیہ

......ماہ دسمبر کا شمارہ 25 نومبر کو ملا۔ ڈائجسٹ جونہی کھولا تو شہزادہ انکل کی موت کی خبر پڑھ کر دل کو ایک زوردار دھچکا

لگا چہرہ غمناک ہو گیا ان کی موت کی اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا کافی دیر اس خبر نے مجھ پر سکتہ طاری رکھا پھر یہ سوچ کر دل کو کچھ تسلی دی کہ موت تو برحق ہے جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر ضرور جانا ہے۔ سو شہزادہ انکل چلے گئے اور کل کو ہم سب نے بھی چلے جانا ہے۔ شہزادہ انکل ایک عظیم شخص تھے انہوں نے ہم تمام رائٹرز اور قارئین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور اپنے خیالات و احساسات کو ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ان کی اس کاوش کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے ہمارے دلوں میں ان سے محبت کے ایسے درخت لگے ہوئے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتے رہیں گے۔ چاہے وہ ہم میں ہیں یا نہیں۔ ہمارے دلوں میں ان کی محبت ختم نہیں ہو گی بڑھتی ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے تمام گناہ بخش دیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائیں۔ آمین! نئے ایڈیٹر شہزادہ التمش کو خوش آمدید کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ شہزادہ عالمگیر انکل کے کام کو احسن طریقے سے نبھائیں گے اور مرحوم کی روح کو ضرور اس سے تسکین حاصل ہو گی۔

✍ .... کامران شکیل سواہ کینٹ

✉ ...... ماہ دسمبر کا شمارہ دوستی نمبر پڑھا بہت ہی اچھا تھا۔ ہر ایک لفظ سے ایک سبق ملا اور اس بار ناول میں کافی چینجنگ آئی ہے اور سب کی تحریریں اچھی تھیں۔ شاعروں میں تقریباً سبھی کی شاعری اچھی ہے اور اپنی غزلیں کہانی لیٹر دیکھ کر تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ لکھنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے یہ میرا شوق ہے جو شہزادہ بھائی نے پورا کر دیا۔ پورا کیا اور بڑھا دیا ہے۔ میں شہزادہ صاحب کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے کیوں کہ انہوں نے مجھے ایک مقام دیا ہوا ہے میری ہر چیز کہانی، خط شاعری جواب عرض میں آ رہی ہے اگر شہزادہ صاحب نے مجھے یا ہم سب کو ایک مقام دیا ہے تو ہم بھی اپنی تحریروں کا پانی لگا لگا کر اس گلشن کو مہکائیں گے۔ اس جواب عرض کے پودے کی حفاظت کریں گے اور اس کی خوشبو سے پوری دنیا مہکتی رہے گی اور ہر دکھی دل کو سکون ملتا رہے گا اور میں نے اپنی غزلوں کے ساتھ عنوان کے شعر بھیجے تھے جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے شہزادہ جی وہ میرے شعر ضرور شائع کریں میں چاہتی ہوں کہ شعروں میں سے ایک پیج پر میرے عنوان کے شعر ہوں اور اب میں اپنی دوستوں کو سلام پیش کرتی ہوں۔

✍ .... کشور کرن- پتوکی

✉ ...... ماہ دسمبر کا جواب عرض دوستی نمبر جلد مل گیا تھا۔ میں صرف جواب عرض کے ایک قاری کو اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرا نمبر جواب سے لے کر جو بکواس ایس ایم ایس بھیجی ذرا سوچنا چاہیے تھا میں صرف اتنا اس صاحب کو کہوں گا اگر ٹیکسلا میں آ کے مل لینا دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ آخر میں دوستوں کے نام سلام۔

✍ .... نامعلوم

✉ ...... ماہ دسمبر کا شمارہ میرے لئے انتہائی انمول تھا کیونکہ اس مین میرے بہت پیارے دوست جبرائیل آفریدی ناصر آباد کی سٹوری لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اپنا لیٹر بھی دیکھنے کو ملا۔ میں عکاس احمد اٹک اور بشیر سانول کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اپنی تحریروں میں یاد رکھا۔ مجھے ''جواب عرض'' سے بہت چاہت ہے میں سارا مہینہ اس کے انتظار میں گزار دیتا ہوں۔ دسمبر کے شمارے میں کافی تبدیلی دیکھنے کو ملی جو دل کو بہت اچھی لگی اور شہزادہ التمش جی کو جواب عرض کا ایڈیٹر بننے پر مبارک باد۔ شہزادہ جی ابھی تک ''جواب عرض'' میں میرے دو لیٹرز شائع ہوئے ہیں پلیز میری تمام تحریروں کو جگہ دیا کریں۔ اپنی تحریروں کو جب دیکھتا ہوں تو اپنے غم بہت کم ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

✍ .... عمر دراز بادشاہ- جڑانوالہ

✉ ...... ماہ دسمبر 2011ء کا ''جواب عرض'' ملا تو سب سے پہلے صفحہ نمبر پر ایک دکھوں آہوں میں ڈوبی ہوئی چور ایک افسوس ناک خبر ملی کہ ہمارے پیارے ''جواب عرض'' کے ایڈیٹر جناب شہزادہ عالمگیر صاحب اس دنیا فانی سے رحلت فرما

گئے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کے بارے میں جتنا لکھا جائے کم ہے۔ اتنا ضرور لکھوں گا کہ وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں چمکتے ہیں کبھی دل کی دھڑکن بن کر، کبھی آنکھوں کا آنسو بن کر اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین! باقی ابھرتے ہوئے شاعروں میں انتظار حسین ساقی، سرفراز انجم، چوہدری الطاف حسین دکھی ان کی شاعری اچھی تھی۔ غزلوں اور نظموں میں اے ڈی ناز، مجاہد قریشی، ندیم جٹ، بشیر سانول، غلام مصطفیٰ ناز شاہ جہاں پردیسی، شہزادہ سلطان، عارف شاہ، ایم وائی سچا ان کی غزلیں اچھی تھیں۔ کہانیوں میں سب سے پہلے اپنی کہانی لوٹ آ و پردیسی دیکھی تو بہت خوشی ہوئی اور سب سے پہلے اپنی کہانی پڑھی اس کے بعد ارم سہیل کی میں جیت کر ہار گئی، فائزہ کی تجھ سے ناراض نہیں، انتظار حسین ساقی کی دوستی، ریاض حسین شاہد کی میرا عشق، آمنہ کی دولت کی ہوس، گلشن ناز کی تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم، حاجرہ غفور کی ہائے رے تیری جدائی، مجید احمد جائی کی دوستی لے ڈوبی، ڈاکٹر شازیہ منہاس کی چند لمحے محبت کے، شازیہ چوہدری کی کیسے بھول پاؤں گا، مشال ارت تانی کی ادھوری کہانی، ایم شفیع تنہا کی محبت یا دھوکہ، جبرائیل آفریدی کی بے وفائی کا انجام، شاہد عثمان کی داستانِ مجنوں، ان سب رائٹروں کی کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں۔ سب کو مبارکباد۔ گلدستہ کالم میں کامران احمد آثم، اے آر راحیلہ، ایم خالد محمود سانول، محمد ہارون سمیع اللہ سمعی، محمد صفدر دکھی، مس صبا، امجد علی سائرہ، رفیق، جمیل ملک ان کی تحریریں اچھی تھیں۔ ماں سے پیار کا اظہار میں پرنس عبدالرحمٰن گجر، اللہ دتہ بے درد، آصف سانول، صبا رانی، منیر رضا ان سب نے بہت ہی اچھے انداز میں ماں سے پیار کا اظہار کیا ہے۔ غم کے بعد خوشی ملتی ہے کالم میں مس صبا، جواد احمد آ کاش، عبدالرحمٰن گجر، محمد خان انجم، شکیلہ بانو، محمد عمران بٹ ان کی تحریریں اچھی تھیں۔ مجھے شکوہ ہے کالم میں اے ڈی ناز، پرنس عبدالرحمٰن گجر، محمد لقمان، غلام مصطفیٰ، مدثر عمران، سید عارف شاہ، ارسلان علی، ایم شفیع تنہا، اللہ دتہ بے درد، سردار اقبال، منیر رضا، محمد جنید جانی، سیف الرحمٰن زخمی، خالد فاروق آسی، رانا عمران، راجہ فیصل مجید، عبدالغفار، محمد صفدر دکھی، سردار زاہد ان سب کے شکوے بھی خوب تھے۔ زندگی میں چاند کالم میں محمد ارسلان علی شواز ارمانی، ظہیر عباس، مس صبا، عبدالرحمٰن گجر، محمد شفیق عاجز ان کی تحریریں اچھی تھیں۔ شعری پیغام کالم میں ایم مظہر نذیر، پرنس عبدالرحمٰن گجر، نثار احمد حسرت، تنویر احمد گوندل، صابر اقبال، عکاس احمد، محمد عمیر ناز، سید عارف شاہ، محمد خان انجم ان کے پیغام اچھے تھے۔ اچھے دوست کالم میں راجہ فیصل مجید، جی کے ساگر، احمد ملک، قمر زمان بوبی، ایم وائی سچا ان کی تحریریں اچھی تھیں۔ پسندیدہ اشعار کالم میں ایم شفیع تنہا، مدثر عمران ساحل، ایم دا کیل عامر، سیف الرحمٰن زخمی، محمد عمیر ناز، اللہ دتہ بے درد، کرن خان، مدثر عمران، نثار احمد حسرت، حافظ محمد شفیق ایم شفیع تنہا، ندیم جٹ، اللہ بخش ساگران کے اشعار اچھے تھے۔ آئینہ روبرو ''جواب عرض'' کی جان ہے۔ آئینہ روبرو میں جن دوستوں نے میری کہانی وعدہ کی تعریف کی ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ باقی ''جواب عرض'' میں ہر دفعہ کوئی نہ کوئی چینجنگ دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ بھی ان کی کوئی پالیسی ہو گی۔ اتنی گزارش ہے کہ جواب عرض میں مس ٹیک ہوتی ہیں ان کی طرف دھیان دیں آخر میں سب قارئین کو اور ''جواب عرض'' کے سب سٹاف کو میرا اسلام قبول ہو۔

✍ .... ایم اشفاق بٹ- لالہ موسیٰ

✉ ...... ماہ دسمبر 2011ء دوستی نمبر خریدا، شہزادہ عالمگیر کی وفات کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا وہ واقعی ایک چمکتا ہوا ستارہ تھے۔ ہزاروں دکھی دلوں کے سہارا تھے۔ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ وہ ایک عظیم انسان تھے دوسروں کا دکھ سنتے ان کی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی درخواست ہے ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ ان کے لواحقین یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ میری غزل شعر شائع کرنے کا بہت شکریہ۔ باقی بھی میرے شعر، غزلیں، تحریریں، احادیث، معلومات شائع کر دیں میری کہانی لمبی جدائی کب شائع ہو گی۔ شعروں میں نام ضرور شائع کیا

کریں۔ اس بار بھی اسلامی تحریریں وغیرہ ارسال کر رہا ہو جلد شائع کر دیں۔ کالم غزلیں و نظمیں میں ایس عادل روات، ندیم جٹ، دشیال کی اچھی تھی۔ اشعار، عابدہ رانی، اشرف زخمی دل بچیکی، عالمگیر تبسم گوجرانوالہ، اورنگ زیب جہلم کے شعرا اچھے تھے۔ انتظار حسین ساقی کی شاعری اچھی ہوتی ہے، ضرور شائع کیا کریں۔ گلدستہ میں کامران احمد آثم مردان، اے آر راحیلہ جھمرہ کی احادیث مبارکہ اچھی تھیں۔ منیر احمد زیڈ جڑانوالہ، مس صبا کلر سیداں ان کی تحریریں اچھی تھیں۔ شاعری کا پیغام میں محمد شہباز گل، سید ہمراز حسین کاظمی، تیمور زخمی کلیام، ثمر مریز گوندل، ان کے پیغام اچھے تھے۔ کہانیاں پر نظر ڈالی لوٹ آؤ پردیسی ایم اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، تجھ سے ناراض نہیں فائزہ شاہ گجرات، میں جیت کر ہار گئی ارم سنبل جہلم، داستان مجنوں شاہد عثمان خوشاب، چند لمحے محبت کے، ڈاکٹر شازیہ منہاس ملتان، کھوٹے سکے مشال سنگنی گوجر خان، تھوڑی خوشی تھوڑا غم گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی، کیسے بھول پاؤں گا شازیہ چوہدری شیخوپورہ ان کی کہانیاں پسند آئیں۔ ان کو مبارک باد قبول ہو۔

.... سیّد عارف شاہ پریمی۔ جہلم شہر

.... شمارہ دسمبر 2011ء جواب عرض میں یہ خبر پڑھ کر دل کو بہت صدمہ ہوا کہ وہ عظیم انسان اور ہم سب کے دکھ درد بانٹنے والا رسالے ڈائجسٹوں میں 35 سال سے چمکتا ستارہ اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے (انا للہ و انا الیہ راجعون) ان کے بارے میں واقعی جتنا لکھا جائے کم ہے۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! میری آپ سے گذارش ہے کہ اب ان کی تصویر ہر شمارہ میں شامل اشاعت رکھیں آپ کی نوازش ہوگی۔ شہزادہ صاحب تین چار ماہ سے ہی جواب عرض کے اداریہ میں اپنی کیفیت تحریر کرتے آرہے ہیں وہ کسی سے ناراض ہو چکے تھے ایسا ہی ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا تھا وہ بہت نازک دل انسان تھے ان کو جس کسی نے بھی دکھ دیئے وہ اب خوش رہیں۔ لو وہ عظیم انسان یہ دنیا ہی چھوڑ گیا اب وہ لوگ جو جی میں آئے کرتے پھریں۔ ایک عظیم انسان کو دکھ دے کر کیا ملا۔ ان بے وفا لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔ ان کے بچوں سے گذارش ہے کہ دل لگا کر کام کریں اور ان کے مشن کو جاری رکھیں۔ کام جتنا ہو سکے اچھے طریقے سے کریں۔ آپس میں اتحاد رکھیں۔ شہزادہ التمش صاحب آپ بڑے ہیں اب آپ پر فرض ہے آپ سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ شہزادہ صاحب نے بہت محنت کی اور دن رات ایک کر کے پرچے نکالے۔ ان کا ایک نام ہے۔ مجھے افسوس ہے دیگر اداروں پر کہ ایک عظیم انسان وفات پا گیا مگر کسی میگزین نے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا افسوس!

.... حاجی محمد اسحاق انجم۔ عوامی نیوز ایجنسی، کنگن پور

.... دسمبر 2011ء کا شمارہ اپنے قریبی بک سٹال سے لیا اس شمارے میں جواب عرض کے بانی محترم شہزادہ عالمگیر کی وفات کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ موت برحق ہے اور ایک نا ایک دن سب کو آنی ہے لیکن اچھے انسان اگر جدا ہو جائیں تو بڑا ہی دکھ ہوتا ہے۔ مرحوم ناصرف اچھے انسان تھے بلکہ ایک عظیم دانشور بھی تھے۔ وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن تھے وہ جواب عرض کے قارئین کے دلوں میں بسے ہوئے تھے اور ہمیشہ بسے رہیں گے۔ صحافت کی دنیا میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہزادہ التمش کو اتنی ہمت اور جرأت دے کہ وہ جواب عرض کے قارئین کو کوئی کمی محسوس نہ ہونے دیں۔ شہزادہ التمش سے ہماری درخواست ہے کہ شہزادہ عالمگیر کے حالات زندگی کے بارے میں تفصیلی رپورٹ شائع کریں تاکہ نئے قارئین کو بھی مرحوم کی خدمات کے بارے میں آگاہی حاصل ہو سکے۔ انہی سطور کے ذریعے میں حکومت پاکستان سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ مرحوم کی اعلیٰ کارکردگی کو سراہتے ہوئے ایوارڈ سے نوازا جائے۔

.... امین مراد انصاری۔ کراچی

.... دسمبر 2011ء کا جواب عرض دوستی نمبر غم اور اداسی میں ڈوبا ہوا 24 نومبر کو مندرہ سے خریدا۔ ایڈیٹر جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات پر دلی افسوس ہوا۔ یہ ایسی اطلاع تھی جسے پڑھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کے بارے میں جتنا بھی لکھوں یقیناً کم ہے لیکن اتنا کہوں گا کہ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ دھڑکن بن کر زندہ رہیں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی مغفرت و بخشش فرمائے اور اُن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر اور یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

.... محمد عمیر مظہر سنی۔ تبکیاں

.... ماہ دسمبر کا ڈائجسٹ پڑھ کر بہت افسوس ہوا کیونکہ میری کوئی بھی تحریر شائع ہوئی نہیں تھی مگر پھر بھی یہی امید لے کر خوش ہوا کہ اس بار نہیں تو اگلی بار ضرور شائع کیے جاتے ہیں۔ کہانیوں میں جرائی آفریدی ناصر آباد کی بے وفائی کا انجام پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ دوست اچھی کہانی لکھنے پر آپ کو موسٹ ویلکم کہتا ہوں۔ محبت یاد کھا ایم شفیع تنہا، لوٹ آؤ پردیسی جناب محمد اشفاق بٹ صاحب نے تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم باجی گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی، دولت کی ہوس آمنہ راولپنڈی، ہاتھ کی لکیریں کشور کرن پتوکی، ارت تانی کی ادھوری کہانی مشال سنگنی گوجر خان، لاوارث لڑکی قسط نمبر 1 مس حمیرا سعید جی قسط وار کہانی کی شروعات بہت خوب طریقے سے کر لی ہے۔ آپ کی کہانی کی پہلی قسط پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ باقی بھی سب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں۔

.... عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران

.... دسمبر کا جواب عرض پڑھ کر دل کو بہت بڑا صدمہ پہنچ گیا جیسے ہی دوسرا صفحہ کھولتے ہی میری آنکھوں سے آنسو بے اختیار جاری رہے۔ جواب عرض کے بانی محترم جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی موت کا سن کر مجھے بے حد افسوس ہوا کیونکہ وہی تو ایک تھے ہمارے دلوں کے دکھ درد جاننے والے اور میری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔ آمین! اور جواب عرض کے تمام قارئین سے ریکوئسٹ ہے کہ پلیز آپ سب ہمارے پیارے جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی مغفرت کی دعا کریں۔ اس کے بعد اس ادارے سے نشست پانے والے ان تمام لیڈروں سے جن میں شامل ہیں جناب مینیجنگ محترمہ شہلا عالمگیر صاحبہ، چیف ایگزیکٹو جناب شہزادہ التمش صاحب، جنرل شہزادہ فیصل صاحب، سرکولیشن انچارج جمال الدین صاحب، گرافک ڈیزائنر جناب محترم ریاض احمد صاحب اور ایڈورٹائزنگ محترمہ کرن باجی صاحبہ آپ سے میں دست بندی کرتا ہوں کہ دو تین مہینوں سے میری کوئی تحریر شائع نہیں کی جا رہی ہے اور نہ ہی میرا کوئی کہانی چھپی ہے جو ڈیڑھ سال سے پہلے میری بھیجی گئی کہانیاں ابھی تک وہاں پڑی ہیں ابھی تک ان میں سے کوئی ایک بھی شائع نہیں ہوئی ہے۔ میں جواب عرض کا کافی پرانا قاری ہوں ہر مہینے میں ایک کے بجائے دو دو جواب عرض لے کر پڑھتا ہوں اور اپنے تمام دوستوں میں جواب عرض کو مشہور کیا ہوں اور ان سب نے جواب عرض کو سراہا بھی ہے۔

.... عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران

.... ماہنامہ جواب عرض ماہ دسمبر 2011ء دوستی نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ اس بار ڈائجسٹ کافی دیر سے ملا ہے۔ میں پہلے سے ہی دکھ اور غم میں مبتلا تھا۔ جونہی جواب عرض مجھے ملتا ہے میں تو سب سے پہلے ذاتی صفحہ پڑھتا ہوں لیکن ذاتی صفحہ کو نہ پا سکا۔ مزید غموں اور دکھوں میں غرق ہو گیا ہوں۔ میرے دونوں ہاتھ کانپنے لگے۔ دل میں ایک درد سا دھڑکن پیدا ہو گیا۔ میرے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ پھر میں ایک طفل جیسا بچہ کی طرح ہو گیا۔ جواب عرض میں وہی رنگ نہ تھے، جواب عرض میں کوئی روشنی نہ تھی، میں روشنی کو کافی اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا مگر یہ روشنی مجھے کہیں سے نہ ملی۔ اتنا تو مجھے پہلے سے ہی معلوم تھا۔ وہ گلے کے کینسر کے مریض ہیں ان کے انتقال کی خبر تو تھی مگر میں یقین نہیں کرتا۔ اب یہ روشنی ہمیں کہاں سے ملے گی۔ اس روشنی کو صدیوں میں ہم یاد کریں گے۔ اب جواب عرض

کو نہ لکھنے کو اور نہ ہی پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ مجبور ہو کر دل کو تسکین دینے کے لئے جواب عرض کے سٹاف کو فون کیا۔ سٹاف والوں نے کچھ دل و جان کو حوصلہ دیا، کچھ قدرے سے بہتر ہے مگر جب جواب عرض اٹھاتا ہوں تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتی ہیں۔ جب قلم اٹھاتا ہوں لکھنے کے لئے تو ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ بہر حال کوئی چیز ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ اب تو کہانیاں لکھنا اپنی جگہ کو پنوں کو صرف چار الفاظ لکھنا ہے وہ بھی مجھ سے نہیں ہو رہے ہیں۔ یا اللہ مجھے کچھ ہمت دی جائے جان میں جان پیدا کریں۔ آخر میں مرحوم کے لئے میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دیں اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

.... عبدالرشید بزنجو۔گڈانی

...... 2011ء کا آخری جواب عرض 24 تاریخ کو ملا ٹائٹل بیوٹی فل تھا۔ انڈین مشہور اداکارائیں مسکراہٹ کے پھول نچھاور کر رہی تھیں۔ بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ جواب عرض جلوہ گر کیا ہوا دل کے تار ہلا دیئے۔ سب سے پہلے شہزادہ عالمگیر کی وفات کی خبر، دل اداسیاں اور افسردگی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اس بار تو کمرشل جواب عرض لگ رہا تھا۔ کہانیوں کی وادیوں میں جانے کے بعد معلوم ہوا میری کہانی دوستی لے ڈوبی شائع ہوئی ہے۔ جب مطالعہ کیا تو افسوس ہوا کیونکہ بہت سی جگہوں سے الفاظ کاٹ دیئے گئے تھے جن سے کہانی بے رنگ بے مزہ سی ہو گئی۔ بہر حال اس کے بعد اپنے دوست جبرائیل آفریدی کی بے وفائی کا انجام پڑھی مختصر لیکن اچھی سٹوری تھی۔ نئی رائٹر ڈاکٹر شازیہ منہاس ملتان کی چند لمحے محبت کے، کے ساتھ آمد تھی جو بہت زبردست تھی۔ تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی بہت پیاری سٹوری تھی۔ گلشن ناز صاحبہ آج کل طبیعت کیسی ہے آگاہی دیں۔ ایم شفیع تنہا گجرات محبت یا دھوکہ بہت خوب یار آپ گریٹ ہیں۔ دوستی انتظار حسین یار آپ تو انتظار بہت کرواتے ہیں۔ اب تو لگتا ہے آپ بھول گئے ہیں۔ لاوارث لڑکی قسط نمبر 1 اچھا آغاز تھا۔ ریاض احمد صاحب اس مرتبہ خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ کہانیوں کے بعد چھوٹے کالم منتظر تھے۔ اس مرتبہ کالم ملاقات غائب تھا۔ باقی کالم زبردست تھے۔ عمر دراز جڑانوالہ اور زبیر حسن میلسی کی تحریریں خوب تھیں۔ ایک شکوہ جواب عرض سے کہ میں مسلسل جواب کے ہر کالم میں باقاعدگی سے لکھ رہا ہوں لیکن تین ماہ سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ بتا دیجئے؟ باقی التمش صاحب جی! شہزادہ عالمگیر صاحب ہمارے بڑے ہمدرد تھے پلیز آپ کی بے رخی ہم سے برداشت نہ ہو گی۔ انہوں نے ہمیں بہت حوصلہ دیا ہے۔ ہم مرتے دم تک جواب عرض کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ پلیز یہ ناطہ توڑنے کی کوشش نہ کیجئے۔ بہتے آنسوؤں کے ساتھ آپ سے التماس ہے کہ شہزادہ عالمگیر کی یادیں ہمارے دلوں میں پیوست ہیں پلیز ان کو ختم مت کیجئے اور حوصلہ افزائی کیجئے۔ جواب عرض کو دوسرے رسالوں سے مختلف ہی رہنے دیجئے۔ آپ نے ساتھ دیا تو ہم لکھتے رہیں گے۔

.... مجید احمد جائی۔ملتان

متفرق خطوط

...... پاکستان میں ہزاروں لوگوں کی زندگیاں غموں کی سلگتی ہوئی بھٹی میں جل رہی تھیں۔ لوگ ہر وقت خزاں اور غموں اور دکھوں کے ملے جلے آنسوؤں کے سیلاب تلے اپنی زندگیاں گزار رہے تھے۔ ان کے پیار انہیں تنہائیوں کے تحفے دے کر جانے کہاں گم ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو اب کسی ایسے سہارا کی ضرورت تھی جو ان کو سکون دے، چین کی زندگی دے۔ آخر کار خدا کو ان پر رحم آ گیا اور خدا نے ان کا طبیب نازل کر دیا۔ میرا مطلب پیارا ''جواب عرض'' جو کہ ایک دکھی انسان کی اک عظیم کاوش تھی۔ ''جواب عرض'' کے سنگ لوگ پھر سے اپنی زندگیاں ہنسی خوشی گزارنے لگے۔

لوگوں اور ''جواب عرض'' کو پیدا کرنے والے شہزادہ عالمگیر صاحب کے درمیان گہری دوستی اور چاہت پیدا ہو چکی تھی۔ چند دن پہلے ہمارا پیارا شہزادہ جی ہمیں پھر سے تنہا کر گئے۔ مجھے شہزادہ جی کی وفات سے گہرا افسوس ہوا ہے۔ وہ بہت انمول انسان تھے۔ وہ ایک سچے پیار کرنے والے انسان تھے جنہیں اس ظالم دنیا نے پیار کے بدلے کانٹے دیئے اور نفرت دی۔ رب سے میری دعا ہے کہ وہ شہزادہ جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔

.... عمر دراز بادشاہ۔ 377 گ ب

...... میں تنہائی کی زندگی گزار رہا تھا لیکن ''جواب عرض'' میں جب سے فون نمبرز کا سلسلہ شروع ہوا تو مجھے ایسے دوست ملے جنہوں نے میرے تمام غموں کو کم کر دیا۔ ان میں جبرائیل آفریدی۔ جواد احمد آکاش، بشیر سانول، عکاس احمد اٹک، سر مجید احمد جائی وفا ملتان، سردار زاہد محمود، جنید جانی، دلشاد قلندر، کشور سلیم، واصف علی بھریا روڈ، نوید سحر، فیاض خاں بلوچ، قاسم بلوچ اور بہت سے دوسرے فرینڈز میرے لئے قدرت کا ایک انمول تحفے کی طرح ہیں۔ اس کے علاوہ رائے زبیر خاں کھرل، ریاض احمد باغبانپورہ، اور اقراء، فروا جی کوٹ خوشحال اور جمیلہ اختر واہ کینٹ کو محبت بھرا اسلام۔

.... عمر دراز بادشاہ۔ جڑانوالہ

...... ''بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی...... اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا'' شہزادہ عالمگیر بھائی کی وفات کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ اللہ اُن کو جنت میں اعلیٰ مقام دے۔ شہزادہ بھائی کے بارے اگر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک ستارہ تھا جو ہمیشہ ہمارے دلوں میں چمکتا رہے گا۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ عالمگیر فیملی کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین! اور شہزادہ بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین! آخر میں قارئین سے میری گذارش ہے کہ شہزادہ بھائی کی مغفرت کے لئے دعا کریں اور فاتحہ خوانی کریں۔

.... انعام علی۔ جنڈ

...... جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین! وہ بہت ہی اچھے انسان تھے، بہت اچھا لکھتے تھے۔ جناب شہزادہ التمش عالمگیر صاحب ماہ ستمبر 2011ء، ماہ اکتوبر 2011ء، ماہ نومبر 2011ء، یہ تینوں رسالے میرے پاس ہیں کچھ مصروفیات کی وجہ سے تینوں رسالے نہ پڑھ سکا لیکن ان تینوں رسالے پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ماہ ستمبر کے رسالے میں جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کا ذاتی صفحہ، اسلامی صفحہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں انتظار حسین ساقی، شازیہ وقاص، محمد اشرف زخمی دل، ثناء ماہ نور، آمنہ راولپنڈی، ایم شفیع تنہا، احمد نجمی کا پسند آئے اور غزلوں میں کرن نواب شاہ، شعیب اختر آسی، حاجرہ غفور، محمد عارف بروہی کا پسند آیا باقی بھی سب اچھے تھے۔ پسندیدہ شاعروں میں عائشہ کرن، نرگس ناز، سرفراز، عابد محمود ملکہ ہانس، نوید اختر سحر کے پسند آئے اور کہانیوں میں محبت بین کرتی ہے شازیہ وقاص، ادھوری زندگی اقراء لاہور، مجبوریوں کے زخم صدا حسین صدا، دیکھ لیا زمانے کا ستم ایم جاوید، تیرے پیار میں فرید اللہ تنہا خٹک، پیار کیا تو ڈرنا کیا ساجد علی زاہد، اب شکایت کس سے شازیہ چوہدری، وعدہ ایم شفاق بٹ، آخری خط اللہ دتہ بے درد، جنت رو رہی ہے انتظار حسین ساقی کی بہت بہت پسند آئیں۔ ان سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ماہ اکتوبر کے اسلامی صفحہ، ذاتی صفحہ بہت پسند آئے۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں شازیہ وقاص، عائشہ کرن، نازیہ حسن، عائشہ ندیم، حاجرہ غفور، کرن نواب شاہ، زوہیب اختر کی پسند آئے۔ غزلوں میں عطیہ ناز، فاطمہ، نائلہ، محمد ارشد کی پسند آئیں۔ پسندیدہ شاعروں میں سکندر محمود، عبدالرحمٰن، غضنفر عباس، پرنس مرتضیٰ حسن، سلمان، صائمہ تبسم، عمران علی ہاشمی، زاہد شریف، زاہد حسن، آفتاب کاوش، احمد حسن عرفان الٰہی، راجہ طاہر، غلام مرتضیٰ کی پسند آئے اور کہانیوں میں کیوں قسمت مجھ سے روٹھ گئی کشور کرن، مرجھائے ہوئے پھولوں سے بھی زیادہ زخمی دل ریاض احمد ہے کیسی یہ زندگی شازیہ وقاص، ادھوری محبت دوست محمد، عشق نے لوٹا ملک حیدر عثمان، ارمانوں کا خون محمد عاطف، تقدیر کے کھیل جمیلہ اختر، سچے دوست کی پہچان محمد اسماعیل،

کوپن

آپ کی زندگی میں چاند کون ہے؟

''آپ کی زندگی میں چاند کون ہے؟'' اس عنوان کے تحت آپ اپنی زندگی کے بارے میں لکھیں کہ آپ کی زندگی کا چاند کون ہے؟ لکھتے وقت اخلاق کا دامن نہ چھوڑیے فحش گوئی سے پرہیز کریں۔ مرد لڑکیوں کے نام کا پہلا حرف لکھیں یا مردوں کے نام کا پہلا حروف لکھ سکتی ہیں۔ لڑکیاں صرف اپنی سہیلیوں۔ کے بارے میں لکھ سکتی ہیں۔

میری زندگی کا چاند ____________________

____

____

____

نام: ____________________ شہر: ____________________

کوپن — آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

جواب عرض

آپ کا بہترین دوست کون ہے اور کیوں ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کا سب سے اچھا اور بہترین دوست ہے؟

میرا بہترین دوست ____________________

____

____

____

____

نام ____________________ شہر کا نام ____________________

برباد محبت مشال، بیٹی عائشہ مصطفیٰ ندیم۔ تیرے غم کا سفر ہے عمر دراز، محبت کے قیدی مقصود احمد کے پسند آئے ان کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ماہ نومبر کے بھی اسلامی صفحہ اور ذاتی صفحہ پسند آئے ابھرتے ہوئے شاعروں میں اے آر راحیلہ منظر، صدا حسین صدا، احمد تجمی دکھی، مس صبا، صائمہ، ساگر گلزار کنول، ایم خالد محمود، غزلوں میں خورشید زوہیب، آمنہ راولپنڈی، رفاقت علی، ایم خالد محمود، ایم شفیع تنہا، زوہیب اختر، کہانیوں میں الجھے رشتے کشور پتوکی، سنگ دل باپ ایم جاوید نسیم، میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس، محبت یا دل لگی شازیہ وقاص، پردہ ریاض حسین، جو درد دیا اپنوں نے دیا اللہ دتہ بے درد، شک جدائی دیتا ہے آمنہ، درد غم، جینا تھک لیں گے انتظار حسین ساقی، کسی کا اعتبار نہ کرنا الیس اعتیاز احمد کراچی محبت زندہ باد مس صاحقہ، اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق، وفا کی سزا کرن ریاض کی پسند آئیں۔ پسندیدہ شعروں میں آمنہ راولپنڈی، مس صبا، کلر سیداں، شاہد اقبال نرگس ناز، پرنس مظفر شاہ، ایم اشفاق بٹ، ابرار بٹ، ایم سلیم ناز، نثار احمد، سیدہ شاہدہ عمر دراز، کے پسند آئے۔ ماہ دسمبر 2011ء کے ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، اے ناز، انتظار حسین ساقی، محمد سرفراز، ایم فاروق کی پسند آئے اور غزلیں نظمیں سب کے سب اچھے تھے۔ پسندیدہ شعروں میں ایم شفیع تنہا، رفاقت علی، سید عبادت کاظمی، صائمہ یدنان حیدر، عابدہ رانی، محمد شہباز گل، اللہ دتہ بے درد، عالمگیر تبسم، اے آر راحیلہ کے پسند آئے باقی بھی سب اچھے تھے۔ کہانیوں میں لاوارث لڑکی کی پہلی قسط امیرہ سرور، لوٹ آؤ پردیسی ایم اشفاق بٹ، میرا عشق ریاض شاہد، تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم گلشن ناز میں جیت کر ہار گئی ارم سہیل، دوستی انتظار حسین ساقی، دولت کی ہوس آمنہ، تیری جدائی حاجرہ غفور، ہاتھ کی لکیریں کشور کرن، ارت تانی کی ادھوری کہانی مشال، کیسے بھول پاؤں گا شازیہ چوہدری، محبت یا دھوکہ ایم شفیع تنہا، داستان مجنوں شاہد عثمان کی پسند آئی۔ ان سب کو اتنی اچھی کہانی لکھنے پر بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب آتش صاحب میں نے چار کہانیاں جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کو ارسال کی تھیں کچھ کہانیاں میری شائع ہوئی ہیں لیکن ابھی تک چار کہانیاں باقی ہیں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی شہزادہ عالمگیر صاحب کی طرح مایوس نہ کرو گے اور میری کہانیاں غزل شاعری اور کوپن شائع کرو گے۔ ابھی کچھ کوپن غزلیں ارسال کر رہا ہوں امید ہے مایوس نہ کرو گے اسے شائع کرو گے۔

.... **محمد خادم جتک**۔ ڈیرہ مراد جمالی

...... شہزادہ بھیا! بڑی دیر سے قلم پکڑی تھی ہاتھ میں لیکن لکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح آغاز کروں کیسے شروع کروں لکھنا کیسے دل کی باتیں ورق پر اتاروں زندگی میں پہلی بار کچھ لکھ کے بھیجنا ہے کوئی غلطی نہ نکل آئے۔ بھیا! میں آج بہت خوش ہوں اور تھوڑی اداس لیکن امید ہے یہ اداسی بھی ختم ہو جائے گی کیونکہ تنہائی کا ساتھی مل گیا ہے۔ آپ کا میرا اور ہم سب کا ماہنامہ جواب عرض۔ آج میں نے پہلی بار رسالہ خریدا ہے جواب عرض۔ دکان پر اور بھی بہت سے رسالے تھے مگر قدرت والے نے مجھے تنہائی کا ایسا ساتھی ڈھونڈ کے دیا ہے جسے پہلی بار پڑھنے سے ہی میں بہت خوش ہوں زندگی میں پہلی بار ڈائجسٹ پڑھا ہے اس سے پہلے میں اپنی دوستوں کو پڑھتے دیکھتی تھی مگر مجھے پڑھنا اچھا نہیں لگتا تھا میں موبائل کو تنہائی کا ساتھی سمجھتی تھی مگر اب پتہ چلا ہے کہ موبائل میں اگر بیلنس یا ایس ایم ایس پیکج ہو تبھی وہ ساتھی بنتا ہے اور تنہائی کم کرتا ہے مگر اب تو بس جواب عرض ہی بنے گا میرا تنہائی میں ساتھی۔ بھیا! آج بروز اتوار 27 نومبر کو میں نے جواب عرض پڑھنا شروع کیا ہے۔ آپ نے جتنے بھی کوپن شائع کیے ہیں وہ میں بھیج رہی ہوں میں اپنے آپ کو شو کروانے کے لئے نہیں بھیج رہی بس یہی سوچ کر کہ جواب عرض اگر میرا ساتھی بنا ہے تو میں بھی اس کا تھوڑا سا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔ جواب عرض پر زیادہ بار نہیں صرف ایک بار بھی میرا نام آ گیا تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گی۔

.... **صندل شہزادی**۔ گوجرانوالہ

...... ہم نے یہ دکھ بھری خبر پہلے سن لی تھی لیکن یقین نہیں آ رہا تھا کہ دکھ درد بانٹنے والا اس طرح ہزاروں قارئین کو روتا چھوڑ کر اپنے رب کے پاس چلا جائے گا پتہ کیا گزری اس خبر کو سن کر باقی میری تمام قارئین سے التجا ہے کہ اس

ماہنامہ جواب عرض لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کر دیں اگر آپ کا شعر تمام شعروں میں بہترین ہوا تو آپ کو ایک عدد ریڈیو (پاکٹ سائز) انعام میں دیا جائے گا۔

نام .... شہر .... فون نمبر ....

میرا بہترین شعر

....

....

....

مکمل پتہ ....

....

چاہنے والی عظیم ہستی کو تو کبھی بھول نہیں سکتے کبھی اس کی جگہ پر نہیں ہو سکتی دن رات بیماری میں بھی ہم سب کے لئے لکھتے رہے لیکن اب ہم صرف اپنے پیارے محسن کے لئے ہر لمحہ دعا کریں خدا اسے اس جہاں میں اعلیٰ مقام دے اور میری قارئین سے گذارش ہے اس جواب عرض سے ناطہ مت توڑنا کہیں ہمارے محسن کی روح کو تکلیف نہ ہو جائے اسی طرح لکھتے رہنا ہمیں امید ہے کہ مینیجنگ ڈائریکٹر شہلا عالمگیر، چیف ایگزیکٹو شہزادہ التمش، جنرل مینجر شہزادہ فیصل باقی کا بھی عملہ اسی دل لگی اور محنت سے لکھے گا اس جواب عرض کے لفظ لفظ کو میں اپنے محسن جناب شہزادہ عالمگیر صاحب (مرحوم) کی قربانیوں اور محنت کو بھی نہیں بھول سکتا کتنے دل کا مسیحا تھا کتنے دلوں کی دھڑکن تھا کتنے دلوں کی راحت و سکون تھا اے میرے رب میرے محسن کو تو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کر باقی میں شکر گذار ہوں ان لڑکے لڑکیوں کا جنہوں نے اپنے قیمتی وقت سے ٹائم نکال کر بات کی یا ایس ایم ایس۔ ان شاء اللہ اسی طرح لکھتا رہوں گا۔

.... محمد اقبال رحمٰن۔ سہیکی بالا ہزارہ

...... میں نے پہلی بار آپ کا جواب عرض ڈائجسٹ خریدا ہے۔ میرے کچھ دوست ہیں جو مجھے ڈائجسٹ خریدنے سے منع کر رہے تھے لیکن میں نے اپنی خالہ نغمہ نوشین کے کہنے پر یہ ڈائجسٹ خریدا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کو ضرور اپنی اگلے ڈائجسٹ میں شامل کر دیں۔ میں اپنے دوستوں کو بطور فخریہ دکھاؤں گا۔ میں نے ان کے ساتھ چیلنج لگایا ہے اور میرے کوپن بھی ضرور شامل کیجئے۔ اس طرح میری حوصلہ افزائی بھی ہو جائے گی۔

.... شفیق اقبال۔ کرک

...... نومبر کا شمارہ ملا۔ سب سے پہلے قبر کا خوف جو کہ ہر انسان پہ آتا ہے اسے واقعی یاد رکھنا چاہیے۔ پھر ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن لاجواب اے آر راحیلہ، صدا حسین صدا، احمد نجمی، صائمہ، مس صبا، محمد اسماعیل، خلیل احمد ملک ان کی شاعری بہت اچھی تھی۔ کہانیوں میں الجھے رشتے کشور کرن، میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس، قبولیت کی گھڑی ایم احمد نجمی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور، دردِ غم، انتظار حسین، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، محبت زندہ باد مس صائقہ ان دوستوں نے اچھا لکھا تھا۔ بھائی جان آپ ہمیں شاید بھول گئے ہیں اس لئے ہماری کوئی تحریر شائع نہیں کر رہے پلیز کچھ غزل ارسال کر رہا ہوں شائع کر دیں۔

.... ظفر نور بھٹو۔ اوباوڑہ

...... جناب عرصہ دراز سے جواب عرض بہت شوق سے پڑھ رہا ہوں اور ہر ماہ جیسے بڑے جوش و خروش سے پڑھتا ہوں۔ اب تو جی چاہتا ہے کہ اس ماہ کا پڑھ لوں تو اگلے ماہ کا فوراً مل جائے لیکن کبھی کبھی جو سوچتا ہوں وہ نہیں ہو سکتا اور انسان کی ایسی خواہشات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ جناب پڑھتے پڑھتے مجھے بھی لکھنے کا شوق ہوا تو تین بار اپنی ذاتی شاعری بھیجی جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ جناب اگر آپ ہماری حوصلہ افزائی نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ ہمیں تو آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ پلیز میری شاعری ضرور شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

.... ارمان سنگم۔ فیصل آباد

...... اس ماہ کا جواب عرض لیٹ موصول ہوا جس کی وجہ سے بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال اس ماہ کا جواب عرض لاجواب تھا۔ اس میں خلیل ملک کی زبردست شاعری تھی اور صدام ساحل کی زبردست ڈائری اور تحریریں تھیں۔ جسے پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ویلڈن مائی ڈیئر فرینڈز۔ سٹوریز میں آمنہ راولپنڈی اور ریاض حسین کی پردہ بہت اچھی تھیں۔ باقی سب رائٹر نے بہت اچھا لکھا ہے۔

.... چوہدری یاسین احمد۔ جن پور

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپکے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہیے
اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا...... ایڈیٹر

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ٹیس کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر ارسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں، کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

شناختی کارڈ نمبر ....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں، ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر